

# معالي السبطین

فی احوال

الحسن والحسین علیہ السلام

آقای سید محمد مهدی مازندارانی اعلی اللہ مقامہ

معالی ا. ب. مدین  
فی

احوال الحسن والحسین

جلد اول

مولف

فخر المورخین آقائی محمد مهدی مازندرانی اعلیٰ الشہ مقامہ

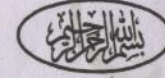
مترجم — مولانا اشیر جاوڑی

(ملنے کا پتہ)

نظامی پریس بکڈپو وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

کتاب خانہ اسلامیہ  
مکتبہ دارالعلوم دیوبند  
پتہ: ۱۰۱، سٹریٹ نمبر ۱۰۱  
لاہور





- ☆ نام کتاب : معالی السبطین فی احوال الحسن والحسینؑ
- ☆ مصنفہ : آقائی محمد مہدی مازنداران فی اعلی اللہ مقامہ
- ☆ مطبوعہ : نظامی پریس لکھنؤ
- ☆ سن اشاعت : باردوم اپریل ۲۰۰۵ء
- ☆ قیمت : Rs. 150/-

ملنے کا پتہ

**Nizami Press Book Depot**

Victoria Street, Lucknow

Tel: 2267964, 2240672

انتساب

—مرسل اعظم

—منجی بشریت

—حضرت محمد

—صلی اللہ علیہ

—والہ وسلم

—کے نام



## گزارش

خدا کا شکر ہے کہ نظامی پریس کی برابر یہ کوشش رہی ہے کہ مومنین کرام کو اچھی سے اچھی کتب مطالعہ کے لئے پیش کرتا رہے۔

زیر نظر کتاب معالی السبطین فی احوال حسن و حسین جلد اول پیش کر کے ادارہ مقبولیت کا شرف حاصل کر رہا ہے جسکے مصنف فخر المومنین آقائی محمد ہمدانی مازندانی علی اللہ مقامہ ہیں اور مترجم مولانا شیر جاوڑی ہیں۔

اس میں تاریخ اسلام کے اس اہم باب کا ذکر ہے جو سردار شباب اہل جنت سے متعلق ہے۔ مکمل تفصیل کے ساتھ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین کے حالات زندگی ہیں جو تاریخ اسلام کا اہم جز ہیں۔ ساتھ ہی ان واقعات کی بھی تفصیل ہے جو ان ذوات مقدسہ کی زندگی سے متعلق ہیں۔ مثلاً حضرت امام حسن نے صلح کیوں کی اور حضرت امام حسین نے جنگ کیوں کی۔

یہ پہلی جلد ہے جس میں حضرت امام حسن اور امام حسین کی پیدائش سے لیکر شہادت حسین کے مکمل حالات کی تفصیل ہے۔ دوسری جلد جو جلد ہی شائع ہوگی اس میں شہادت امام حسین کے بعد سے متوکل کے دور تک کے تاریخی واقعات ہیں۔

امید ہے مومنین کرام ان دونوں جلدوں کو مطالعہ کر کے بہت کچھ حقائق سو واقفیت حاصل کر لیں گے۔ ہم اپنی اس کاوش کو خدمت معصومہ عالم میں پیش کر کے اس کا اجر و ثواب اپنے والد مرحوم جناب سید نجم الحسن نقوی کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کر رہا ہوں۔ والسلام

سید وصی ظہیر نقوی

## فہرست

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۷۷	ازواج و اولاد امام حسن	۹	ولادت امام حسن
۷۸	ولادت امام حسین	۱۵	امام حسن اور محبت نبی
۸۵	ملاقات ولادت امام حسین	۲۰	امام حسن اور علم و عبادت
۹۱	سرور انبیاء اور محبت حسین	۲۲	امام حسن اور جو دوسخا
۱۰۳	امام حسین اور محبت نبی	۳۸	معجزات امام حسن
۱۰۸	مناقب امام حسین	۴۵	امام حسن اور معاویہ
۱۲۲	جو دوسخا امام حسین	۴۸	امام حسن حضرت علی کے بعد
۱۲۸	شجاعت امام حسین	۵۲	امام حسن اور صلح معاویہ
۱۳۰	علم معجزات اور قبولیت دعا	۵۸	امام حسن اور نصرانی
۱۴۵	زمین کربلا کا شرف	۶۱	امام حسن کی شہادت
۱۵۲	دریاے فرات کا پانی	۶۵	امام حسن اور آخری لمحات
۱۵۹	شرف خاک کربلا	۷۰	امام حسن کا جنازہ



صفحہ	مضامین	صفحہ
۳۱۱	۱۶۷ مدینہ سے روانگی	فرزند رسول کی زیارت
۳۱۷	۱۷۳ مکہ میں آمد	نائرین امام حسینؑ کا مقام
۳۲۲	۱۹۹ مکہ میں قیام اور اہل کوفہ کے خطوط	امام حسینؑ پر گریہ
۳۲۹	۲۱۱ جناب مسلم کا سفر کوفہ	غم انگیز حکایات
۳۳۴	۲۲۷ جناب مسلم کی جنگ	غم حسین میں ارض و سما کا گریہ
۳۴۳	۲۳۶ شہادت جناب ہانی	غم حسین میں گریہ ملائکہ
۳۴۸	۲۴۱ حکم یزید بنام ابن زیاد	شہادت مظلوم کی پیشگوئیاں
۳۵۷	۲۴۵ امام حسینؑ کو مشورہ	جناب یحییٰ اور عزیز بنینوا
۳۶۴	۲۴۷ امام حسینؑ کا اہل بصرہ کو خط	ہجرت اور آپ کی شہادت
۳۷۱	۲۴۹ مکہ سے کوچ	نبی اکرمؐ اور خبر شہادت
۳۷۸	۲۷۱ مکہ سے کربلا تک منازل	حضرت علیؑ و امام حسنؑ اور
۳۷۸	۲۵۱ ذات عرق	شہادت حسینؑ
۳۷۹	۲۵۸ منزل ثعلبہ	امام حسینؑ کے ساتھی شہداء کا مقام
۳۸۲	۲۷۰ حاجز	معاویہ اور امام حسینؑ
۳۸۴	۲۷۸ چاہ عرب	تقریرت یا مبارکبادی یزید
۳۸۵	۲۸۱ خزیمہ	معاویہ کی وصیت
۳۸۶	۲۸۹ زرود	مردان اور فرزند رسولؐ
۳۸۷	۲۹۹ زبالہ	مدینہ سے الوداع کی تیاری
۳۸۹	۳۰۶ خبر شہادت جناب مسلم	ام المؤمنین ام سلمہؓ اور امام حسینؑ

صفحہ	مضامین	صفحہ
۵۲۹	۳۹۶ شہادت حبیب ابن مظاہر	آمد
۵۴۱	۴۰۳ مسلم ابن عوسجہ کی شہادت	عبداللہ جعفی اور امام حسینؑ
۵۴۶	۴۰۸ فرزند مسلم ابن عوسجہ کی شہادت	ابن زیاد بنام حر
۵۴۸	۴۱۴ شہادت زہیر ابن قین	درو و کربلا
۵۵۵	۴۲۰ شہادت بلال ابن نافع جلی	کربلا کا نام
۵۵۹	۴۲۶ شہادت و سب ابن عبداللہ کلبی	سرزمین کربلا میں گریہ
۵۶۵	۴۳۱ شہادت عابس ابن ابی شیبہ شکاری	یزید ابن زیاد اور ابن سعد کی سنگدلی
۵۷۲	۴۴۰ شہادت جناب جون	عمر سعد کی سنگدلی
۵۷۴	۴۴۸ شہادت اسلم ابن عمرو	ابن زیاد کا عمر سعد کو خط
۵۷۷	۴۵۳ شہادت عمرو ابن خالد ازری	پانی پر پابندی
۵۷۸	۴۵۸ شہادت حنظلہ ابن سعد	آل محمد کی پیاس
۵۸۰	۴۶۵ شہادت سعد ابن حنظلہ	امام حسینؑ اور عمر سعد
۵۸۱	۴۷۲ شہادت سدید ابن عمرو ابن ابی	نویں محرم کا دن
۵۸۰	۴۷۷ اعطاع	شب عاشوراء
۵۸۱	۴۸۱ شہادت عمرو ابن قرقطہ انصاری	شب عاشوراء
۵۸۲	۴۸۹ شہادت جابر ابن عروہ غفاری	بلال ابن نافع اور شب عاشوراء
۵۸۳	۴۹۶ شہادت عبداللہ و عبدالرحمن غفاری	صبح عاشوراء
۵۸۴	۵۰۸ شہادت بربر ابن خضیر مدانی	امام حسینؑ کا احتجاج
۵۹۲	۵۱۸ شہادت عبداللہ ابن مسلمہ ابن عقیل	شہادت حر



## مجلس اول

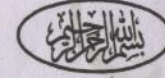
## ولادت امام حسن اور چنڈ ایک مناقب

مناقب میں حاصل ابن مطاس مروی ہے کہ حسن ابن علی میں انبیاء کے اوصاف اور شہنشاہوں کا دبیر تھا ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ سے کہا: آپ میں عظمت ہے آپ نے فرمایا: بلکہ وہ عزت ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے۔

مناقب ہی میں محمد بن اسحاق سے منقول ہے نبی اکرم کے بعد شرف اور عزت کا جو مقام امام حسن کو نصیب ہوا وہ کسی کے حصہ میں نہیں آیا آپ کے لیے بیرون درمند پھائی جاتی تھی جب آپ گھر سے باہر تشریف لاکر مسند پر تشریف فرما ہوتے تھے تو راستہ ترک جاتا تھا۔ آپ کی اہمیت اور عظمت کی بدولت لوگ آپ کے سامنے سے نہیں گزر سکتے تھے جب آپ کو معلوم ہوا کہ لوگ میری وجہ سے نہیں گزرتے تو آپ نے بیرون درمند ترک فرمادیا۔ میں نے آپ کو راہ کہ میں پیدل چلتے دیکھا جس نے بھی آپ کو پیدل چلتے دیکھا اپنی سواری سے اتر کر وہ بھی پیدل چلتے لگا حتیٰ کہ میں نے سعد بن ابی وقاص کو بھی پیدل چلتے دیکھا آپ کا حلیہ مبارک: گورارنگ، بادامی آنکھیں، نرم رخسار، ستوان ناک، گھمبی داڑھی، صراہی دار گردن، چہرہ سفید، میانہ قد، چہرے پر ملاحظت، حسین ترین گھٹیا پائے بال گٹھا ہوا جسم، ریش مبارک کو خضاب کیا کرتے تھے۔

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
۶۳۰	شہادت عبد اللہ ابن علیؑ	۵۹۵	عبد الرحمن ابن عقیل
۶۳۰	عون ابن علیؑ	۵۹۵	جعفر ابن عقیل
۶۳۲	جعفر ابن علیؑ	۵۹۶	محمد ابن سعید ابن عقیل
۶۳۲	عثمان ابن علیؑ	۵۹۷	شہادت علی اکبر
۶۴۲	جناب ابوالفضل عباس	۶۰۷	بشکل نبی کی شہادت کے تعلقات
۶۵۰	شہادت جناب عباس	۶۱۳	مقدمات شہادت بشکل نبیؑ
۶۶۳	تعلقات شہادت جناب عباس	۶۲۲	شہادت علی اصغر
۶۶۹	شہادت عبد اللہ ابن حسنؑ	۶۳۶	شہادت عبد اللہ رقیع
۶۷۱	شہادت شہزادہ قاسم	۶۴۷	چند اشارات





- ☆ نام کتاب : معالی السبطین فی احوال الحسن والحسینؑ
- ☆ مصنفہ : آقائی محمد مہدی مازندارانی اعلیٰ اللہ مقامہ
- ☆ مطبوعہ : نظامی پریس لکھنؤ
- ☆ سن اشاعت : باردوم اپریل ۲۰۰۵ء
- ☆ قیمت : Rs. 150/-

ملنے کا پتہ

**Nizami Press Book Depot**

Victoria Street, Lucknow

Tel: 2267964, 2240672

انتساب

—مرسل اعظم

—منجی بشریت

—حضرت محمد

—صلی اللہ علیہ

—والہ وسلم

—کے نام



مناقب میں مانا نام سے مروی ہے کہ ایک دن امام حسن نے فرمایا: اگر کوئی شخص مجھ سے نام کے سلسلہ میں مباحث کرنا چاہے تو میرا نام مولیٰ اللہ ہے۔ اگر کوئی ماں کے سلسلہ میں مباحث کرنا چاہے تو میری ماں بتول ہے اگر کوئی مجھ سے ملاقاتوں کے سلسلہ میں مسابقت کرنا چاہے تو ہماری ملاقات کو جبریل آیا کرتے تھے

مناقب میں ہے ایک مرتبہ امام حسن بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے آپ نے سنا ایک شخص کہہ رہا تھا کہ: فاطمہ زہرا کا فرزند ہے۔ طواف سے فراموشی کے بعد آپ نے اسے قریب بلایا اور فرمایا: یوں کیوں نہیں کہتے کہ علی ابن ابی طالب کا فرزند ہوں۔ میرا باپ میری ماں سے افضل تھا۔

آپ کی پیشانی چوڑی تھی۔ کلام شہد سے شیریں فرماتے تھے۔ جب گھر سے باہر تشریف لاتے تو ایسے معلوم ہوتا جیسے ماہ دو ہفتہ طلوع ہو رہا ہو بے مثال حسن و جمال کے مالک تھے۔

مناقب میں ہے کہ دیہات سے ایک حسین ترین عورت آپ کے پاس آئی۔ آپ مصروف نماز تھے۔ آپ نے جب محسوس کیا کہ کوئی عورت آئی ہے تو آپ نے نماز کو مختصر فرمایا اور پوچھا کہ کیا کچھ کوئی کام ہے۔ عورت نے عرض کیا میں آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ سن کے بڑی دور سے آئی ہوں۔ آپ اس کے ارادہ کو بھانپ گئے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا اور فرمایا: دفع ہو جا یہاں سے۔ کیا تو اپنے ساتھ مجھے بھی آتش جہنم میں جلائے آئی ہے۔ وہ عورت گڑگڑا کر منت سماجت کرنے لگی جب آپ نے اس کی لجاجت کو دیکھا تو رونے لگے۔ آپ کی صدائے گریہ سن کر امام حسین آگئے وہ بھی بیٹھ کر رونے لگے۔ آپ کے پاس آپ کے صحابہ آنا شروع ہو گئے جو بھی آتا وہی آپ کے ساتھ مصروف گریہ ہو جاتا۔ امام حسین ایک عرصہ تک آپ سے سبب گریہ نہ پوچھ سکے۔ آخر ایک رات نیند سے بیدار

ہو کر امام حسن نے رونا شروع کیا تو امام حسین نے پوچھا: بھیا اس وقت رونے کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا: میری زندگی تک کسی کو نہ بتانا۔ میں نے ابھی ابھی خواب میں حضرت یوسف کو دیکھا ہے۔ ان کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر بے ساختہ رونے لگا۔ حضرت یوسف نے مجھ سے پوچھا: حسن بھائی! رونے کا کیا سبب ہے؟ تو میں نے کہا: آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر مجھے حضرت یعقوب کا فراق اور زلیخا کی محبت یاد آگئی ہے۔ کہنے لگے اگر محسوس نہ فرمائیں تو میں عرض کروں کہ میرا حسن و جمال آپ کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے آفتاب کے مقابلہ میں ذرہ ریگ صحرا۔ اگر میرے معاملہ میں زلیخا مجبور تھی تو کیا آپ کے معاملہ میں وہ دیہاتی عورت مجبور نہ تھی۔

امام حسن صورت اور سیرت میں نبی کوئین سے مشابہ تھے۔ خود نبی اکرمؐ فرمایا کرتے تھے اسے حسن! تو میری صورت و سیرت میں میرے مشابہ ہے۔

نبی کریمؐ کو دونوں بھائیوں سے بے پناہ محبت تھی۔ فرمایا کرتے تھے: اولاد دنیا کا سکون ہوتی ہے اور اللہ نے مجھے دنیا میں حسن اور حسینؑ دو سکون عنایت فرمائے ہیں۔ حسن اور حسینؑ اسمائے جنت میں سے دو نام ہیں۔ اللہ نے اہل دنیا سے یہ دونوں نام ہی محبوب رکھے تھے تاکہ فرزند ان فاطمہ سے پہلے کوئی یہ نام نہ رکھے۔ حسینؑ اور حسنؑ کا اسم مصغیر ہے۔

رسول کریمؐ فرمایا کرتے تھے: میں نے اپنے ان دونوں بیٹوں کے نام ہارون کے بیٹوں کے مطابق رکھے ہیں۔ ان کے نام شہر اور شہیر تھے۔ اور انہی کے ہم معنی عربی میں حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔

بہار الانوار میں ابوہریرہ سے منقول ہے کہ بعد از نبی ایک عرب مدینہ میں آیا اور لوگوں سے کہا کہ مجھے در زہرا دکھاؤ جب در فاطمہ نہ ہوا پہنچا تو اسد عاکلی بنی بنی!



چند منٹ کے لیے اپنے دونوں بیٹوں کو باہر بھیج دیکھے۔ نبی بانی نے دونوں شہزادوں کو باہر بھیجا۔ جب شہزادے باہر آئے وہ عرب دونوں شہزادوں کے بوسے بھی لیتا رہا۔ روتا بھی رہا اور کہتا رہا۔ میرے ماں باپ قربان جائیں تم دونوں شہزادوں پر کہ تمہارا نام تورات میں شہزاد شیربے اور اسماعیل میں طاب اور طیب ہے۔ پھر اس نے آنحضور کے متعلق پوچھا جب اس کے سامنے آنحضور کے اوصاف بیان کیے گئے تو اس نے کہا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد رسول اللہ۔

بحمد الانوار میں ہے کہ امام حسن کی ولادت کے بعد بنت رسول آپ کو اٹھا کر نبی اکرم کے حضور لائیں آپ نے آپ کا نام حسن رکھا۔ پھر امام حسین کی ولادت کے بعد آپ کو بھی آنحضور کے پاس لائیں تو آپ نے ان کا نام حسین رکھا۔

بحمد الانوار میں ہے کہ جب امام حسن کی ولادت ہوئی تو بنت رسول نے حضرت علی کی خدمت میں عرض کیا کہ نومولود کا نام تجویز فرمائیں، حضرت علی نے فرمایا کہ میں نبی کو نبین سے سبقت نہیں کروں گا۔ اتنے میں سرور انبیاء تشریف لے آئے۔ آپ نے اسماء سے فرمایا۔ اسماء میرا بیٹا میرے پاس لے آ۔ اسماء سفید کپڑے میں لپیٹ کر شہزادے کو لے آئی آپ نے شہزادے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی پھر حضرت علی سے پوچھا کیا آپ نے کوئی نام رکھا ہے؟ آپ نے عرض کیا۔ بھلا میں آپ سے سبقت کیسے کر سکتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اور میں اللہ سے کیسے سبقت کر سکتا ہوں۔ فات حدیث نے جبریل سے فرمایا کہ جا کر محمد کو درود و سلام پہنچانے کے بعد نومولود کی مبارک باد پیش کر۔ اور اسے بتا کہ میں نے علی کو تجھ سے وہی نسبت دی ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی لہذا علی کے بیٹے کا نام فرزند ہارون کے نام جیسا ہونا چاہیے۔ اس کا نام شہر تھا۔ اس کا نام بھی شہری ہو گا۔ ہاں شہر چونکہ عبرانی لفظ ہے اس لیے اس کا عربی ترجمہ جن ہو گا ساتویں دن

نبی کو نبین نے دو دنوں سے عقیقہ کیا سر منڈ دیا۔ بالوں کو چاندی سے تول کر چاندی صدقہ کی خلو ق نامی گھاس سر پر لگوائی۔

ایک روایت کے مطابق امام حسن کی ولادت کے ساتویں دن جبریل نازل ہوا اللہ کی طرف سے مبارک باد پیش کی اور حسن نام رکھے۔ کنیت مقرر کرنے۔ لقب تجویز کرنے۔ سر منڈانے عقیقہ کرنے اور کان میں سوراخ کرنے کا پیغام دیا۔ چنانچہ آپ نے اپنے ہاتھ سے عقیقہ کا دنبہ ذبح فرمایا اور دعایوں پڑھی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ حسن ابن علی کا عقیقہ ہے۔ اسے اللہ۔ اس کی ہڈیاں۔ اس کی ہڈیوں کے عوض اس کا گوشت پوست اس کے گوشت پوست کے عوض اس کا خون اس کے خون کے عوض اور اس کے بال اس کے بالوں کے عوض صدقہ ہیں۔ پھر آپ نے اپنے دست مبارک سے دائیں کان کی لور اور بائیں کان کے اوپر کی طرف دو سوراخ کیے۔ دائیں کان میں گوشت اور بائیں کان میں دالی ڈلوائی۔ سر منڈاتے ہوئے وسط میں بالوں کا ایک گچھا بنے دیا۔ ابو محمد کنیت یہ لقب اور حسن نام رکھا۔

القاب، بعد میں آپ جن دیگر القاب سے معروف ہوئے ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ تقی۔ مجتبیٰ ذکی، طیب، سبط، ولی، وزیر، قائم اور حجت، ان تمام القاب سے زیادہ شہرت اسی لقب کو ملی جو سرور کو نبین نے رکھا تھا۔ بعد میں بھی آپ فرمایا کرتے تھے اے نبی خدا سید میرا یہ بیٹا سید ہے۔ بعض اوقات فرماتے تھے جو شخص مید جو انان جنت کو دیکھنا چاہے وہ میرے اس بیٹے کو دیکھے۔

ابن ابی یزید نے امام رضا سے روایت کی ہے کہ امام حسن کی انگوٹھی کا نقش الغزۃ للہ اور امام حسین کی انگوٹھی مبارک کا نقش۔ ان اللہ بالغ امرہ تھا۔ حضرت جواد اپنے والد کی انگوٹھی زیب افشت فرمایا کرتے تھے اور امام باقر امام حسن کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔



بحار الانوار کی ایک اور روایت کے مطابق امام حسین کی دو گونجیاں تھیں۔ ایک لا الہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ اور دوسری انگوٹھی پر لا اللہ بالغ مصدر نقش تھا۔ امام زین العابدین کی انگوٹھی پر خزی و شقی تاتل حسین ابن علی نقش تھا۔ آپ نے دم آخر اپنی انگوٹھی امام باقر کی انگلی میں پہنائی تھی۔

محمد ابن مسلم کہتا ہے کہ میں نے امام صادق کی خدمت میں عرض کیا کہ امام حسین کی انگوٹھی کے متعلق ہم نے سنا ہے کہ وہ بجل ابن سیم نے مع انگلی کے اتار لی تھی۔ کیا یہ سچ ہے اگر سچ ہے تو پھر وہ انگوٹھی کیا ہوئی؟

آپ نے فرمایا۔ روایت یہ بھی درست ہے۔ لیکن یہ وہ انگوٹھی نہ تھی۔ وہ انگوٹھی تو آپ نے امام سجاد کو بوقت دواغ اپنے ہاتھ سے انکی انگلی میں پہنا دی تھی۔ جس طرح نبی کوئین نے اپنی انگشتری مہرک دم آخر حضرت علی کے سپرد کی تھی۔ اس طرح حضرت علی نے امام حسن کو امام حسن نے امام حسین کو اور اب وہی انگوٹھی میرے پاس ہے۔ محمد کہتا ہے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا آپ کے ہاتھ میں انگوٹھی تھی جس پر لا الہ الا اللہ عدۃ للقاء اللہ نقش تھا آپ نے میری طرف ہاتھ بڑھا کر فرمایا یہ میرے چچا امام حسین کی انگوٹھی ہے

اس روایت سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ مخصوص انگوٹھی اسرار امامت سے ہے جو یکے بعد دیگرے حضرت تک امام عصر کے پاس منتقل ہوتی رہی ہے۔ یوم عاشور جو انگوٹھی بجل ابن سیم ملعون نے مع انگلی کے لی تھی وہ اور انگوٹھی تھی۔ ان دونوں روایات میں کوئی منافات یا تضاد نہیں ہے۔

دوسری مجلس

## امام حسن اور محبت نبی

بحار الانوار میں ہے کہ امام حسن صومنا نبی اکرم سے مشابہ تھے۔

انس ابن مالک کا بیان ہے کہ صمدت میں حسن سے زیادہ شبہ رسول میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

بحار ہی میں ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ امام حسن مکمل طور پر شبہ رسول تھے۔

بحار ہی میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر نماز عصر سے فارغ ہو کر بیرون مسجد آئے اور حضرت علی بھی آپ کے ساتھ تھے امام حسن بچوں کو کھیلتا ہوا کھڑے دیکھ رہے تھے۔ حضرت ابو بکر نے امام حسن کو اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھایا اور کہا میرا باپ اس پر قربان ہو یہ شبہ نبی ہے حضرت علی یہ سکر سکا دیے۔

بحار میں ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ میں جب بھی امام حسن کو دیکھتا ہوں میرے آنسو بہنے لگتے ہیں اور مجھے وہ دن یاد آ جاتا ہے جب آنحضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں نے کپکپا کر گایا پلٹ کر مسجد تشریف لائے۔ مسجد میں ابھی بیٹھے ہی تھے کہ امام حسن مسجد میں آیا اور دوڑ کر آنحضرت کی گود میں آ بیٹھا۔ پھر اپنا ہاتھ نبی کوئین کی ریشم مقدس میں داخل کرنے لگا۔ آپ جگہ حسن کا منہ اپنے منہ کے قریب کیا حسن نے منہ کھول دیا آنحضرت نے اپنی زبان



حسن کے منہ میں داخل کر دی جسے امام حسن بڑے مزے سے چوسنے لگا۔ پھر آپ نے فرمایا اللہم انی احبہ فاحب من یحبہ اے اللہ مجھے حسن سے محبت ہے جو بھی حسن سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ تین مرتبہ آپ نے ایسا فرمایا۔

بحار میں بابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا ہے میرے اہل بیت میں چار ایسے افراد ہیں جن کی رحمت مشتاق ہے وہ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں بھی ان سے محبت رکھوں۔ علی ابن ابی طالب۔ حسن ابن علی حسین ابن علی اور امام مہدی جس کی ابتداء میں عیسیٰ ابن مریم نماز پڑھیں گے

بحار میں بابر سے مروی ہے کہ ایک دن میں آنحضرت کے پاس گیا۔ دونوں زہرا زادے آپ کی پشت اقدس پر سوار تھے۔ آپ فرما رہے تھے میرے بچہ تمہاری سواری جیسی سواری کسی کو نہ ملے گی اور تم سوار بھی بہترین خلایق ہو۔

بحار میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی کو یمن مسجد نبوی میں معروف تھے کہ امام حسن آئے اور بحالت سجدہ آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ پھر امام حسین آئے وہ بھی بھائی بکے ساتھ پشت مدسول پر سوار ہو گئے میں نے خیال کیا کہ آنحضرت کو تکلیف ہو رہی ہو گی چنانچہ میں نے دونوں کو آپ کی پشت مبارک سے اٹھالیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو دونوں کو گود میں سے کہ دونوں کا بوسہ لیا اور فرمایا جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ ان دونوں سے محبت رکھے۔ تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔

مسند ابو داؤد صحیح ترمذی اور سنن نسائی میں بریدہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت مسجد میں خطبہ دے رہے تھے کہ امام حسن اور امام حسین داخل مسجد ہوئے دونوں نے سرخ رنگ کے قمیض پہن رکھے تھے۔ بچنے کی وجہ سے پتے ہوئے سنہیل نہ پا رہے تھے آپ نے خطبہ رک دیا۔ منبر سے بچے تشریف لائے۔ دونوں کو اٹھایا۔ پھر منبر پر تشریف لائے۔

دونوں کا بوسہ لیا اور فرمایا۔ اللہ نے کچ فرمایا ہے کہ دولت اور اولاد نقتزئیں۔ میں نے جب ان دونوں کو ڈمکاتے دیکھا تو اپنی حدیث روک کر انہیں اٹھالیا۔

ابوداؤد نے ترمذی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت امام حسن کو اٹھائے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے دیکھ کر کہا۔ اچھی سواری ہے آپ نے فرمایا سواری اچھا ہے۔

ابوداؤد میں ہے اور تمام صحابہ کی متفقہ حدیث ہے کہ راوی کہتا ہے میں نے دیکھا امام حسن آنحضرت کے پہلو میں تھے۔ آپ ایک مرتبہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے پھر امام حسن کا بوسہ لیتے اور فرماتے۔ میرا یہ بیٹا سرورِ مینا ہے۔ اس کے ذریعہ اللہ میری امت کے دو بڑے صحابہ گروہوں میں صلح فرمائے گا۔

بحار میں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صدقہ کی کجور آنحضرت کے پاس آئی آپ اسے صحابہ میں تقسیم کرنے لگے امام حسن آپ کی گود میں بیٹھے تھے امام حسن نے کجور کا ایک دانہ اٹھا کر منہ میں رکھ لیا۔ آپ نے جب دیکھا تو فوراً فرمایا کج یا نبی ان الصدقہ علینا حرام۔ بیٹے کجور کا دانہ اگل دو ہمارے لیے صدقہ حرام ہے۔ امام حسن نے وہ دانہ اگل دیا۔

ایک روایت کے مطابق آنحضرت نے اپنی انگلی شہزادہ کے منہ میں ڈال کر کجور کا دانہ باہر نکالا۔ بقول راوی مجھے آج بھی وہ منظر نظر آ رہا ہے کہ آنحضرت کی انگلی پر امام حسن کا لعاب دہن لگا ہوا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ بیٹے کیا تجھے معلوم نہیں کہ آل محمد کے لیے صدقہ کھانا حرام ہے۔ عزادار! وہ کیسا قیامت کا وقت ہوگا جب آل محمد کے بچے کو نہ کے بازار میں تھے۔ کوئی عورتیں چھتوں پر سے کجوریں بطور صدقہ گرا رہی تھیں اور



ام کلثوم زینب بنت علی ایک ایک بچے کو فرما رہی تھی بچو بھوک برداشت کرو مگر صدقہ کی کجوری پینک دور ہم آل محمد پر صدقہ حرام ہے۔

بخاری میں ہے کہ آنحضرت کو ایک مرتبہ کھانے کی دعوت ہوئی ہم آپ کے ساتھ کھانے پر جا رہے تھے بیرون مسجد امام حسن کھڑے ہوئے تھے آپ نے آگے بڑھ کر حسن کو اٹھالیا اور ہنسانے کے لیے کہہ گدائے لگے پھر اٹھا کہ لگے لگایا اور فرمایا الحسن معنی دانامنہ جو حسن اور حسین سے محبت رکھے گا وہ محبوب خدا ہوگا۔ یہ دونوں سبط ہیں۔

بخاری میں زبیر کے غلام مسمر سے مروی ہے کہ ہم مسجد نبوی میں بیٹھے اس بات پر تبصرہ کر رہے تھے کہ شبیہ نبی کون ہے اتنے میں زبیر آگیا۔ اس نے جب سنا تو کہنے لگا تمہیں میں بتاتا ہوں کہ شبیہ کون ہے؟ حسن ابن علی ابن ابی طالب شبیہ نبی ہے۔ مجھے آج بھی وہ وقت یاد ہے جب آپ مسجد میں بحالت بچہ ہوتے امام حسن آکر آپ کی پشت پر بیٹھ جلتے جب تک حسن خود نہیں اترتے تھے نبی کو نبی بچہ سے سر نہیں اٹھاتے تھے پھر بعد از اسلام حسن کہ لگے لگا کر فرماتے تھے تو دنیا میں میرا کون اور صورت و میرت میں میری شبیہ ہے۔ مجھے حسن سے محبت ہے اور حسن سے محبت رکھنے والوں سے محبت ہے۔

بخاری میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ہم آنحضرت کے ساتھ در زہر پر آئے آپ نے تین مرتبہ آواز دی لیکن کسی نے جواب نہ دیا آپ دیوار کے سایہ میں دروازہ کے قریب بیٹھ گئے میں بھی آپ کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امام حسن باہر نکلے گئے میں تسبیح ڈالی، ہوئی تھی۔ آپ نے جن کو لگے لگایا اور فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سر دار ہے اللہ اس کے ذریعہ میری امت کے دوبہت بڑے متحاب گروپوں میں صلح کرائے گا آپ نے حسن کے منہ کا بوسہ لیا۔ بخاری میں حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ہمارے گھر تشریف فرما تھے۔ مروی کا موم تھا آپ نے پاؤں پر لحاف ڈال رکھا تھا۔ حسن نے پانی مانگا آپ

جلدی سے اٹھے۔ کاسہ لیا بکری کے تھنوں سے دودھ نکال کر حسن کو دیا۔ حسین بھی دروہ کی خواہش میں پیالے کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا آپ نے حسین کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے جناب زہراؑ نے عرض کیا۔ بابا جان! کیا ان دونوں میں سے حسن آپ کو زیادہ عزیز ہے؟ آپ نے فرمایا۔ بیٹی ایسی کوئی بات نہیں حسن نے مانگا پیسے تھا اس لیے اس کا حق بنتا ہے کہ وہ سیر ہو کر پی۔ لے۔ در زہر تو ان دونوں سے برابر پیار کرتا ہوں دونوں یوم قیامت ایک ہی جگہ ہوں گے۔

عزادارو! حسن کے نصیب بھی کیسے تھے آج نانا کے ہاتھ سے دودھ پی رہے ہیں اور ایک وقت ایسا بھی آیا جب حضرت ابو بکر کی لگی بھانجی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھ سے جام زہر نوش کیا۔ اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نکلنے لگا۔



## تیسری مجلس

## امام حسن اور علم و عبادت

مناقب شہر آشوب میں ہے کہ امام حسن سات برس کی عمر میں دربار رسالت میں بیٹھے تھے اور جو وعظ اور وحی ہوتی تھی لفظ بلفظ آکر اپنی مادر گرامی کو سنا دیتے تھے جب حضرت علی گھر تشریف لاتے تو دختر رسول انہیں مسجد میں ہونے والی تمام نبوی گفتگو سے مطلع فرادیتیں۔ آپ کے پوچھنے پر بی بی بتاتیں کہ میرا حسن لال آپ سے پہلے آکر مجھے میرے بابا کی تمام گفتگو سے آگاہ کر دیتا ہے۔ ایک دن حضرت علی امام حسن سے پہلے گھر میں تشریف لے آئے اور چھپ رہے تاکہ حسن کا انداز بیان سن سکیں۔ جب امام حسن آئے حسب معمول ماں کو سلام کیا گو د میں بیٹھے اور بولنے کا ارادہ کیا تو زبان میں لکنت آگئی۔ جناب سیدہ نے حیرت سے منہ چوم کر فرمایا۔ میرے لال آج خیریت تو ہے امام حسن نے عرض کیا کہ ماں اس میں حیرانی کی کیا بات ہے مجھے سے عظیم عالم میری گفتگو سن رہا ہے۔ اگر لکنت نہیں آئے گی تو کیا ہوگا۔ حضرت علی باہر تشریف لائے بیٹے کو گلے لگا کر منہ کا بوسہ لیا۔

ایک روایت میں ہے امام حسن نے عرض کیا۔ ماں میرا بیان ڈمگنا رہا ہے۔ اور میری زبان لٹکھڑا رہی ہے۔ شاید مجھ سے بڑا عالم اور میرا آقا میری نمکدانی کر رہا ہے

من لا یحضرہ الفقیہ میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر کے دور حکومت میں ایک شخص کو پکڑ کر لایا گیا کہ قاتل ہے اور ابھی تک مقتول کے پاس کھڑا تھا اس کی پھری سے خون بھی ٹپک رہا ہے۔ مدعا علیہ نے قتل سے انکار کیا اور کہا کہ تو میں اس شخص کا قاتل ہوں اور نہ ہی میں اسے پہچانتا ہوں۔ میں دو بکریوں کو ذبح کرنے والا تھا ایک کو ذبح کیا اسی اثنائیں دوسری باہر نکل گئی میں خون الود پھری سے اس بکری کو تلاش کر رہا تھا۔ جب اس گلی میں آیا تو دیکھا کہ یہ شخص مقتول پڑا ہے میں رک کر اسے پہچاننے کی کوشش کرنے لگا اتنے میں یہ لوگ پہنچ گئے انہوں نے مجھے الزام قتل میں دھریا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ یہ شخص جھوٹا قاتل یہی ہے لہذا اسے بدلے میں قتل کیا جائے۔ قاتل قاتل جمع میں موجود تھا جب اس نے دیکھا کہ میری جگہ ایک بے گناہ شخص قتل کیا جا رہا ہے تو وہ جمع سے باہر نکل آیا اور اقرار قتل کر لیا۔ حضرت عمر نے حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو اور اقرار کرنے والے کو قتل کر دو حضرت علی اور امام حسن بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا کہ عمر جلدی نہ کر اب اسلام کا حکم ایسا نہیں ہے۔ حضرت عمر نے کہا پھر کیا ہوگا حکم اسلام۔ آپ نے فرمایا۔ اس کا فتویٰ میرا کس حسن دے گا۔ پھر آپ امام حسن کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا بیٹے بتاؤ آپ کے نانا کی شریعت کے مطابق اس قاتل کا کیا حکم ہے۔ آپ نے عرض کیا۔ بابا جان! جو بے گناہ ہے وہ تو سزا بے گناہ ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور جو اقرار کر رہا ہے اسے بھی قتل نہیں کیا جائے گا کیونکہ قرآن میں ارشاد باری ہے۔ من احو قفساً فکانما حی الناس جمیعاً۔ جس نے کسی ایک کو زندہ کیا گویا کہ اس نے تمام مخلوق کو زندہ کیا۔ اگر اس نے ایک قتل کیجے تو ایک قتل ہونے والے کو بچا بھی بھر با خون بہا تو وہ بیت المال سے ادا کرنا ہوگا۔ حضرت عمر نے کہا سچ فرمایا تھا رسول ثقلین نے کہ تم سب میں سے زیادہ بہتر اور عمدہ فیصلہ کرنا والا



علی ابن ابی طالب ہے۔

کافی میں امام صادق سے مروی ہے کہ امام حسن سے ایک مسئلہ پوچھا گیا کہ ایک عورت سے اس کے شوہر نے مباشرت کی ہے جب عورت نارغ ہو کر اٹھی تو ایک بار کہ لڑکی سے اگر ہستی کھینا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرد کا نطفہ بارہ کی رحم میں منتقل ہو گیا۔ اور وہ حاملہ ہو گئی۔ اب شوہر دار عورت۔ بارہ عورت اور بچے کا کیا حکم ہو گا؟ آپ نے فرمایا اس مسئلہ میں دو قسم کے احکام ہوں گے۔ ایک فوری اور ایک دیر سے۔ فوری حکم تو یہ ہے کہ شوہر دار عورت سے بارہ عورت کا حق مہر وصول کر کے بارہ کو دیا جائے گا کیونکہ بچہ کی ولادت پردہ بکارت کے ضیاع کے بغیر ممکن نہ ہو گی۔ دیر سے حکم یہ ہو گا کہ بچہ کی ولادت تک انتظار کیا جائے گا۔ بچہ کی ولادت کے بعد بچہ اپنے باپ کے سپرد کیا جائے گا اور بچہ کی ماں پر زنا کی حد قائم کی جائے گی اور شوہر دار عورت کو سنگسار کیا جائے گا۔

جب آپ نے یہ مسئلہ بتایا تو لوگ ہنسنے لگے اتنے میں حضرت علی آگئے آپ کے سامنے وہی مسئلہ پیش کیا گیا اور ساتھ امام حسن کا فیصلہ بھی سنایا گیا آپ نے فرمایا حکم وہی ہے جو جن نے بتا دیا ہے۔

من لایحقرہ الفقہاء میں ہے کہ امام حسن سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک شخص نے پہلی بیوی کی موجودگی میں دوسری شادی کر لی۔ جب دوسری عورت گھر میں آئی تو سوکن نے اسے پکڑ کر زمین پر گر دیا اس کی رشتہ دار عورتوں نے اس سے تعاون کیا سوکن نے اس بارہ عورت کا پردہ بکارت انگلی سے ضائع کر دیا اب اس کا کیا حکم ہو گا؟

آپ نے فرمایا۔ جس نے انگلی سے پردہ بکارت ضائع کیا ہے وہ زانیہ ہے۔

اسے حق مہر بھی ادا کرنا ہو گا اور حد زنا سو کوڑا بھی کھانا ہو گی۔ جن عورتوں نے اس سے تعاون کیا ہے وہ قذف کے جرم کی مرتکب ہوئی ہیں انہیں بھی حد قذف لگائی جائے گی۔

مناقب شہر آشوب میں ہے کہ ایک دیہاتی عرب نے حضرت ابو بکر سے سوال کیا کہ ایام حج میں بحالت احرام مجھے شتر مرغ کے انڈے مل گئے جہنیں بھون کر میں کھا گیا مجھے کیا کفارہ ادا کرنا ہو گا؟ حضرت ابو بکر نے کہا تو نے معاملہ خاصا طیرھا کر دیا ہے جا حضرت عمر سے پوچھ لے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ میں مصروف ہوں عبدالرحمن ابن عوف سے پوچھ لے عبدالرحمن نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں البتہ حضرت علی کے پاس چلا جا تجھے جواب معلوم ہو جائے گا جب حضرت علی کے پاس آیا تو امام حسن اور امام حسین دونوں آپ کے پاس بیٹھے تھے آپ نے فرمایا۔ میرے ان دونوں بیٹوں میں سے جس سے چاہے پوچھ لے اس نے امام حسن سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا کیا تیری نائنائیں ہیں؟ اس نے جواب دیا۔ ہیں آپ نے فرمایا۔ پھر ایسا کر جتنے انڈے تو نے کھائے ہیں اتنی نائنائیں کو حاملہ کراے۔ جتنے بچے پیدا ہوں انہیں بطور کفارہ ادا کر دے۔ حضرت علی نے اعتراض کیا بیٹے کیا ضروری ہے کہ ہر نائنا بچہ صحیح و سالم دے۔ آپ نے عرض کیا اباجان آپ نے درست فرمایا ہے لیکن تمام انڈے بھی تو بچے نہیں دیتے۔ کچھ خراب ہو جاتے ہیں اور کچھ ٹوٹ جاتے ہیں اسی دوران ایک ہاتف غیبی نے آواز دے کر کہا اے لوگو جس ذات نے سلیمان ابن داؤد کو پیسنے میں فیصلہ کرنا سکھا دیا تھا اسی ذلت نے نوح علی کو بھی تعلیم دی ہے۔

بحار میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن اور ابن عباس ایک دسترخوان پر کھٹے بیٹھے تھے کہ ہڑی آگری۔ جناب عبداللہ نے عرض کیا۔ فرزند رسول اس کے پروں پر کیا



کھلبے؟ آپ نے فرمایا۔ اس کے پردوں پر کھلبے۔ میں لاشریک محمود ہوں۔ بعض اوقات میں ٹڈی دل کو بھوکے لوگوں کے پاس بھیجتا ہوں تاکہ وہ اسے کھالیں اور بعض بھوکے ٹڈی دل کو ادارہ مزاج دولت مندوں کی کاشتوں پر غذاب بنا کر بھیجتا ہوں تاکہ ان کا سب کچھ کھا جائے۔ ابن عباس نے اٹھ کر آپ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا واقعی آپ اہلیت ہی اللہ کے اسرار خفیہ کے راز دان ہیں۔

بحاری میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ شاہ دوم نے معاویہ سے چند سوالات کیے معاویہ کو ان کا جواب نہ آیا تو اس نے امام حسن سے درخواست کی چنانچہ آپ نے جواب دے دیئے۔ سوالات ملاحظہ ہوں۔

آسمان کا سنٹر کون سا ہے۔

خون کا وہ پہلا قطرہ کون سا تھا جو زمین پر گرنا۔

وہ کون سی جگہ ہے جہاں سورج کی دھوپ صرف ایک مرتبہ پڑی۔

وہ کون سی جگہ ہے جس کا کوئی قبہ نہیں

وہ کون سی ذات ہے جس کا کوئی رشتہ دار نہیں۔

آپ نے جواب دیا۔

آسمان کا سنٹر زمین پر کعبہ ہے۔

زمین پر سب سے پہلا خون کا قطرہ جناب حوا کا گرا تھا۔

سورج صرف ایک مرتبہ اس جگہ چمکا تھا جہاں حضرت موسیٰ نے عصا مار کر

دریائے نیل کے پانی کو روک دیا تھا۔

جہاں قبہ نہیں وہ جگہ کعبہ ہے۔

جس کا کوئی رشتہ دار نہیں۔ وہ ذات خلاق عالم ہے۔

ایک شامی نے امام حسن سے سوال کیا۔ حق اور باطل میں کتنا فرق ہے؟ آپ نے فرمایا۔ چار انگل کا جو چیز آنکھوں سے دیکھی جائے حق ہے اور کانوں سے سنا جانے والا اکثر باطل ہوتا ہے۔

اس نے عرض کیا۔ ایمان اور یقین میں کتنا فاصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ چار انگل کا فاصلہ ہے جو کانوں سے سنا جائے وہ ایمان ہے اور جو آنکھوں سے دیکھا جائے وہ یقین ہے۔

اس نے عرض کیا آسمان وزمین کے مابین کتنا فاصلہ ہے آپ نے فرمایا۔ صرف مظلوم کی فریاد کا۔ یا۔ حدنگاہ کا۔

اس نے عرض کیا مشرق اور مغرب کے مابین کتنا سفر ہے۔ آپ نے فرمایا سورج کے ایک دن کا۔

بحاری میں ہے ایک شخص کو ذہن حضرت علیؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔ یا علیؑ میں

آپ کی رعیت اور آپ کے علاقہ سے ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو میری رعیت سے ہے نہ

میرے علاقہ سے ہے۔ ابن الصغر نے معاویہ سے چند سوالات کیے ہیں معاویہ ان کے جوابات

سے عاجز تھا اس نے وہی سوالات تجھے دے کے بھیجا ہے تاکہ تو مجھ سے جواب

لے جائے معاویہ کو بتانے اور معاویہ اپنی طرف سے ابن الصغر کو جوابات لکھ کر اپنی حکومت

کا بھرم باقی رکھے۔

اس نے عرض کیا یا علیؑ میرے اور معاویہ کے علاوہ اس بات کا علم کسی کو نہ تھا۔

اب جب کہ آپ کو علم ہے تو فرمائیں کہ میرے سوالات کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے

ان دو بیٹوں میں سے جس سے چاہے پوچھ لے۔ اس نے عرض کیا میں تو امام حسن سے

پوچھنا چاہوں گا امام حسن نے فرمایا تو یہ پوچھنے آیا ہے کہ۔



غربت و ناداری کی بدولت مانگ رہا ہو ان تین اسباب میں سے کس سبب سے تو مانگتا ہے اس نے عرض کیا حضور!

ان تین میں سے ہی ایک سبب ہے۔

امام حسن نے پچاس دینار۔ امام حسین نے انچاس دینار اور عبداللہ ابن جعفر نے اڑتالیس دینار مطالب کیے۔ وہ شخص واپس ہوا تو بھی حضرت عثمان در مسجد پر بیٹھے تھے انہوں نے اس شخص سے پوچھا بتا کیا ہوا۔ اس نے عرض کیا۔ سرکار آپ سے تو مانگا اور آپ نے پانچ روپے دے کر چلتا کر دیا۔ جب ان کے پاس گیا تو امام حسن نے مجھ سے میرے مانگنے کا سبب پوچھا جب میں نے بتایا تو انہوں نے بالترتیب پچاس۔ انچاس۔ اور اڑتالیس دینار دیے حضرت عثمان نے کہا بندہ خدا ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ان لوگوں نے علم حکمت اور سخاوت شیر مادر کی طرح پیا ہے۔

بکام میں ہے کہ ایک شخص نے امام حسن سے سوال کیا۔ آپ نے اسے پچاس ہزار درہم اور پانچ سو دینار دے کر فرمایا جا کوئی مزد دے کے کہ وہ مزدور لایا آپ نے اسے کچھ رقم اور دی اور فرمایا یہ مزدور کا کرایہ ہے۔

بکام میں ہے کہ ایک شخص نے آپ سے کچھ مانگا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے سب اسے دے دو۔ جب اسے گنا گیا تو بیس ہزار دینار ہی موجود تھے۔

مناقب شہر آشوب میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن۔ امام حسین اور عبداللہ ابن جعفر ایک ساتھ حج کو جا رہے تھے۔ راستہ میں ان کا زادراہ ختم ہو گیا۔ کھانے کو کچھ نہ رہا اور نہ پینے کے لیے کچھ بچا۔ اثنائے راہ میں انہیں ایک خیمہ نظر آیا۔ خیمہ میں گئے وہاں ایک بڑھیا بیٹھی تھی۔ انہوں نے پانی کا سوال کیا۔ اس نے کہا دیکھو اگر بکری کے تھنوں میں

دودھ ہے تو لے لو۔ جب دودھ سے سیراب ہو گئے۔ تو کہا کہ اب کھانے کو بھی چاہیے اس نے کہا میرا ترکہ تو بس یہی بکری ہے اگر اسے ذبح کر سکتے ہو تو تیار کر کے میں دے دوں گی۔ انہوں نے بکری کو ذبح کیا۔ اس نے گوشت پکایا۔ کھانے سے فراغت کے بعد جب پلٹنے لگے تو بڑھیا سے فرمایا کہ۔ ہم مدینہ میں رہتے ہیں۔ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اب حج کو جا رہے ہیں اگر ضرورت ہو تو مدینہ آ جانا۔ ہم حج سے فراغت کے بعد واپس مدینہ پلٹ جائیں گے۔ اس بڑھیا کا شوہر گھر آیا اور دیکھا کہ بکری ختم ہو چکی ہے تو اس نے اپنی بیوی پر حمانی تشدد کیا۔ جب عورت کی فریاد اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو عازم مدینہ ہوئی۔ جب مدینہ میں آئی تو امام حسن نے دیکھ لیا۔ آپ نے اسے ہزار بکری دی۔ امام حسین نے بھی ہزار بکری دی اور عبداللہ ابن جعفر نے بھی ہزار بکری دی۔

ایک شخص نے امام حسن سے کچھ مانگا آپ نے اسے چار سو درہم لینے کو اپنے خزانچی کے پاس بھیجا اس نے چار سو درہم کی بجائے چار سو دینار دے دیے جب آپ کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا۔ درہموں کے عوض دیناروں کی ادائیگی خزانچی کی سخاوت ہے ہم بھی اسے قبول کرتے ہیں۔

بکام میں ہے کہ ایک شخص مسجد نبوی میں بیٹھا اللہ سے دس ہزار درہم کا سوال کر رہا تھا امام حسن نے سن لیا۔ آپ خاموشی سے گھر تشریف لے گئے اور دس ہزار درہم اسے بھیج دیے۔

بکام میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن کی ایک کینز نے آپ کو ریحان کا ایک گلہ ستر پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جا تو فی سبیل اللہ آنا دے۔ کسی نے اعتراض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ یہی وہ معاشرہ ہے جس کی تعلیم اللہ نے ہمیں دی ہے۔ جب اس نے تفصیل



حق و باطل میں کتنا فرق ہے۔

آسمان و زمین میں کتنا فاصلہ ہے۔

مشرق اور مغرب میں کتنا سفر ہے۔

قوس قزح کی کیا ہے

منش کیا ہوتا ہے۔

دو دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر دوسری پہلی پر غالب ہوتی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

حق اور باطل میں چار انگل کا فاصلہ ہے جو آنکھوں سے دیکھا جائے حق ہوتا

ہے جب کہ انوں سے سنا جانے والا اکثر باطل ہوتا ہے۔

آسمان و زمین کے پاس مظلوم کی فریاد یا حدنگاہ کا فاصلہ ہے۔

مشرق اور مغرب کے مابین سورج کے ایک دن کا سفر ہے

قوس کو قزح سے منسوب کرنا غلط ہے کیونکہ قزح شیطان کا نام ہے جب کہ

یہ قوس اللہ ہوتی ہے۔ شادابی خوشحالی کی علامت ہوتی ہے۔ اہل ارض کے لیے اللہ کی

طرف سے تحفظ اور امان کی علامت ہوتی ہے۔

خفنی وہ ہوتا ہے جس کے مذکر یا مونث ہونے کی تمیز نہ ہو سکے۔ اگر مذکر ہوگا

تو اسے اختلام ہوگا۔ اگر مونث ہوگی تو ابھاری آئے گی۔ سینہ کا ابھار واضح ہوگا اگر

یہ علامات نہ ہوں تو اسے دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے پیشاب کرنے کو کہا جائے گا اگر

اس کا پیشاب دیوار تک پہنچ جائے تو مذکر ہوگا۔ اگر اونٹ کی طرح ٹانگوں پر بہہ چلے

تو مونث ہوگی۔

جو دس چیزیں ایک دوسرے پر غالب ہیں وہ یہ ہیں۔

سخت ترین چیز یہ ہے۔

پتھر سے لوہا سخت ہے جو پتھر کو کاٹتا ہے۔

لوہے پر آگ غالب ہے جس میں لوہا پگھل جاتا ہے۔

آگ پر پانی غالب ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے۔

پانی پر بادل غالب ہے جو پانی کو اٹھا لے پھرتا ہے۔

بادل پر ہوا غالب ہے جو بادلوں کو ادھر ادھر بانٹتی پھرتی ہے۔

ہوا پر وہ ملک غالب ہے جو ہوا کا حاکم ہے۔

ملک پر موت غالب ہے جو ملک کو بھی فنا کر دے گی۔

موت پر خدا غالب ہے جو موت کو بھی زیر کر سکتا ہے۔

حضرت علی یہ جوابات سنکر اپنی جگہ سے اٹھے پہلے امام حسن کی پیشانی کا بوسہ

لیا پھر دونوں ہونٹ چوم لیے شاید ہونٹ اس لیے چومے ہوں کہ آپ کو وہ دقت

یاد آگیا ہوگا۔ جب حضرت ابو بکر کی سگی بھانجی جعدہ بنت اشعث کے ہاتھ سے

جام لے کر امام حسن ان ہونٹوں سے لگا رہے ہوں گے جس کے اثر سے آپ کا منہ

ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہوگا۔

بجاریں آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اللہ نے دو شہر بنا رکھے ہیں جن

میں سے ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں دونوں کے گرد لوہے کی فصیل ہے

ہر شہر کا دس دس ہزار محلہ ہے ہر محلہ کی دس دس ہزار گلی ہے ہر گلی میں دس دس ہزار

مکان ہے ہر محلہ میں دس دس ہزار لغت ہے اور ہر لغت کو جانتا ہوں جو کچھ ان

دونوں شہروں میں ہے۔ جو کچھ ان کے مابین ہے اور جو کچھ ان کے اوپر اس تمام علاقہ

میں میرے اور میرے حسین بھائی کے سوا کوئی حجت خدا نہیں۔



سحار میں ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگوں نے امام حسن کے متعلق تبصرہ کیا کہ امام حسن خاموش اور کم گو ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن خطبہ نہیں دے سکتے۔ جب حضرت علیؑ کو یہ طعنے تبصرہ معلوم ہوا تو آپ نے امام حسن کو بلایا اور فرمایا بیٹے تیرے متعلق میں نے ایک تبصرہ سنا ہے مجھے یہ تبصرہ قطعاً پسند نہیں آیا میں چاہتا ہوں کہ تو خود اس کا جواب دے۔ امام حسن نے عرض کیا۔ قبلہ! آپ کی موجودگی میں میرے لیے قطعاً ناممکن ہے آپ نے فرمایا بیٹے میں تجھے کہیں بھی نظر نہ آؤں گا۔

امام حسن نے الصلوٰۃ جامعہ کی ندا دے کر لوگوں کو جمع کیا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ منبر پر تشریف لائے آپ نے انتہائی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ ایسا دل پذیر خطبہ دیا کہ تمام عرب سامعین خش خش کراٹھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو پھٹکنے لگے۔ آپ نے حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا:-

لوگو! سمجھنے کی کوشش کرو۔ اللہ نے حضرت آدم کو مصطفیٰ بنایا۔ آل ابراہیم اور آل عمران کو چن لیا ان میں سے بعض بعض کی ذریت ہیں۔ اللہ سمیع و علیم ہے۔ ہم اس کی ذریت نوح کا قبیلہ۔ آل ابراہیم کا مصطفیٰ احمد اسماعیل کی نسل اور آل محمد ہیں۔ ہم تمہارے درمیان بلند آسمان کی بھی ہوئی زمین۔ جھٹکے آفتاب اور اس شجرہ طیبہ کی مانند ہیں جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ جو مبارک اور مقدس ہے۔ جس کی اصل نبی اور فرع علی ہے۔ بخدا ہم اس شجر کا شریں جو اس شجر کی کسی بھی ٹہنی سے متمسک ہو گیا نجات یافتہ ہو گا جس نے اس شجر کو چھوڑا اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا

حضرت علیؑ نے اپنے کو ظاہر فرمایا۔ مجمع کو چیرتے ہوئے آگے آئے منبر پر چڑھتے امام حسن کی پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا بیٹے آج تو نے اپنی حجت ثابت کر کے امتزائی کرنے والوں کے منہ بند کر دیئے ہیں۔ میرے بعد اپنی اطاعت فرض کر دی ہے تیرے

مخالف کے لیے جہنم ہو گا۔

مصنف۔

اللہ ان کے منہ کاٹ کرے جنہوں نے آپ کی مخالفت کی۔ امانت رسول کی عزت کو نہ بچانا۔ اسے مظلوم اور مجبور کر کے تنہا چھوڑ دیا۔ جہاں تک امام حسن کے دیگر فضائل، عبادت، خوف خدا اور دیگر فضائل کا تعلق ہے تو وہ صراحۃً سے باہر نہیں۔ بطور شاہ چنڈ ایک امور پیش کرتے ہیں۔

امام صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے کہ مجھے اپنے آباؤ اجداد کے ذریعہ روایت پہنچی ہے کہ امام حسن اپنے دنت میں سب سے زیادہ عابد و زاہد اور افضل تھے۔ آپ ہمیشہ پیدل حج کو جاتے تھے بعض اوقات تو برہنہ پا حج کا سفر کرتے تھے موت۔ قبر حشر اور نشر۔ پل صراط اور دربار خالق کی پیشی کے ذکر پر ہمیشہ بے ساختہ روتے تھے جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ کا تمام جسم شاخ بیر کی طرح لرزنے لگتا تھا۔ جنت اور جہنم کے تذکرہ پر اس طرح تڑپ تڑپ جاتے تھے جس طرح سانپ کا کاٹا ہوا شخص تڑپتا ہے اور اللہ سے جنت کا سوال کرتے تھے۔

تلاوت قرآن کے دنت جہاں کہیں یا ایہا الذین امنوا کی تلاوت فرماتے فوراً کہتے۔ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ آپ کو ہمیشہ ذکر خدا کرتے دیکھا گیا ہے۔ جب آپ دفن فرماتے آپ کے جسم میں پکپی شروع ہو جاتی۔ رنگ زرد ہو جاتا ایک مرتبہ کسی نے دجر پوچھی تو آپ نے فرمایا ایک معمولی سے حاکم کے سامنے جاتے ہوئے لوگ کس قدر خوف زدہ ہوتے ہیں۔ میں تو اس حاکم اعلیٰ



کے دربار میں حاضری کی تیاری کرتا ہوں جس سے بڑا کوئی ہے ہی نہیں  
جب آپ دروازہ مسجد پر تشریف لاتے سر بلند کر کے عرض کرتے۔ الہی  
تیرا مہمان تیرے دروازے پر آیا ہے اسے عمن تیرا سائل تیرے حضور ہے۔  
بھاری نائقی سے منقول ہے کہ امام حسن نماز صبح سے فراغت کے بعد سے طلوع  
آفتاب تک کسی سے کوئی بات نہ کرتے تھے۔

امام صادق نے فرمایا ہے کہ امام حسن نے پچیس حج پیدل کیے ہیں۔ سواریاں  
آپ کے ساتھ ہوا کرتی تھیں لیکن آپ پیدل سفر فرماتے تھے۔ آپ نے تین مرتبہ اپنا  
نصف مال راہ خدا میں دے دیا۔

ایک دن کسی نے معاویہ سے کہا امام حسن نے کبھی کوئی خطبہ نہیں دیا اور نہ  
ہی خطبہ دینے کے قابل ہیں اس لیے اگر انہیں منبر کی دعوت دی جائے تو لوگوں کو  
پتہ چل جائے گا کہ امام حسن میں یہ غامی موجود ہے۔ چنانچہ معاویہ نے کہا۔ اگر آپ  
آج منبر پر آکر ہمیں کچھ وعظ و نصیحت فرماتے تو بہت بہتر ہوتا آپ نے معاویہ  
کی دعوت قبول کر لی۔ منبر پر آئے اور فرمایا جو لوگ مجھے جانتے ہیں وہ تو جانتے ہیں  
اور جو لوگ نہیں جانتے وہ جان لیں کہ میں حسن ابن علی ابن ابی طالب ہوں۔ میں  
فرزند فاطمہ زہرا ہوں۔ میں افضل الخلائق کا فرزند ہوں۔ میں صاحب فضائل ہوں  
میں فرزند رسول ہوں۔ میں صاحب معجزات ہوں۔ میں صاحب دلائل ہوں۔ میں  
امیر المؤمنین کا فرزند ہوں۔ میں وہ ہوں جس سے حتیٰ جہین لیا گیا ہے۔ میں اور میرا  
حصہ بھائی جو انان جنت کے سردار ہیں۔ میں رکن و مقام کا فرزند ہوں میں مکہ اور مدینہ  
کا بیٹا ہوں۔ میں مشرور عزت کا پارہ جگر ہوں۔

معاویہ نے کہا یہ خشک باتیں چھوڑیں اور کوئی اور بات کریں۔

آپ نے فرمایا مرطوب کیا ہے۔ ہوا اسے پھونک مارتی ہے۔ حرارت اسے  
پکاتی ہے۔ برودت اسے خورگوار بناتی ہے۔ اتنا فرمانے کے بعد آپ اپنے سابقہ  
موضوع پر آگئے اور فرمایا۔  
”میں مخلوق خدا کا امام ہوں۔ میں محمد مصطفیٰ کا فرزند ہوں۔ اس کے بعد معاویہ  
نے کہا بس ہمیں اتنا ہی کافی ہے۔“



چوتھی مجلس:

## امام حسنؑ اور جود و سخا

کتاب المہاسن المسادی میں ہے کہ ایک شخص امام حسنؑ کے پاس آیا اور عرض کی حضور مجھ سے غلطی ہو گئی ہے میں سرور کونین کی نافرمانی کا مرتکب ہو چکا ہوں اب کچھ باتھ نہیں آتا بہت پشیمان اور شرمندہ ہوں آپ نے فرمایا تو نے واقعی بہت برا کیا ہے۔ بات کیا تھی؟

اس نے عرض کیا قبلہ نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ محمد توں سے مشورہ لو۔ لیکن کروان کے مشورہ کے خلاف۔ مجھ سے غلطی یہ ہو گئی کہ میں نے ایک غلام خریدنے میں عورت سے مشورہ لیا اور اس کے مشورہ کے عین مطابق خرید لیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غلام بھاگ گیا۔ اب پتہ نہیں چل رہا کہ کہاں گیا ہے۔ آپ نے فرمایا اب تین میں سے ایک چن لے۔ غلام کی قیمت اس نے ہاتھ جوڑ کے عرض کیا۔ حضور! میں میرے لیے یہی کافی ہے آپ دوسری دو چیزوں کا تذکرہ ہی نہ فرمائیں۔ آپ نے اپنے غلام سے کہا کہ اسے غلام کی قیمت دے دو۔

اور مناتب شہر آشوب میں ہے کہ امام حسنؑ اپنے وقت میں بے نظیر سخی تھے ایک مرتبہ ایک شخص آپ کی خدمت میں کوئی ضرورت لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا اپنی

ضرورت کسی رقم میں لکھ کر ہمیں دے دے ہم کوشش کریں گے کہ پوری کر دیں۔ اس نے اپنی ضرورت لکھ کر دی۔ آپ نے اس کی ضرورت سے دگنا اسے دے دیا آپ کے صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کیا اے فرزند رسول اس شخص کے لیے بہت ثمر آور ثابت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ہماری عطا اب بھی اس کی نوازش کے مقابل میں کم ہے۔ اس نے حیرت سے عرض کیا۔ حضور! اس نے آپ کو کیا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا ہمیں اہل بھوکہ ہمارے دروازہ پر آنا کیا کم نوازش ہے۔ ہم نے اس پر کوئی احسان نہیں کیا۔ احسان وہ ہوتا ہے جو مانگے دیا جائے۔ مانگنے کے بعد قریبے والا مانگنے والے کے چہرہ کی اس آب کاغوض دیتا ہے جو مانگتے ہوئے وہ ضائع کرتا ہے۔ بعض اوقات مانگنے پوری پوری رات بستر پر تڑپ تڑپ کر گزارتا ہے اور یہ سوچتا ہے کہ کل کچھ ملے گا یا کچھ نہیں ملے گا۔ امید و یاس کے مابین کروٹیں لیتے ہوئے رات گزر جاتی ہے۔ جب وہ مانگنے کے لیے آتا ہے اس کا دل دھڑک رہا ہوتا ہے اور جسم لرز رہا ہوتا ہے۔ اگر آپ اس کی ضرورت پوری کر دیں تو یہ اس کے آبرو کاغوض ہو گا۔ جو یقیناً اس پر کیے گئے احسان کے مقابلہ میں کم ہو گا۔

بحار میں ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان کے قریب سے گزرا آپ اس وقت مسجد نبوی کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ اس شخص نے حضرت عثمان سے کچھ مانگا تو اس نے پانچ روپے دیے اس نے کہا۔ مجھے کسی ایسے شخص کا نام بتائیے جس سے ایک مرتبہ مانگوں اور پھر کبھی مجھے کسی سے مانگنا نہ پڑے۔ حضرت عثمان نے مسجد میں بیٹھے ہوئے امام حسنؑ امام حسینؑ اور عبداللہؑ ان جعفرؑ کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شخص ان کے پاس آیا اور مدعا عرض کیا۔ امام حسنؑ نے فرمایا بندہ خدا شرمناک میں صورتوں میں سوال جائز ہے۔ غلطی سے قتل ہو جائے اور تعاصم ادا کرنے کی طاقت نہ ہو۔ یا تیز ضروریات کے لیے قرضہ لیا ہو۔ یا



پورچی تو آپ نے فرمایا ارشاد وقت ہے کہ اگر کوئی سلام کرے تو جواب اس سے اچھا دو۔ کیز نے مجھے گلدستہ پیش کر کے سلام کیا۔ میرے خیال میں اسے آنا د کرنے سے اچھا جواب اور کوئی نہ تھا۔

ہمارے ایک مرتبہ معاویہ مدینہ میں آیا۔ اور قرضے والے کو پانچ ہزار سے ایک لاکھ تک دنیا شروع کی۔ امام حسن سب سے آخر میں اسے ملے آئے۔ جب آپ تشریف لائے تو معاویہ نے کہا: اے حق! شاید تو اس لیے سب سے آخر میں آیا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ ختم نہ ہو جائے اور تیرے لیے کچھ نہ بچے اور مجھے شرمندہ ہونا پڑے حالانکہ میں ہند کا بیٹا ہوں۔

اے غلام! اٹھ اور بتا اس وقت تک تو نے تمام لوگوں کو دیا اتنی مقدار صرف امام حسن کو دے دے۔ امام حسن نے فرمایا معاویہ تو غلط سمجھ رہا ہے۔ تو جو کچھ دے رہا ہے میں واپس کرتا ہوں میں فاطمہ بنت رسول اللہ کا فرزند ہوں مبرونے اپنی کال میں لکھا ہے کہ امام حسن کی سواری کا خچر بہت عمدہ تھا۔ مروان مدینہ کا گورنر تھا۔ اور اسے وہ خچر بہت پسند تھا۔ وہ خچر لینا چاہتا تھا۔ لیکن کسی جلد سے۔ ابن عتیق اپنے خیال میں جلد گری میں لانا فی تھا۔ اس نے مروان سے کہا اگر یہ خچر مجھے ملے گا تو کیا تیرے تیس ضروریات پوری کرنے کا وعدہ کرتا ہے مروان نے کہا میں ضرور کروں گا۔ اس نے کہا اچھا آج جب حسن آئے تو میں قریش کے اوصاف دیان کوں گا لیکن حسن کا نام نہیں لوں گا۔ تو مجھے اس پر ملامت کرنا اس سے آگے میرا کام ہے۔ جب لوگ جمع ہو گئے امام حسن بھی تشریف لے آئے۔ ابن عتیق نے ایک ایک قریشی کا نام لے کر اس کے فضائل بیان کرنا شروع کیے۔ جب تمام قریشی کے فضائل گنوا چکا تو مروان نے کہا ابن عتیق یہ ابوطالب کا پوتا حسن بھی تو قریش ہی سے ہے

تو نے تو اس کا نام ہی نہیں لیا ابن عتیق نے کہا مروان ہمارا موضوع بحث عوام تھے جب کبھی انبیاء اور اولیاء اللہ کا تذکرہ ہوا تو ان میں حسن ابن علی کا نام ضرور آئے گا۔ جب امام حسن وہاں سے اٹھے اور گھر تشریف لانے لگے تو ابن عتیق اٹھ کر آپ کے پیچھے آیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کیا کوئی ضرورت ہے؟ اس نے کہا ہاں اسی خچر کی سواری آپ خچر سے نیچے اترے۔ باگ اس کے ہاتھ میں دی اور فرمایا: کریم کو جب بھی کوئی دھوکا دینا چاہے بڑا انسان ہوتا ہے۔ تاریخ کے مطابق یہ وہی خچر ہے جس پر سوار ہو کر مروان اس دن ام المومنین عائشہ کے پاس آیا تھا جس دن ام حسن جعدہ کی زہر سے شہید ہو کر اپنے نانا کے مزار میں دفن ہونے کی خاطر لے جائے جانے لے تھے مروان نے ام المومنین عائشہ سے کہا کہ حسین حسن کو نانا کے پہلو میں دفن کرنے لے جا رہا ہے اگر حسن دفن ہو گیا تو پہلے لوگوں کا مقام ختم ہو جائے گا۔ ام المومنین نے پوچھا پھر میں کیا کروں۔ مروان نے کہا۔ آپ تشریف لے جائیں اور وہاں دفن ہونے سے منع کریں۔ ام المومنین عائشہ نے کہا میں کیسے جاؤں۔ جب مروان نے ام المومنین عائشہ کو آمادہ کیا تو خچر سے نیچے اترے۔ ام المومنین کو خچر پر سوار ہونے میں مدد دی اور تیرا نڈوں کا ایک دستہ بھی ساتھ کر دیا۔



## پانچویں مجلس

## معجزات امام حسنؑ

مدینۃ المناجیز ابن اسحاق سے مروی ہے کہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ دونوں بچے تھے ایک دن امام حسنؑ نے ایک کھجور کے درخت کو آواز دی کھجور نے تین مرتبہ لبیک کہا اور پھر اس طرح دوڑ کر امام حسنؑ کے پاس آئی جس طرح بچہ اپنے باپ کے پاس آتا ہے۔

کثیر ابن سلمہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ نے پتھر سے خالص شہد نکالائیں دوڑ کر نبی کو نبی کی خدمت میں آیا اور اپنی حیرت کا اظہار کیا۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا یہ کونسی بڑی بات حسنؑ نے کر دی ہے۔ ارض و سما کے تمام باسی میرے اس لال کی اطاعت پر مسرور ہوتے ہیں۔ یہ میرا بیٹا سرور ہے۔ انہماک کے فضیل میری امت کے دو بڑے متحاب گروہوں میں صلح کرائے گا۔

ابوسعید خدی کہتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ امام حسنؑ پر پرندے سایہ کرتے تھے اور جس پرندے کو بلاتے تھے وہ آپ کو جواب دیتا تھا۔ ایک مرتبہ ابوسعید حضرت علیؑ کے پاس آیا اور کہا یا علیؑ اگر آپ میرے ساتھ نبی اکرمؐ ملے چتے اور میری سفارش اس بات کی کرتے کہ وہ ہمارے ساتھ کوئی پختہ وعدہ کسے

ہمیں کھد دیتے تاکہ ہمیں ہمیشہ کے لیے اطمینان ہو جاتا کہ آپ اس وعدہ سے نہ پھریں گے۔ آپ نے فرمایا۔ ابوسعید ان نبی کریمؐ نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے وہ اس سے کبھی نہ پھریں گے۔ اس وقت مکین امام حسنؑ آپ کے قریب تھا۔ ابوسعید نے امام حسنؑ سے کہا اگر آپ میرے لیے اپنے جد امجد سے سفارش کرتے تو آج آپ کی سفارش آپ کو عرب و عجم میں معروف سرور بنا دیتی۔ امام حسنؑ ابوسعید کے قریب ہوا۔ ایک ہاتھ ابوسعید کی ناک پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے ابوسعید کی داڑھی پکڑ کر فرمایا۔ اے ابوسعید لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لے پھر میں تیری سفارش کرنے کے لیے تیرے ساتھ چلے کو تیار ہوں۔ حضرت علیؑ نے بڑھ کر اپنے بیٹے کو اٹھا کر لگے لگایا۔ لمحوں کا بوسہ لے کر فرمایا اس اللہ کی حمد سے جس نے آل محمدؑ میں سچائی کی نظر پیدا کر دی ہے۔

امام صادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے امام حسنؑ سے عرض کیا کہ آپ معاویہ کی طرف سے اتنے مصائب برداشت کرتے ہیں اللہ سے اس کے لیے بددعا کیوں نہیں کرتے؟ امام حسنؑ نے فرمایا۔ اگر میں اللہ سے دعا کروں کہ وہ زمین کو آسمان آسمان کو زمین مرد کو عورت اور عورت کو مرد کر دے تو اللہ یقیناً میری دعا قبول کر لے گا لیکن اللہ جو ہمیں مبتلائے امتحان کر کے تم لوگوں کی معرفت کا امتحان لے رہا ہے یہ سلسلہ امتحان ختم ہو جائے گا۔ شام کا ایک باشندہ بیٹھا یہ گفتگو سن رہا تھا۔ اس نے طنزیہ کہا۔ ایسی باتیں کیا کیجے جو ہو سکنے والی ہوں۔

آپ نے اسے فرمایا

اوفیل عورت اٹھ جا یہاں سے تجھے شرم نہیں نا محرموں میں بیٹھی ہے تمام لوگوں نے دیکھا وہ مرد سے عورت بن گئی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ جاگھر تیری عورت مرد



بن چکا ہے۔ تیرے حکم سے ایک خشتی بچہ پیدا ہوگا۔ بچہ پیدا کرنے کے بعد وہ دونوں میاں بیوی امام حسن کی خدمت میں آئے۔ توبہ کی۔ آپ نے معاف کر دیا اور دونوں اپنی اپنی حالت پر پلٹ آئے۔

جابر کہتا ہے ایک مرتبہ میں نے امام حسن کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کے نانا اور بابا کے بے شمار معجزات دیکھے تھے شوق تھا کہ آپ بھی کوئی دکھا دیتے تاکہ یادگار رہ جاتا ہوں مسجد رسول میں بیٹھے تھے۔ آپ نے دین زین پر پاؤں مارا۔ زمین پھٹ گئی نیچے تمام سمندر ہی سمندر نظر آنے لگے۔ سمندر میں طرح طرح کی کشتیاں چل رہی تھیں آپ نے ہاتھ ڈال کر ایک پھلی پکڑی مجھے دی میں نے اپنے ٹمبے کو دی وہ گھر لے گیا۔ تم تین دن وہ پھلی کھاتے رہے۔

زید ابن ارقم سے مروی ہے کہ میں مکہ میں آیا امام حسن بھی مکہ ہی میں تھے میں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ دل چاہتا تھا کہ کوئی معجزہ دکھائیں تاکہ کوثر جاکر وہاں تذکرہ کروں۔ آپ نے زیر ب کوئی کلمہ پڑھایا میں نے دیکھا جس گھر میں ہم بیٹھے تھے وہ ہوائیں بلند ہونا شروع ہو گیا۔ تمام اہل مکہ ہمارے گرد جمع ہو گئے اور اللہ اکبر کی صدا دینے لگے کافی دیر ہوائیں مطلق رہنے کے بعد آپ نے پھر اس مکان کو واپس زمین پر آنے کا حکم دیا اور مکان زمین پر آ گیا۔

قبیصہ ابن ابویاس کہتا ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن شام جا رہے تھے۔ میں آپ کے ساتھ تھا۔ آپ کے پاس سواری کے سوا کوئی زاد راہ نہ تھا۔ اور آپ روزہ سے تھے۔ جب مغرب کا وقت ہوا آپ نے نماز پڑھی ہم متراوی تھے۔ ہم نے دیکھا جیسے آسمان کے دروازے کھل گئے ملائکہ ہاتھوں میں انواع و اقسام کے کھانے اور دسترخوان لے کر آ گئے۔ اور دسترخوان لگایا ہم سب نے سیر ہو کر کھایا پھر

میں نے دیکھا کہ جب ملائکہ دسترخوان پلٹ کر جانے لگے تو کھانوں میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا تھا۔

ابراہیم ابن کثیر کہتا ہے کہ امام حسن مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو پیاس لگی آپ نے پانی منگوایا۔ پانی آنے میں دیر ہو گئی۔ آپ نے مسجد کے ستون سے کوئی بات کہی وہیں سے پانی بہنے لگا۔ آپ نے پی لیا۔ پھر ہمیں مخاطب کر کے فرمایا اگر میں چاہوں تو تمہیں شہد اور دودھ پلاؤں۔ ہم نے التجا کی مہربانی فرمائی۔ آپ نے اسی ستون مسجد سے ہمیں شہد اور دودھ پلایا۔

عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم امام حسن کے گرد بیٹھے تھے کہ ایک قصاب ذبح کرنے کی خاطر ایک گائے کے گزرا آپ نے فرمایا۔ گائے حاملہ ہے۔ اس کے شکم میں پھڑپھڑا ہے جس کی پیشانی اور دم سفید ہے۔ ہم اس قصاب کے پیچھے ہوئے۔ جب اس نے گائے کو ذبح کیا تو اس کے پیٹ سے ویسا ہی پکھڑا نکلا جیسے آپ نے فرمایا تھا۔ ہم پلٹ کر آئے اور عرض کیا۔ کیا یہ علم غیب نہیں ہے؟ اور کیا اللہ نے قرآن میں نہیں فرمایا کہ رحم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا پھر آپ علم خدا کیسے جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

اللہ نے یہ تو نہیں فرمایا جسے وہ علم غیب سے نواز دے۔ وہ بھی نہیں جانتے یہ اللہ کا وہ کنون اور مخزون علم ہے جسے ہم آل محمد کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔

امام صادق سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ امام حسن پیدل حج کو جا رہے تھے راستہ میں آپ کے قدم متورم ہو گئے آپ کے ایک غلام نے عرض کی۔ مولا!۔ اگر آپ سوار ہو جاتے تو درم کسی قدر مندمل ہو جاتا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں ابھی فلاں منزل قریب



ہے اور منزل پر پہنچنے سے پہلے تجھے ایک حبشی لے گا جس کے پاس زخموں کو مندل کرنے والا تیل ہوگا۔ جتنی قیمت مانگے اسے دے کر تیل لے لیتا۔ غلام نے عرض کیا۔  
 قدم پہلے بھی آپ کے ساتھ آتے رہتے ہیں۔ ابھی تو منزل بہت دور ہے میں تو  
 قریب قریب کوئی منزل معلوم نہیں ہے آپ نے فرمایا۔ نہیں ہم منزل کے قریب ہیں اور  
 روغن فروش تجھے منزل سے بھی پہلے لے گا۔ ابھی ہم ایک میل ہی پہلے تھے کہ سامنے ایک  
 حبشی نمودار ہوا آپ نے فرمایا جا یہی روغن فروش ہے اس سے روغن خرید لے وہ  
 غلام اس کے پاس آیا اور روغن خریدنے کی خواہش کی اس نے پوچھا کس کے لیے  
 خریدتا ہے۔ غلام نے بتایا حسن ابن علیؑ کے لیے اس نے کہا پھر چل میں تیرے ساتھ  
 آؤں گا۔ جب آیا قدم ہوس ہوا اور عرض کی قربان جاؤں میں تو اتفاقاً آیا ہوں۔ مجھے یہ  
 علم ہرگز نہ تھا کہ آپ کو اس تیل کی ضرورت ہے یہ تیل حاضر ہے دعا فرمائیں خداوند عالم  
 مجھے ایک صحیح و سالم اور تندرست ایسا بچہ عنایت فرمائے جو آپ اہلبیت کا محبوب ہو۔  
 جب میں گھر سے چلا اس وقت بیوی دروازہ میں مبتلا تھی۔  
 آپ نے فرمایا۔ جانشین نے تجھے صحیح و سالم ایسا بچہ عنایت فرمایا ہے جو  
 ہمارا شیوعہ ہوگا۔

مصنف -

اس سفر میں بھی امام حسنؑ کے قدم متورم ہوئے تھے اور ایک مرتبہ آپ کا پاؤں  
 اس وقت بھی زخمی ہوا تھا جب ایک مومل کے ظالم باشندے نے درانین میں آپ  
 کے پاؤں کو زہر آلود نیزہ سے زخمی کیا تھا۔ اور آپ غش کھا کر گر گئے تھے۔

امام صادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسنؑ چچ پر تشریف لے جا رہے تھے  
 آپ کے ساتھ اولاد زبیری میں سے ایک شخص تھا جو آپ کی امامت کا قائل نہ تھا۔ راستہ

میں ایک مقام پر جب سستانے کو بیٹھے تو وہاں دو کچور کے درخت تھے اور  
 دونوں خشک تھے۔ ایک کے نیچے آپ کے لیے مسند بچھا دی گئی اور دوسرے کے  
 نیچے زبیری جا کر بیٹھ گیا زبیری نے کچور کو دیکھ کر کہا کاش اگر یہ سرسبز ہوتی اور اس پر  
 پھل بھی ہوتا۔ آپ نے فرمایا کیا تازہ کچور کھانا چاہتا ہے۔ اس نے عرض کیا دل چاہتا  
 تھا۔ آپ نے دست دعا بند کیے۔ کچور سرسبز ہو گئی۔ زبیری نے کچور کو سبز اور خضر اور  
 دیکھ کر کہا۔ کمال ہے۔ عجیب جادو جانتے ہیں آپ۔ آپ نے فرمایا اللہ کی تجھ پر بھلائی ہو  
 یہ جادو نہیں بلکہ دختر رسولؐ کے فرزند کی دعا ہے جسے اللہ نے قبول کر لیا ہے۔ غلام  
 کچور پر چڑھے۔ کچوریں اتاریں تمام نے سیر ہو کر کھائیں۔

ثقیف بکام سے مروی ہے کہ جب امام حسنؑ معاویہ سے صلح کر کے واپس پٹ  
 رہے تھے تو راستہ میں ایک شخص نے آکر آپ سے کہا۔ السلام علیک۔ نذل المؤمنین  
 آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کہ میں نے مؤمنین کی زندگی بچالی ہے۔ پھر آپ نے خیمہ پر  
 پاؤں مارا خیمہ پھٹ گیا میں نے محسوس کیا کہ میں کوفہ میں ہوں۔ خیمہ کے شگاف سے  
 ہم نے دیکھا تو ہمیں مصر میں عمروان عاص اور دمشق میں معاویہ نظر آنے لگے۔ آپ نے  
 فرمایا اگر میں چاہوں تو اس وقت بھی انہیں گرفت میں لے لوں۔ مگر ہرگز نہیں میں اپنے  
 نانا اور بابا کے نقش قدم پر چلوں گا۔ مجھے ان کا حکم ہی یہی ہے۔ جو کچھ آپ چاہتے ہیں  
 وہ میرے حصہ میں نہیں۔

مصنف -

آپ کے معجزات بے شمار ہیں چونکہ ہماری مختصر کتابیں گنجائش اسی قدر ہے اس لیے  
 اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

آپ کا اپنی شہادت کی اطلاع دینا بھی علم غیب ہی ہے۔ جس میں آپ نے



فرمایا تھا کہ میں بھی نانا کی طرح زہر جھٹا سے شہید ہوں گا۔ میری بیوی بچے زہر دے گی۔

جب جودہ نے آپ کو معاویہ کا بیجا ہوا زہر دیا تو آپ نے فرمایا۔ اے دشمن خدا! تجھے کبھی اس شخص سے اچھائی نہ ملے گی جس کے بال میں پھنس کر تو نے مجھے زہر دیا ہے۔

## امام حسن اور معاویہ

مناقب میں ہے کہ ایک دن معاویہ نے امام حسنؑ پر ان الفاظ سے فخر کیا۔ میں وادی بعلبکا کا فرزند ہوں۔ میں سخی اور کریم کا بیٹا ہوں میں اس باپ کا بیٹا ہوں جس نے جوانی اور بڑھاپے میں سرداری کی ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ اے معاویہ بھلا یہ باتیں تو مجھے سنارہا ہے اور مجھ پر فخر کر رہا ہے میں امام الانقیاد کا بیٹا ہوں۔ میں ہادی کا بیٹا ہوں۔ میں سید السادات کا فرزند ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جس کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور جس کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ میرے باپ کی طرح باپ لاپھر میرے سامنے فخر و مباہات کر۔ معاویہ نے کہا۔ اس میں میں کیا فخر کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ اقتدار پر فخر کرنا شرفا کو زیب نہیں دیتا ہر شریف دانش مند جانتا ہے کہ حق کہاں ہے؟

ایک مرتبہ دوسرے موقع پر معاویہ نے امام حسنؑ سے کہا۔ میں آپ سے بہتر ہوں۔ آپ نے فرمایا یا بن ہند بھلا مجھے بھی تو معلوم ہو کہ تم کیسے مجھ سے بہتر ہے معاویہ نے کہا۔ تمام لوگوں نے میری حکومت کو تسلیم کر لیا ہے اور آپ کو تسلیم نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے غلط سمجھ رکھا ہے تیری طاعت کرنے والے دو قسم کے ہیں۔

چھٹی مجلس



ایسے لوگ جو خوشی تیری اطاعت کرتے ہیں اور وہ بخوبی جانتے ہیں کہ تیری اطاعت کر کے اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں۔

ایسے لوگ جو تیری اطاعت پر مجبور ہیں یہ لوگ اللہ کی طرف سے معذور ہیں کیونکہ مجبور بے بس ہوتا ہے۔

معاویہ!

تو تو کہہ سکتا ہے کہ مجھ سے اچھا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تجھ سے اچھا ہوں کیونکہ مقابلہ جنس کا جنس سے ہوتا ہے اگر تجھ میں کوئی اچھائی ہوتی تو میں مقابلہ کرتا جب تجھ میں کسی پہلو سے بھی اچھائی نہیں تو میں کیسے تجھ سے موازنہ کروں تو مگر خوار ماں کا بیٹا ہے۔

اللہ نے مجھے ہر ذلت سے اسی طرح بری کیا ہے جس طرح تجھے ہر اچھائی سے محروم رکھا ہے۔

مناقب میں ہے کہ جب امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی۔ ائمہ اربعہ نے منع فرمایا۔ ایک دن آپ مسجد نبویؐ میں تشریف لائے بنی امیہ کے چند افراد وہاں موجود تھے۔ آپ کو دیکھ کر ایک دوسرے کو آنکھیں مارنے لگے اور مذاق اڑانے لگے آپ نے انہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھ لیا مگر کہا کچھ نہیں۔ ہدیہ مسجد و درکت نماز بھی پڑھنے کے بعد ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

یاد رکھو اگر تم بنی امیہ کی حکومت ایک دن ہوگی تو ہم آل محمد کی حکومت دو دن ہوگی۔ اگر تمہاری حکومت ایک ماہ ہوگی تو ہماری دو ماہ ہوگی اگر تمہاری حکومت ایک سال ہوگی تو ہماری حکومت دو سال ہوگی۔ البتہ تمہاری حکومت اور ہماری حکومت میں فرق ہوگا۔

تمہاری حکومت میں ہم آل محمد کھاسے ہیں۔ پی رہے ہیں۔ اور شادیاں بیاہ وغیرہ کر رہے ہیں لیکن جب ہماری حکومت ہوگی تو تمہیں کچھ بھی نصیب نہ ہوگا۔ ایک شخص نے کہا۔ ہم تو تم آل محمد کو کریم سمجھتے ہیں ہمیں آپ سے قطعاً یہ امید نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم شیطان کا سہارا لے کر حکومت حاصل کی ہے۔ اور شیطان کا مکر کزور ہوتا ہے۔ ہم اللہ کے سہارے حکومت حاصل کریں گے اور اللہ کا سہارا مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے۔

ہے۔



ساتویں مجلس:

امام حسن

حضرت علی کے بعد

بحار میں ہے کہ جب امام حسن حضرت علی کے دفن سے فارغ ہو کر واپس کوثر  
تشریف لائے تو مسجد کوثر میں یہ خطبہ دیا۔

حمد و ثنائے الہی کے بعد فرمایا:

اے لوگو! تم جانتے ہو کہ آج کی شب اس شخص نے دنیا کو الوداع کہی جس سے  
عبادت میں نگرشنگان سبقت لے سکتے تھے اور نہ آنے والے اس کے مقام تک پہنچ  
پائیں گے۔ الوداع کہنے والا وہ شخص تھا جس نے پوری زندگی سرور کوثرین کے ساتھ سیر  
ہو کر جہاد میں گزار دی۔ ایسا شخص جسے جنگ میں سرمد انبیاء نے اپنا علم بردار بنائے  
رکھا۔ ہر جنگ میں جبریل اس کے دائیں اور میکائیل اس کے بائیں رہا۔ ہر جنگ کی  
فتح اللہ نے اس کے ہاتھ پر رکھی۔ یہ وہ رات تھی جس رات حضرت علیؑ کو آسمان  
پر اٹھایا گیا۔ اور جس رات یوشع ابن نون نے اس دنیا کو چھوڑا۔ اللہ کے ہاں بھی  
ای میں ہماری عزت ہے۔ آج صرف کوثر نہیں بلکہ مشرق و مغرب غم زدہ ہے۔ بخدا  
جانے والے نے اپنے پیچھے نہ سونا چھوڑا ہے نہ چاندی۔ البتہ سات سو درہم دینے

سے بچ گئے۔

پھر فرمایا۔ لوگو! مجھے پہچانتے ہو۔ میں بشیر و نذیر کا بیٹا ہوں۔ میں اذن خدا سے  
اللہ کی طرف بلانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں سراج غیر کافر و زندہ ہوں۔ میں اس گھر کا فرد  
ہوں جس سے اللہ نے رجب کو دور رکھا ہے۔ اور اس طرح پاک رکھا ہے جس طرح  
پاک رکھنے کا حق ہے۔ میں ان اہمیت سے ہوں۔ جن کی موت اللہ نے قرآن میں  
فرمان کی ہے۔

لوگو!

مجھے میرے جدا مجد نے بتایا تھا کہ میری امت میں میری ذریت سے بارہ امام  
ہوں گے۔ ہم میں سے ہر ایک یا مقتول ہو گا یا مسموم ہو گا۔

لوگو!

یہ دنیا مصائب اور فتنوں کا گھر ہے۔ دنیا کی ہر شے آئے دن معرض ردائی میں  
ہے۔ میں اللہ ہمارے جدا مجد اور ہمارے والد محترم کی تعزیر واری کی جزائے خیر سے  
اس اللہ کی حمد ہے جس نے ہمیں خلافت کا اہل قرار دیا ہے۔ اگر تم میری بیعت کرنا  
چاہو تو اس شرط پر بیعت لوں گا کہ جس سے میں جنگ کروں گا تمہیں جنگ کرنا ہوگی اور  
جس سے میں صلح کروں گا تمہیں صلح کرنا ہوگی۔ اس کے بعد آپ بیٹھ گئے۔

بعد اللہ اب جاس نے اٹھ کر لوگوں سے کہا۔ اے لوگو! یہ تمہارے سامنے  
فرزند رسول اور تمہارے امام کا دھی ہے۔ اٹھو اور اس کی بیعت کرو۔ تمام اہل کوثر  
نے اٹھ کر آپ کی بیعت کی۔ اور عرض کیا آپ جو حکم دیں گے ہم آپ کی اطاعت کریں  
گے۔ انہیں بیعت کے بعد آپ نے حکومت کا نظام آسان کیا۔

جب معاویہ کو اطلاع مل گئی کہ حضرت علی اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔



اور حسن ابن علی نے مسند رسالت سنبھالی ہے تو اس نے بنی حیر سے ایک شخص کو فہ کی طرف ادربی میں سے ایک شخص بصرہ کی طرف جاسوس بھیجا۔ کوذیہ آنے والے کو امرائے کوذہ کے نام فرداً فرداً ایک خط لکھ کر دیا جس میں ہر امیر کو لکھا کہ اگر حسن ابن علی کو قتل کر دے تو تجھے دولاکھ درہم لشکر شام کی سپہ سالاری اور بیٹی کا رشتہ دوں گا۔ ان حالات نے امام حسنؑ کا دائرہ حیات تنگ کر دیا۔ وہ کوذہ سے مدینہ پہلے آئے لیکن معاویہ نے اس پر اکتفا نہ کیا اور جعدہ بنت اشعث ابن قیس کنڈی جو حضرت ابو بکر کی سگی بھانجی تھی اور امام حسنؑ کی بیوی تھی کے پاس زہر بھیجا۔ ساتھ ہی وعدہ دیا۔ امام حسنؑ کے بعد تیری شادی اپنے بیٹے یزید سے کروں گا اور ایک لاکھ درہم نقد بطور انعام بھی دوں گا۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ آپ روزہ سے تھے۔ افطار کے وقت جعدہ نے دودھ کا ایک پیالہ لیا۔ اس میں زہر ملایا۔ اور افطار کے لیے پیش کر دیا۔ آپ نے افطار کیا اور فرمایا۔ اے دشمن خدا! اللہ تجھے تیرا انجام دے۔ جن وعدوں پر تو نے مجھے زہر دیا ہے۔ محض دھوکا ہی کبھی تیری امید پوری نہ ہوگی۔

زہر کے اثر سے آپ کا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہونے لگا۔ عمر دین اسحاق کہتا ہے کہ میں ایک دوسرے شخص کے ساتھ آپ کی عیادت کو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر کوئی حاجت ہے تو بتائیں نے عرض کیا اس وقت آپ کی حالت ایسی نہیں کہ میں حاجت بیان کروں جب اللہ نے آپ کو شفا دے دی تو عرض کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ میں کئی مرتبہ تھے کہ ذریعہ اپنے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے میں ڈال چکا ہوں۔ قبل ازیں مجھے کئی مرتبہ زہر دیا گیا ہے۔ لیکن اب کے جو زہر ملا ہے اتنا سخت تھا کہ میرا جگر کباب ہو گیا ہے۔ امام حسینؑ آپ کے سر ہانے بیٹھے تھے اور رو رو کر پوچھ رہے تھے بھیا اب کیا حال ہے۔ اور آپ فرما رہے تھے کہ بھیا میں دیکھ رہا ہوں کہ آج میرا دنیا کا آخری اور

آخرت کا پہلا دن ہے۔ بھیا میں آپ سے جدا ہونے والا ہوں۔ بارگاہ خالق میں پہنچنے والا ہوں۔ بھیا آپ کو میری قسم ہے آپ میرے زہر کے معاملہ میں کسی سے پوچھ گچھ نہیں کریں گے۔ میری وفات کے بعد اپنے ہاتھ سے میری آنکھیں بند کرنا غسل و کفن کے بعد میرا جنازہ نانائے مزار پر لے جانا تاکہ میں نانائے الوداع کر لوں۔ پھر مجھے ماں کے پاس لانا اور ماں کے پہلو میں مجھے دفن کر دینا۔

اگر کچھ لوگ میرے جنازہ کو نانائے مزار پر نہ لے جانے دیں تو آپ کو میری قسم کھانی سے کچھ نہ کہنا۔



آٹھویں مجلس

## امام حسن علیہ السلام اور صلح معاویہ

جب اہل عراق نے امام حسنؑ کو دھوکا دیا۔ اور آپ کو ایک ایک کر کے چھوڑ گئے معاویہ کو خط لکھے کہ اگر تو ہمارے ساتھ کیے گئے وعدے پورے کرے تو ہم امام حسنؑ کو گرفتار کر کے تیرے حوالے کرنے کو تیار ہیں۔ چونکہ معاویہ نے ہر سال لشکر کو علیحدہ علیحدہ خط لکھا تھا اور ہر ایک کو دیگر مراعات کے علاوہ اپنا داماد بنانے کا وعدہ بھی کیا تھا اس لیے ہر سال لشکر نے دوسرے کسی سے کوئی مشورہ کیے بغیر چوری چھپے معاویہ کو خط لکھا تھا۔ جب تمام سالاروں کے خط جمع ہو گئے تو معاویہ نے وہ تمام خطوط امام حسنؑ کو بھیج دیے۔ اور ساتھ ہی لکھا کہ جن شرائط پر صلح کرنا چاہتے ہیں میں وہ شرائط قبول کرتا ہوں۔ آپ نے اپنے مخصوص اور فاضل جانشینوں کو بلا کر انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ اور انہیں بتادیا کہ جس طرح معاویہ نے میرے تمام سالاروں کو جھوٹے وعدوں سے برگشتہ کیا ہے اس طرح میرے ساتھ بھی وہ کر رہا ہے۔ نہ تو وہ کسی امیر لشکر کے ساتھ کیا گیا وعدہ پورا کرے گا۔ اور نہ ہی میرے ساتھ کیے گئے وعدہ کو پورا کرے گا۔ لیکن اب مجھے صلح کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا کیونکہ معاویہ کے لاکھوں کے لشکر کے مقابل میں آپ بیسے معدودے چند جانشینوں کو لے جانا موت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ جب

معاویہ کے جال میں پھنسے ہوئے چند افراد نے دیکھا کہ حسنؑ ہمارے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ معاویہ سے کیا گیا وعدہ پورا نہیں ہو رہا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم معاویہ کی دامادی سے محروم ہو جائیں۔

انہوں نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ اس وقت اپنی سواری پر سوار ہو رہے تھے ایک شخص نے آپ کے پائے مبارک میں نہر آلود نیزہ مارا آپ زخمی ہو گئے۔ آپ مدائن سعدان مسعود ثقفی کے گھر تشریف لائے زخم کے علاج تک وہیں رہے۔ سعد ثقفی کو حضرت علیؑ نے مدائن کا گورنر بنایا تھا۔ امام حسنؑ نے بھی اسے بحال رکھا۔ مختار ثقفی سعد کا بھتیجا تھا۔ مختار کو شک ہوا کہ کہیں میرا چچا امام حسنؑ کے اس دورا بتلا میں دوسروں کی طرح امام حسنؑ کو چھوڑ نہ دے۔ یا معاویہ کے سپرد نہ کر دے۔ چنانچہ مختار نے چچا کے نظریات کا کھوج لگانے کی خاطر چچا کے پاس آیا اور کہا۔

چچا بڑا اچھا موقع ہے اس وقت ہمیں پورے عراق کی حکومت مل سکتی ہے۔ اگر آپ تھوڑا سا قیاد کریں تو بات بن جائے گی۔

سعد نے پوچھا وہ کیسے؟

مختار نے کہا۔ امام حسنؑ نہ صرف ہمارے قبضہ میں ہیں۔ بلکہ ہمارے رحم و کرم پر ہیں۔ اگر ہم امام حسنؑ کو گرفتار کر کے معاویہ کے سپرد کر دیں تو کام بن جائے گا۔

سعد نے کہا۔ ارے ظالم دفع ہو جا مجھ سے۔ تجھے شرم نہیں آتی۔ اول تو حسنؑ

اس باپ کا بیٹا ہے جس نے مجھے مدائن کا گورنر بنایا تھا۔ جس نے مجھے مال خدا کے لیے

امین سمجھا تھا۔ پھر امام حسنؑ نے بھی مجھے برقرار رکھا ہے۔ آج دوسرے ملک حراموں کی

طرح میں بھی ملک حرام بن کر طوطا چشم بن جاؤں۔ اگر میں حضرت علیؑ کے احسانات سے

آنکھیں بند بھی کروں تو بھلا روزِ حشر سرور انبیاء کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ کیا از روئے قرآن



امام حسن فرزند رسول نہیں ہے۔ مختار نے جب چچا کی مخلصانہ باتیں سنیں تو بچا کے پاؤں پکڑ لیے اور عرض کیا میں تو صرف آپ کا امتحان لے رہا تھا۔ درنہ میں نے تو اپنی زندگی آل محمد کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہے۔ خداوند عالم آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ یقین رکھیں۔ امام حسن کی حفاظت میں آپ تنہا نہیں آپ کو جہاں بھی ضرورت پڑے مختار آپ کے ساتھ ہوگا۔

آپ نے معاویہ کو صلح کا خط لکھا اور اپنی شرائط لکھیں۔  
شرائط یہ تھیں۔

- ۱۔ حسن ابن علیؑ اس بات کا پابند نہیں ہوگا کہ تجھے امیر المومنین کہہ کر خطاب کرے یا کسی بھی جگہ تیرا نام لیتے ہوئے تجھے امیر المومنین کہے۔
  - ۲۔ شیعان علیؑ میں سے کسی بھی شیعہ کو معاویہ کچھ نہیں کہے گا۔
  - ۳۔ معاویہ کے بعد حکومت حسن ابن علیؑ کی ہوگی اور معاویہ کسی کو اپنا ولی مہد نہیں بنائے گا۔
  - ۴۔ شیعان علیؑ کے ضبط شدہ اثاثے اور گھرانے واپس کر دیے جائیں گے۔
  - ۵۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں جتنے لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ شہید ہوئے تھے ہر ایک کے پسماندگان کو دس دس ہزار درہم دے گا۔
  - ۶۔ معاویہ خود اور اس کا کوئی خطیب حضرت علیؑ پر برسرِ فہر اور دعائے قنوت میں سب نہیں کرے گا۔
- معاویہ نے یہ تمام شرائط قبول کر لیں۔  
معاویہ مقام خیمہ سے چل کر کوثر میں آیا۔ لوگوں سے بیعت ہو چکی تو فہر پر آیا اور یہ خطہ دیا۔

لوگو! میں نے تم سے اس لیے بیعت نہیں لی کہ تم نمازیں پڑھو۔ روزے رکھو۔ حج کرو۔ یہ سب تمہاری اپنی مرضی ہے۔ میں تو صرف حکومت چاہتا تھا جو مجھے مل گئی ہے۔ میں نے امام حسن کی طرف سے پیش کردہ جن شرائط کو قبول کیا ہے وہ صرف حصول حکومت کا بہانہ تھا میں کسی بھی شرط کا پابند نہیں ہوں۔ پھر حضرت علیؑ اور آپ پر سب کرنا شروع کر دیے۔ امام حسن اور امام حسینؑ دونوں تشریف فرما تھے۔ امام حسینؑ کچھ کہنے کی خاطر اٹھے لیکن امام حسنؑ نے انہیں بٹھادیا۔ اور خود اٹھ کر فرمایا۔

او علیؑ کو گالی دینے والے میں حسنؑ ہوں میرا باپ علیؑ ہے تو معاویہ ہے اور تیرا باپ مخزوم ہے۔ میری ماں بتول ہے اور تیری ماں جگر خوار ہند ہے۔ میرا نانا رسول اللہؐ ہے اور تیرا نانا حرب ہے۔ میری نانی خدیجہ ابکریؓ ہے اور تیری نانی فقیہہ ہے۔ ہم دونوں میں سے جس کا نسب زیادہ کینہ۔ جس کا شرف پست اور جس کا کفر گہرا اور قدیم ہو اللہ اسی پر لعنت کرے۔

سالم ابن محمدؑ مروی ہے کہ میں امام حسنؑ کے پاس گیا اور عرض کیا آتا ہا۔ آپ نے تو ہمیں مار ڈالا ہے۔ ہمیں بنی امیہ کا غلام بنا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیسے؟

میں نے عرض کیا آپ نے اپنے ہاتھ سے حکومت بنی امیہ کو دے دی ہے آج وہ ہمیں جہاں پاتے ہیں پامال کرتے پھرتے ہیں۔ امام حسنؑ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ہے۔ لیکن یہ تاکہ امت مسلمہ میرے ساتھ کون سی وفائی ہے اگر امت میرا ساتھ دیتی تو آج حالات یقیناً مختلف ہوتے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ امت کے دل ہمارے ساتھ ہوتے ہیں



لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہوتی ہیں۔

اسی اثنائیں آپ کو کھانسی آئی۔ آپ نے طشت منگوایا پر وہ کے عقب سے طشت بڑھایا گیا۔ آپ نے اس میں تے کی جگر کے دو ٹکڑے میرے سامنے طشت میں آئے۔ میں نے تھوپ کر عرض کیا آتایہ کیا ہوا۔

آپ نے فرمایا۔

جس کا تذکرہ کر رہا ہے اسی نے مجھے زہر دلویا ہے۔ یہ زہر کا ہی اثر ہے کہ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر باہر آ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے علاج بھی نہیں کیا؟

آپ نے فرمایا قبل ازیں کئی مرتبہ مجھے زہر دیا گیا ہے وہ قابل علاج ہوتا تھا لیکن یہ زہر ناقابل علاج ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے شاہ روم کو زہر کے چند قطرات دیے کہ شاہ روم نے یہ کہہ کر زہر دینے سے انکار کیا کہ جو شخص ہمارے لیے نقصان دہ نہ ہو میں اس کے تئیں میں تعاون نہیں کر سکتا۔

معاویہ نے اسے بہت سے تحائف کے ساتھ جواب لکھا کہ شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میں کسے زہر دینا چاہتا ہوں۔ یہ اسی شخص کا بیٹا ہے جس نے وادی تہامہ میں حکومت قائم کی تھی۔

آج وہ اپنے باپ کی حکومت واپس لینا چاہتا ہے۔ اور میں لوگوں کو اس سے محفوظ رکھنے کی خاطر اسے زہر دینا چاہتا ہوں۔ شاہ روم نے انتہائی ہلک زہر کی ایک شیشی اسے بھیجی ہے یہ وہ زہر ہے جس کا ایک قطرہ بھی انسان کے لیے کافی ہوتا ہے۔ جبکہ مجھے پوری شیشی پلائی گئی ہے۔

تاریخ میں ہے کہ معاویہ نے حضرت ابو بکر کی بھانجی اور امام حسن کی بیوی

جدہ بنت اشعث کو وہ شیشی بھجوائی ساتھ ہی یہ پیغام بھی کہ اگر امام حسن شہید ہو گئے تو میں یزید بیٹے سے تیری شادی کرادوں گا۔ جب اس طعون نے معاویہ کی خواہش پوری کر لی۔ تو بعد میں شام گئی اور معاویہ سے وعدہ دفائی کو کہا۔ معاویہ نے کہا۔

بھلا وہ عورت کیسے قابل اعتماد ہو سکتی ہے جو معمولی سے لالچ میں آکر فرزند رسول جیسے شوہر کو زہر دے دے۔ پھر معاویہ کے حکم سے جدہ کو قتل کر دیا گیا۔



نویں مجلس:

## امام حسن اور نصرانی

میں نے ابو مخنف کی ایک قلمی کتاب میں دیکھا ہے کہ جب امام حسن سے آپ کے لشکر نے دھوکا کیا اور معاویہ کے ساتھ مل گیا اور آپ واپس پلٹے آپ کو ایک شخص نے رنجی کر دیا۔ رنجی حالت میں مدائن تشریف لائے۔ مختار نے چچا کا امتحان لینے کی خاطر آپ کی گرفتاری کی تجویز کی اور چچا نے اسے سختی سے ٹوک دیا تو مختار خوش ہو گیا اور اپنے قلم مدائن میں موجود ایک نصرانی طبیب کے پاس آیا۔ اسے کہا کہ فرزند رسول ہمارا مہمان ہے اور رنجی ہے اگر آپ چل کر اس کا علاج کر دیں تو نوازش ہوگی۔ نصرانی نے جو نبی سنا جلدی جلدی اپنا سامان اٹھایا امام حسن کی خدمت میں آیا۔ پہلے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ پھر علاج کیا پاؤں میں نیزے کی شکستہ انی کو نکالا امام حسن نے ایک درہم کی اور ایک دیناروں کی قیصلی بطور معاوضہ دی اور ساتھ معذرت بھی کی کہ ہم سفر میں ہیں اگر گھر ہوتے تو شاید کچھ اور بھی دیتے۔

نصرانی دونوں تھیلیاں دیکھ کر ہنسنے لگا اتنا ہنسا کہ ہنسنے ہنسنے لوٹ پھوٹ ہو گیا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے؟

نصرانی نے عرض کیا حضور آپ شاید میرا امتحان لے رہے ہیں میں جو کچھ ہوں اور جب سے ہوں آپ کو اچھی طرح معلوم ہے آپ تکلف کیوں فرما رہے ہیں اس وقت آپ نے مسکرا کر فرمایا اگرچہ میں جانتا ہوں لیکن میرا خیال ہے اگر تو اپنی زبان سے اپنا واقعہ سنا دے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

نصرانی نے کہا جب سعد بن ابی وقاص جزائر عرب کو فتح کیا تھا اس وقت میرے ہاتھ حضرت عیسیٰ کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد کے ہاتھ سے مکے ہوئے چند اوراق زبان سریانی لگے تھے۔ ان اوراق میں آپ کی اسی جگہ آمد لکھی تھی میں اس وقت سے آج تک آپ کا یہاں منتظر تھا۔ اس میں یہ بھی لکھا ہوا تھا کہ اگر کسی پڑھنے والے کے ہاتھ یہ اوراق لگ جائیں تو اس پر واجب ہوگا کہ وہ فرزند رسول کی آمد کا انتظار کرے میرا سلام انہیں پہنچائے۔ میں اس وقت اپنی جگہ پر بیٹھا وقت کا حساب لگا رہا تھا۔ اور میں دل میں کہہ رہا تھا کہ اگر ان اوراق میں لکھا ہوا درست ہے تو جو وقت اس تحریر میں بتایا گیا ہے وہ آپ پہنچا ہے۔ اور اس وقت نخت دل وحی۔ جگہ گوشہ سیدۃ النساء اور فرزند مصطفیٰ کو آجانا چاہیے۔ میں انہی خیالات میں تھا کہ مختار نے مجھے آپ کی آمد کی اطلاع دی۔ اور میں آپ کے پاس حاضر ہو گیا۔

میں اپنے اسلام کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ کے والد کی خلافت بلا فصل کی گواہی دیتا ہوں۔ اور جو کچھ آپ مجھے دے رہے ہیں یہ اور اپنی طرف سے ایک ہزار دینار آپ کی خدمت میں بدیہ پیش کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے آپ بدیہ کو قبول فرمائیں گے۔ آپ کا جدا مجھ بھی بدیہ کو قبول کرتا تھا۔ آپ نے وہ بدیہ قبول کر لیا۔

امام حسن نے فرمایا۔ مجھے میرے نانانے آپ کی اطلاع دی تھی۔ کیا آپ کا نام بطرس اکبر ہے۔



نضرانی نے کہا ہاں آقا۔

امام حسن نے فرمایا کیا اللہ نے آپ کو بیس لڑکے دیے ہیں۔

نضرانی نے عرض کیا۔ ہاں آقا۔ میرا حرف ایک سوال ہے کہ یہ فرمائیں کہ میرے باپ کا نام کیا تھا؟ آپ نے فرمایا تیرے باپ کا نام شمعون بن اسباط تھا۔ اگر میں جلدی میں نہ ہوتا تو تجھے تیرا دت پیدا نش۔ مقام پیدائش اور جو کچھ تجھ پر آج تک مبتی ہے سب کچھ بتا دیتا۔ اس نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اس کے بعد آپ وہاں سے رخصت ہو گئے۔

دسویں مجلس:

## امام حسن کی شہادت

مقتل ابو مخنف کے قلمی نسخہ کے مطابق: چونکہ معاویہ امام حسن کے شرائط صلح میں یہ لکھ کر دے چکا تھا کہ میں کسی کو ولی عہد نہیں بناؤں گا اس لیے ذہنی طور پر وہ ہمیشہ ای نکر میں رہتا تھا کہ کسی طریقہ سے امام حسن کو راستہ سے ہٹا دیا جائے۔ اسے ڈر تھا کہ اگر میں امام حسن سے پہلے مل بسا تو حکومت ایک مرتبہ پھر بنی ہاشم کے پاس چلی جائے گی اور بنی امیہ کے ہاتھ سے نکل جائے گی۔ چنانچہ اس نے ایک دن اپنے مخصوص ساتھیوں کی مجلس مشاورت منعقد کی اور ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھا۔ ہر ایک نے اپنی فکر کے مطابق مشورہ دیا۔

ایک نے کہا ہمیں کس بات کا ڈر ہے امام حسن کو مدینہ میں دن دھاڑے قتل کر دیا جائے۔ ایک نے کہا آپ اسے ملاقات کریں۔ مخالف بھیجیں۔ پھر شام آنے کی دعوت دیں۔ راستہ میں قتل کرا دیں۔

ایک نے کہا۔

مدینہ میں پوشیدہ طور پر قتل کرا دیا جائے۔



معاویہ کو ان میں سے کوئی رائے پسند نہ آئی اس نے کہا تم میں سے کسی کی رائے میں بنی امیہ کا تحفظ نہیں ہے۔

ایک نے کہا۔

آپ زہر بھجوا دیں اور بذریعہ زہر قتل کر دیں اس صودت میں کسی کو یہ علم نہیں ہوگا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔

معاویہ کو یہ رائے پسند آئی۔

اس نے کہا رائے تو بہت اچھی ہے لیکن اس پر عمل کون کرے گا۔ اور کیسے کرے گا۔ حضرت ابو بکر کا ہنونی اشعث ابن قیس کنذی اسی غفل میں موجود تھا اس نے کہا یہ کام آپ میرے ذمہ کر دیں۔ ایسا آدمی جو امام حسن کو زہر دے میں تجویز کرتا ہوں۔ معاویہ نے خوش ہو کر کہا۔

وہ کون ہے؟

اشعث نے کہا وہ میری بیٹی ہے جو امام حسن کی زوجہ ہے۔ اگر آپ اسے دولت کی لالچ دے دیں تو مجھے یقین ہے وہ آپ کا کام کر دے گی۔

معاویہ نے اسی وقت ایک لاکھ دینار منگوائے اور اشعث کو دے کر کہا۔ لے یہ رقم اور بیٹی سے کہنا کام کے بعد اور بھی دیں گے۔ اشعث نے کہا آپ کو معلوم ہے۔ امام حسن مجھے اچھا نہیں سمجھتے اگر میں مدینہ میں گیا اور لوگوں نے دیکھ لیا تو نہ صرف امام حسن مشکوک ہو جائے گا بلکہ دوسرے لوگ بھی مشکوک ہو جائیں گے آپ کسی اور کو بھیج دیں۔

چنانچہ ایک اور قابل اعتماد دشمن تلاش کر لیا گیا۔ اسے ایک لاکھ دینار کے علاوہ زہر کی شیشی اور دیوگہ تحائف دیو مدینہ روانہ کیا گیا۔ جب وہ شخص مدینہ پہنچ گیا۔ تو اس

نے اپنے ذرائع سے ایک عورت کو بچہ کے پاس بھیجا۔ جب اس نے بچہ کو تحائف کی تفصیل بتائی ساتھ ہی ایک لاکھ دینار کی تھیلی پیش کرنے کے بعد زہر سے نکاح کی خوشخبری دی تو اس نے کہا۔ اب یہ کام آسان ہے۔ آپ مطمئن رہیں۔ البتہ امام حسن کو اعتماد میں لینے کے لیے مجھے کچھ دن ضرور لگ جائیں گے۔ اس کے بعد اس نے ہر وقت آپ کی خوشامد شروع کر دی۔ جب اپنی طرف سے مطمئن ہو گئی تو اس نے انتظار کے لیے دودھ میں تمام شیشی ڈال دی۔ آپ نے چند ہی گھونٹ پئے کہ چہرہ کا رنگ زرد ہونے لگا۔ آپ نے دودھ واپس کر کے فرمایا۔

اے دشمن خدا! مجھے تو مار ڈالا ہے لیکن یاد رکھ اپنے مقصد کو کبھی نہ پہنچ پائے گی۔

آپ کا جگر پارہ پارہ ہو کر باہر آنے لگا۔ آہستہ آہستہ چہرہ کا رنگ سبز ہونے لگا امام حسین نے پوچھا بھیا کیا حال ہے؟

آپ نے دو بازو کھول کر امام حسین کو گے لگایا اور کہا بھیا میں دیکھ رہا ہوں میدان کر بلا میں تو تنہا ہے تیرا کوئی معاون و مددگار نہیں۔ آپ نے ایک ایک کر کے واقعات کر بلا دہرائے۔ پھر تمام اہل خانہ کو بلا کر انہیں وصیت فرمائی۔ میرے بعد یہ حسین تمہارا امام ہے۔ اس کی نافرمانی میں جہنم اور اطاعت میں جنت ہے۔

پھر تمام حاضرین بنی ہاشم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ میں تم سب کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ تمہارا نگہبان۔ اب میں تمہیں الوداع کہہ رہا ہوں۔

اپنے نانا۔ بابا۔ ماں اور چچوں کے پاس جا رہا ہوں۔

پھر فرمایا۔



علیکم السلام یا ملائکہ ربی ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

پھر آپ نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ آنکھیں بند کیں۔ ہاتھ دراز کر لیے۔ اور کہا۔

اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و ان محمدًا عبداً  
ورسولہ و ان الخلیفۃ من بعدہ بلا فصل علی بن ابی طالب۔

گیارہویں مجلس

## امام حسن علیہ السلام اور آخری لمحات

بحار الانوار میں ہے کہ اشعث ابن قیس کندی وہ بد نصیب ہے جس کا پورا ہی  
خاندان آل محمد کے خون میں ڈوبا ہوا ہے۔ بعد الرحمن ابن ٹیم جب حضرت علیؑ کو  
شہید کرنے کو ذمہ لیا اشعث کے ہاں ہمان ٹھہرا۔ اس کی بیٹی جعدہ نے فرزند زہرا  
امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا اور اس کا بیٹا محمد ابن اشعث میدان کربلا میں لشکرِ یزید  
کے نیزہ بازوں کا سالار تھا۔

ایک روایت کے مطابق معاویہ نے دس ہزار دینار اور کافی مقدار میں زمین کی  
ملکیت جو کوفہ اور شام میں تھی دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی زہر بھی بیجا۔ جعدہ نے  
جب زہر دیا تو آپ کو معلوم ہو گیا کہ مجھے زہر مل گیا ہے چنانچہ آپ نے۔ انا للہ و  
انا الیہ راجعون پڑھ کر کہا الحمد للہ علی لقاء محمد سید المرسلین  
و ابی سید الوصیین و امی سیدۃ نساء العالمین و عی جعفر الطیار فی  
الجنة و حمۃ سید الشہداء صلی اللہ علیہم  
آپ نے فرمایا۔ مجھے کئی مرتبہ زہر ملا ہے لیکن اب کے تو زہر دیا گیا ہے یہ ہر زہر سے  
مخت تر ہے۔







مصیبت آجائے تو تیری غمگساری کرے..... ایسا دوست ہو جس کی وجہ سے  
تجہ پر کوئی مصیبت نہ آئے..... جس کی وجہ سے تجھے اپنی راہ نہ بدلنا پڑے  
..... کسی مقام پر تجھے رموانہ کرے..... اگر کسی بات میں نزاع ہو جائے  
تو تیری بات کو ترجیح دے۔

اس کے بعد آپ کی سانس اکھڑنے لگی۔ رنگ زرد ہوئے لگا۔ میں نے جلدی سے  
امام حسینؑ کو بلایا۔ امام حسینؑ کے ساتھ اسود ابن ابولاسود بھی اندر آیا۔ امام حسینؑ آپ کے  
سر ہانے جا کر بیٹھے۔ بچکے۔ سر اور آنکھوں کا بوسہ لیا۔ امام حسنؑ نے دونوں بازو پھیلا دیے  
امام حسینؑ نے اپنا سر امام حسنؑ کے سینہ پر رکھ دیا۔ امام حسنؑ نے اسرار امامت سپرد کیے  
اسود نے کہا ایسے گناہ ہے جسے امام حسنؑ الوداعی وصیت فرما رہے ہوں۔

علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض علماء کی تالیفات میں میں نے دیکھا ہے کہ  
دم آخر امام حسنؑ کا جسم بزرگ ہو گیا تھا۔ امام حسینؑ نے اس کا سبب پوچھا تو امام حسنؑ رو  
دیے۔ پھر امام حسینؑ کو گلے لگایا۔ کافی دیر تک دونوں بھائی گلے گلے رہے۔ سب پھر  
فرمایا۔ مجھے میرے نانا نے بتایا تھا کہ جب میں معراج پر گیا اور جبریل نے مجھے جنت کی  
سیر کرائی تو جنت عدن میں میں نے دو مکان دیکھے۔ جن میں سے ایک بزرگ بزرگ سے  
اور دوسرا قوت سرخ سے بنا تھا۔ تو میں نے جبریل سے پوچھا تھا یہ دو مکان کس کے  
ہیں؟ جبریل نے مجھے بتایا کہ بزرگ بزرگ سے بنا ہوا مکان امام حسنؑ کا ہے اور سرخ یا قوت  
سے بنا ہوا مکان امام حسینؑ کا ہے۔ میں نے پوچھا جبریل دونوں مکان ایک رنگ کے کیوں  
نہیں؟ تو جبریل نے کہا کہ آپ کو معلوم تو ہے پھر مجھ سے کیوں کہلوانا چاہتے ہیں میں نے  
کہا میں سننا تیری زبان سے چاہتا ہوں۔ اس وقت جبریل کے آنسو بہنے لگے اور عرض کیا  
آج چو کہ امام حسنؑ نہر سے شہید ہوں گے دم آخر ان کے جسم کا رنگ زہر کی طرح بزرگ ہو جائے گا

اس لیے فات احدیت نے امام حسنؑ کا مکان بزرگ کا بتایا ہے اور امام حسینؑ میدان  
کربلا میں تو اسے شہید ہوں گے۔ دم آخر ان کا جسم خون سے سرخ ہو گا۔ اس لیے  
اللہ نے ان کا مکان سرخ رنگ سے تعمیر کیا ہے۔ میرے نانا کی پیش گوئی  
سچی ثابت ہو رہی ہے۔

مہنف۔ امام حسینؑ نے تو دم آخر امام حسنؑ کے جسم کی بزرگت دیکھ لی۔ لیکن  
کیا امام حسنؑ نے بھی امام حسینؑ کا سرخ بدن دیکھا تھا؟  
ہاں عزادارو! دیکھا تھا جب شام غریباں کے بعد آپ اپنے نانا بابا اور ماں  
کے ساتھ اپنے مقتول بھائی کو دیکھنے میدان کربلا میں آئے تھے۔



بارہویں مجلس

## امام حسن علیہ السلام کا جنازہ

بحاریں ہے کہ ایک دن امام حسنؑ سرور کونین کے پاس آئے تمام صحابہ آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے امام حسنؑ کو قریب بلایا۔ گلے لگایا اور اپنے زانو پر بٹھالیا۔ پھر منہ چوم کر رونے لگے۔ صحابہ نے رونے کا سبب پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا: جن میرا بیٹا ہے مجھ سے ہے۔ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میرے دل کا چین ہے۔ جو انانیا جنت کا سردار ہے۔ اللہ کی طرف سے روئے ارض پر محبت خدا ہے۔ اس کا حکم میرا حکم ہے۔ اس کی بات میری بات ہے۔ اس کا مطیع میرا مطیع اور اس کا نافرمان میرا نافرمان ہے۔ میں جب بھی اسے دیکھتا ہوں تو مجھے وہ دقت یاد آجاتا ہے جب میرے بعد اس پر مصائب امام کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ انہی مصائب ہی میں اسے زہر سے شہید کیا جائے گا۔ اس کی شہادت پر تمام ملائکہ۔ حاملین عرش۔ سات آسمان فضا میں پرندے اور سمند میں مچھلیاں تک سب رونیں گے۔ اس پر رونے والی آنکھ اس دن روشن رہے گی۔ جس دن دوسری آنکھیں اندھی ہوں گی۔ اس پر رونے والا دل اس دن سرور ہوگا۔ جس دن ہر دل غم زدہ ہوگا۔ جو شخص جنت البقیع میں اس کی زیارت کو آئے گا۔ پل صراط پر ثوابت قدم رہے گا۔

نبی کریم کے یہ ارشادات تمام صحابہ نے سنے لیکن قیاب ہے جب وہی وقت آیا تو ہر ایک نے آنکھ پھیر لی۔ حتیٰ کہ نبی اکرم کے پاس مظلوم بیٹے کو نانا کے پہلو میں دفن تک نہ ہونے دیا۔ امام حسنؑ کو بھی یہ علم تھا کہ مجھے نانا کے پاس دفن نہیں ہونے دیا جائے گا۔ شاید اسی لیے آپ نے دم آخر میں جو وصیتیں فرمائی تھیں۔ ان میں یہ وصیت بھی تھی کہ مجھے نانا کے مزار پر رہے جا کر صرف زیارت کسانا دفن اپنی ماں یا دادی جناب فاطمہ کے پہلو میں کرنا۔

ہمارے مطابق امام حسینؑ جب دم آخر امام حسنؑ کے پاس آئے تو آپ نے پوچھا: بھیا کسی گزر رہی ہے؟

آپ نے فرمایا بس دنیا کے آخری لمحات اور آخرت کے اولین لمحات ہیں۔ اگر ایک طرف، نانا۔ بابا۔ ماں اور بچوں کی ملاقات کی سرت ہے تو دوسری طرف تیری تنہائی کا غم ہے۔ پھر آپ نے امام حسینؑ کو گلے لگایا۔ اسرارِ امت سپرد فرمائے پھر فرمایا: بھیا میرے اوداع کے بعد جب غسل و کفن سے فارغ ہو جاؤ تو مجھے نانا کے مزار تک لے جانا۔ اگر مجھے وہاں دفن ہونے دیا جائے تو نبھا دے نانا کی زیارت کے بعد واپس جنت البقیع میں لانا۔ آپ کو نانا اور بابا کے حق کی قسم ہے کسی سے نزاع نہ کرنا۔ امام حسینؑ نے عرض کیا۔

بھیا میں چاہتا ہوں آپ کے آخری لمحات دیکھوں۔ امام حسنؑ نے فرمایا: میں نے اپنے جدا مجرد سے سنا ہے کہ جب تک ہماری روح ہمارے بدنِ مفری میں رہتی ہے اس وقت تک ہماری عقل بھی ہمارے ساتھ صحیح و سالم رہتی ہے۔ اپنے ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے۔ جب تک الموت آجائے تو ایک لمحہ کے لیے آنکھیں بند کر لینا چنانچہ امام حسینؑ نے اپنا ہاتھ امام حسنؑ کے ہاتھ میں دیا کچھ دیر بعد آپ نے ایک لمحہ کیلئے آنکھیں



بند کیں۔ جب کھولیں اور دیکھا امام حسنؑ خاموش تھے۔ پیشانی سرق آلود تھی۔ چہرے کا رنگ سبز ہو چکا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ ہاتھ دراز تھے۔ غسل و کفن سے فارغ ہونے کے بعد جب امام حسنؑ کا جنازہ اٹھایا گیا تو تمام ہاشمی مستورات جنازہ کے ساتھ تھیں نوحہ سے فضا لرز رہی تھی۔ لیکن عزا دارو! آج مدینہ میں ہاشمی مستورات کو رونے سے کوئی روکنے والا نہیں جب شمر ملعون نے میدان کو بلا میں سر حسینؑ نوک نیزہ پر بلند کیا تو چوراسی مستورات باہر آئیں۔ مگر ان میں سے جس نے بھی رونے کے لیے آواز نکالی اسی کا نیزہ سبکی نوک سے زخمی کر ڈالا گیا۔

جب جنازہ روضہ رسولؐ کی طرف آنے لگا تو طرید رسولؐ مروان جو اس وقت مدینہ کا گورنر تھا پھر پر سوار ہو کر ام المومنین عائشہ کے پاس آیا۔ اور کہا حسنؑ کو روضہ رسولؐ میں دفن کرنے کی خاطر لے جایا جا رہا ہے۔ اگر حسنؑ روضہ رسولؐ میں دفن ہو گیا تو تیرے بابا کی فضیلت ختم ہو جائے گی۔ ام المومنین عائشہ نے کہا۔ پھر میں کیا کروں؟ مروان نے کہا کرنا کیجیے۔

انہیں جا کے روک ام المومنین نے کہا میں کیسے روک سکتی ہوں۔ مروان نے کہا یہ سوار ہی ہے اچھ سواری ہو کر چلی جا اور روک۔ چنانچہ ام المومنین اٹھیں پنجر پر سوار ہوئیں کمان اور ترکش لے کر سامنے آئیں۔ اور بلند آواز سے کہا خبردار! فرزند رسولؐ کو روضہ رسولؐ میں دفن نہ کرنا یہ فرما کر کمان میں تیر رکھا اور جنازہ حسنؑ پر تیر مارا۔ اس کے بعد بنی امیہ والوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ جناب عبداللہ بن عباس نے کافی سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن ان کی کسمپرسی۔ بنی ہاشم گھروں میں آئے تو مدینہ میں اٹھائیں میان توڑے اور آمادہ جنگ ہو گئے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

او ہاشمو! مجھے میرے بھائی کی وصیت تھی کہ میرے جنازہ پر جنگ نہ کرنا۔ اور مجھے جنت البقیع میں اپنی ماں یا دادی کے پہلو میں دفن کرنا۔ بنی ہاشم نے خاموشی سے جنازہ اٹھایا۔ جنت البقیع میں لے آئے۔ جب مستورات نے تیر نکالے تو ستر تیر گئے گئے۔

ماں کے پہلو میں دفن کرنے کے بعد ایک ایک مستود اور بنی ہاشم کے فرد نے اپنے آپ کو مزار امام حسنؑ پر گرا کر فوجہ خوانی کی۔



اختتامیہ:

## ازواج اور اولاد امام حسین

امام حسنؑ کو شادیوں کے معاملہ میں بہت زیادہ بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ صرف ان راویوں کی نوازش ہے جو اموی دسترخوان پر پتے رستے تھے جسے کہ تین سو بیویاں تک کہا گیا ہے۔ ایسا کرنے میں بنی امیہ کا مقصد کمال محمد کو بدنام کرنا اور انہیں اپنی طرح کا یاساں ثابت کرنا تھا۔ حالانکہ امام حسنؑ بھی دیگر ائمہ کی طرح تھے:

آپ کی تاریخ ولادت ۵ رمضان ۴ھ۔

اور شہادت ۲۸ صفر ۴۰ھ ہے۔

بعض مورخین کے مطابق شہادت ۴۰ھ ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی کل عمر ۳۵ برس یا ۳۷ برس بنتی ہے۔

۳۷ برسوں میں یہ مسلم ہے کہ آپ نے پہلی شادی ۲۵ برس کی عمر میں کی جو جناب ام فروہ سے ہوئی تھی۔ اگر تین سو شادیوں والی روایت کو مان لیا جائے۔ تو اس کا مقصد یہ ہوگا کہ آپ نے ۲۵ ویں دن شادی کی ہے۔ بھلا ایسے شخص کو کوئی اپنی بیٹی کیسے دیتا تھا۔ جس کے متعلق معلوم ہو کہ میری بیٹی کو ہمینہ گزرنے سے بھی پہلے

طلاق مل جائے گی۔

کی اس وقت عورتیں یہ احتجاج نہیں کرتی تھیں کہ آپ ہمیں ایسے شخص کے سپرد کر رہے ہیں جو ہمینہ بھی نہ گزرنے دے گا اور طلاق دے گا؟  
کیا یہ تمام عورتیں بانجھ ہوتی تھیں اور کبھی کبھی اولاد پیدا نہیں ہوتی تھی، اگر کثرت ازواج والی روایات درست مان لی جائیں تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ وہ کتنی عورتیں تھیں جنہوں نے طلاق ملنے کے بعد بچے جنے؟

تاریخ ایک بھی ایسی مثال پیدا کرنے سے قاصر ہوگی۔

آپ کی اولاد کتنی ہے۔ مورخین سے پوچھیے

لوہ کے اور لڑکیاں ملا کر ان کی کل تعداد پندرہ ہے۔

ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ ام فروہ (ماہ بانو۔ تاز بانو)۔ عمرو ابن حسن۔ قاسم ابن حسن۔ عبداللہ ابن حسن۔

۲۔ ام بشر بنت ابو مسعود ابن عقبہ۔ خزر جی۔ زید ابن حسن۔ ام الحسن بنت حسن۔ ام الحسن بنت حسن۔

۳۔ خولہ بنت منظور فزارہ۔ حسن ثنی ابن حسن۔ ام عبداللہ بنت حسن۔ فاطمہ بنت حسن۔

۴۔ ام عبدالرحمن عبدالرحمن ابن حسن۔ ام سلمہ بنت حسن۔ رقیہ بنت حسن۔

۵۔ ام اسحاق بنت طلحہ ابن عبداللہ تمیمی۔ حسین ابن حسن۔ حسن اثرم ابن حسن۔ طلحہ ابن حسن۔ فاطمہ بنت حسن۔

۶۔ جعدہ بنت اشعث خلیفہ اول حضرت ابوبکر کی لگی بھانجی تھی۔ بے اولاد تھی۔

ان چھ ازواج میں سے ام فروہ اور ام عبدالرحمن دونوں کنیزیں ہیں اور چار ازواج ہیں



ان حقائق کے پیش نظر اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی کہ کثرت ازواج کا امام حسنؑ پر بہت بڑا اتہام وہ اموی پر دینگینڈہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

چونکہ یہ ایک مختصر کتاب ہے اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ ہم کثرت ازواج کی تمام روایات کا فرداً فرداً تجزیہ کریں۔ اس لیے اسی اختصار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

# حضرت امام حسین علیہ السلام



## پہلی مجلس

## ولادت امام حسین علیہ السلام

نزدہ المؤمنین اور مقام میں جناب سرور کوئین سے مروی ہے۔ مومنین کے دلوں میں میرے حسین کی معرفت پوشیدہ ہے۔ مذکورہ کتب میں جناب سیدہ سے مروی ہے کہ جب نور حسین میرے صدف عصمت میں آیا تو میرے نبی بابا نے فرمایا۔ زہرا مجھے تیری پیشانی میں ابوالنعمہ کا نور چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ ایک ماہ گزرا تھا کہ مجھے تکلیف کا احساس ہوا میں نے بابا کی خدمت میں اپنی پریشانی کا تذکرہ کیا۔ آپ نے پانی میں اپنا لعاب دہن ملا کر پینے کو دیا۔ اس کے بعد مجھے کبھی تکلیف کا احساس نہ ہوا۔ مجھے کبھی بھوک محسوس ہوئی اور نہ کبھی پیاس مجھے ہر وقت ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں دودھ پی چکی ہوں چوتھے ماہ میں مصطفیٰ پر بیٹھ گئی۔ کسی وقت بھی مصطفیٰ سے نہیں اٹھتی تھی۔ میری پیشانی میں روشنی بڑھتی گئی۔ پانچویں ماہ تو جو عورت بھی میرے پاس آتی وہ میری پیشانی دیکھ کر ششدر رہ جاتی۔ چھٹے ماہ کے آغاز ہی سے مجھے تاریکی میں کبھی چراغ جلانے کی ضرورت نہ رہی۔ ساتویں جب میں مصطفیٰ پر بیٹھی میرے صدف عصمت سے تسبیح و تقدیس کی آواز آتی۔ چھٹے ماہ کے دسویں دن میں سورہی تھی کہ عالم خواب میں ایک سفید ریش شخص میرے سر ہانے آئے بیٹھا اس نے میرے منہ پر پھونک ماری میں گہرا کر بے وار ہو گئی۔

تجدید و نوکی چار رکعت نوافل پڑھیں۔ پھر میرے مجھے نیند آنے لگی۔ میں اسی مصلیٰ پر سو گئی۔ پھر عالم خواب ایک سفید پوش شخص میرے سر ہانے آیا۔ اور مجھ پر دم کیا۔ میں پھر گہرا کر اٹھ بیٹھی۔ تجدید و نوکر کے میں ام المؤمنین ام سلمہ کے گھر آئی کیونکہ اس دن نبی اکرم ام سلمہ کے گھر تھے۔ انہیں پورا قصہ سنایا انہوں نے سر راکر فرمایا۔ بیٹی گہرا دمت۔ یہ جبریل ہے جسے اللہ نے میری ذریت کی خدمت پر تعینات کیا ہے۔ جب چھ ماہ مکمل ہو گئے۔ تو ذاتِ امدیت نے حورانِ جنت کی سردارِ لعبہ کو حکم دیا کہ جا کر میرے جیب کی جیبہ کو اس وقت تیری ضرورت ہے یہ لعبہ وہ حور ہے جسے اللہ متر ہزار کثیر۔ متر ہزار محل۔ ہر محل میں متر ہزار کمرے دے رکھے ہیں۔ لعبہ کا مکان ان تمام محلات سے بلند ہے۔ جب یہ جنت میں جھانکتی ہے تو اس کے رخساروں کی روشنی سے تمام جنت روشن ہو جاتی ہے بنی فراتی ہیں کہ جب لعبہ میرے گھر میں آئی تو میں حیران تھی کہ اسے کہاں بٹھاؤں؟ میں بھی سوچ رہی تھی کہ ایک حور جنت سے سجادہ لائی لعبہ اس پر بیٹھ گئی۔ مجھے سلام کیا چند محلات کے بعد میرا لال اس دنیا میں آگیا۔ لعبہ نے اٹھایا۔ دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ مجھے مبارک دی۔ یہ تین شعبان سے صبح کا وقت تھا۔ جبریل سات شب دروز مسلسل مبارک باد دینے کو مع ملائکہ آتا رہا۔ ساتویں دن جبریل نے آنحضور کی خدمت میں عرض کیا کہ ہمیں اپنے آقا کی زیارت تو کما دیجیے۔ سرور کوئین گھر تشریف لائے۔ حسین کو ہاتھوں پر اٹھایا جبریل کے پاس لائے۔ جبریل نے ہاتھوں پر اٹھایا۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ آنحضور کو مبارک باد دے کر رونے لگا آپ نے سبب پوچھا تو جبریل نے عرض کیا آپ کا یہ فرزند تشنہ اور گرم نہ شہید ہوگا۔ آپ نے پوچھا اسے کون شہید کرے گا۔ جبریل نے عرض کیا آپ کی امت سے بد نصیب ترین گروہ اس کا قاتل ہوگا۔ اللہ جل جلالہ نے اس کی ماں کو سلام دیے ہیں اور فرمایا ہے کہ اس کا نام حسین رکھے۔ آنحضرت گھر تشریف لائے۔



حسینؑ جناب سیدہ کے سپرد کیا۔ ذات احدیت کے سلام دیے اور حسینؑ نام رکھنے کا پیغام دے کر رونے لگے۔ بنی نے وجہ پوچھی تو فرمایا: بیٹی تیرا یہ بیٹا میدانِ کربلا میں تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید ہوگا۔

بنی نے عرض کیا: بابا۔ میرے لال کو کون شہید کرے گا۔ آپ نے فرمایا میری امت کے شہریر ترین ہاتھوں سے قتل ہوگا۔ اللہ انہیں میری شفاعت نصیب نہیں فرمائے گا۔ لیکن یہ اس وقت تک شہید نہیں ہوگا جب تک اس کی ذریت سے میری امت کا امام ظاہر نہیں ہو جائے گا۔ اسی کی ذریت سے میری امت کے نوامام کیے بودیگئے ظہور پذیر ہوں گے۔ ان کا دوست جنت میں اور ان کا دشمن جہنم میں جائے گا۔

جب جبریل واپس جانے لگا تو چوتھے آسمان پر صلصائیل کو دیکھا جو مجسم حیرت بنا ترکِ اولیٰ کی سزا کاٹ رہا تھا۔ اس نے صرف یہ سوچا تھا کہ اللہ سمندر کی تہ میں اور رات کی تاریکی میں کیسے علم رکھتا ہے۔ جبریل کو دیکھ کر صلصائیل نے پوچھا جبریل آج کل زمین پر آمدورفت بہت بڑھ گئی ہے اور کئی دنوں سے میں دیکھ رہا ہوں کہ تو بار بار جاتا ہے اور تنہا نہیں جاتا ہر وقت ملائکہ میں گھرا رہتا ہے۔

خیریت تو ہے؟

جبریل نے کہا ہاں صاحبانِ طہیر زمین پر مکمل ہو گئے ہیں اور تین شعبان کو آخری رکنِ زمین پر ظاہر ہو گیا ہے۔ صلصائیل نے عرض کیا جبریل کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ میری سفارش کریں۔ اور قائمِ الانبیاء بارگاہِ خالق سے مجھے میرے ترکِ اولیٰ کی معافی دلا دیں۔ جبریل نے سفارش کا وعدہ کیا جب پھر زمین پر آیا تو صلصائیل کی سفارش کی۔ انھوں نے امام حسینؑ کو دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور عرض کیا۔ بارالہا میرے اس مولود کا صدقہ صلصائیل کو معاف فرما دے۔ ہاتھ غیبی نے آواز دی محمدؐ تیری سفارش قبول

کر لی گئی ہے۔ صلصائیل کو معاف کر دیا گیا ہے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ صلصائیل تمام ملائکہ پر فخر کر کے کہتا ہے۔ من مثلیٰ انا عتیق الحسین میرا مقابلہ کون کر سکتا ہے میں حسینؑ کا آزاد کردہ غلام ہوں۔

ہمارے واقعہ صلصائیل قدرے اختلاف سے ہے اور وہ یوں کہ اللہ نے صلصائیل کو کسی کام پر مامور کیا۔ صلصائیل نے اس کی انجام دہی میں معمولی سی تاخیر کی۔ ذاتِ احدیت نے اس تاخیر پر اس کے پروبال چھین کر ایک جزیرہ میں ڈال دیا اور ۳ شعبان سے ۷ کو جب ملائکہ فوج در فوج مبارک بادی کے لیے مدینہ آنے لگے۔ تو صلصائیل نے ان سے پوچھا کہ اتنی مقدار میں اکٹھے ہو کر کہاں جا رہے ہو ملائکہ نے جواب دیا آج کربہ ارض پر پانچ تن پاک مکمل ہو گئے ہیں۔ اور فرزند رسول حسینؑ ابنِ علیؑ وفا طمہ پیدا ہوا ہے حکمِ خدا سے نبی اکرمؐ حضرت علیؑ اور جنابِ قبول کو مبارکباد دینے کی خاطر چاہیے ہیں۔ صلصائیل نے کہا میں بھی آپ کا ساتھی ہوں۔ ترکِ اولیٰ کے سلسلہ میں ایک عمر سے آپ سے جدا ہوں۔ اگر مجھے بھی ساتھ لیتے جاؤ تو ہربانی ہوگی مجھے امید ہے کہ میں جب انھیں کو ان کے بیٹے کی مبارک بادیوں کا تو میری سفارش فرمائیں گے اور میں ایک مرتبہ پھر تمہارے ساتھ ملا دے گا ملائکہ نے صلصائیل کو اٹھایا۔ سرورِ کوہین کے حضور آئے مبارک باد دی۔ صلصائیل نے اپنی بیٹیا سنائی۔ انھیں نور اندر تشریف لے گئے امام حسینؑ کو گہوارے سے اٹھایا۔ باہر لائے۔ اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھایا۔ اور حمد و ثنائے الہی کے بعد عرض کیا۔ بارالہا۔ تجھے اس مولود کا واسطہ صلصائیل کے ترکِ اولیٰ سے درگزر فرما اور اسے اپنا مقام دوبارہ دے۔ اسی لمحہ صلصائیل کے پروبال آگ آئے اور وہ ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتا ہوا واپس اپنے مقام



پر چلا گیا۔ اور دوران پرواز تمام ملائکہ سے آگے آگے اڑ کر کہتا جاتا تھا۔ مجھ جیسا کون ہے میں حسین کا آزاد کردہ غلام ہوں۔

آئیے عزادارو! ہم بھی مل کر عرض کریں۔ بارالہا اس مولود و مظلوم حسینؑ کے صدقہ ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں اپنے آخری امام زمانہ کی زیارت کے شرف سے مشرف فرما۔ اور ہمیں خون حسینؑ کا مقام لینے والوں میں شمار فرما۔

بحار میں علامہ مجلسی نے ایک اور ملک کا واقعہ بھی لکھا ہے اس کا نام دروایل تھا

اسے ذاتِ امدیت نے بیس ہزار پردے رکھے تھے۔ ہر دو پردوں کے مابین زمین و آسمان جیسا فاصلہ تھا۔ اس نے اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے ایک دن سوچا کہ کیا اللہ کے اوپر بھی کوئی چیز ہوگی۔ ذاتِ امدیت نے اس کے پردوں کو گنا کر دیا اور اڑنے کا حکم دیا۔ پانچ سو برس تک اڑتا رہا جب تھک کر بیٹھ گیا تو اس نے دیکھا کہ میں عرش کے ایک ستون سے دوسرے ستون تک بھی نہیں پہنچ سکا۔ اس وقت ندائے قدرت ہوئی مجھے یقین ہونا چاہیے تھا کہ میں ہر عظیم سے عظیم تر ہوں۔ مجھ سے کوئی اوپر نہیں میری کسی مکان سے و مفدیان نہیں کی جاسکتی۔ تیرا یہ سوچا تیری حکمرانی سے مناسبت نہیں رکھتا تجھ سے تیری تمام قوت پرواز سلب کر کے صفِ ملائکہ سے نکالا جا رہا ہے۔ جس رات امام حسینؑ کی ولادت ہوئی وہ تین شبان شب جمعہ تھی۔ ذاتِ امدیت نے واردِ قدرِ جہنم سے فرمایا۔ آج کے مولود کی خاطر آتشِ جہنم کو سرد کر دو۔ خازنِ جنت کو فرمایا کہ تمام جنتوں کو آراستہ کر دو۔ جنت کی باسی تمام حوروں کو حکم ملا کہ آج اپنے آپ کو آراستہ کر کے ایک دوسرے کو ملو اور مبارک بادیاں دو۔ ملائکہ کو حکم ملا کہ صفِ بستہ ہو کر تسبیح و تہلیل میں اضافہ کر دو۔ جبریل کو حکم دیا گیا کہ ملائکہ کی ایک ہزار قسم کو عمدہ ترین لباس پہنا کر زمین پرے جاؤ اور میرے حبیب کو اس کے مولود مسود کی مبارک باد دو۔ میرے

حبیب کو یہ بھی بتا دینا کہ میں نے اس کا نام حسین رکھا ہے۔ میرے حبیب کو یہ بھی بتا دینا کہ تیرا یہ حسین تیری امت کے شریک ترین افراد کے ہاتھوں تشدد اور گرسنہ شہید ہوگا حسین کے قاتلوں سے میں بری اور وہ مجھ سے دور ہوں گے۔ یومِ قیامت کوئی جو ہم تاملین حسین سے زیادہ مجرم نہیں ہوگا۔ جس طرح جنتِ عزا داران حسین کی مشتاق رہے گی اس طرح جہنم تاملین حسین اور قاتلوں کے مایوں کی مشتاق ہوگی۔ جب جبریل ملائکہ کے ہمراہ مبارک باد کو آ رہا تھا دروایل کے قریب سے گزرا دروایل نے پوچھا جبریل کیا بات ہے۔ آج بہت بڑی تندرلے کر زمین پر جا رہے ہو خیریت تو ہے جبریل نے جب دروایل کو بتایا کہ میں مبارک باد دینے کی خاطر جا رہا ہوں۔ دروایل نے کہا تجھے اس مولود مسود کا واسطہ میری آنکھوں سے سفارش فرماتا۔ تاکہ میرا ترکِ اولیٰ صاف ہو جائے اور اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر لوں۔ جبریل نے آگے آنکھوں کو پیغامِ لب دیا۔ جب بتایا کہ آپ کا یہ مولود شہید ہوگا آپ روتے ہوئے اندر تشریف لے گئے اور حجابِ سیدہ کو بتایا۔ بی بی نے رونا شروع کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی یقین رکھ قاتلِ حسین جہنم میں جائے گا۔ اور میں محمدؐ اس کی گواہی دیتا ہوں کہ قاتلِ حسین جنت کی بوتلم نہ سونگہ پائے گا۔ اور حسینؑ اس وقت تک شہید نہیں ہوگا جب تک اس کی اولاد سے میری امت کا ہادی پیدا نہ ہوئے گا۔ میری امت کے نواموں کا باپ تیرا ہی مظلوم فرزند ہے۔ اس وقت بی بی نے الحمد للہ کہا۔ اور عرض کی خدیت حسینؑ سے ہونے والے ائمہ کے نام سننا چاہتی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میرے بعد اردی علیؑ۔ علی کے بعد۔ المہدیٰ حسنؑ۔ حسن کے بعد۔ انار حسینؑ۔ حسین کے بعد منصور علیؑ ابن حسینؑ۔ علی کے بعد اشاف محمد ابن علیؑ۔ علی محمد کے بعد انافع جعفر ابن محمد۔ جعفر کے بعد الامین موسیٰ ابن جعفر۔ موسیٰ کے بعد الرضا علی ابن موسیٰ علی کے بعد الفعال محمد ابن علیؑ۔ محمد کے بعد المؤمن علی ابن محمد علی کے بعد العلم حسن ابن علیؑ



اور حسن کے بعد وہ ہوگا جس کی اقتداء میں عیسیٰ ابن مریم نماز پڑھے گا۔ پھر آپ باہر تشریف لائے جبریل نے دروایتل کا حال عرض کیا۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ آپ ایک مرتبہ پھر اندر تشریف لے گئے۔ پھر باہر آئے تو آپ کے ہاتھوں پر کپڑوں میں پلٹا ہوا حسین تھا۔ آپ نے ہاتھوں کو بلند کر کے عرض کیا بار الہا تجھے میرے اس فرمودہ کی عظمت کا واسطہ دروایتل کو معاف فرمادے۔ ذات احدیت نے دروایتل کو معاف فرمادیا۔ اس کے بعد دروایتل اپنے نام کی جگہ یہ بتاتا ہے کہ میں غلام حسین ہوں۔

## دوسری مجلس

## متعلقات ولادت امام حسین علیہ السلام

امام حسین کی ولادت سترہ ۲ شبان شب جمعہ ہوئی۔ حضرت یحییٰ اور امام حسین کے علاوہ تاریخ میں کوئی ایسا بچہ نہیں ملتا جو چھ ماہ کا پیدا ہو کر زندہ رہا ہو قرآن اور اطباء اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ ششماہ بچہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جب نور امام حسین جناب سیدہ کے صدف عصمت میں منتقل ہوا تو آپ کی پیشانی سے ہر وقت نور کی کرنیں پھوٹتی رہتی تھیں اور بی بی فرماتی ہیں کہ مجھے کبھی چراغ کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ جناب سرور کونین نے بی بی جبین زہرا کو دیکھا تو درخشندگی کو ملاحظہ کر کے فرمایا۔ بیٹی اب الائمہ کا وقت ظہور قریب آ رہا ہے۔ بی بی نے عرض کیا ابا جان میرا یہ بچہ میرے ساتھ تسبیح و تقدیس خالق کرتا ہے۔ سچے کہ میں باسانی اس کی آواز بھی سنتی ہوں۔

حسین جن کا ام مصغریہ اور شیر شبر کا ام مصغریہ سید اور سبط آپ کے وہ القاب ہیں جو تمام دیگر القاب پر بھاری ہیں۔ جناب صغیر بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں کہ جب امام حسین دنیا میں آئے تو سرور انبیاء گھر تشریف لائے اور فرمایا۔ پھر بھی جان! میرا بیٹا میرے پاس لایے۔ میں نے عرض کیا۔ سرکار ابھی تو ہم نے بچے کو غسل ولادت



بھی نہیں دیا۔ آپ نے حیرت سے فرمایا۔ پھر بھی جان! کیا میرا حسین آپ کے غسل دینے سے پاک ہوگا۔ میرے پاس لائے اللہ نے میرے حسین کو غسل دے کر بھیجا ہے چنانچہ میں ایک کپڑے میں لپیٹ کر لائی۔ آپ نے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی پھر اپنی زبان بچے کے منہ میں دی بچے نے زبان رسالت کو چوسنا شروع کر دیا۔ حسینؑ کو نہ تو کبھی ہم نے دودھ اوردھند پلایا اور نہ ہی جناب ناظم نے کبھی دودھ پلایا۔ انھوں نے صبح و شام تشریف لاتے اور اپنی زبان مبارک حسینؑ کے منہ میں دیتے جسے شہزادہ چوس کر سیر ہو جاتا۔ بعض اوقات تو دو دو اور تین تین دن تک حسینؑ کو کسی چیز کی ضرورت نہ رہتی تھی۔ آنحضورؐ فرمایا کرتے تھے۔ میرے حسینؑ بچے اللہ نے مجھے نسل امامت کا امین بنایا ہے۔ میرے حسینؑ بچے اللہ تیرے قاتل پر لعنت کرے۔

ایک دن میں نے عرض کیا آقا حسینؑ کو کون قتل کرے گا؟ آپ نے فرمایا۔ بنی امیہ سے ایک طاغوت اس کا قاتل ہوگا۔

بکاریں ہیں کہ جب جبریلؑ بحکم خدا مبارک باد ہی کے لیے آ رہا تھا تو فطرس کے قریب سے گزرا۔ فطرس عرش کے گرد طواف کرنے والے ملائکہ سے تھا۔ ایک دن کسی خیال میں طواف کرتے ہوئے اسے تاخیر ہو گئی۔ خداوند عالم نے اسے اس ترک ادلی کے عوض فرمایا تبھی اس ترک ادلی کی سزا ملنا ہے اب یہ تیری مرضی ہے دنیا کی سزا قبول کرے یا آخرت کی۔ تو اس نے عرض کیا کہ دنیا میں بھگت لوں تو اچھا رہے گا۔ چنانچہ ذات اہدیثؑ نے اسے ایک جزیرہ کے کونوں میں پکول سے لٹکا دیا سات سو برس سے فطرس اس صورت حال سے دوچار تھا۔ جب اس نے جبریلؑ کو جاتے دیکھا تو درخواست کی کہ مجھے بھی ساتھ لے چل۔ جبریلؑ نے قبول کر لیا۔ ساتھ لایا۔ مبارک باد ہی کے بعد فطرس کو عیش کیا۔ آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ حسینؑ کا گہوارہ لے کے آیا۔ جب گہوارہ باہر آیا۔ تو آپ

نے فرمایا کہ اس گہوارے سے اپنے جسم کو مس کر لے اور اپنی جگہ چلا جا۔ چنانچہ فطرس اپنے پہلے مقام پر واپس چلا گیا۔

### رفع اشتباہ۔ از ترجمہ

(سابقہ مصلحتیں اور دروایتیں کے واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔ یہ فطرس کا تیسرا واقعہ ہے۔ بعض یہ سمجھتے ہیں کہ یہ واقعہ سرے سے غلط ہے کیونکہ جب فرشتہ ایک ہے تو کسی جگہ اس کا نام مصلحتیں ہے کسی جگہ دروایتیں ہے اور کسی جگہ فطرس ہے۔ یہ مختلف نام کیوں ہیں۔ پھر کسی جگہ ترک ادلی کوئی بتایا گیا ہے اور کسی جگہ کوئی روایات میں یا اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ ہی خاندان سائر واقعہ ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ اعتراض وہ افراد کرتے ہیں جنہیں فضائل آل محمد ایک آنکھ نہیں بھالتے اور جن کی کوشش رہتی ہے کہ وہ روایت چھین آل محمد کی ایسی فضیلت بیان کی گئی ہو جو ہم میں نہیں۔ اس روایت میں کیڑے نکال کر اسے پھینک دیا جائے۔ تاکہ ان کی اور ہماری مسادات میں کوئی فرق نہ آئے۔

ملاحظہ ہو جب یہ مسلم ہے کہ جبریلؑ سات دن تک مبارک باد ہی دینے کی خاطر آتا رہا ہے۔ تو پھر اس میں کون سی بڑی کمالات ہے کہ ہر ذوق آنے والا فرشتہ نیا ہو۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ جبریلؑ صرف ایک دن مبارک باد کے لیے آیا ہے اور بس۔ تو پھر یہ سوال ممکن ہے کہ وہ کسے لایا تھا۔ جب کہ کسی مورخ نے بھی یہ نہیں لکھا کہ جبریلؑ صرف ایک دن آیا ہے۔

جہاں تک محققین علماء کا تعلق ہے ان کے مطابق فرشتہ ایک نہیں بلکہ تین ہیں اور واقعات بھی تین ہی ہیں۔ فطرس بھی آیا ہے۔ مصلحتیں بھی آیا ہے اور دروایتیں بھی آیا ہے۔ تینوں اپنے اپنے ترک ادلی میں ماخوذ تھے اور تینوں کو معافی مل گئی۔



اعراض کرنے والے جہاں آل محمد کی اپنے سے برتری کو سامنے نہیں آنے دیتے۔ وہاں انہیں توحید کا درد بھی اٹھنا پڑتا ہے۔ یہ سوچتے رہ جاتے ہیں کہ جب ہم نے دین یہ بتایا ہے کہ صرف اللہ سے مانگا جائے اگر غیر اللہ سے مانگا گیا تو شرک ہوگا۔ پھر ایسی کوئی روایت کیوں صحیح مان لی جائے جس میں مانگنے والے غیر اللہ سے مانگتے ہیں۔

بات ان کی بھی درست ہے۔ کیوں کہ انہیں جو دین سمجھا گیا ہے۔ اور جس دین کی ترویج پر وہ لوگ کھا اور کما رہے ہیں۔ اس دین میں بالکل یہی نظریہ ہے۔ اب اگر یہ لوگ اس روایت کو صحیح مان لیں تو ان کے دین کی تو بنیاد ہی ہل جائے گی۔ کیونکہ

تین معصوم ملائکہ اپنے ترک اولیٰ میں ماخوذ ہیں۔ وہ اللہ سے معافی نہیں مانگتے وہ وسید بنائے ہیں سرور کونین کے نومو لوہے حسینؑ کو۔ اللہ کا در چہرہ کر در حسینؑ پر آتے ہیں۔ اور در حسینؑ سے شفا پاتے ہیں۔

غلامانہ وہ یہ نہیں سمجھتے کیا حسینؑ یا علیؑ اور یا عباسؑ کہنا۔ ان سے مانگنا۔ اور ان سے درخواست کرنا بھی فی الواقع اللہ ہی سے مانگنا ہوتا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے۔ یا عباسؑ مجھے فلاں چیز دے۔ یا حسینؑ مجھے فلاں چیز دے۔ یا علیؑ مجھے فلاں چیز دے کہنے والے کا قطعاً مقصد یہ نہیں ہوتا کہ ان کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اسے یقین ہوتا ہے۔ کہ یہ بھی لیں گے خدا سے۔ اور مجھے لے کر دیں گے۔

اگر ان سے مانگنا اللہ سے مانگنا نہ ہوتا تو جو ملائکہ پہلے ترک اولیٰ میں ماخوذ تھے اب تو شرک کے مرتکب ہو چکے تھے۔ اور اب یہ ملائکہ تنہا بھی نہیں تھے۔ اب تو ان کے ساتھ جبریل بھی شرک میں حصہ دار ہے کیونکہ وہ اٹھا کر لیا ہے۔ اور سرور انبیاء

بھی حصہ دار بن گئے کیونکہ انہوں نے ان ملائکہ کو نہ تو یہ کہا کہ مجھے اللہ سے اجازت لے لینے دو یا تم اللہ کو چھوڑ کر میرے پاس کیوں آ گئے۔

گویا جبریل نے یہ بتایا کہ محمد اور آل محمد سے مانگنا شرک نہیں۔ اور سرور انبیاء نے بھی بتا دیا کہ ہم سے مانگنا شرک نہیں۔ مترجم

مناقب شہر آشوب میں ہے کہ امام حسینؑ کے ولادت پر آسمان کے ہر فرشتہ نے سرور کونین کو صلہ بادی کے ساتھ تعزیت بھی پیش کی۔ اور ساتھ یہ دعا بھی کی بارالہا تاق حسینؑ کو ذلیل و مغرور رکھنا۔

کبریت احمر میں ہے کہ ایک دن جناب سیدہ بکالت گریاں سرور انبیاء کے پاس آئیں اور عرض کی ابا جان میرا حسینؑ مجھے نہیں مل رہا۔ آپ نے فرمایا۔ کیسے بیٹی۔

بنی بنی نے عرض کیا۔ میں نے حسینؑ کو گہوارے میں سلایا اور چکی پیسنے کے لیے بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب جا کر دیکھا تو حسینؑ گہوارے میں نہ تھا۔ اسی اثنا میں جبریل نازل ہوا اور عرض کی حضور نہ ہر اسے فرما دیجئے کہ حسینؑ گہوارہ میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا پہنچے کہاں تھا۔ جبریل نے عرض کیا کہ جب میرے ساتھ آئیوں لے ملائکہ نے ملا علیؑ پر جا کر بتایا کہ ہم ناز حسینؑ ہو کر آئے ہیں۔ تو تمام ملائکہ نے درخواست کی کہ بارالہا ہمیں بھی زیارت حسینؑ کی اجازت دی جائے۔ غلامانہ عالم نے مجھے فرمایا کہ باا در حسینؑ کو ملا علیؑ پر اٹھا کے لے آ۔ چنانچہ میں ہی اٹھا کے لے گیا تھا اور اب واپس گہوارے میں سلا کر آیا ہوں۔

مدینہ المعجاز میں ہے کہ جب امام حسینؑ کی ولادت ہوئی تو جنت الفردوس سے ایک



ملک بحر اعظم میں آیا اور تمام کائنات کو اطلاع دی کہ رسول اعظم کا یہ مولود فرزند سی  
شہید اعظم ہوگا۔ خوش نصیب ہوں گے وہ افراد جو اس کا ساتھ دیں گے اور اس کی  
مزا داری کریں گے اور بد نصیب ہوں گے وہ افراد جو اس کو قتل کریں گے اور اس کے  
قاتلوں کی حیات کریں گے۔

## تیسری مجلس

# سرو انبیاء اور محبت حسنین

منتخب میں ہے شہزادہ کربلا بھی تین برس کا تھا نبی اکرم اور حضرت علی کسی جنگ  
کو تشریف لے گئے تھے۔ شہزادہ گھڑے باہر نکلا اور کسی میں پھرتا پھرتا بیرون مدینہ آگیا  
صالح بن وہب یہودی نے دیکھا کہ نواسہ رسول آج کھجور کے اس جھنڈ میں تنہا مل  
گیا ہے۔ کیوں نہ سرو انبیاء سے انتقام لے لوں چنانچہ اس کو اٹھایا اور اپنے گھرا کر  
چھپا دیا۔ جب ظہر تک شہزادہ گھرواپس نہ ہوا تو دختر رسول پریشان ہو گئیں۔ گھڑے  
مسجد کے دروازہ تک ستر مرتبہ آئیں مگر کوئی نظر نہ آیا۔ جسے شہزادہ کے متعلق فرمایا  
آخر ناچار ہو کر شہزادہ حسن کو فرمایا بیٹے صبح سے تیرا حسین بھائی گھڑے باہر نکلا ہے  
اب ظہر ہو چلی ہے ابھی تک واپس نہیں آیا مجھے ہول سے اٹھ رہے ہیں جا اپنے بھائی  
کو ڈھونڈ لا۔ امام حسن باہر نکلے اور تلاش کرتے کرتے کھجوروں کے اسی جھنڈ میں آئے  
جہاں سے شہزادہ کربلا کو صالح بن وہب نے اٹھایا تھا۔ امام حسن باوازن بلند آواز سے  
دینے لگے۔ یا حسین ابن علی۔ یا قرة عین النبی۔ این انت یا اخي لیکن کسی  
طرف سے کوئی جواب نہ ملا اتنے میں ایک ہرنی آپ کے سامنے سے گزری۔ آپ نے  
ہرنی کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے ہرنی کہیں تو نے میرے حسین بھائی کو دیکھا ہے۔



اللہ نے ہر فی کو قوت گویائی دی۔ ہر فی نے عرض کیا۔ یا حسنؑ۔ یا نور عین المصطفیٰ و سرور قلب المرتضیٰ یا مجمعۃ فواد الزہرا آپ کے بھائی کو صالح ابن وہب یہودی اٹھا کر لے گیا ہے اور اپنے گھر میں پھنسا دیا ہے۔ امام حسنؑ صالح کے گھر آئے دق الباب کیا جب صالح باہر آیا تو امام حسنؑ نے فرمایا۔

اے صالح جلدی سے میرا بھائی میرے سپرد کر دے میری ماں بہت پریشان ہے۔ ورنہ میں ابھی جا کر اپنی ماں کو بتاؤں گا اور وہ صبح و شام کی نمازیں اللہ سے تمہارے لیے بددعا کرے گی اور روئے ارض پر کوئی یہودی نہ بچے گا۔ پھر اپنے باپ کو بتاؤں گا وہ اپنی قاطع تلوار سے تمہیں اتنا مارے گا کہ تمام یہودیوں کو بہم رسید کر دیں گے۔ پھر میں اپنے نبی نانا سے عرض کر دوں گا وہ اللہ سے تمہارے لیے بددعا کریں گے روئے ارض پر ایک یہودی نہ بچے گا۔

صالح نے جب اس کم سن زبان سے اس قدر فصاحت و بلاغت اور جرات و ہمت دیکھی تو نرم پڑ گیا اور کہا۔ بچے یہ بتاؤ کہ تمہاری ماں کون ہے۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔ میری ماں زہرا بنت محمد مصطفیٰ ہے جو یکہ صفت کے گلے کی مالا ہے۔ صدف عصمت کا درنایا ہے۔ جمال علم کا ثمر ہے۔ حکمت کا اثر ہے۔ دائرہ فضائل و مناقب کا محوری نقطہ ہے۔ محامد و ماثر خیر کی کرن ہے۔ جس کے جسم کا خیر جنت کے سیب سے اٹھایا گیا ہے۔ اللہ نے جس کے حصہ میں امت کے نافرمانوں کی شفاعت لکھی ہے۔ سادات نبیاء کی ماں اور سید النساء ہے۔ میری ماں فاطمہ زہرا اور بتول عذرا ہے۔

جب صالح نے فصاحت و بلاغت کے گوہر بٹے نایاب اس کم سن زبان سے سنے زنگ کفر کا نور ہونے لگا عرض کیا بچے آپ کی ماں کا تعارف اتنا کافی ہے اب مجھے بتائیے

آپ کے باپ کون ہیں؟

شہزادے نے فرمایا۔

میرا باپ اسد اللہ الغالب علیٰ ابن الطالب ہے۔ جو دو تلواروں سے جنگ کرتا ہے۔ دو نیزوں سے بیک وقت نیزہ زنی کرتا ہے۔ جس نے نبی الحرمین کے ساتھ دو قبوں کی طرف نماز پڑھے کا شرف حاصل کر رکھا ہے۔ جس نے اپنی جان نبی ثقلین کے قدموں میں بطور نذرانہ پیش کر رکھی ہے۔ جو ابوالحسن بھی ہے اور ابوالحسن بھی ہے۔

صالح کا منہ حیرت سے کھل گیا اور کہا بچے آپ کے باپ کو بھی پہچان گیا۔ اب ذرا اپنے نانا کا تعارف کرایے وہ کون ہیں۔

امام حسنؑ نے فرمایا۔

میرا نانا صدف جلال کا درنایا ہے۔ ثجوعلت ابراہیم کلبے مثل ثمر ہے۔ درخشندہ تار اور جگمگاتا نور ہے۔ جو ایک عرصہ تک عرض رب العالمین پر محبوب و تقدیس رہا۔ میرا نانا سید کوثر بن رسول ثقلین ناظم دارین۔ فخر العالمین۔ امام المشرقین والمغربین اور جد الحسین ہے۔

اب صالح کے دل سے زنگ کفر مکمل کا نور ہو چکا تھا عرض کیا شہزادے آپ کا بھائی تو میں آپ کے حوالے کرتا ہوں لیکن مجھے گھر بحالت کفر واپس جانا اچھا نہیں لگ رہا۔ اب مجھے اسلام اور احکام اسلام تعلیم دیں تاکہ جس گھر سے بحالت کفر نکلا تھا اس گھر میں بحالت ایمان واپس جاؤں۔ شہزادہ نے اسلام اور احکام اسلام تعلیم کیے صالح گھر گیا۔ شہزادہ کو ہلاکی قدم بوسی کی۔ ساتھ لایا۔ ایک طبق موتیوں کا بھی ساتھ لایا۔ دونوں کے ساتھ چلتا آیا اور سروں پر موتی نثار کرتا آیا۔ گھر تک پہنچانے کے بعد واپس ہوا۔



دوسرے دن مترہ ہودی کو ساتھ لے کر درزہرا پر آیا جو کھٹ پر پیشانی رکھ دی اور رو رو کے عرض کی۔ بی بی کل میری گستاخی کی وجہ سے آپ کو اور آپ کے لال حسین کو جو تکلیف پہنچی ہے میں اس کی معافی مانگنے آیا ہوں۔ اللہ مجھے معاف فرمادیں۔ بی بی نے کہلا بھیجا صالح میں نے اپنا حق تجھے معاف کیا ہے لیکن یہ چوکھو علی کے فرزند ہیں اس لیے تجھے علی سے بھی معاف کرانا ہوگا۔ صالح نے انتظار کیا جب حضرت علی واپس تشریف لے آئے تو ان کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی آپ نے فرمایا میں نے تجھے معاف کر دیا ہے۔ لیکن چوکھو میرے دونوں بیٹے قلب رسول کا سکون ہیں۔ اس لیے ان سے بھی معافی مانگ۔ صالح نے انھوں سے معافی مانگی آپ نے فرمایا میں نے تو تجھے معاف کر دیا ہے۔ لیکن مجھے تکلیف پہنچانے کے سبب تو نے جو غضب خدا کو دعوت دی ہے فات حدیث سے بھی معافی مانگ چنانچہ صالح صبح و شام ہر نماز کے بعد گڑا گڑا کر کہتا تھا معافی مانگتا رہا حتیٰ کہ فات حدیث نے جبریل سے فرمایا کہ جا میرے حبیب کو بتا دے کہ میں نے صالح کا گناہ معاف کر دیا ہے۔

عزادارو! آج جس طرح صالح بن وہب یہودی نے معافی مانگی کاش میدان کہ بلا میں صالح بن وہب ہرنی نہ بھی تشنہ اور جگر سوختہ حسینؑ پر نریدر مظالم نہ کیے ہوتے اور اگر سہارا نہیں دے سکتا تھا۔ تو کاش اس نے زخموں سے چور نواسہ رسول کے پہلو میں نیزہ کا دار نہ کیا ہوتا۔

بھاریں ہے کہ ایک مرتبہ انھوں سے محبت اہلیت کے متعلق پوچھا گیا آپ نے فرمایا میرے اہلیت حسن حسین اور ان کے والدین میں۔ جو ان سے محبت رکھے گا اس سے میں محبت رکھوں گا جس سے میں محبت رکھوں گا اس سے خدا محبت رکھے گا اور جس سے خدا محبت رکھے گا۔

جو ان سے بغض رکھے گا اسے میں دشمن سمجھوں گا۔ جسے میں دشمن سمجھوں گا اسے اللہ دشمن سمجھے گا اور جسے اللہ دشمن سمجھے گا اسے داخل جہنم کرے گا۔ میرا اور ان کا محبوب جنت میں ہمارے ساتھ ہوگا۔

اسامہ ابن زید سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں کسی کام کے سلسلہ میں انھوں کے پاس آیا۔ آپ چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور کوئی چیز اٹھا رکھی تھی۔ جب میں نے اپنی ضرورت عرض کر لی تو عرض کیا آقا یہ کیا اٹھایا ہوا ہے آپ نے آپ سے چادر ہٹائی میں نے دیکھا تو وہ حسنین تھے۔

فرمایا۔ اسامہ یہ میرے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھ۔ احسان سے محبت رکھنے والوں سے بھی محبت رکھ۔ جس نے بھی ان سے محبت رکھی۔ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ کی محبت صرف مومنین کے دلوں میں ودیلت کی گئی ہے۔ ہر مومن علیؑ سے محبت رکھے گا اور ہر منافق علیؑ سے بغض رکھے گا۔ جہاں تک حسنین کا تعلق ہے تو ان کی محبت مومن و منافق دونوں کو ہوگی۔

جابر ابن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرور کو نین ہمارے پاس آئے آپ کے دونوں ہاتھوں میں حسنین شریفین کے ہاتھ تھے۔

آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ کمسنی میں میں نے ان کی تربیت کی۔ بڑے ہوئے تو میں نے ان کے حق میں دعا کی۔ میں نے اللہ سے سوال کیا کہ انہیں طلبہ و ملکہ اور ذکی بنا دے اللہ نے میری دعا قبول کر لی۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ ان کے شیعوں کو آتش جہنم سے بچائے۔

اللہ نے دعا قبول فرمائی۔



میں نے سوال کیا کہ تمام امت مسلمہ کے دل میں ان کی محبت پیدا کر دے۔ اللہ نے فرمایا میرے حبیب انہی سے تو میں تیری امت کا امتحان لوں گا۔ اگر میں نے تمام کو ان کی محبت پر مجبور کر دیا تو امتحان کبے کا لوں گا۔ میں اپنے علم قدرت سے جانتا ہوں کہ تیری امت کے کچھ لوگ ہو دو نصاریٰ اور مجوسیوں سے یکے گئے تیرے وعدے تو بنائیں گے۔ اور ان کے ساتھ تو دل بیٹھیں گے۔ لیکن ان کے متعلق یکے گئے تمام وعدے بھول جائیں گے اور ان کے ساتھ مل بیٹھنا تو بجائے خود ان کے شیعوں سے بھی کر نہیں بیٹھیں گے۔ البتہ میں نے یہ ہمد کر رکھا ہے کہ جس نے بھی ایسا کیا اسے اپنی رحمت سے دوزخ رکھوں گا۔ ان کی ناک میں جنت کی خوشبو تک نہ جانے دوں گا۔ نگاہ رحمت سے ان کو نہ دیکھوں گا۔

ابن مسعود سے روایت ہے کہ ایک دن سرور کونین حسنؑ کو دائیں پہلو پر اور حسینؑ کو بائیں پہلو پر اٹھائے بہا ہر تشریف لائے کبھی حسنؑ کا منہ چومتے تھے اور کبھی حسینؑ کا گلا چوم کر فرماتے تھے۔ تمہاری سواری بھی بہترین سواری ہے اور تم سوار بھی بہترین سوار ہو۔ لیکن تمہارا باپ تم دونوں سے بہترین ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن سرور کونین مسجد میں کھڑے تھے اور دونوں شہزادے آپ کے ساتھ تھے۔ پہلے آپ نے امام حسنؑ کے ہاتھوں میں دونوں ہاتھ ڈالے اسے اٹھا کر اپنے قدموں پر کھڑا کیا جب امام حسنؑ کے قدم انھنوں کے قدموں پر آگئے تو ہاتھوں کا سہارا دے کر فرمایا بیٹے اوپر چڑھو آپ ہاتھ بلند کرنے لگے امام حسنؑ بلند ہوتے گئے جب امام حسنؑ کے قدم سینہ رسولؐ پر آگئے تو آپ نے فرمایا بیٹے منہ کھول دو شہزادے نے منہ کھولا آپ نے منہ کا بوسہ لیا اور فرمایا۔ اے اللہ میں حسنؑ سے محبت کرتا ہوں جو بھی حسنؑ سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت رکھے پھر

امام حسینؑ کے ساتھ بھی اسی طرح کیا جس طرح امام حسنؑ کے ساتھ کیا تھا۔ پھر دبی دعا مانگی جو امام حسنؑ کے لیے مانگی تھی۔ پھر ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ بچوں کے ساتھ بچے بن کر کھیلنا کرو۔ بچوں کی تربیت میں مدد ملتی ہے اور بچے جلد ہی عالم شعور کو پہنچتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں درز ہرا پر آیا۔ تو بی بی نے فرمایا میرے بیٹے بھوکے ہیں انہیں ان کے ناناکے پاس لے جا۔ جب میں دونوں تھنڑوں کو اٹھا کر لایا تو آپ نے ان کے چہرے دیکھ کر فرمایا۔ بیٹے کیا چاہتے ہو دونوں نے بیک وقت عرض کیا۔ کھانا۔ آپ نے دست دعا بلند کیے اور عرض کیا۔ اے اللہ میرے ان بچوں کو کھانا کھلا۔ میں نے دیکھا تو نبی اکرمؐ کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا سیب تھا جو برف سے زیادہ سفید اور کھن سے زیادہ نرم تھا۔ آپ نے اس کے دو حصے کیے اودھا امام حسنؑ اور اودھا امام حسینؑ کو دیا۔ سلمان کہتا ہے کہ میری لپٹائی ہوئی نگاہوں کو انھنوں نے پہچان لیا اور پوچھا کیا سلمان تو بھی کھانا چاہتا ہے میں نے عرض کیا قبلہ دل تو تھا۔

آپ نے فرمایا اگر سلمان یہ وہ کھانا ہے جو حساب و کتاب سے پیدا ہوا ہو کھا نہیں سکتے۔

اس طرح ایک مرتبہ خشک سالی ہو گئی۔ تھے کہ پینے کا پانی بھی ختم ہو گیا۔ جناب سیدہ نے عرض کی ابا جان ہم تو بڑے ہیں پیاس برداشت کر رہے ہیں۔ لیکن یہ دونوں بچے اتنے کمسن ہیں کہ پیاس کی اتنی شدت برداشت نہیں کر سکتے آپ نے پید حسنؑ کو ہاتھوں پر اٹھایا اس کے منہ میں اپنی زبان دی جب امام حسنؑ میرا ب ہو گئے پھر امام حسینؑ کو اٹھایا اور اسے زبان رسالت سے میرا ب کیا۔



امام صادق سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سردار کوئیں کچھ عرض ہوئے۔ وقت شب جناب سید اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ بابا کی عیادت کو آئیں امام حسن ان حضور کے دائیں جانب اور امام حسین بائیں جانب بیٹھ گئے۔ بی بی سرہانے تشریف فرما ہو گئیں۔ ان حضور عالم غش میں تھے بی بی نے فرمایا میرے بچو او گھر چلیں اس وقت آپ کے نانہا آرام فرما رہے ہیں جب صبح بیدار ہوں گے تو پہلے آنا۔ دونوں نے عرض کی ماں ہم تو یہیں نانہا کے پاس سوئیں گے ایک شہزادہ دائیں بازو پر اور دوسرا بائیں بازو پر سو گیا۔

بی بی نے جب دیکھا کہ بچے نانہا کے پاس سو گئے ہیں تو بی بی اٹھ کر واپس گھر چلی آئیں ان حضور کے بیدار ہونے سے پہلے دونوں شہزادے جاگ گئے۔ جب سرہانے دیکھا تو ماں موجود نہ تھی ام المومنین سے پوچھا ہماری ماں۔ بی بی نے جواب آپ کو نیند آنے کے بعد آپ کی ماں واپس گھر چلی گئی تھیں۔ رات تاریک تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ اور بجلی چمک اور کڑک رہی تھی۔ دونوں بچوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور کمرہ سے باہر نکل آئے تاریکی کی وجہ سے مسجد کے جس دروازہ سے گھر جانا تھا وہ نظر نہ آیا۔ بجلی بجی اور بیرون مسجد والا دروازہ نظر آگیا شہزادے اسی دروازہ سے باہر آ گئے۔ تاریکی میں پتے چلتے حدیقہ نبی بخاری میں پہنچ گئے۔ باغ میں پہنچ کر احساس ہوا کہ ہم تو باغ میں آ گئے ہیں۔ امام حسن نے کہا حسین بھائی اب رات تاریک ہے واپس گھر جانا مشکل ہو گا۔ یہیں سو رہتے ہیں۔ صبح کو گھر چلیں گے دونوں شہزادے ایک دوسرے کے گلے میں باہیں ڈال کر سو گئے۔ ادھر آنحضرت بیدار ہوئے تو ان کے دل میں دونوں شہزادوں کے ملنے کی خواہش ہوئی بی بی کے گھر آئے پوچھا تو بی بی نے عرض کیا وہ آپ کے بازو پر سر رکھ کر سو رہے تھے۔ آپ پریشان خاطر

ہو کر باہر تشریف لائے پتے چلتے جب بنی بخار کے باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ ایک پردوں والا سانپ ہے۔ جس نے ایک پرستے امام حسن پر اور ایک پرستے امام حسین پر سایہ کر رکھا ہے۔ بادشہ مورہی تھی مگر جس جگہ دونوں شہزادے سو رہے تھے وہ جگہ بارش سے محفوظ تھی۔ جب سانپ نے ان حضور کو دیکھا تو پھیں اور پر سمیٹ کر سلام عرض کیا۔ حضور نے پوچھا تو کون ہے۔

سانپ نے عرض کیا۔ میں جنوں کی طرف سے ایک پیغام لارہا تھا۔ کون سے جنوں کی طرف سے؟

نفسین کے جنوں کی طرف سے۔ کیا پیغام ہے وہ ایک تبھول گئے تھے مجھے بھیجا کہ آپ سے آیت پوچھ کر آؤں جب یہاں پہنچا تو ہاتھ غیبی نے آواز دی یہ دونوں رسول زادے ہیں ان کا تحفظ کر جب تک رسول عربی آئیں جاتے اس وقت تک نگدائی کر۔ اب اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے اور فرزند ان رسول کو رسول تک صحیح و سالم پہنچا دیا ہے۔

آپ نے اس جن کو مطلوبہ آیت بتائی تو دست بوسی کے بعد رخصت ہو گیا آپ نے امام حسن کو دائیں کندھے پر بٹھایا۔ امام حسین کو بائیں کندھے پر بٹھایا اور واپس گھر کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں صحابہ نے عرض کیا آقا ایک بچہ ہمیں دے دیں آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا اللہ نے تمہاری ملت سن لی ہے اور تمہارے مقام کو بھی پہچانتا ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے عرض کیا قبلہ ایک بچہ مجھے دے دیں۔ اس وقت آپ نے امام حسنؑ سے پوچھا بیٹے باپ کے پاس جاؤ گے؟ شہزادے نے عرض کیا نا نا جان اگر آپ حکم دیں۔ یا بابا جان حکم دیں تو انکار نہیں ورنہ اگر مجھ سے پوچھا جائے تو میں



دوش رسالت کو چھوڑ کر دوشِ خلافت پر کیے جاؤں گا۔ پھر آپ نے امام حسینؑ سے سوال کیا آپ نے بھی وہی جواب دیا۔ جب آپ واپس گھر پہنچے تو جناب سیدہ مصلائے عبادت بچھاتے اپنے بچوں اور بابا کی باخیریت واپسی کے لیے دعا مانگ رہی تھیں۔ مجازیں سلمان فارسی سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرورِ کونین کو بے موسم کے انگور بطور ہدیہ آپ نے مجھے فرمایا کہ سلمان جامیرے دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کو بلا کے لاتا کہ میرے ساتھ کھائیں میں نے اگر حضرت علیؑ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا جب پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ حسینؑ یہاں نہیں ہیں میں نے نبی اکرمؐ کو آکر بتایا وہ پریشان ہو کر اٹھے اور انہیں تلاش کرنے لگے کافی وقت تلاش کے بعد جب دونوں شہزادے نہ ملے تو آپ گھبرا گئے۔ اسی اثنا میں جبریل نازل ہوئے اور آکر پوچھا آپ کیوں اتنے پریشان ہیں؟

آپ نے فرمایا حسینؑ کے لیے پریشان ہوں کہیں یہودی انہیں نقصان نہ پہنچائیں۔ جبریل نے عرض کیا یہودیوں اور عیسائیوں سے آپ کی ذات کو خطرہ تھا حسینؑ کو کوئی خطرہ نہیں ہے اگر حسینؑ کو خطرہ ہے تو منافقین کے شر سے خطرہ ہے حسینؑ کے حق میں منافقین کے مکرم یہودیوں کی فریب کاری سے کہیں سخت ہونگے آپ پریشان نہ ہوں آپ کے دونوں بچے حدیقہ بنی و حداح میں آرام سے سو رہے ہیں۔ آپ فرما وہاں تشریف لائے میں بھی آپ کے ساتھ تھا جب وہاں آکر دیکھا تو دونوں شہزادے ایک دوسرے کو گلے لگا کر سو رہے تھے۔ اور ایک اتر رہا منہ میں ویجان کا ایک گلدستہ لیے دونوں شہزادوں پر مردہ جنبائی کر رہا تھا۔ جب اس نے ہمیں دیکھا تو گلدستہ ایک طرف رکھ کر عرض کیا۔

اسلام علیک یا سید الانبیاء۔ یہ ہیں آپ کے دونوں بچے۔

آپ نے پوچھا تو کون ہے؟

اس نے عرض کیا حضور! میں ملائکہ کروہیین سے ایک ملک مقرب ہوں۔ اور دورانِ تسبیح ایک لمحہ کے لیے مجھ سے غفلت ہو گئی۔ ذاتِ احدیت نے کئی برسوں سے مجھے صفِ ملائکہ سے نکال کر روئے ارض پر رہنے پر دبا کر رکھا ہے۔ میں زمین پر کسی شیعہ کے انتظار میں تھا کہ آپ کے دونوں بچے اس باغ میں آگئے۔ میں اپنی قسمت پر خوش ہو گیا۔ ان کی حفاظت کی۔ اب میری درخواست ہے کہ آپ ذاتِ احدیت سے میری شفاعت فرمائیں کہ اللہ میرا ترکِ اولیٰ معاف فرما کر مجھے اپنا سابقہ مقام عنایت فرمائے۔ سرورِ کونین دونوں شہزادوں کے سرہانے تشریف لائے جھکے اور دونوں کے بوسے لینے لگے۔ اتنے بوسے لیے کہ دونوں شہزادے بے دار ہو گئے۔ اور اٹھ کر ان حضور کے زانوؤں پر بیٹھ گئے۔

آپ نے فرمایا۔ میرے بچو تمہارا یہ محافظ ملک کروہی ہے۔ کسی ترکِ اولیٰ کی سزا کاٹ رہا ہے آدمیرے ساتھ مل کر اس ذاتِ احدیت سے دعا کریں کہ اللہ اس کی خطا معاف فرمائے اور اسے اس کا اپنا مقام واپس کر دے۔ دونوں شہزادے اٹھے تجدید و نوکی ناناکے قریب آکر بیٹھ گئے۔ آپ نے دست دعا بلند فرمائے اور دونوں شہزادوں نے عرض کیا۔ اللہم بحق جدنا الجلیل الحبیب محمد المصطفیٰ و بابائنا علی المرتضیٰ و ہامنا فاطمۃ الزہراء۔ اس ملک کو اپنا سابقہ مقام عطا فرما۔ ابھی تک دعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ جبریل نے آکر اطلاع دی اے نبی عالمین اللہ نے شہزادوں کی دعا اور آپ کی آمین قبول فرمائی ہے۔ اس ملک کو اپنا مقام واپس مل گیا ہے۔ جبریل اس ملک کو لے کر سوئے آسمان گیا کچھ دیر کے بعد واپس آیا اور عرض کیا سرکار! وہ ملک تمام ملائکہ میں بہتا پھرتا ہے کون ہے جو مجھ جیسا ہو



میں حسین شریفین کی دعا کا آزاد کردہ ہوں۔

مومنو!۔

یہ تعجب والی بات نہیں ہے کہ حسین کے مددِ مقین یا چار ملائکہ کو ترکِ ادلی کی منزل سے رہائی ملی۔ کیونکہ جنوں اور انسانوں میں ہزاروں کی تعداد ایسی ہوگی جو حسین کا صدقہ آتشِ جہنم سے آزاد ہوگی۔ کچھ ایسے ہوں گے جو حسین پر گریہ کی وجہ سے کچھ ایسے ہوں گے جو عزا داری کی وجہ سے کچھ ایسے ہوں گے جو زیارتِ حسین کی بدولت آتشِ جہنم سے آزاد ہوں گے۔

## پوٹھی مجلس

## امام حسین علیہ السلام اور محبتِ نبیؐ

بھاریں ہے ایک مرتبہ آنحضرت مسجد سے باہر گئی ہیں آئے تو امام حسینؑ بچوں کے ساتھ کھڑے تھے آپ آگے بڑھے امام حسینؑ کو اٹھایا اور فرمایا:-

جو میرے حسینؑ سے محبت رکھے گا اللہ اس سے محبت رکھے گا۔  
جنابِ سلمان کہتے ہیں کہ ایک دن امام حسینؑ آنحضرت کے زانو پر بیٹھے تھے۔ آپ نے امام حسینؑ کا گلا چوم کر فرمایا: تو خود بھی سید ہے اور سید باپ کا بیٹا ہے۔ تو امام ہے امام باپ کا بیٹا ہے اور نو آئمہ کا باپ ہے۔ تو حجتِ خدا ہے اور حجتِ خدا کا بیٹا ہے اور نو حجتِ ہائے خدا کا باپ ہے۔

جنابِ سلمان سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم نماز پڑھ رہے تھے۔ امام حسینؑ مسجد میں آئے جب آنحضرت سجدہ میں گئے تو امام حسینؑ آپ کی پشت پر سوار ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ نے ستر مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا پھر امام حسینؑ اٹھے۔

مقام میں آنحضرت سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اگر کوئی شخص چاہتا ہے کہ اہل آسمان کے محبوب ترین فرد کو روئے زمین پر دیکھے تو وہ میرے حسینؑ کو دیکھے۔ میرے حسینؑ جنت کے دروازوں سے ایک درجہ جنت ہے۔ حسینؑ کے دشمن پر اللہ جنت کی خوشبو تک



حرام کر دے گا۔

بجاریں ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا ہے اور دونوں کانوں نے سنا ہے کہ ایک مرتبہ امام حسین آئے۔ آنحضور کے قدموں پر اپنے پاؤں رکھے آنحضور نے اپنے دونوں ہاتھوں سے امام حسین کے دونوں ہاتھ پکڑے اور فرمایا اویسٹے میں نے دیکھا امام حسین بندہ ہوتے گئے۔ جب امام حسین کے قدم آنحضور کے سینہ پر پہنچے تو آپ نے فرمایا بیٹے منہ کھول شہزادہ نے منہ کھولا آنحضور نے پہلے امام حسین کا منہ چوم پھر گلے کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا۔ اے اللہ میں اسے درست رکھتا ہوں تو بھی اسے اپنا محبوب سمجھ۔

بجاریں ابی بن کعب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسین مسجد میں آنحضور کے پاس آئے تو آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا۔ موحباً یدک یا ابا عبد اللہ یا زین السموات والارض ط ابی نے عرض کیا حضور آسمان وزمین کی زینت تو آپ ہیں آپ کے سوا اور کون ارض و سما کی زینت ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابی مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھے برحق نبی مبعوث کیا ہے میرا حسین زین کی نسبت آسمان میں کہیں عظیم تر ہے، عرش کے دائیں جانب کھتا ہوا ہے۔ حسین ہدایت کا چراغ اور نجات کی کشتی ہے۔ پھر آپ نے امام حسین کو ہاتھ سے پکڑ تمام صحابہ کے سامنے کیا۔ اور فرمایا۔ لوگو یہ میرا حسین ہے اسے پہچان لو اور اسے اس طرح افضل سمجھو جس طرح اللہ نے اسے نفیلت دی ہے۔ مجھے مبعوث برسات کرنے والے کی قسم! حسین جنت میں ہوگا اس کے چاہنے والے بھی جنت میں ہوں گے ایک مرتبہ آپ جناب سیدہ کے دروازہ پر سے گزرے تو آپ نے امام حسین کے رونے کی آواز سنی آئے اور فرمایا۔ نہ برا بیٹی حسین کو خاموشی کر کیا تجھے معلوم نہیں کہ حسین کے رونے

سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

عزادرو! آج مدینہ میں آنحضور صرف امام حسین کے رونے کی آواز نہیں سن سکتے لیکن شام منو بیاں آپ کی کیا حالت ہوتی ہوگی جب آپ نے اسی حسین کو ناک و خون میں غلطان کھڑے کھڑے دیکھا۔

بجاریں ابن عباس سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضور کے زانو پر آپ کا فرزند ابراہیم اور امام حسین دونوں بیٹھے تھے کہ جبریل نازل ہوا۔ اور عرض کی علی علی سلام کہتا ہے اور سلام کے بعد کہتا ہے کہ اے محمد۔ میں تیرے ان دونوں بچوں کو زندہ نہیں رکھوں گا۔ یہ اختیار سمجھ ہے ان میں سے جسے چاہے چمٹ لے۔ آپ نے فرمایا جبریل اگر ابراہیم فوت ہو گیا تو اس پر صرف اس کی ماں اور میں ہم دو آدمی گے جب کہ حسین کی وفات پر میری بیٹی۔ میرا بھائی میرا حسن اور خود میں رونے والے ہوں گے مجھے تو دونوں کی موت پر صدمہ ہوگا لیکن میں علی وفا طہ کو دوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا۔ میں اپنے ابراہیم بیٹے کو حسین پر قربان کرتا ہوں۔ چنانچہ تیسرے دن ابراہیم فوت ہو گیا بعد ازاں جب آپ امام حسین کو دیکھتے آپ کا منہ اور گلا چوم کر فرماتے تم دونوں بھائی جو انان جنت کے سردار ہو۔

بجاریں ہے کہ ایک مرتبہ ایک عرب آنحضور کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کی۔ قبلہ میں نے ایک ہرن نوٹھ لیا کیا ہے جسے آپ کے بچوں کی خاطر لایا ہوں۔ امام حسن قریب ہی کھڑے تھے۔ آپ نے اس عرب کو دعائے خیر دی اور ہرن نوٹھ امام حسن کے سپرد کر دیا امام حسن ہرن نوٹھ کو لے کر گھر آئے۔ امام حسین نے دیکھا تو پوچھا بیویا یہ ہرن نوٹھ کہاں سے ملا ہے۔ امام حسن نے کہا۔ نانا نے دیا ہے۔ امام حسین فرما مسجد میں آئے اور عرض کیا۔ نانا آپ نے حسن کو تو ہرن نوٹھ دے دیا ہے۔ لیکن مجھے نہیں دیا۔ آپ امام حسین کو بھلانے



گئے امام حسینؑ کا اصرار بڑھ گیا حتیٰ کہ امام حسینؑ کی آواز بھر گئی۔ اسی اثنا میں مسجد کے دروازہ پر ایک شور بلند ہوا جب آپؑ نے سرائٹھا کر دیکھا تو ایک بہرنی اپنے ہرنوٹ کو بھگا کر لارہی تھی اس کے پیچھے ایک بیٹھیا تھا جو بہرنی کو ہانک رہا تھا۔ بہرنی آپ کے قریب آئی سلام کے بعد عرض کی۔ حضور! مجھے اللہ نے یہ دو ہی بچے دیے تھے۔ ایک کل ٹکاری نے شکار کر لیا۔ ایک بچہ رہا تھا میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ ابھی ایک گھنٹہ پہلے میں اپنے بچے کو لے کر صحرائیں چڑھ رہی تھی کہ ہاتف غیبی نے کہا۔ جلدی کر اپنا بچہ لے کر خدمت رسول میں پہنچ۔ حسینؑ بہرنی کا بچہ مانگ رہا ہے۔ اگر حسینؑ کے رخسار پر ایک آنسو بھی گر گیا تو یہ بیٹھیا تجھ پر مسلط کر دوں گا میرے تمام ملائکہ نے تسبیحیں چھوڑ دی حسینؑ کو پریشان دیکھ کر حوروں نے جنت میں سنگار چھوڑ دیا ہے۔ آقا یہ بیٹھیا اگرچہ مجھے ہانک کر لیا ہے۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ جہاں سے میں آئی ہوں وہاں فاصلہ بہت زیادہ ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ اللہ نے زمین کو میرے قدموں میں سمیٹ لیا ہے اگر زمین کو نہ سمیٹا جاتا تو میں اتنے تھوڑے وقت میں اتنا زیادہ فاصلہ طے نہ کر سکتی تھی۔

عزادارو! آج تو امام حسینؑ کے گریہ پر ملائکہ نے تسبیحیں چھوڑ دی ہیں لیکن یوم عاشورہ ان ملائکہ کا کیا حال ہوگا۔ جب امام حسینؑ وافر تباہ۔ واملہ ناصراہ۔ اور داؤ شاہ کی فریادیں کر رہے تھے۔

منتخب میں ہے کہ امام حسینؑ کی عمر چھ برس تھی آنحضورؐ کی گود میں بیٹھے تھے حضرت علیؑ بھی ساتھ ہی بیٹھے تھے۔ آنحضورؐ بار بار امام حسینؑ کے بوسے سے رہے تھے حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ آتا کیا آپ حسینؑ کو بہت چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ حسینؑ میرے اعضاء سے ایک عضو ہے اور کون شخص ہے جو اپنے اعضاء سے محبت نہیں کرتا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا۔ قبلہ ہم میں سے کون آپ کا زیادہ محبوب ہے میں یا حسینؑ؟ امام حسینؑ نے

عرض کیا۔ قبلہ ہم میں سے جو نسب میں زیادہ اشرف ہوگا وہی زیادہ محبوب رسول خدا ہوگا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا بیٹے کیا مجھ سے مفاخرت کرنا چاہتا ہے؟ امام حسینؑ نے عرض کیا۔ اباجان! اگر حیات نہ ہو تو میں ضرور عرض کروں گا۔ آنحضورؐ اور حضرت علیؑ دونوں مکرانے۔ آنحضورؐ نے امام حسینؑ کے لب چوم لیے۔ اور حضرت علیؑ سے فرمایا یا علیؑ تو اپنے فضائل بیان کر حضرت علیؑ نے اپنے فضائل گونا گونا شروع کیے تقریباً ستر فضیلتیں گنوائیں اس کے بعد آنحضورؐ نے فرمایا۔ حسینؑ تو نے سب لیا ہے۔ تیرے والد نے اپنے فضائل میں سے عشر عشیر بھی نہیں گنوائے۔ شہزادے نے عرض کیا میرے آقا والد نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے۔ لیکن آپ اور میرا والد اس بات کی تصدیق کریں گے کہ میرے نانا جیسا ان کا نانا نہیں۔ میرے بابا جیسا ان کا بابا نہیں۔ میری ماں جیسی ان کی ماں نہیں۔ اور میرے بھائی جیسا ان کا بھائی نہیں۔ آنحضورؐ اور حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کا منہ چوم لیا۔



## مناقب امام حسین

امام حسین فضائل و مناقب میں اس مقام عظیم تک پہنچے ہوئے ہیں جس تک پہنچنا تو کجا اسے نظر اٹھا کر دیکھنے سے بھی لگائیں کاندہ جو جائیں۔ وہ کون مائی کالال ہے جو نسب میں امام حسینؑ سے ہمسری کر سکے۔ نانا سید الانبیاء باپ سید الاولیاء۔ ماں سیدۃ النساء۔ دادا سید المطاہ۔ دادی ام البنینا۔ نانی خدیجہ الکبریٰ۔ بھائی حسنؑ مجتہب چچا سید الشہداء اور اولاد ائمہ اقصیاء۔ حضرت حجت زیارت ناحیہ میں فرماتے ہیں۔ امام حسینؑ۔ وعدہ وفا کرنے والے خنیت ایزدی پر عمل کرنے والے۔ لاکھوں کے ان داتا۔ تاریکی شب میں عابد شب زندہ دار۔ ارادہ کے دھنی۔ عادات میں کرم نسب میں بے مثل کردار میں یکتائے روزگار۔ بلند مرتبہ کثیر الفضائل حلیم۔ اللہ کے ہدایت یافتہ عالم امام شہید۔ عبد خدا۔ اور حبیب کبریائے۔

آپ کا بدن حسن کا پیکر۔ قد حسین، چہرہ یلغ۔ رخ انور پر عظمت۔ گول داڑھی۔ بادامی آنکھیں۔ کمان کی طرح ابرو۔ کھلی پیشانی اور ستوں ناک تھی۔

منتخب میں ہے کہ آپ جب کبھی تاریکی میں تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ کی پیشانی اور سینہ سے نور کی دھیمی دھیمی روشنی اتنی مقدار میں پھوٹی رہتی کہ لوگوں کو چراغ

کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بولتے وقت آپ کے دندان مبارک سے بھی نور کی کرنیں ساطع کرتی تھیں۔ آپ کے جسم اطہر سے پھوٹنے والی ہلک کی بدولت آپ جہاں سے گزرتے تھے لوگوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ فرزند رسول اس راہ سے گزر چکے۔ سرد کو نین ہمیشہ آپ کا گلا سینہ اور پیشانی چوما کرتے تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ امام حسنؑ بڑے ہونے کے باوجود امام حسینؑ کی تعظیم کرتے تھے ایک دن میں نے دجر پوچھی تو انہوں نے فرمایا۔

کہ جب حسینؑ آ رہا ہو تو مجھے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے امیر المومنین علیؑ تشریف لارہے ہوں۔

چہرے پر اتنی عظمت و جلالت کے باوجود خضوع کا یہ عالم تھا کہ بھاریں بے ایک دن آپ ایک راستہ سے گزر رہے تھے راستہ پر چند مزدور اور نادار لوگ چادر بچھائے روٹی کے ٹکڑے دسترخوان پر رکھے کھا رہے تھے۔ آپ کو گزرتے دیکھ کر انہوں نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول آئیے کھانا عا ضربے۔ آپ نے ساتھ بیٹھ کر تناول فرمایا پھر فرمایا۔ اللہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ اس کے بعد ان سے فرمایا۔ میں نے تمہاری دعوت قبول کر لی ہے اب آپ میری دعوت قبول کریں۔ اور شام کا کھانا میرے ساتھ کھائیں۔

بھاریں ہی ہے کہ آپ ایک مرتبہ چند مساکین کے قریب سے گزرے وہ کھانا کھا رہے تھے۔ آپ نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دینے کے بعد دعوت دی تو آپ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اگر یہ صدقہ نہ ہوتا تو میں ضرور کھاتا۔ آپ تمام میرے ساتھ آئیں۔ آپ تمام کو بے کر آئے انہیں کھانا دیا۔ خود ان کے ساتھ بیٹھ کر



کھایا پھر انہیں ایک ایک جوڑا کپڑوں کا اور کچھ نقدی دے کر رخصت فرمایا۔  
 بھکاریوں سے کہ جب آپ شہید ہوئے اور جناب بجا دیرہ محرم کو دفن کرنے  
 کی خاطر آئے بنی اسد کے مردوں نے جب آپ کی لاش کے ٹکڑے جمع کیے تو آپ کی  
 پشت پر کچھ سیاہ داغ نظر آئے انہوں نے امام بجا دیرہ سے پوچھا تو آپ نے بتایا کہ یہ  
 رات کو فقرائے گھروں پر گندم وغیرہ اٹھا کر بے جانے کے نشان ہیں۔

بھکاریوں سے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے نانا کی یہ حدیث کہ کسی مومن کے  
 دل کو اس انداز میں خوش کرنا کہ باعث نافرمانی خالق نہ ہو عبادت سے افضل عبادت  
 ہے۔ نہ صرف صحیح ہے بلکہ میرے مجربات سے ہے میں نے ایک غلام کو دیکھا وہ کہتے  
 کہ روٹی کھلا رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا بندہ خدا تیرے ہاتھ کچس ہو رہے ہیں اس  
 نے عرض کیا آتا میں جانتا ہوں۔ ہاتھ پاک کر لوں گا۔ مگر میں کہتے کہ روٹی کھلا کر  
 اسے خوش کر کے خوشی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اس سے کہا یہ کیسی خوشی ہے۔  
 اس نے عرض کیا میں نے آپ کے جد امجد کی ایک حدیث سن رکھی ہے کہ نماز کے بعد افضل  
 الاعمال کسی مومن کو خوش کرنا ہے۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کیا اگر کسی حیران کو بھی خوش  
 کیا جائے تو اتنا ہی اجر ملتا ہے یا نہیں؟

میرا مالک یہودی ہے اور میں اس سے تنگ ہوں چنانچہ میں اس کے ساتھ  
 اس کے یہودی مالک کے پاس آیا اسے دوسو درہم پیش کر کے کہا اسے میرے ہاتھ  
 فروخت کر دے۔

یہودی نے عرض کیا اے فرزند رسول یہ غلام آپ کے قدموں کا صدقہ آپ کا ہے  
 اور میں بلا کھئیے آپ کی خدمت میں ندیرہ دیتا ہوں اور ساتھ ہی یہ باغ بھی آپ کی  
 تحویل میں دیتا ہوں۔

میں نے کہا میں آپ کا باغ قبول کر کے آپ کو بہرہ کرتا ہوں۔  
 یہودی نے عرض کیا۔ اگر آپ مجھے واپس کرتے ہیں تو میں قبول کر کے اس غلام  
 کی تحویل میں دیتا ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں غلام آزاد کرتا ہوں اور جو کچھ تو نے اسے  
 دیا ہے اسی کو بہرہ کرتا ہوں۔

اس یہودی کی بیوی نے عرض کیا۔  
 اے فرزند رسول آپ کی اس عنایت اور نوازش کو دیکھ کر میں اسلام قبول کرتی  
 ہوں اور اپنا حق مہر اپنے شوہر کو بہرہ کرتی ہوں۔ یہودی نے کہا۔ میں بھی اسلام قبول  
 کرتا ہوں اھیہ مکان اپنی بیوی کو دیتا ہوں۔

### حکم و عفو امام حسینؑ

آپ کے ایک غلام نے قابل سزا جرم کیا۔ آپ نے حکم دیا اسے سزا  
 دی جائے۔

غلام نے عرض کیا۔

میرے مولا!۔ کاظمین الغیض

غصہ پر قابو پانے والے محبوب الہی ہوتے ہیں۔ (آیت قرآن ہے)

آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔

غلام نے پھر عرض کیا۔

قلہ والعافین عن الناس (آیت ہے) معاف کر دینے والے

اللہ کو پیارے ہوتے ہیں

آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے معاف کر دیا۔



غلام نے پھر عرض کیا۔

آقا۔ واللہ یحب المحسنین

آپ نے فرمایا۔ جاتے آؤ کیا ہے۔

بجاری میں مصام ابن مصفق سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں آیا اتفاقاً امام حسین سے ملاقات ہو گئی۔ چونکہ ہم اہل شام کے سامنے صبح دشام حضرت علیؑ پر سب و شتم کیا جاتا تھا اور ہمیں بغض حضرت علیؑ کی تربیت دی جاتی تھی۔ اس لیے سامنا ہوتے ہی میں نے پوچھا۔

کیا آپ حسین ابن ابی تراب ہیں؟

امام حسین نے فرمایا۔ ہاں میرا ابوتراب ہی والد تھا۔

میں نے حضرت علیؑ پر سب و شتم کرنا شروع کر دیے۔

امام حسین نے انتہائی شفقت کی نگاہ سے مجھے دیکھا پھر فرمایا۔

اعوذ باللہ من الشیطن  
الرحیم بسم اللہ الرحمن  
الرحیم۔  
میں اللہ سے شیطان رجیم کی پناہ  
مانگتا ہوں۔ رحمن و رحیم اللہ کے  
نام سے شروع کرتا ہوں۔

خذ العفو وامر بالعرف واعرض  
عن الجاہلین واما ینزعنک  
من الشیطن نزع فاستعد  
باللہ انتہ سميع  
علیم۔  
معاف کر دیا کرو۔ اچھے کام کا  
حکم دیا کرو۔ اور جاہلین سے چشم  
پوشی کر لیا کرو مگر کسی قسم کا  
شیطانی دہم آجائے تو اللہ کی پناہ  
لیا کرو۔ اللہ سننے اور جاننے والا  
ہے۔

ان الذین اتقوا ذا

سہم خافوا من

الشیطن تذکروا فاذا

ہم مبصر و ن داخوانہم

یمدونہم فی الحسنی ثم

لا یقصر و ن۔

معتق لوگوں کو اگر شیطانی دہم

آجائے تو وہ ذکر خدا کرتے ہیں

اور با بصیرت ہو جاتے ہیں البتہ

ان کی برادری انہیں گمراہی میں

دھکیلتی ہے پھر وہ بھی کوتاہی

نہیں کرتے۔

پھر مجھے فرمایا۔ اپنے پر ترس کر۔ اللہ سے معافی مانگ۔ اگر تو ہم سے کوئی

مدد مانگے تو ہم کرنے کو تیار ہیں اگر تجھے کسی چیز کی ضرورت ہے تو ہم وہ پوری کرتے

ہیں۔ اگر تجھے راہنمائی کی ضرورت ہے تو ہم حاضر ہیں۔

میں اتنا پیشان ہوا کہ مجھے پھپھنے کی کوئی جگہ نہ مل رہی تھی۔ میری آنکھیں جھک گئیں

پیشانی عرق الود ہو گئی۔

آپ نے جب مجھے پیشان دیکھا تو فرمایا۔ کوئی حرج نہیں تو بہ کر لو۔ اللہ بڑا کریم

ہے۔ وہ معاف کر دے گا۔

کیا آپ اہل شام سے ہیں؟

میں نے عرض کیا۔

ہاں شامی ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ کچھ لوگوں کی پیدا کردہ غلط فہمیاں ہیں۔ تمہارا کوئی تصور نہیں۔

تجھے جو بھی ضرورت ہو ہمیں بتا انشاء اللہ ہماری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوگی اور

تیرے تصور سے بڑھ کر ہم پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔

اب میرے لیے دینا اندھیر ہو گئی۔ میں چاہ رہا تھا کہ کاش زمین پھٹ جاتی اور



یہ غرق زمین ہو جاتا۔ میں نے اپنے سابقہ نظریات سے توبہ کر لی۔ پھر میرے دل میں حقارت علیؑ اور اس کی اولاد سے زیادہ معزز و محترم کوئی نہ رہا۔

منتخب الاثر کے مطابق ایک مرتبہ اسرائیل نے جبریلؑ پر فخر کیا کہ میں عالمین عرش سے ہوں۔ میں صور کا مالک ہوں۔ میں صور پھونکنے والا ہوں میں باگاہ خالق ہیں تمام ملائکہ کی نسبت زیادہ مقرب ہوں۔

جبریلؑ نے جواب میں کہا۔

آپ نے درست فرمایا جو کچھ آپ نے فرمایا وہ درست ہے۔ لیکن اللہ نے جو کچھ مجھے عنایت فرمایا ہے آپ جانتے ہیں کہ میں وحی الہی کا امین ہوں۔ خضوف و کسوف کا مالک میں ہوں۔ زلزلے میرے کنٹرول میں رہتے ہیں۔ پیمانات کا تمام سلسلہ میرے پاس ہے۔

دونوں نے اپنا مقدمہ ذاتِ امدیت کے حضور پیش کیا کہ ہم میں سے افضل کون ہے؟

ذاتِ امدیت نے فرمایا۔

فاموش رہو۔

تم دونوں اپنے مقام پر اچھے ہو لیکن تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے ایک ایسی مخلوق بھی پیدا کی ہے جو تم دونوں سے افضل تر ہے۔ خدا اساقِ عرش کی طرف دیکھو۔ جب وہ دونوں نے ادھر دیکھا تو انہیں لکھا ہوا نظر آیا۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - علی وفاطمہ

والحسن والحسین خیر خلق اللہ -

جبریلؑ نے یہ دیکھ کر فوراً عرض کیا۔ بار الہا۔ مجھے ان کا خادم بنلو۔ ذاتِ امدیت

نے فرمایا اگر تیری یہ خواہش ہے تو مجھے ان کی خدمت سونپی جاتی ہے۔ اس کے بعد سے آج تک جبریلؑ تمام ملائکہ پر فخر کرتا ہے کہ میں خادم آلِ محمد ہوں۔ جبریلؑ کے اس فخر کے سامنے تمام ملائکہ کے سر خم ہوتے ہیں۔ چنانچہ آلِ محمد کے رونے ارض پر آجانے کے بعد جبریلؑ کبھی جکی پیتا۔ کبھی خاک روٹی کرتا۔ اور کبھی جھولا جھلاتا۔ ایک دن جبریلؑ خانہ نہرا میں آیا تو دیکھا کہ۔

جناب نہر مخواب ہیں اور جناب امام حسینؑ جھوٹے میں پڑے رو رہے ہیں جبریلؑ گہوارے کے قریب بیٹھ گیا اور جھولا جھلا کر یہ لوری سننے لگا۔

ان فی الجنة نہرا من لبن — لعلی وحسین وحسن  
جنت میں حضرت علیؑ۔ حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کے لیے دودھ کی ایک نہر ہے۔

کل من کان محبا لہم — یدخل الجنة من غیر حزن

جو بھی ان کا محب ہو گا وہ کسی غم و اندوہ کے بغیر داخل جنت ہو گا۔

یہی لوری سناتا رہا اتنے میں جناب سیدہ کی آنکھ کھل گئی۔ بی بی نے آواز سنی تو حیرت سے ادھر ادھر دیکھا لیکن آپ کو لوری دینے والا نظر نہ آیا۔ بی بی کو معلوم تو ہو گیا کہ کون ہے لیکن دوسروں کے اطمینان کی خاطر انھوں نے اسے کراہ کر پوچھا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ بی بی جبریلؑ تھا۔

مؤلف۔ ا۔

آج امن کا دور ہے اور امام حسینؑ کا جھولا جبریلؑ جھلاتا ہے۔ ایک وقت ایسا بھی تو آیا تھا۔ جب جبریلؑ نے اپنے اسی شہزادہ کو میدانِ کربلا میں تین دن کا گرسنہ اور تشنہ زخموں سے چور خاک و خون میں غلطان اپنے نانا کی امت سے پانی مانگتے دیکھا



ہوگا۔ خدا معلوم اس وقت جبریل کے دل پر کیا گزرتی ہوگی۔

منتخب ہی میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ ایک مقام پر تشریف فرما تھے کہ ابوہریرہ آئے اور آپ کے پاؤں سے خاک جھاڑ کر اپنا چہرہ آپ کے پاؤں سے مس کرنے لگا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

ایسا کیوں کر رہے ہو؟

ابوہریرہ نے عرض کیا۔ فرزند رسول آپ مجھے ایسا کرنے سے نہ روکیں بخدا میں نے جو کچھ اپنے ان دونوں کانوں سے آپ کے جدا مجھ سے سنا ہے اگر اس کا بشر مشیر بھی ان لوگوں کو معلوم ہوتا تو یہ لوگ آپ کو کندھوں پر نہیں اپنی آنکھوں پر بٹھانے نہ ٹھکتے۔ اسے فرزند رسول میں نے اپنے ان کانوں سے آپ کے نانائے سنا ہے کہ۔

میرا یہ بیٹا افضل خلق خدا اور جو انان جنت کا سردار ہے اور میرا یہ بیٹا پیارا مظلوم اور مجروح شہید ہوگا۔ اللہ اس کے قاتل پر لعنت کرے۔

منتخب میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ عید اللہ ابن عمر و ابن عباس کے قریب سے گزرے تو عبد اللہ نے کہا۔

جو شخص اہل آسمان کی نظر میں اہل زمین میں سے محبوب ترین شخص کو دیکھنا چاہتا ہے تو اس شخص کی طرف دیکھے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

اے عبد اللہ اگر تو جانتا ہے کہ میں افضل اہل ارض ہوں۔ میں اہل آسمان کی نگاہ میں محبوب ترین خلایق ہوں تو پھر تو مجھ سے میرے بھائی سے اور میرے والد سے

جگ صفین میں کیوں لڑا تھا؟

حالانکہ بخدا میرا باپ مجھ سے کہیں افضل تھا۔ عبد اللہ نے جواب دیا۔ مجھے آپ کے نانائے اطاعت والدین کا حکم دیا تھا۔ اور مجھے میرے والد نے جگ صفین میں آپ کے خلاف لڑنے کا حکم دیا تھا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

کیا اللہ کی مخالفت کر کے اپنے باپ کی اطاعت کرنا بھی اسلام ہے حالانکہ میرے نانائے یہ بھی تو فرمایا تھا۔

اطاعت والدین صرف احکام خدا میں ہے۔ اللہ کی نافرمانی میں اطاعت والدین نہیں ہے۔ اللہ کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔ عبد اللہ خاموش ہو گیا۔ کوئی جواب نہ دے سکا۔ کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ میں اپنی دنیا اور آخرت گنوا بیٹھا ہوں۔

حضرت حجت نے زیارت تاجید میں جن الفاظ کے ساتھ امام حسینؑ کے فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔

بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

کنت للرسول ولداً و	آپ نبی اکرم کے فرزند۔ قرآن
للقرآن سنداً و للامامة	کے لیے حکم سند امت کا قوت
عصداً و فی الطاعة مجتهداً	بازو۔ اطاعت الہیہ میں مشقت
حافظاً للعہد و الميثاق	گزیں۔ عہد و پیمان کے پکے
ناکباً عن سبیل الفساق	ناستوں کی راہ سے دور تمام تر
بازلاً للجهود طویل الوکوع	کوشش و مضاعف الجہد کے حصول



والسجود زاهد آفی میں کرنے والے طویل رکوع و  
الدنیا زهد الراحل سجد کرنے والے۔ دنیا سے اس  
عنہا نالرا الیہا بعین طرح دور جس طرح مسافر منزل سے  
المستوحشین منہا۔ ہوتا ہے۔ دنیا کو ایسی نگاہ سے  
دیکھنے والے جیسے اس کے خوف  
سے بے ہوئے تھے۔

علامہ ابن عبد البر نے الاتیصل میں ان الفاظ سے امام حسینؑ کا تعارف  
کرایا ہے۔

امام حسینؑ متین۔ فاضل کثیر الصلوۃ والصوم نہاد تھے۔  
صاحب اسد الغابہ نے جن الفاظ کے ساتھ امام حسینؑ کا تعارف کرایا ہے۔  
ملاحظہ ہوں۔

امام حسینؑ فاضل قائم اللیل۔ صائم النهار۔ بہت زیادہ جین کرنے والے۔ راہ خدا  
میں رولت لٹا دینے والے تمام اعمال خیر میں سبقت لے جانے والے تھے۔  
ایک مورخ کے مطابق امام حسینؑ نے بیس حج پیدل کیے تھے۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ۔  
میں بالعموم امام حسینؑ کی خدمت میں رہا کرتا تھا ایک رات آپ بڑی دیر سے  
گھر سے نکلے۔ جناب فد بجہ کے مزار پر تشریف لائے۔ سر ہانے بیٹھ کر کافی دیر تک  
گریہ فرماتے رہے۔

پھر مجھے فرمایا۔

اے انس اب مجھے تنہا چھوڑ دے۔

میں آپ سے ادھیل ہو کر چھپ کے بیٹھ گیا تاکہ دیکھوں کہ آپ تنہائی میں کیا  
کرتے ہیں۔

اس وقت آپ نے کھڑے ہو کر چند رکعات نماز پڑھی پھر ذات احدیت کو  
انتہائی تفریح و انکساری سے یوں مخاطب کیا۔

یا رب یا رب انت مولاه فارحم عیبدا انت ملجاء  
اے اللہ تو ہی مولیٰ ہے۔ ان بندوں پر رحم فرما جن کا بلجا تو ہی ہے۔

یا ذا المعافی انت معتمدی طوبی لمن کنت انت مولاه  
اے رب عزت تو ہی میرا ہمارا ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص  
جن کا تو مولیٰ ہے۔

طوبی لمن کان خائفا رقا یشکو الی ذی الجلال شکواه  
خوش نصیب ہے وہ شخص جو تیری ہیبت سے خوف زدہ رہتا  
ہے۔ اور تیری بارگاہ ذوالجلال میں اپنے مصائب پیش کرتا ہے۔

ومابہ علة ولا سقم اکثر من حبه لمولاه  
خوش نصیب ہے وہ شخص جسے اپنے مولیٰ کی محبت کے سوا کوئی بیماری  
نہیں ہے۔

اذا اشتکوا بشہ وغصته احبابہ اللہ شہ لبسا  
جب بارگاہ خالق میں اپنے مصائب و آلام کا شکوہ کرتا ہے تو کریم اللہ اسے  
لیک سے جواب دیتا ہے۔

اذا خلا بالظلام متبھلا اکرمہ اللہ شہ ادناہ  
جب رات کی تاریکی میں اس کے سامنے سر غم خرم کرتا ہے تو اللہ اسے



احترام سے اپنے تقرب کا شرف بخشا ہے۔

جب امام حسینؑ نے اپنی بات ختم کی تو میں نے اپنے ان کانوں سے جو سنا وہ یہ تھا۔ ہاتھ غیبی نے کہا۔

لبیک عبدی وانت فی کنفی وکلما قلت قد علمناہ  
لبیک میرے بندے تو میری پناہ میں ہے جو کچھ تو نے کہا ہے میں معلوم ہو چکا ہے۔

صوتک تشناتہ ملائکتی فحسبت الصوت قد سمعناہ  
تیری آواز کے میرے ملائکہ بھی مشتاق ہیں تیری آواز انتہائی دلربا ہے ہم نے اسے سن لیا ہے۔

دعاء عندی تجوی فی حجب فحسبت الست قد رفعناہ  
تیری دعا میرے تمام حجابات قدرت میں گھومتی ہے تیرے لیے یہ کیا کم ہے کہ ہم نے تمام حجابات اٹھالیے ہیں۔

لو هبت الريح في جنانہ خروصو لعلما تشناتہ  
اگر اس کے اطراف و نواح میں ہوا بھی چلے تو حجابات کے سامنے ہوا کی تمام تر طاقت کذب ہو جائے۔

سنتی بلارعبہ ولا رهب سل بلا خوف ولا وجل ما تشاء  
کسی رعب اور پستی کے بغیر جو چاہے مانگ لے کسی ڈر اور خوف کے بغیر جو چاہے سوال کر۔

ولا حساب انی انا اللہ۔

جو چاہے بلا حساب مانگ میں اللہ ہوں۔

سفینۃ البحار میں ہے کہ امام حسینؑ بچنے ہی سے نہاہت تھے رب حضرت علیؑ کی غذا سے تناول فرماتے تھے اور اتنی نوافل پڑھا کرتے تھے جتنی حضرت علیؑ پڑھتے تھے۔

سفینۃ البحار میں مسروق سے مروی ہے کہ میں عرفہ کے دن امام حسینؑ کے پاس گیا آپ کے سامنے سٹوکا پیالہ رکھا تھا اور آپ کی گود میں قرآن شریف کھلا تھا آپ کے تمام ساتھی بھی اسی حالت میں تھے افطار کا انتظار ہو رہا تھا۔ مجھے ایک مسئلہ پوچھنا تھا میں نے وہ مسئلہ پوچھا اور واپس آگیا پھر اسی راہ سے میں امام حسینؑ کے پاس گیا وہاں دیکھا تو آپ اور آپ کے صحابہ تناول فرما رہے تھے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ میں واپس بٹنے ہی والا تھا کہ امام حسنؑ نے فرمایا۔ مسروق آگے بڑھ کر کچھ تم بھی کھا لو۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے روزہ ہے۔ ویسے اگر غمخس نہ فرمائیں تو ایک بات پوچھ لوں؟ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ بڑے شوق سے پوچھ کیا پوچھنا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپ کے چھوٹے بھائی کے پاس گیا تو وہ روزہ افطار کرنے کے انتظار میں تھے اب آپ کے پاس آیا تو آپ کھانا تناول فرما رہے ہیں گویا آپ کو آج روزہ نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے درست سمجھا ہے۔ ہم دونوں ہر کام مشیت ایزدی کے مطابق کرتے ہیں۔ آپ لوگوں میں سے کچھ روزہ رکھ سکتے ہیں اور کچھ نہیں رکھ سکتے جو رکھ سکتے ہیں ان کے ساتھ میرے بھائی نے روزہ رکھا ہے۔ اور جو نہیں رکھ سکتے ان کے ساتھ میں کھانا کھا رہا ہوں۔

امام حسینؑ ہر رات ایک ہزار رکعت نوافل پڑھا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے امام جوادؑ سے پوچھا۔ کہ آپ کے والد کی اولاد کم کیسے ہوئی؟

آپ نے جواب دیا کہ یوں پوچھ کہ اولاد کم کیوں ہوئی یہ سوچ کہ ہم پیدا کیے ہو گئے



جو شخص ہزار رکعت نماز پڑھتا ہو اس کے پاس کتنا وقت بچ جاتا ہے ان کی زندگی کی اکثر راتیں شام سے لے کر صبح تک عبادت خدا میں گزر جاتی تھیں۔ تم نے نہیں سنا عاشور بھی تو میرے بابا نے دشمنوں سے ہلک کر لی تھی تاکہ ایک رات اور اللہ کی عبادت کر لی جائے اور وہ تمام رات آپ نے عبادت خدا میں جاگتے ہوئے گزار دی۔

### جو دو سناٹے امام حسینؑ

جو دو سناٹے آپ کو دلائل اپنے ہدا محمد سے ملی تھی اللہ تعالیٰ اور اولین و آخرین میں سخی ترین تھے۔ روایات میں ہے کہ بنت رسول انصاف کے پاس آپ کی زندگی آخری دنوں میں ایک مرتبہ تشریف لائیں۔ دونوں شہزادے آپ کے ساتھ تھے عرض کیا۔

بابا جان! میرے یہ دو بیٹے ہیں انہیں کوئی چیز نہایت فرمائیے۔

آپ نے فرمایا۔ اپنی سرداری اور بیعت حسنؑ کو۔ اور اپنی شجاعت اور جو حسینؑ کو دیتا ہوں یہ مہمان کی عزت کرے گا۔ بچوں پر شفقت کرے گا۔ مانگنے والے کو عطا کرے گا۔ صلہ رحمی کرے گا۔ فقر اور نوازشی کرے گا۔ برہنہ کو لباس دے گا۔ بھوکے کو سیر کرے گا۔ مقروض کے قرض ادا کرے گا۔ اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرے گا۔

بھارا انوار میں ہے کہ امام حسینؑ اسامہ ابن زید کے پاس عیادت کو گئے۔ اس وقت اسامہ کہہ رہا تھا۔ واغماہ۔

امام حسینؑ نے پوچھا۔ وہ کون غم ہے جو آپ کو اس شدت مرض میں بھی

نہیں بھول رہا؟

اسامہ نے کہا۔ فرزند رسول میں سات ہزار درہم کا مقروض ہوں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اس کا غم نہ کر۔ یہ میں ادا کر دوں گا۔

اسامہ نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر مر گیا اور قرض ادا نہ کر سکا تو اطمینان سے نہ مر سوں گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

میں وعدہ کر رہا ہوں تجھے اطمینان ہو جانا چاہیے۔ آپ وہاں سے اٹھے اور اسامہ کی موت سے پہلے اس کا قرض ادا کر دیا۔

امام حسینؑ فرمایا کرتے تھے۔ کسی بھی بادشاہ کے لیے تین عادات انتہائی بد انجام ثابت ہوتی ہیں۔

دشمنوں سے خوف۔

زیر دستوں پر سختی۔

اور نوازشات میں بخل۔

بھار ہی میں ہے کہ ایک شخص امام حسینؑ کے پاس آیا۔ آپ مسجد نبویؐ میں مصروف نماز تھے۔ وہ سامنے کھڑا ہو گیا اور اشعار میں امام حسینؑ اور حضرت علیؑ کی تعریف کرنے لگا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے قبر سے فرمایا۔ قبر کیا حجازی مال سے کچھ بچا ہے؟

قبر نے عرض کیا۔ چار ہزار دینار بچے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بھاری نسبت ان کا زیادہ مستحق ہے قبر نے کپڑے میں لپیٹ کر دینار پیش کر دیے آپ نے سر جھکا کر دینار اسے دے دیے اور ساتھ ہی فرمایا۔ مجھے انہوں نے کہتا تھا کہ



دینا چاہیے تھا اتنا نہیں دے سکا حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے زمانہ بدلتا جا رہا ہے۔ اس عرب نے رقم لے کر دنا شروع کر دیا۔

آپ نے فرمایا بہت کم ہیں؟

اس نے عرض کیا قبلہ میں ان کی کمی پر نہیں رو رہا بلکہ مجھے وہ وقت رلا رہا ہے جب ان ہاتھوں کو زمین میں دفن کیا جائے گا۔

کبریت احمر میں ہے کہ ایک نصرانی بڑا حافظ طیب تھا اس نے سن رکھا تھا کہ امام حسینؑ سید الکرام ہیں۔ وہ وقت کی انتظار میں تھا کہ کسی وقت آداؤں گا۔ ایک دن ایک یتیم لڑکا اس طیب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں ابھی بچہ ہوں میرا باپ پہلے فوت ہو چکا ہے اب ماں سخت بیمار ہے براہ نوازش کوئی شافی علاج فرمائیے طیب نے کہا سفید گھوڑے کا جگر گرل جائے تو تیری ماں شفا یاب ہو جائے گی ایسا گھوڑا امام حسینؑ کے پاس ہے۔ وہ بچہ امام حسینؑ کے پاس آیا اپنی کہانی سنائی آپ نے فرمایا کہ فوراً گھوڑا ذبح کیا جائے۔ اور اس کا جگر بچے کو دے دیا جائے۔ جب بچہ جگر لے کر گیا تو طیب نے کہا تو غلط گھوڑے کا جگر لایا ہے۔ سیاہ گھوڑے کا جگر چلیے۔ تھا۔ وہ بھی امام حسینؑ کے پاس ہے۔ بچہ پھر گیا آپ نے سیاہ گھوڑا ذبح کر لیا اور جگر بچے کو دے دیا بچہ لے گیا اس نے کہا پھر غلط لایا ہے فلاں رنگ کے گھوڑے کا جگر چاہیے بچہ آتا رہا امام حسینؑ گھوڑے ذبح کراتے رہے حتیٰ کہ طیب نے سات گھوڑے ذبح کرائے۔ آخر میں طیب آیا امام حسینؑ کے قدم چوم کر عرض کیا میں نے سنا تھا کہ آپ کریم ہیں آج دیکھ لیا ہے۔ اب میں نہیں چاہتا کہ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد بھی نصرانی رہوں۔ البتہ ایک معجزہ بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اسے اسلام کی تعلیم دی پھر انہی مردہ گھوڑوں کے قریب لائے ان کے قریب کھڑے ہو کر دعا کی ساتوں گھوڑے

زندہ ہو گئے۔

امام حسینؑ نے ایک سائل کو ہزار درہم دیے وہ ایک ایک کو پر کھنے لگا۔ آپ کے ایک غلام نے سائل سے کہا درہموں کو اس طرح پر کھ رہا ہے جیسے ہمارے پاس کوئی چیز فروخت کی ہو۔ سائل نے کہا۔ میں نے اپنے چہرہ کی اب فروخت کی ہے تب کہیں سوال میری زبان پر آیا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ پھر غلام کو حکم دے دیا۔ اسے تین ہزار درہم دے دے۔ ایک ہزار سوال کے عوض۔ ایک ہزار آپ روکے عوض اور ایک ہزار اس لیے کہ اس نے ہمیں اہل عطا کچھ کر ہم سے مانگا ہے۔

بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ کے پاس مال آتا اور دوسری طرف فقرا مساکین یتیمانی اور یمواؤں کا اجتماع نہ ہو جاتا۔ لیکن تعجب ہے کہ ان ہاتھوں کو شام مغرباں میں جلال ملون نے کس دل و گردہ سے ٹٹے ہوئے خیر سے کیسے جدا کرنے کی جسارت کی ہوگی۔

یہ بھی آپ کا کرم ہی تھا کہ ایک انصاری آپ سے کچھ مانگنے کو آیا آپ نے اس کے چہرہ سے اندازہ فرمایا۔ پھر فرمایا۔ تو زبان سے کچھ نہ کہہ اپنا سوال مجھے لکھ کر دے دے تیری حاجت روائی کر دی جائے گی۔ اس شخص نے رقعہ پر لکھا۔ کہ میں فلاں شخص کا مقروض ہوں۔ میں نے ادائیگی کا جو وعدہ کیا تھا کہ اس پر ادا نہ کر سکا۔ اب وہ تنگ کر رہا ہے۔ آپ براہ نوازش اس سے مجھے کچھ مہلت ادا دے کے دے دیں۔ مجھے تنگ نہ کرے۔

آپ نے رقعہ پڑھا۔ اٹھے اندر تشریف لے گئے ایک تھیلی لائے اور فرمایا اس میں ایک ہزار دینار ہیں۔ پانچ سو دینار سے قرض ادا کر لے اور بقیہ پانچ سو سے اپنا کچھ وقت گزار لینا۔



لیکن قارئین یہ نہ بھولیں کہ یہ سب اس تربیت کا اثر تھا جو آپ کو اپنے والد گرامی  
قدسے علی تھی۔ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت علیؑ کے پاس آیا اور عرض کی۔ تہلہ مجھے آپ  
سے ایک کام ہے۔

آپ نے فرمایا اپنی ضرورت کھد کے دے دے انشاء اللہ پوری کر دی جائے  
گی۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے چہرہ پر ہات کرتے ہوئے فکر و پیشانی کی زردی  
چھا جاتی ہے۔ اس نے رتھر پر کھنا۔ مولائیں فقیہ اور نادار ہوں۔ آپ نے تہلہ سے فرمایا  
اسے لباس اور حسب ضرورت رقم دے دے۔ اس طرح نے آپ کی تعریف میں اشارہ  
کے۔ آپ نے تہلہ سے فرمایا اسے ایک سو دینار اور بھی دے دے۔ کچھ مجاہد نے عرض  
کیا کہ آپ پہلے بھی بہت زیادہ دے چکے ہیں۔

آپ نے فرمایا نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ۔  
ہر ایک کو اس کے مقام کی حیثیت سے پہچانو مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے جو  
رقم سے غلاموں کو خریدتے ہیں۔ لیکن نوازش سے آزاد افراد کے دل نہیں خریدتے۔  
امام حسینؑ فرمایا کرتے تھے۔ اپنی ضرورت تین میں سے کسی ایک شخص سے مانگا کر۔  
کسی متدین شخص سے۔

صاحب مروت۔

اور خاندانی فرد

نفس المہوم میں ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ کے پاس آیا اور عرض کی میں نے  
آپ کے نانا سے سنا ہے کہ اگر کوئی ضرورت لاحق ہو تو چار میں سے کسی ایک سے  
مانگا کر دے۔

شریف عرب ہو۔

کیونکہ سردار ہو۔

مائل قرآن ہو۔

چوڑی پیشانی والا ہو۔

جہاں تک عرب شرافت کا تعلق ہے آپ سید العرب ہیں۔ جہاں تک کرم کا  
تعلق ہے آپ سید اکابر ہیں۔ جہاں تک مائل قرآن کا تعلق ہے قرآن آپ کے گھر  
نازل ہوا ہے۔ اور جہاں تک کھلی پیشانی کا تعلق ہے تو انھوں نے فرمایا ہے کہ جو شخص  
مجھے دیکھنا چاہے میرے حسین کو دیکھ لے۔

آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ میں نے بھی اپنے نانا بزرگوار سے سنا ہے کہ  
عطالیات کے مطابق ہونا چاہیے اپنی ضرورت بتانے کے بجائے زمین پر کھد دے میں پڑھ  
لوں گا۔ پھر تیری لیاقت کا امتحان کر دوں گا تین سوال پوچھوں گا۔ بتنے والوں کے جواب  
دے دیے اسی نسبت سے تجھے علیہ کر دوں گا۔

اس نے اپنی ضرورت کھدی پھر عرض کیا۔ آپ پوچھیں ضرور۔ لیکن یہ عرض کر دوں کہ  
اگر میں تاناں رکھا تو آپ سے سیکھ لوں گا۔ اور اسی کو آپ کی عطا سمجھوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ افضل الاعمال کیا ہے؟

عرب نے کہا۔ اللہ پر ایمان۔

آپ نے فرمایا۔ مصائب سے نجات کا عمدہ ذریعہ کیا ہے؟

عرب نے کہا۔ اللہ پر بھروسہ

آپ نے فرمایا۔ مرد کی زینت کیا ہے۔

عرب نے کہا۔ ایسا علم جن کے ساتھ علم ہو۔

آپ نے پوچھا۔ اگر علم نہ ہو تو؟



عرب نے کہا۔ مردوت

آپ نے پوچھا۔ اگر مردوت نہ ہو تو؟

عرب نے کہا۔ صبر کے ساتھ غربت

آپ نے فرمایا۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو؟

عرب نے کہا۔ آسمان سے بجلی گرسے جوات بھلسا دے۔

آپ سکرامیے اور اس کی خواہش کے مطابق اسے دینے کے بعد ایک انگوٹھی دی جس کا گیند دوہو درہم مالیت کا تھا۔ اور فرمایا۔ اے ان بیسویں سے قرظی چکا دینا اور اس انگوٹھی سے کچھ وقت گزار لین۔

### شجاعت امام حسینؑ

درائتہ شجاعت آپ کو اپنے نانا اور باپ سے ملی تھی۔ ایک مرتبہ ولید ابن عقبہ گور زمین سے آپ کا کسی اراضی پر جھگڑا ہو گیا۔ آپ نے اس کا عمامہ سر سے اتار کر اس کے گلے میں ڈالا اور ایک جھکے سے نیچے گرا دیا۔ مردان نے کہا۔ میں نے اپنے مکران پر ایسی جرات کسی میں نہیں دیکھی۔ ولید نے کہا۔ خاموش ہو جا تو مجھے اس کے خلاف بھڑکارا ہے۔ ورنہ تو بھی جانتا ہے کہ متنازعہ اراضی کا حقیقی مالک حسین ہی ہے۔ آپ نے اسے چھوڑ دیا اور فرمایا ولید مجھے اراضی کی ضرورت نہ تھی کہ اب میں اراضی لیتا ہوں مجھے صرف حق پایہ تھا جس کا اعتراف تو نے کر لیا ہے اب میں متنازعہ اراضی تجھے ہمہ کرتا ہوں آج کے بعد جھگڑا ختم ہو گیا۔

اگر نظر انصاف دیکھا جائے تو میدان کربلا میں آپ نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ اہل کوفہ انگشت بدندان رہ گئے۔ اگر یہ کہا جائے آپ نے شجاعت جدیدہ کو بھی پیچھے

ڈال دیا تو بے جا نہ ہو گا۔

حضرت علیؑ کسی جگہ میں پیاسے نہیں لڑے۔ امام حسینؑ تین دن کے پیاسے لڑے تھے۔

حضرت علیؑ جب میدان میں جاتے تھے تو اپنی اولاد ان کے سامنے زندہ ہوتی تھی جب کہ امام حسینؑ اپنی اولاد کی پارہ پارہ لاشوں سے گزر کر میدان جنگ میں اترے تھے۔ حضرت علیؑ کے ساتھ ستر ستر ہزار کاشک ہوتا تھا۔ جب کہ امام حسینؑ تہا ستر ہزار سے برسر پیکار ہوئے تھے۔



چھٹی مجلس

## علم امام حسینؑ، معجزات امام حسینؑ

اور

## قبولیت دعائے امام حسینؑ

بعد میں مدینہ سے مروی ہے امام حسینؑ نے بچپن کے عالم میں نبی اکرمؐ کی زندگی میں ایک مرتبہ فرمایا کہ میرے قتل پر بنی امیہ کے ناجز جمع ہوں گے اور ان کا امیر شکر عمر ابن سعد ہوگا۔ میں نے پوچھا کیا آپ کو آپ کے نانائے یہ بات بتائی ہے؟ فرمایا نہیں تو۔

میں آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور امام حسینؑ کا جلد دہرایا آپ نے فرمایا حسینؑ نے یہ کہا ہے۔ میں نے عرض کیا اسے کیسے پتہ چلا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ تب مجھے معلوم نہیں کہ میرا علم حسینؑ کا علم ہے اور حسینؑ کا علم میرا علم ہے ہمیں مایکون کا تاقیامت اللہ نے علم رکھا ہے۔

مدینہ المعجزہ میں ابن نباتہ سے مروی ہے کہ میں نے کوفہ میں امام حسینؑ کی

خدمت میں عرض کیا۔

میرے آقا! میں آپ سے ایک سوال کرتا ہوں جس کا مجھے یقین ہے۔ اور وہ اسرار الہیہ میں سے ایک راز ہے۔ وہ راز آپ سے وابستہ ہے بھلا آپ بتائیں کہ وہ راز کیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ میرے ساتھ چل۔  
میں آپ کے ساتھ چلا۔

بادجو دیکھ ہم مسجد کوفہ سے کافی فاصلہ پر تھے لیکن ایک دو قدم اٹھاتے ہی میں نے مسجد کو اپنے سامنے دیکھا میں حیرت میں سوچ رہا تھا کہ امام حسینؑ مجھے دیکھ کر مسکرا دیے اور فرمایا۔

سے اصبغ۔

سیمان ابن داؤد کے یہ ہوا مسخر کی گئی تھی۔ اور ان کی صبح ایک ماہ اور ایک ماہ کی شام ہوتی تھی جب کہ مجھے سیمان ابن داؤد سے کہیں زیادہ دیا گیا ہے۔ میں نے عرض کیا۔

اے فرزند رسول! آپ سچ فرما رہے ہیں۔

پھر فرمایا۔

ہم ان افراد میں سے ہیں جنہیں کائنات علم کتاب دیا گیا ہے۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ مخلوق خدا میں سے کسی کے پاس بھی نہیں ہے۔ ہم سراہی کے اہل ہیں۔ ہم آل اللہ ہیں۔ ہم رسول خدا کے وارث ہیں۔ میں نے عرض کیا الحمد للہ۔

پھر فرمایا چل اب داخل مسجد ہو۔ جب میں داخل مسجد ہوا تو میں آنحضرتؐ کو



محراب مسجد میں تشریف فرما دیکھا۔ اور آپ کے پہلو میں حضرت علیؑ نے ایک شخص کو پکڑ رکھا تھا۔

میں نے انھیں کو دیکھا وہ انگشت حسرت کاٹ کر اس شخص سے کہہ رہے تھے تو نے میرے بعد بہت برا کر داسا لیا ہے۔ اللہ اور میری طرف سے تجھ پر اور تیرے تمام ساتھیوں پر لعنت ہو۔

مدینۃ المعاجز ہی میں امام جعفرؑ سے مروی ہے کہ آپ نے اپنے غلاموں کو اپنی ایک اسامی پر بیجا اور انہیں فرمایا کہ فلاں دن اپنی چار دیواری سے باہر نہ آنا۔ تمہیں کے دن باہر نکلا۔ اگر تم نے میری مخالفت کی تو تمہارے راستہ پر ڈاکو پڑے گا تم خود قتل ہو جاؤ گے اور تمہارا مال و اسباب تم سے چھین جائے گا۔

ان لوگوں نے آپ کی مخالفت کی۔ جو راہ آپ نے بتائی تھی اس راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ پر ہو لیے راستہ میں ان پر ڈاکو پڑا۔ وہ تمام غلام قتل ہو گئے اور ان کا اسباب لوٹ لیا گیا۔

امام حسینؑ والی مدینہ کے پاس آئے۔ وہ ڈاکو کی خبر پہنچ چکا تھا اس نے امام حسینؑ کو تفریت کی۔

آپ نے فرمایا۔ ان لوگوں نے میری نافرمانی کی سزا بھگت لی ہے۔ میں نے انہیں اس دن جانے سے منع کیا تھا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی جن کے نتیجہ میں انہوں نے اپنا انجام پایا۔ لیکن اس سے ان کا بے گناہ خون رائیگاں نہیں جائے گا میں ان کے قاتل آپ کو بتاتا ہوں آپ انہیں سزا دیں۔

مدینہ کے گورنر نے پوچھا۔

کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں جس طرح میں آپ کو پہچانتا ہوں انہیں بھی پہچانتا ہوں ایک قریہ شخص جو آپ کے پہلو میں بیٹھا ہے ان میں سے ایک ہے۔

اس نے کہا! اے فرزند رسولؐ آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا ہے؟  
آپ نے فرمایا۔ اگر میں تجھے پورا واقعہ سنا دوں تو کیا تو میری تصدیق کر دے گا۔

اس نے کہا۔ اے فرزند رسولؐ میں ضرور تصدیق کروں گا۔

آپ نے فرمایا۔ تیرے ساتھ مدینہ میں سے فلاں فلاں جیسی تھے۔ آپ نے چار جیشوں کے نام لیے۔ اور تمام واقعہ بیان کر دیا مدینہ کے گورنر نے اس شخص سے پوچھا بتا تو کیا کہتا ہے۔

اس نے کہا۔ بخدا ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے فرزند رسولؐ ہمیں پختہ خود دیکھ رہے تھے آپ کا ایک ایک حرف درست ہے۔

پھر دوسرے چار افراد کو بھی بلایا گیا۔ جب ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے بھی اقرار کر لیا۔

حاکم مدینہ نے ان سے مال واپس لے کر ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔

مدینۃ المعاجز ہی میں ہے کہ آپ کے ایک محبوب نے آپ سے ایک عورت سے شادی کے بارے میں مشورہ لیا۔ آپ نے فرمایا میرے خیال میں جس عورت سے تجھ کو محبت ہے وہ تیرے لیے اچھی نہیں ہے۔ اس نے آپ کی پروا نہ کی اور اس سے شادی کر لی نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال میں اس کے گھر سے اس کے والد اور بھائی کے جنازے اٹھ گئے تمام مال و دولت ختم ہو گیا۔ وہ پریشان حال ہو کر آپ کے پاس آیا آپ نے فرمایا۔ میں نے تجھے بتایا تھا کہ وہ عورت تیرے لیے بضرر و فتنہ ثابت ہوگی



لیکن تجھے محبت ہی ماسی سے تھی۔ اب تجھے اس کا تو تجربہ ہو گیا ہے۔ پھر آپ نے اسے ایک عورت کا نام بتایا اور فرمایا اگر اس سے شادی کر لے تو تیرے لیے مبارک ثابت ہوگی۔ چنانچہ اس نے اس عورت سے شادی کر لی ایک سال میں اللہ نے اسے بچہ بھی دے دیا اور اس کے گھر میں برکت بھی پلٹ آئی۔

مدینۃ المعجزہ ہی کے مطابق ایک سال ایام حج میں ایک عورت طواف کر رہی تھی۔ دوران طواف اس نے اپنا بازو اپنے برقعہ سے باہر نکالا اس کے عقب میں ایک مرد بھی مصروف طواف تھا اس مرد نے اس عورت کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور ذات احدیت نے اپنی قدرت کاملہ سے اس مرد کے ہاتھ کو اس عورت کے بازو پر چٹا دیا۔ ہزار کوشش کے باوجود مرد کا ہاتھ عورت کے بازو سے جدا نہ ہو سکا۔ لوگوں میں شہر ذل چم گیا۔

بات امیر مکہ تک جا پہنچی علماء جمع ہو گئے۔ تمام علماء نے متفقہ فیصد دیا کہ مرد اور عورت کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کی خاطر مرد کا ہاتھ کاٹنا ضروری ہے۔ اسی اثنا میں کسی نے امیر مکہ سے کہا کہ آج رات فرزند رسول حسین ابن علیؑ بھی حج کے لیے مکہ تشریف لائے ہیں ذرا ان سے بھی پوچھ لیا جائے۔ امیر مکہ نے آپ کو پیغام بھیجا جب تشریف لائے آپ نے آکر دیکھا کافی دیر تک مصروف دعا رہے۔ ذات احدیت کی قدرت سے وہ ہاتھ جدا ہو گیا۔ امیر مکہ نے پوچھا اے فرزند رسول کیا انہیں سزا نہیں ملے گی؟

آپ نے فرمایا سزا کا مقصد جرم اور مجرم کو دیکھنے والوں کی عبرت ہوتا ہے اور اللہ نے ان دونوں کو اور انہیں دیکھنے والوں کو جس عبرت سے دوچار کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ وہ شخص آپ کے قدم بوس ہوا اور عرض کی۔ اے فرزند رسول آپ کے

کرم نے مجھے ہاتھ کٹنے سے بچا لیا ہے اور اب ایک نوازش اور فرمائیں۔ مجھے اپنے قدموں میں رہ کر خدمت کرنے کا موقع دیں۔ میں ساری زندگی آپ کی خدمت میں گزارنا چاہتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ سوچ لے اگر تو میرے پاس رہنا چاہتا ہے تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ قبلہ میں آپ کے جوتے اٹھانے کو بھی فخر سمجھوں گا۔ لیکن آپ سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا۔

آپ نے فرمایا۔ بسم اللہ۔ سر دست میرے پاس کام کرنے کے لیے میرے اونٹوں کو چراتا اور ان کی نگرانی ہے۔

اس نے عرض کیا میں آپ کا جمال کھلانا بھی اپنے لیے باعث فخر و عزت سمجھوں گا۔ یہ شخص آپ کے ساتھ رہا۔ اور جس محسن نے بیت اللہ میں اس کے ہاتھ کٹنے سے بچائے تھے اس احسان فراموش نے گیارہ محرم کی رات بے دردی سے اپنے محسن کے ہاتھ کاٹے۔

مدینۃ المعجزہ ہی میں ہے کہ امام حسنؑ کے بعد کچھ لوگ امام حسینؑ کی خدمت میں گئے اور عرض کی۔ قبلہ قبل ازیں آپ کے والد محترم اور آپ کے بھائی کبھی کبھی کوئی معجزہ دکھا دیتے تھے۔ جس سے ہمارے ایمان تازہ ہو جاتے تھے۔ اب وہ دونوں تو اپنا وقت پورا کر کے اس دنیا سے چلے گئے ہیں۔ آپ بھی ان کی اقتدا میں ہمیں کچھ دکھائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم لوگوں نے میرے والد امیر المومنین علیؑ کو دیکھا ہوا ہے؟

سب نے عرض کیا۔

ہاں دیکھا ہوا ہے۔



آپ نے فرمایا کیا اب دیکھو تو پہچان لو گئے؟

انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ اپنے آقا اور مولا کو کیسے نہ پہچانیں گے۔

آپ جس جہرہ کے دروازہ پر بیٹھے تھے آپ نے اس کا پردہ ایک طرف سرکایا اور فرمایا ذرا اندر جھانک جو انہوں نے دیکھا تو حضرت امیر المومنین تشریف فرما تھے۔ سب مشرف بزیارت ہوئے۔

مدینۃ المعاجز ہی میں ہے کہ وفات نبی کریم کے دس پندرہ دن بعد دونوں شہزادے امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیرون مدینہ اس باغ میں تشریف لے گئے جو ان کی والدہ کی ملکیت تھا اور اب ان سے چھین گیا تھا۔ دفع حاجت کے بعد واپس آ رہے تھے کہ راستہ میں ایک بد اخلاق صحابی رسول نے دونوں کا راستہ روکا اور کہنے لگا۔ کیا تم یہاں جاسوسی کے لیے آئے ہو؟

بڑی نزش نزش باتیں کرنے لگا۔ دونوں شہزادے خاموش رہے۔ وہ اپنی ہانکتار پھر اس نے ارادہ کیا کہ امام حسینؑ کو ٹھانچہ مارے۔ ہاتف غیبی نے یہ آواز دی۔

اے شیطان! کیا تو دختر رسول کو اذیت دے کر ابھی تک سیر نہیں ہوا؟ اس کا اٹھا ہوا دایاں ہاتھ جہاں تھا وہیں خشک ہو گیا۔ پھر اس نے بایاں ہاتھ اٹھایا۔ وہ بھی خشک ہو گیا۔ جب اس نے اپنے کو دونوں ہاتھوں سے بے بس دیکھا تو لگا مینتیں کرنے۔ آپ کو اپنی ماں کی عظمت کا واسطہ۔ اپنے ناناکا نبوت کا واسطہ۔ اپنے بابا کی ولایت کا واسطہ۔ مجھے اس شرمندگی سے بچاؤ۔ امام حسینؑ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا۔

یار اہلہا۔ اسے چھوڑ دے باری طرف سے اس کے لیے یہ بھی تمام حجت ہے۔

چنانچہ اس کے دونوں ہاتھ درست ہو گئے۔

وہ دونوں شہزادوں کے ساتھ حضرت علیؑ کے پاس آیا۔ اور بڑی جسارت سے کہنے لگا۔

یا علی! کیا تو نے ان بچوں کو جاسوسی کے لیے بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ذرا ہوش کے ناخن لے۔ ہمیں جاسوسی کی کیا ضرورت ہے۔ ابھی تو تو کھڑا ان فرزندان رسول کو ان کی ماں۔ نانا اور بابا کا واسطہ دے کر مینتیں کر رہا تھا۔ اور ابھی اکڑا رہا ہے۔ چند ہی منٹ تو گزرے ہیں تو اپنے دونوں ہاتھوں کے خشک ہونے کو بھول گیا ہے۔ ہم نبی رحمت کے وارث ہیں۔

وہ شرمندہ ہو کر خاموشی سے واپس چلا گیا۔

مدینۃ المعاجز میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے امام حسینؑ کے خلاف کچھ رقم کا دعوٰی کر دیا۔ جب قاضی نے آپ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے اور فرمایا۔ بات کو طول دینے میں فائدہ نہیں ہوگا۔ جھگڑا ابھی ختم ہو جاتا ہے۔ آپ نے قاضی سے فرمایا۔ اسے کیے قسم دے دے اور اپنا مال لے لے۔ وہ کہنے لگا۔

آپ نے فرمایا۔ اس طرح نہیں۔ یوں کہہ۔ جو میرا دعوٰی ہے میں سچا ہوں اور اتنے مال کا حقدار ہوں اس شخص نے اس طرح قسم کھلائی اٹھا لڑکھڑایا اور گر کر مر گیا۔

کبریٰ تاحمر میں ہے کہ آپ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے جا رہے تھے آپ کے ساتھ لوگوں کا ایک بہت بڑا قافلہ تھا اثنائے سفر میں قافلہ کا ایک شخص بیمار ہو گیا۔ مفضلین مرضی اس نے امام حسنؑ سے عرض کیا۔

آقا! اتار کے یہ دل بڑا پریشان ہو رہا ہے۔



آپ نے اپنے دائیں ہاتھ سے ایک طرف اشارہ فرمایا۔ کہ یہاں چلے جاؤ باغ ہے جو چاہو کھا لو۔ حالانکہ وہاں پہلے کبھی کسی نے باغ ترکچا پانی کی ایک بوند تک نہ دیکھی تھی۔ جب تمام تافلہ باغ میں گھس گیا۔ ہر ایک نے جی بھر کے کھایا۔ جب فارغ ہو کر باہر آئے تو دیکھا باغ غائب ہو گیا۔ وہاں ایک ہرنی چر رہی تھی۔ انہوں نے اسے پکڑا امام حسینؑ کے پاس لائے۔

آپ نے فرمایا۔ اسے ذبح کر لو۔ گوشت پکاؤ۔ لیکن اس کی ہڈی نہ توڑنا۔ جب ہرنی کا گوشت پک گیا تمام تافلہ نے سیر ہو کے کھایا۔ آپ نے فرمایا ان تمام ہڈیوں کو ایک جگہ جمع کر دو۔ جب جمع ہو گئیں تو آپ نے دور کھٹ نماز پڑھ کر دست دعا بند کیے۔ چند سیکنڈ میں وہ ہرنی اٹھ کھڑی ہوئی۔

آپ نے تافلہ والوں سے فرمایا۔ جس کسی کو دودھ پینے کی ضرورت ہے ہرنی کا دودھ پی سکتا ہے۔ تمام تافلہ نے دودھ پیا۔ جب سب سیراب ہو چکے تو آپ نے فرمایا۔ جلدی جاتی رہے بچے بھوکے ہیں۔ اور اب تیرا انتظار کر رہے ہیں۔ مدینۃ المعاجز میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن شداد لشی بیمار ہوا۔ امام حسینؑ اس کی عیادت کو گئے۔ جو نہی آپ دروازہ میں داخل ہوئے وہ شخص صحت یاب ہو گیا۔ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔

قبلہ جو کچھ اللہ نے آپ کو دیا ہے۔ ہم اس پر راضی ہیں۔ بخار بھی آپ سے بھاگتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ نے اپنی تمام مخلوق کو ہماری اطاعت کا حکم دیا ہے۔ پھر آپ نے آواز بلند پکارا۔ اد بخار را دی کہتا ہے ہمیں نظر تو کوئی نہیں آیا۔ لیکن ہم نے آواز سنی جس نے لبیک کہا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تجھے میرے والد محترم امیر المومنین نے فرمایا نہیں تھا کہ ہمارے دشمن کو گرفتار کرنا یا ہمارے گناہ گار شیعوں پر اس کے گناہوں کا کفارہ بننا۔ آواز نے عرض کیا۔

ہاں قبلہ۔

آپ نے فرمایا اب عبداللہ کے پاس پھر نہ آنا۔

مدینۃ المعاجز میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ دو افراد ایک عورت اور بچے کے سلسلہ میں اپنا نزاع لے کر امام حسینؑ کے پاس آئے دونوں میں سے ہر ایک عورت اور بچے کا مدعی تھا۔

امام حسینؑ نے عورت سے فرمایا۔

قبل اس کے کہ اللہ تجھے رسوا کرے سیدھی بات بتا دے ان دو میں سے تیرا شوہر کون ہے اور یہ بچہ ان دو میں سے کس کا ہے ؟

عورت نے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جہاں تک اس کا تعلق ہے اسے میں نہ پہچانتی ہوں اور نہ جانتی ہوں اور جہاں تک اس دوسرے کا تعلق ہے تو وہ میرا شوہر ہے اسیہ اس بچے کا باپ ہے۔

امام حسینؑ بچہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ انطق باذن اللہ اذن خدا تو ہی بول اور بتا کہ تیرا باپ کون ہے ؟

وہ بچہ شیر خوار تھا۔ لیکن امام حسینؑ کے اس خطاب سے قدرت نے اسے گویا دی وہ کہنے لگا۔

قبلہ ! میری ماں جھوٹ کہہ رہی ہے۔ ان دونوں میں سے کوئی بھی میرا باپ نہیں ہے۔ میرا باپ فلاں قبیلہ کا چرواہا ہے۔ یہ کہہ کر بچہ خاموش ہو گیا اس کے بعد کسی نے



بھی بچے کی کوئی بات نہ سنی۔

مدینۃ المعجزہ ہی کے مطابق یحییٰ ابن ام الطویل سے مروی ہے کہ ہم جناب امام حسینؑ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک نوجوان آنسو بہاتا ہوا آیا اور امام حسینؑ کو بانٹھو سلام کیا۔

آپ نے رونے کا سبب پوچھا۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ ابھی ابھی میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے وہ آپ کی محراب تھی۔ اس نے مجھے پہلے سے کہہ رکھا تھا کہ اگر کبھی میں فوت ہو جاؤں تو میری خبر وفات سب سے پہلے حسینؑ ابن علیؑ فرزند رسولؐ کو دینا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا رونے کا سبب بھی یہی ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ رونے کا سبب ماں کا فراق بھی ہے اور اس کے علاوہ یہ حسرت بھی ہے کہ دم آخر میری ماں نہ تو کوئی وصیت کر سکی اور نہ ہی اپنا مال بتا سکی کہ وہ کہاں رکھا ہے؟

یحییٰ کہتا ہے کہ امام حسینؑ نے ہمیں فرمایا۔ اؤ اس مومنہ کی میت پر جائیں ہم آپ کے ساتھ آئے۔ آپ نے اسے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا اور زیر لب کچھ پڑھا۔ وہ مستور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے ٹھٹھی۔ جب اس نے امام حسینؑ کو دیکھا تو آپ کو سلام کیا اور عرض کیا۔

قبلہ فرمایا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا۔ شاید ملک الموت نے تجھے وصیت کرنے کی مہلت نہیں دی تھی تیرا بچہ پریشان تھا۔ اب جو وصیت کرنا چاہتی ہے کرے۔

اس نے عرض کی۔

میرے آقا۔

میرا مال فلاں جگہ رکھا ہے۔ اس کا ۲/۱ حصہ تو آپ کی ملکیت ہے جہاں چاہیں صرف کریں اور بقیہ ۲/۲ میرے بچے کا ہوگا بشرطیکہ آپ اس کے محب اہلیت ہونے کی تصدیق فرمائیں۔ اگر محب اہلیت نہ ہو تو پھر میرے مال میں کسی ایسے کا کوئی حصہ نہیں ہے جو آپ کے دشمنوں سے تولی رکھتا ہو۔

میری ایک درخواست یہ ہے کہ مجھ پر نماز جنازہ پڑھنے کی تکلیف بھی آپ ہی فرمائیں اور میری تدفین و تلقین تک تمام امور کی نگرانی بھی آپ خود فرمائیں۔

اچھا اب خدا حافظ السلام علیکم۔

اس کے بعد وہ عورت پہلے کی طرح مردہ ہو گئی۔

بحار الانوار میں ہے کہ جب حضرت علیؑ کو ذمہ تھے تو ایک سال بارشیں رک گئیں خشک سالی میں شدت آگئی۔ تمام لوگ حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے اور باران رحمت کا مطالبہ کیا۔

آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔

بیٹے جاؤ اور اللہ سے باران رحمت کی درخواست کر کے ان پیاموں کو میرا اب کرد۔ آپ صحرائیں آئے اور دعا مانگی۔

حمد وثنائے الہی اور درود بر محمد و آل محمد کے بعد آپ نے یوں عرض کیا۔

واسقنا عیشاً مفزاً اے اچھائیاں دینے اور برکات

راسخا غداً مجللاً نازل کرنے والے اللہ میں موصلاً

سبحاً سفوحاً شجاً جلاً دھار بارش سے نواز۔ ہمیں



تنفس بہ الضعیف

من عبادك و تحیی

بہ المعیت من بلادك

امین رب العالمین

مسلل ایسی باران رحمت غایت

فرما جو وسیع تر ہو اور مفید ہو

ایسی باران رحمت وافر مقدار میں

ہو۔ سود مند ہو۔ نثر آور ہو۔

ایسی بارش جس سے تیرے ناتواں

بندے سکھ کا سانس لے سکیں

اور۔ بنجر زمین آباد ہو جائے اسے

رب العالمین قبول فرما۔

ابھی آپ دعائے فارغ نہ ہوئے تھے کہ اتنی بارش ہوئی کہ جل تھل ہو گیا۔ اور  
نواحی کو ذہین سے ایک عرب نے اُکرتایا کہ مجھے تو ٹیلے اور وادی میں فرق تک نظر  
نہیں آ رہا تھا۔

اہل کوفہ کو امام حسینؑ نے دوسری مرتبہ اس دقت جنگ متعین میں پانی پلایا جب  
معاویہ نے دریائے فرات پر قبضہ کر کے پانی بند کر دیا۔ تو حضرت علیؑ نے امام حسینؑ سے  
فرمایا کہ بیٹے یہ اہل کوفہ ہیں اور انہیں پانی پلانا ہے یہ کام تو ہی کر۔ چنانچہ امام حسینؑ ایک  
دستہ لے کر گئے۔ اور دریائے فرات کا کنارہ فوج معاویہ سے خالی کر کے ہی پانی  
لائے۔

تیسری مرتبہ منزل قادسیہ پر جب حواریک ہزار کے کوئی لشکر کے ساتھ امام حسینؑ  
سے مقابلہ کو آیا تھا۔ اور پیاسا تھا۔ تو آپؑ نے تمام کے تمام لشکر کو جمع انکی سوار یوں  
کے پانی پلایا۔

کاش ان لوگوں میں شرم ہوتی اور جب یہی فرزند رسول اپنے کفن کے لیے انہی

کو فیوں سے پانی مانگ رہے تھے ایک بوند ہی دے دیتے

مدینۃ المعجز میں ہے کہ ایک مرتبہ علی اکبرؑ نے امام حسینؑ سے مسجد نبویؐ میں بلا موسم  
کے انگوروں کا مطالبہ کیا امام حسینؑ نے مسجد کے ستون پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اسے  
ستون میرے ہم شکل نبیؐ کی طرح چاہیے۔ اسی دقت ستون پر انگوروں کا خوشہ  
نمودار ہو گیا آپؑ نے شہزادے کو دے دیا اور فرمایا۔ اولیائے خدا کے لیے اللہ کے  
پاس اس سے بھی زیادہ موجود ہے۔



## فصل ۲

اس فصل میں گیارہ مجارس ہیں

پہلی مجلس

## زمین کربلا کا شرف

امام سجاد سے مروی ہے کہ اللہ نے زمین مکہ کو حرم بنانے سے چوبیس ہزار برس پہلے کربلا کو حرم بنایا۔ جناب سید الشہداء کے زمین کربلا پر ڈیرہ لگانے سے ایک ہزار برس قبل فات ا حدیث کی طرف سے زمین کربلا کو ملائکہ کی زیارت گاہ بنادیا تھا۔ ہر نبی کربلا میں آیا۔ اور یہاں توقف کیا۔ اور زمین کربلا سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

تو وہ قطعہ اراضی ہے جس میں نیکیاں زیادہ ہیں۔ تجھ میں زہرا کا ماہ دو ہفتہ دفن ہوگا۔

ایک روایت کے مطابق اللہ نے جس طرح انسانوں میں درجہ بندی کی ہے اور بعض کو بعض سے افضل بنایا ہے قدرت کا یہی قانون تمام موجودات عالم میں بھی ہے بعض درخت بعض سے افضل ہیں بعض پتھر دوسرے پتھروں سے افضل ہیں بعض ملائکہ دوسروں سے افضل ہیں۔ بعض انبیاء دوسروں سے افضل ہیں اس طرح بعض زمینیں دوسری زمینوں سے اور بعض پانی دوسرے پانیوں سے افضل ہیں۔ اس فضیلت کا معیار



فات احادیث نے ہر مخلوق میں تواضع کو قرار دیا ہے۔ جس نے سب سے پہلے تواضع کی جس کی تواضع جتنی مدت تک رہی اس کا مقام دوسروں سے اسی قدر

اود اتنی مدت تک برتر اور افضل ہو کر رہا۔ چنانچہ سب سے پہلے پانیوں میں سے آبِ فُرات اور زمینوں میں سے زمین کر بلا نے تواضع کر کے سر تیا ز جھکایا۔ جس کے نتیجہ میں فات احادیث نے سب سے پہلے آبِ فُرات اور زمین کر بلا کو مقدس اور محترم بنایا۔ اور مبارک قرار دے کر فرمایا۔

اے زمین کر بلا! اللہ کی طرف سے تجھے جو کچھ ملا ہے اپنی زبان سے اس کا تذکرہ کر۔

زمین کر بلا نے تمام دیگر زمینوں سے مخاطب ہو کر کہا:-

میں اللہ کی وہ زمین ہوں جس کی مٹی کو اللہ نے شفا اور پانی کو صحت مند قرار دیا ہے۔ لیکن اہل اظہار سے میرا مقصود تکبر نہیں بلکہ اس ذات کی عظمت کا اظہار ہے جس نے مجھے اس شرف سے نوازا ہے۔

جب زمین کر بلا نے اس انداز میں اپنی سعادت کا اظہار کیا تو ذات احادیث نے زمین کر بلا کی عزت میں مزید اضافہ کر دیا۔

خصوصاً میں ہے کہ امام سجادؑ نے فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ زمین کر بلا نے اپنے فضائل کا تذکرہ کیا اور کہا:-

میرا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟ بیت اللہ میری پشت پر ہے۔ ہر سال کہہ ارض کے ہر گوشہ سے میرے عقیدت مند میری زیارت کو آتے ہیں۔ ذات احادیث نے زمین مکہ کو وحی کی اور فرمایا:-

اپنے فضائل ضرور بیان کر لیکن ذرا آرام سے۔ تجھے علم ہونا چاہیے کہ جتنے فضائل

تجھے دیے گئے ہیں اگر تو ان کا مقابلہ زمین کر بلا سے کرے تو تجھے پتہ چلے کہ تیرے تمام تر فضائل کو زمین کر بلا کے فضائل کے مقابلہ میں وہی نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سمندر سے ہوتی ہے۔

اگر زمین کر بلا کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو تجھے یہ فضائل نہ ملتے۔

اگر زمین کر بلا کا مدفن نہ ہوتا تو تجھے پیدا ہی نہ کیا جاتا۔

اگر زمین کر بلا کا مدفن نہ ہوتا تو تیری پشت پر بنا ہوا بیت اللہ جس پر تو فخر کر رہی ہے کو بنایا ہی نہ جاتا۔

لہذا تو زمین کر بلا پر اپنی برتری ثابت کرنے کی کوشش مت کر نہ تکبر کر اور نہ فخر۔ اپنی تواضع کو برقرار رکھ۔ ورنہ تجھ سے تیرا یہ شرف چھن بھی سکتا ہے۔

خصوصاً جس میں امام زین العابدینؑ سے مروی ہے کہ جب کہہ ارض پر زلزلہ قیامت ہوگا تو اللہ اپنی قدرت کاملہ سے سر زمین کر بلا کو اٹھالے گا۔ اور زمین کر بلا

جنت کے اعلیٰ ترین قطعات میں سے ایک قطعہ ہوگی۔ جنت کے دیگر مقامات میں سے زمین کر بلا افضل ترین قطعہ ہوگی جس میں فقط انبیاء و مرسلین کامسکن ہوگا۔ زمین کر بلا

جنت میں اس طرح جگہ لگائے گی جس طرح کوکب درمی آسمان پر دوسرے ستاروں میں درخشندہ ہوتا ہے۔ زمین کر بلا اپنے نور سے ہر جنت کے باسی کی آنکھیں خیرہ کرے گی۔

اور زمین کر بلا باوازا بلند ہے۔ کہے گی میں اللہ کی وہ مقدس مبارک پاکیزہ اور مشرف زمین ہوں جسے اللہ نے سید الشہداء اور سید شباب اہل جنت کے جسد اطہر کا

امین بنایا ہے۔

مؤلف:-

میرادل چاہتا ہے کہ زمین کر بلا سے کہوں۔



اسے زمین کر بلا!۔ جس طرح تو نے بابائے سکینہ کے جسم کو اپنے پاس رکھ لیا تھا کاش اس کے سر مبارک کو بھی اپنے دامن میں جگہ دے دیتی اور لوگ نیزہ پر شہر بشہر نہ پھرایا جاتا۔

انوار الہدایہ میں ہے کہ جب زمین مکہ نے فخر کر کے کہا کہ وہ کون زمین ہے جو میرا مقابلہ کر سکے۔ بیت اللہ میری پشت پر ہے۔ تو ذات احدیت نے زمین مکہ کو فرمایا۔

اسے زمین مکہ ذرا حوصلہ سے کام لے ادا اتنا زیادہ فخر نہ کر۔ میں نے بیت المعمور کو پیدا کر کے تجھ سے ایک لاکھ گنا زیادہ شرف کیا ہے۔ عرش کو بیت المعمور سے ایک لاکھ گنا زیادہ اشرف قرار دیا ہے ایک اور زمین ہے جسے میں نے دیگو تمام زمینوں سے چوبیس ہزار سال پہلے پیدا کیا ہے اور اس کے شرف کو شرف عرش سے ایک لاکھ گنا زیادہ شرف سے نوازا ہے۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔ بارالہا وہ کونسی زمین ہے۔  
ذات احدیت نے فرمایا۔ وہ وہ زمین ہے جس کی مٹی کو میں نے بیماری کے لیے شفا قرار دیا ہے۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔ بارالہا ذرا مزید تو وضع ہو جائے۔

خلاق عالم نے فرمایا۔ یہ وہ زمین ہے جس کی زیارت کے لیے میں نے ملائکہ عرش کو حکم دے رکھا ہے۔ ملائکہ روزانہ اپنے پروں کو اس کی خاک سے تبرک اس کر کے آتے ہیں۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔  
بارالہا مزید وضاحت۔

ذات احدیت نے فرمایا۔ یہ وہ زمین ہے جس کے لیے میں نے اپنی عزت کی قسم کھا رکھی ہے کہ جو اس میں دفن ہو گیا اندر یوم قیامت اسی سے محصور ہوا تو میں اسے نہ عذاب کروں گا نہ اس سے حساب لوں گا۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔

بارالہا ذرا سی وضاحت اور۔

خلاق عالم نے فرمایا۔ یہ وہ زمین ہے جس کے لیے میں نے ارضی مہم کی تخلیق سے چالیس ہزار برس قبل اپنی ذات کی قسم کھائی تھی کہ اس زمین پر قیامت کا زلزلہ نہیں آئے گا اور میں اس زمین کو مع اس کے مدفون کے اٹھا کر بالائے عرش رکھ دوں گا۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔ بارالہا کچھ اور۔

ذات احدیت نے فرمایا۔ یہ وہ زمین ہے جس نے اس کی خاک پر ایک مرتبہ سجدہ کیا میں اسے ہزار سال کی عبادت، ہزار حج اور ہزار برس کے روزوں کا ثواب دوں گا۔

زمین مکہ نے عرض کیا۔ بارالہا اب زمین کی مکمل شناخت۔

ذات احدیت نے فرمایا یہ وہ زمین ہے جس پر میرے نبی مختار کا سبط مید شہاب اہل الجنتہ اپنی ذریت اور اصحاب کے ساتھ بے گناہ تین دن کا بھوکا اور پیاسا شہید ہو کر دفن ہو گا۔

اس وقت زمین مکہ اپنے انداز میں رو پڑی۔

مرحوم در بندہ نے اسرار الشہادہ میں ایک واقعہ نقل کیا ہے جس انداز میں انہوں نے بیان کیا ہے انہی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے۔ میں نے صفوی حکمرانوں میں سے ایک حکمران کے زمانہ کے متعلق اصغہا میں سنا ہے کہ۔



صاحب وافی علامہ کاشانی کے زمانہ میں انگریز حکومت کی طرف سے ایک سفیر صوفی بادشاہ کے پاس صرف اس غرض سے بھیجا گیا کہ مسلمانوں سے ان کے مذہب کی صداقت کے ایسے دلائل حاصل کر جو ناقابل تردید ہوں۔ وہ سفیر اپنے مقام پر علم نجوم، رمل ہیئت اور جفر وغیرہ جیسے علوم میں اس حد تک ماہر تھا کہ اپنے پاس آنے والوں کو بتا دیتا تھا کہ کیا کھا کر آئے، کیا کہا کر آئے، کیا چھوڑ کر آئے اور کل کیا کرنا چاہتے ہو۔

شاہ اصفہان نے علامہ فیض کاشانی مصنف صافی و دافی کو بلایا اور اس سفیر کو صداقت اسلام کے سلسلہ میں مطمئن کرنے کو کہا۔

علامہ موصوف نے بادشاہ کو مخاطب کر کے فرمایا:-

کہ میں صداقت اسلام کے سلسلہ میں مطمئن تو کر سکتا ہوں، لیکن آدمی کوئی پڑھا لکھا ہو۔ یہ سفیر صاحب تو مجھے نہ گنوار اور ان پڑھ نظر آتے ہیں میری گفتگو سے ان کے پہلے کچھ بھی نہ پڑے گا۔ سفیر یہ بات سن کر آگ بگولا ہو گیا اور علامہ موصوف سے کہنے لگا۔

سرکار یہ آپ کا ملک، آپ کا دربار اور آپ کی حکومت ہے جو چاہیں وہ آپ فرما سکتے ہیں۔ دیسے اتنا بتا دوں کہ اگر آپ کو میرے علمی مقام کا علم ہوتا تو آپ یہی کہتے کہ اگر کرہ ارض پر کوئی شخص مسند علم کا حق دار ہے۔ تو یہی سفیر ہے۔

علامہ موصوف نے اپنی حبیب سے کوئی چیز نکالی اسے مٹھی میں بند کیا اور سفیر سے فرمایا:-

کم و بیش ایک ہفتہ سے آپ یہاں براجمان ہیں اور اپنے مختلف قسم کے علوم

کا نہ صرف مظاہرہ کر چکے ہیں بلکہ شاہ ایران اور دیگر کافی افراد کو اپنی علمی دولت سے متعارف کر چکے ہیں۔ کئی ایک کے ماضی کو کنگال بیٹھے ہیں اور کئی ایک کے مستقبل کی پیش گوئیاں کر چکے ہیں۔

فرا فرمایے میری مٹھی میں کیا ہے؟

سفیر نے سر جھٹکایا۔ کچھ دیر کے بعد جب سر اٹھایا تو اس کی پیشانی عرق آلود تھی وہ بات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔ حیران و پریشان ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

علامہ موصوف نے فرمایا:-

بس اسی علم پر ناز تھا۔ لوگوں کا ماضی اور مستقبل بتانے والا یہ نہیں بتا سکتا کہ

میری مٹھی میں کیا ہے؟

سفیر نے کہا:-

سرکار میری پریشانی کی وجہ یہ نہیں کہ مجھے معلوم نہیں ہو رہا۔ میری پریشانی کی وجہ اور ہے۔

علامہ نے فرمایا:- ذرا ہم بھی تو سنیں کہ پریشانی کی وجہ کیا ہے؟

سفیر نے کہا:- آپ کی مٹھی میں جنت کی مٹی ہے یہ تو مجھے پہلی مرتبہ ہی معلوم ہو گیا تھا۔ بی اس بات پر پریشان ہوں کہ جنت کی مٹی آپ کے پاس کیسے آگئی۔

علامہ موصوف نے فرمایا:-

میں سمجھتا ہوں اب مجھے صداقت اسلام کے لیے کوئی اور دلیل دینے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔

سفیر نے کہا۔ وہ کیوں؟



آپ نے دلیل تو کوئی دی نہیں اور یوں سستے چھوٹ رہے ہیں۔

علامہ موصوف نے فرمایا۔

دلیل وہی ہے جو تو نے بتا دی ہے۔

سفیر نے کہا۔ میں نے تو صرف اتنا بتایا ہے کہ آپ کے ہاتھ میں جنت کی مٹی ہے۔ بھلا آپ کے ہاتھ میں جنت کی مٹی کا ہونا امد صداقت اسلام کا آپس میں کیا ربط ہے۔

علامہ موصوف نے فرمایا۔

کیا سمجھ اپنے علم پر یقین ہے؟

سفیر نے کہا۔ مجھے حق مسیح و مادر مسیح کی قسم! میرے علم میں رائی برابر بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے۔ سو فیصد درست ہے۔

علامہ موصوف نے کہا۔

میرے ہاتھ میں واقعی جنت ہی کی مٹی ہے۔ میں آپ کو بتا دوں کہ جنت کی یہ مٹی صرف میرے پاس نہیں ہے۔ بلکہ ہر شیعہ گھر میں آپ کو جنت کی یہ مٹی ملے گی۔ یہ کر بلائے معلیٰ کی مٹی ہے۔ ہمارے نبی اکرم نے فرمایا ہے کہ کر بلا کی زمین جنت کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا ہے۔ اب تیرے علم کے مطابق یہ جنت کی مٹی ہے اور ہمارے نبی کے مطابق بھی یہ جنت کی مٹی ہے۔ اب بھلا آپ خود ہی بتا دیں کہ جب ہمارے نبی کی بات کی تیرا علم تصدیق کر دے تو صداقت اسلام کے لیے اس سے بہتر ثبوت اور دلیل کونسی ہو سکتی ہے۔ انصاف! آپ خود کہیں۔

سفیر انکسرت حیرت کاٹنے لگا۔ کافی سوچ و بچار کے بعد کہنے لگا دانتی! آپ نے صداقت اسلام کی ناقابل تردید دلیل پیش کی ہے۔

اس دلیل کے بعد کم از کم میرا دائرہ اسلام میں داخل نہ ہو سیرا اپنے علم سے اپنے علم کی تکذیب ہوگی۔

سفیر نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

علامہ تستری نے لکھا ہے کہ۔ خاک کر بلا پر سجدہ دعا سے مانع سات جبابوں سے پار ہو جاتا ہے۔ اکی مزید تفصیل کے لیے مترجم کی اپنی شائع کردہ کتاب ملاحظہ فرمائیں اس میں آپ کو خاک کر بلا کی مکمل تاریخ مل جائے گی۔



## دوسری مجلس

# دریائے فرات کے پانی کا شرف

اوبینا مصالٰی ذات  
ربوۃ ذات قرامو  
ہم نے ان دونوں کو ٹیلے والی  
پر سکون زمین اور عمدہ پانی میں  
پناہ دی۔

اس آیت کی تفسیر میں امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے کہ ربوہ سے مراد کوہ اور  
معین کا مصداق دریائے فرات ہے۔ دریائے فرات جنت کی نہروں میں سے ایک ہے  
تمام پانیوں کا سردار ہے۔ ہر رات دریائے فرات میں تین مثال مشک جنت ملائی جاتی  
ہے۔ ہر رات اب جنت میں سے کچھ پانی دریائے فرات میں شامل کیا جاتا ہے۔ کہہ  
ارض کے مشرق و مغرب میں دریائے فرات سے زیادہ برکت والا کوئی پانی نہیں ہے  
جس کے کوہ لادت کے فوراً بعد دریائے فرات کے پانی سے مس کیا جائے۔ وہ ہم  
اہلیت کا محبوب ہوگا۔

آپ کے پاس ایک شخص آیا آپ نے اس سے پوچھا۔  
کیا تو دریائے فرات کے پانی سے روزانہ غسل کرتا ہے؟  
اس نے عرض کیا۔ نہیں قبلہ۔

کیا ہفتہ میں ایک مرتبہ غسل کرتا ہے؟  
اس نے کہا نہیں حضور،

آپ نے پھر پوچھا کیا سال میں ایک مرتبہ غسل کرتا ہے؟  
اس نے عرض کیا۔ قبلہ میرے گھر میں چونکہ پانی ہے اس لیے مجھے دریائے فرات کے  
پانی سے غسل کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔  
آپ نے فرمایا۔ یہ بات نہیں ہے، بلکہ تو ایک بہت بڑی سعادت سے محروم  
ہے۔

امام جعفر صادقؑ ابوالباس مفرح کے زمانہ میں کہلاتا تشریف لائے مکان سفر  
دور کرنے سے پہلے دریائے فرات پر تشریف لائے غلام سے فرمایا مجھے پانی کا ایک  
جام بھر کے دے۔ آپ نے پانی پیا۔ جو بچ رہا اسے اپنے کپڑوں پر چھڑک دیا۔ اور  
فرمایا۔ الحمد للہ۔ کتنی عظیم برکتوں کا حامل ہے آب فرات، روزانہ آب جنت سے سات  
قطرات اس دریا میں ڈالے جاتے ہیں۔ اگر میرا ٹھکانا اسی جگہ ہوتا تو میں صبح و  
شام دریائے فرات پر آکر اس کے پانی سے غسل بھی کرتا اور پیتا بھی۔ اگر لوگوں  
کو آب فرات کی برکت معلوم ہوتی تو اپنے مکان دریائے فرات کے کنارے بنا  
لیتے۔ کتنی بیماریاں ہیں جو دریائے فرات کے پانی سے غسل کے ساتھ دور ہو  
جاتی ہیں۔ اور کتنی بیماریاں ہیں جو دریائے فرات کا پانی پینے سے چلی جاتی ہیں۔  
جو دریا جبریل نے کھودے ہیں۔ وہ بھی پانچ تو ہیں۔ دریائے فرات، دریائے فرات،  
دریائے نیل، دریائے نہروان اور دریائے بلخ۔

کون نہیں جانتا کہ دریا کا کھودنا صدقہ جاریہ ہے۔ ہمارے جدا مجد کارشاد  
گرامی ہے کہ جو شخص ایک کنواں کھودے اور مسافروں کے لیے اسے قابل استعمال



بنائے تو اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا اس پانی سے وضو کرنے والوں نماز پڑھنے والوں کو ملے گا۔

اس پانی کو استعمال کرنے والے پرندوں، چوپایوں اور انسانوں کے ایک ایک بال کی تعداد میں نیکیاں کنواں کھودنے والے کے نامہ اعمال میں درج ہوں گی ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا ثواب اس شخص کو ملے گا۔ حوض اقدس پر رکھے گئے جانوروں کی تعداد کے مطابق گناہ گاروں کی شفاعت کر سکے گا۔

صحابہ نے عرض کیا۔

بقدر حوض اقدس کیا ہے؟

آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ حوض کوثر کا اللہ نے نام حوض اقدس رکھا ہوا ہے۔

حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے۔ قیامت میں سب سے پہلے جس شخص کو اس کے اعمال حسنہ کا اجر ملے گا۔ وہ وہ شخص ہوگا جس نے مخلوق خدا کے لیے پانی کا انتظام کیا ہوگا۔

امام صادقؑ فرمایا کرتے تھے تمام صدقات میں سے افضل ترین پیاسے دل کو سیراب کرنا ہے۔

جناب سید الشہداء کے اصحاب میں سے بریر بن خضر ہمدانی وہ عظیم صحابی ہے جس نے پیاسی فدیت رسول کو سیراب کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

مکارم الاخلاق میں حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ اگر ایک شخص ایسی جگہ کسی کو پانی پلائے جہاں پانی عام میسر ہو تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا

اور اگر ایسی جگہ پانی پلائے جہاں پانی نہ ملتا ہو تو اسے ایک مردہ کو زندہ کرنے کا ثواب ملے گا۔ اور ایک مردہ کو زندہ کرنے کے سلسلہ میں خالق کو نین کا لاشہ و گرامی ہے۔ من احیی نفساً ذکا غنا حی الناس جمیعاً جس نے ایک انسان کو زندہ کیا گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دی۔

ہمارے علماء مجلسی نے مناقب خوارزمی کے حوالہ سے ابو علقمہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ جناب ختمی مرتبت نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ بعد از نماز فرمایا کہ آج رات عالم خواب میں میں نے اپنے چچا جناب حمزہ اور بھائی جعفر طیار کو دیکھا ہے۔ وہ جنت کے دسترخوان پر بیٹھے میوہ ہائے جنت کھا رہے تھے۔

میں نے ان سے پوچھا میرے والدین آپ پر قربان ہوں۔ یہاں جنت میں آکر آپ نے کونسا عمل افضل ترین دیکھا ہے؟

دونوں نے بیک وقت کہا۔ ہمارے والدین آپ پر قربان ہوں۔ ہم نے جنت میں تین اعمال سے زیادہ کسی عمل کا ثواب نہیں دیکھا۔ آپ پر درودِ پیاسے کو پانی پلانا۔ اور محبت علی ابن ابی طالب۔

یہ بھی یاد رہے کہ پانی پلانے کا تعلق صرف انسان سے نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی پیاسے ذی روح کو پانی پلا دے تو اس کا ثواب اتنا ہی ہوگا۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سمعہ و صفورہ فاربے تھے کہ ایک بی بی آپ کے قریب آکر میاؤں میاؤں کرنے لگی۔ آپ کو معلوم ہو گیا کہ بی بی پیاسی ہے آپ نے پانی والا برتن آگے کو جھکایا بی بی نے پانی پی لیا۔ پھر آپ نے وضو فرمایا۔ پھر فرمایا۔ یا علیؑ۔ اللہ کو وہ شخص بڑا پیارا لگتا ہے جو کسی بھی پیاسے جگر کو ٹھنڈا کرے خواہ پیاسا حیوان ہو یا انسان۔ جو کسی بھی پیاسے



کو میرا بکرے گا اللہ سے قیامت کے دن جب لوگ سایہ کو ترس رہے ہوں گے سایہ مہیا فرمائے گا۔  
ایک مرتبہ ایک شخص آنحضرت کے پاس آیا اور عرض کی ایسا عمل تعلیم کیجئے جس سے میں جنت میں جا سکوں۔ آپ نے فرمایا۔ سلام کی ابتدا تو کیا کر۔ اور بھوکوں کو کھانا کھلایا کر۔ اس نے عرض کیا۔ قبلہ سلام کرنا تو میرے بس میں ہے لیکن کھانا کھلانا میرے بس سے باہر ہے۔ آپ فرمایا پھر ایسا کر۔ اپنے قبیلہ میں ایسے افراد تلاش کرے جو اپنے وسائل کی وجہ سے وافر مقدار میں پانی نہ رکھ سکتے ہوں اور اگر پیاسے پتے ہوں۔ انہیں پانی پلایا کر۔

تیسری مجلس

## شرف خاک کربلا

بحار الانوار میں امام باقرؑ اور امام جعفر سے مروی ہے کہ فزت احدیت نے دنیا میں امام حسینؑ کو شہادت کے بطور جو شرف عطا کیے ہیں وہ یہ ہیں۔

- ۱۔ فزیت میں امامت
  - ۲۔ آپ کے حرم میں قبولیت دعا۔
  - ۳۔ آپ کی مٹی میں شفا۔
  - ۴۔ آپ کے زائر کے ایام زیارت کا عمر میں عدم شمار۔
- ابو ہاشم جعفری نے بتایا ہے کہ میں امام علی نقی کے پاس ایک مرتبہ گیا آپ کو بخار تھا اور صاحب فرزند تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔  
اے ابو ہاشم! ہمارے مالیوں میں سے کسی کو کربلا بھیج جو وہاں جا کر حرم امام حسینؑ میں میری شفا یا بی کی دعا کرے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ بھی بھیجتا ہوں۔  
میں آپ سے رخصت ہوا۔ تو اس عمر میں مجھے علی ابن ابی طالب ملے۔ میں نے اسے امام علی نقی کی خواہش بتائی۔ ادا کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ ہی دیا مہ بہتر رہیں گے۔



علی نے کہا: مجھے انکار تو نہیں ہے۔ میں جلنے پر تیار ہوں۔ لیکن میری ایک گزارش ہے کہ۔

چونکہ امام علی نقیؑ کے بلا میں سمنے والے نوادر رسولؐ کے قائم مقام ہیں۔ لہذا حرم سے یقیناً وہ خود افضل ہیں۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں ایک گناہ گار ہوں اور وہ معصوم ہیں۔ بعد ایک گناہ گار کسی معصوم کے لیے کیا دعا مانگے گا۔ کیا کہ بلا میں جا کر میرے دعا مانگنے کی نسبت ان کا اپنے لیے یہاں مانگنا بہتر نہیں ہے؟ چونکہ علی ابن بلال کی دونوں باتیں دل کو لگتی تھیں اس لیے میں نے بھی انہیں سراہا پھر امام علی نقیؑ کی خدمت میں آیا اور آپ کی خدمت میں علی ابن بلال کی بات پیش کی۔

آپ علیؑ کے یہ سوال سن کر مسکرائے۔ اور فرمایا: اے جعفری ابن بلال کو سمجھاؤ کہ۔

نبی اکرم بیت اللہ اور حجر اسود سے بدرجہا افضل اور اشرف تھے۔ مگر بائیں وہ بیت اللہ کا طواف بھی کرتے تھے اور حجر اسود کا بوسہ لے کر اس کے سامنے کھڑے ہو کر دعا بھی مانگتے تھے۔ بات یہ نہیں کہ میں افضل ہوں یا حرم امام حسینؑ یا میں معصوم ہوں اور ابن بلال غیر معصوم۔

بات یہ ہے کہ فات امیت نے کچھ مقام ایسے بنائے ہیں جہاں وہ چاہتا ہے کہ ان مقامات پر دعا مانگی جائے۔

امام صادقؑ فرمایا کرتے تھے کہ: قبر شبیرؑ کی مٹی میں شفا ہے۔ اور یہ بہت بڑی دوا ہے۔ جو شخص جس بھی مرض میں مبتلا ہو۔ اگر خاک کر بلا سے علاج کر لے تو اللہ اسے شفا دے گا۔

خاص حسینؑ میں ہے کہ خاک کر بلا کے سوا ہر مٹی کھانا حرام ہے۔ امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جو شخص خاک کر بلا کے سوا کوئی اور مٹی کھائے اور مر جائے تو ایسے ہوگا جیسے اس نے خنزیر کھایا ہو اور اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔

امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ اپنی اولاد کو ولادت کے فوراً بعد ان کے گلے پر خاک شفا کا خط کھینچو بچے کے لیے ہر حیثیت میں امان ہے۔ جو شخص خاک کر بلا کی تسبیح کے ہر دانہ پر ایک مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھے تو اللہ ہر ایک مرتبہ کے عوض اس کے نامہ اعمال میں چھ ہزار نیکی کا اضافہ کرے گا۔ اس کے نامہ اعمال سے چھ ہزار گناہ مٹا دے گا۔ اس کے مراتب میں چھ ہزار درجہ کا اضافہ ہوگا۔ اور یوم حشر چھ ہزار گناہ گاروں کی شفاعت کر سکے گا۔

خاک کر بلا کی تسبیح اگر کسی کے ہاتھ میں ہو خواہ وہ کچھ بھی نہ پڑھے اس کے نامہ اعمال میں تسبیح کا ثواب لکھا جاتا ہے گا۔ جب ملائکہ آسمان زمین پر آتے ہیں تو حور عین ان سے درخواست کرتی ہیں کہ تھوڑی سی خاک شفا کے آنا۔

ایک شخص نے امام جعفرؑ کی خدمت میں عرض کیا قبلہ میرے پاس خاک شفا ہے لیکن آج تک میں اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکا۔ آپ نے فرمایا: خاک شفا سے مستفید ہونے کے لیے ایک دعا ہے۔ اگر اس دعا کے بغیر اسے استعمال کیا جائے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

اس نے عرض کیا تبتہ!

وہ کونسی دعا ہے؟

آپ نے فرمایا: خاک شفا لینے کے بعد اسے آنکھوں سے لگایا جائے پھر اس کا



بوسہ لے ایک چنے کی مقدار سے زیادہ مت لینا۔ یاد رکھنا اگر اس سے زیادہ لیا تو یہ سمجھنا کہ جلد اگر شت کھا رہا ہے۔ ایک چنے کے برابر لے کر یہ پڑھنا۔

اللهم انی استلک بحق  
الملك الذی قبضها  
واستلک بحق النبی  
الذی حزن واسلک  
بحق الوصی الذی حل  
فیہما ان تصلى علی محمد  
وال محمد وان تجلسہ  
شفعاء من کل داء واماناً  
من کل خوف وحفظاً  
من کل سوء  
امن بنا اور ہر تکلیف سے محافظ  
بنا۔

تمام ائمہ خود بھی خاک کر بلا سے شفا حاصل کرتے تھے اور اپنے شیعوں کو بھی خاک کر بلا سے شفا حاصل کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ خاک شفا کے بعض مخالفین کے سلسلہ میں بڑے عجیب اور دلچسپ واقعات ہیں۔

بحار میں شیخ طوسی کے حوالہ سے علامہ مجلسی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ کیا تجھے یہ علم نہیں کہ خاک کر بلا میں بہت بڑی شفا ہے مجھے ایک مرتبہ ایک بیماری نے آگھیرا میں نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر ہر قسم کا علاج کیا

لیکن مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ میرے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی تھی۔ اس نے ایک دن مجھے جب تڑپا دیکھا تو مجھ سے پوچھا اگر اجازت دے تو میں تیرا علاج کروں۔ میں نے کہا۔ ہاں اگر ہو سکے تو براہ نوازش کچھ کر۔ میں تو ہلاک ہو چکا ہوں وہ واپس اپنے گھر گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد پانی کا ایک گلاس لائی مجھے پینے کو کہا۔ میں نے پی لیا۔ اسی وقت میں شفا یاب ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے مجھے بیماری کبھی تھی ہی نہیں۔

چند دنوں کے بعد وہی بڑھیا آئی تو میں نے اسے قسم دے کر پوچھا کہ بتا کہ تو نے میرا علاج کس دوا سے کیا تھا۔ اس نے اپنی جیب سے خاک کر بلا کی تیس ٹمکرا کر دکھائی اور کہا۔

بیٹا اسی تسبیح سے ایک دانہ میں نے پانی میں ملا کر تجھے پلایا ہے۔ جب میں نے خاک کر بلا کو دیکھا تو قصہ سے بھرک گیا اور کہا اسے رافعیہ تو نے کر بلا کی مٹی پلا دی ہے۔ وہ بھی غصہ کرتی ہوئی واپس چلی گئی۔ اور میری بیماری بھی واپس آگئی اور اب تو مجھے اپنی جان کا بھی خطرہ ہے۔

بحار میں علامہ طوسی سے ایک اور واقعہ موسیٰ ابن عبد العزیز کی زبانی نقل کیا ہے کہ۔

مجھے یوحنا ابن سراقیون نصرانی طبیب ملا اور مجھے کہا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کیا بات ہے پوچھ لے۔

اس نے کہا۔ ایسے نہیں ممکن ہے بات لمبی ہو جائے ایسے کہیں بیٹھ جائیں جب ہم بیٹھ گئے تو اس نے کہا۔

تجھے اپنے مذہب اور دین کا واسطہ! مجھے یہ بتا کہ قصران، بمیرہ کے قریب کس



کا مزار ہے جس کی زیارت کو تمہارے مسلمان جاتے ہیں؟ کیا وہ تمہارے نبی کے صحابہ سے ہے یا کوئی اور ہے؟  
میں نے کہا وہ ہمارے نبی کا نواسہ ہے۔ بات کیا ہے تجھے یہ پوچھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

اس نے کہا میرے پاس اسی کے متعلق ایک واقعہ ہے۔

میں نے کہا وہ کیا ہے؟

اس نے کہا چند دن ہوئے ہیں ایک رات میں گھر میں تھا کہ ہارون رشید کا غلام شاہ پور کیر بلانے آیا میں نے پوچھا وہ کون ہے؟

اس نے کہا میرے ساتھ چلے۔ میں اس کے ساتھ موسیٰ بن میسہ ہاشمی کے مکان پر آیا۔ جب میں نے موسیٰ کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ موسیٰ کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔

بچے کا سہارا لے ہوا تھا۔

اس کے سامنے ایک طشت رکھا تھا جس میں اس کے شکم میں جو کچھ تھا پارہ پارہ صورت میں موجود تھا۔

شاہ پور موسیٰ کے غلام سے حقیقت حال دریافت کی تو اس نے بتایا کہ

ابھی چند ہی منٹ پہلے کی بات ہے ہر لحاظ سے تندرست خوش و خرم اپنے ہم پیار تمام افراد کے ساتھ بیٹھا خوش گلیوں میں مصروف تھا۔ باتوں باتوں میں فرزند رسول ذبیح نینوا کا تذکرہ چھڑا۔ تو موسیٰ کہنے لگا۔

رافضی بھی عجیب انسان ہیں۔ شہید کر بلا کے حق میں تو یہ لوگ غلو کی حد تک پہنچ چکے ہیں۔ اور خاک کر بلا کو اپنے ہر مرض کا علاج سمجھ کر بطور دوا استعمال کرتے ہیں۔

اسی محفل میں بنی ہاشم سے بھی ایک شخص بیٹھا تھا اس نے کہا۔ رافضیوں کا خاک کر بلا کو شفا سمجھنا سزا غلط بھی نہیں ہے میرا ذاتی تجربہ ہے کہ مجھے ایک انتہائی مکرور مرض نے آیا تھا۔ ہر قسم کا علاج معالجہ کر کے میں نہ صرف ٹنگ گیا تھا۔ بلکہ مایوسی کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ ہر دوا سے میرے مرض میں اضافہ ہو رہا تھا۔ میرے کاتب نے ایک دن مجھے مشورہ دیا کہ خاک کر بلا کی بڑی شہرت سنی ہے۔ ذرا یہ بھی دیکھ لو۔ چنانچہ میں نے اس کی ہدایت کے مطابق خاک شفا یابی تو اسی وقت تندرست ہو گیا پھر آج تک نہ صرف وہ بیماری بلکہ کوئی بھی بیماری میرے قریب نہیں آئی۔ یہ واقعہ سن کر موسیٰ کو خوش آیا اور اس نے اسے سید سے پوچھا کیا تیرے پاس اب وہ خاک کر بلا ہے؟

اس نے کہا ہے ہاں ہرگز نے کہا لا مجھے دے۔ اس نے جیب سے نکال کر اسے دے دی۔ اس نے انتہائی حقارت سے خاک کر بلا لے کر اپنے مقام پاخانہ پر رکھ دی۔ جو نبی اس نے خاک کر بلا کو مقام پاخانہ پر رکھا فوراً بیچ کر کہا۔ مجھے آگ لگ گئی ہے۔ مجھے آگ لگ گئی ہے۔ جلدی سے طشت لاؤ جب ہم طشت لائے تو اس نے اپنے نیچے رکھا اور جو کچھ آپ طشت میں دیکھ رہے ہیں یہی کچھ اس کے شکم سے باہر آ گیا۔ تمام ہم پیار افراد اٹھ کر گھروں کو چلے گئے۔ بزم مسرت و سرور بزم عذاب بن گئی ہے۔

شاہ پور نے مجھے مخاطب ہو کر کہا۔ جو ہونا تھا وہ تو گیا ہو۔ اب آپ ذرا توجہ سے دیکھیں اور کوئی علاج کریں۔

میں نے کہا۔ ذرا بتائی لاؤ تاکہ میں طشت کا بغور جائزہ لوں۔ بتی آنے پر جب میں نے طشت میں دیکھا تو مجھے اس میں جگہ بتی گرے اور دل صاف نظر آنے لگے۔



میں نے شاپور سے کہا۔ ذرا جھک کر دیکھ۔ اس میں جو کچھ نظر آ رہا ہے۔ اس کے بعد تو ہی بتا کسی قسم کے علاج و معالجہ کی کوئی گنجائش ہے۔ شاپور جھکا۔ اور دیکھ کر کہنے لگا۔ آپ کا خیال درست ہے لیکن آج رات آپ یہیں گزاریں تاکہ اس کا انجام بھی معلوم ہو جائے۔ چنانچہ میں نے وہ رات وہیں گزاری موسیٰ اس حالت میں تکیے کا سہارا لیے بیٹھا رہا۔ اس میں سرائٹھانے کی ہمت تک نہ تھی۔ سحری کے وقت اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

راوی نے بتایا ہے کہ یہ خانہ خرابی ہوتے ہوئے کافی عرصہ تک فرزند رسول کی زیارت کو کربلا آتا رہا۔ بعد میں وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔

چوتھی مجلس

## فرزند رسول کی فضیلت زیارت

محمد بن حنان ابن سدر نے اپنے بایں مدیر سے روایت کی ہے کہ ایک امام صادقؑ کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تو عذراہ کربلا جا کر فرزند رسول کی زیارت کرتا ہے؟

میں نے عرض کیا نہیں تو آپ نے فرمایا تم لوگ کتنی زیادتی کرتے ہو۔ پھر پوچھا۔ ایک ماہ میں ایک دفعہ زیارت کو جاتا ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ پھر فرمایا کیا ایک سال میں ایک مرتبہ زیارت کرتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ قبلہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اے سدر! تم لوگ فرزند رسول سے کتنی زیادتی کرتے ہو۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ ذاتِ احدیت کی طرف سے ہزار ملائکہ قبر فرزند رسول پر صرف گریہ و زاری کیلئے مقرر کیے گئے ہیں۔ جسکی عبادت ہی فرزند رسول کی ہے کسی پر رونا



اور زیارت پڑھنا ہے۔ یاد رکھو صدیر جمعہ کے دن پانچ مرتبہ اور ہر دن ایک مرتبہ زیارت حسین کیا کر۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ میرا گھر کر بلا سے کئی فرسخ دور ہے اور روزانہ یا ہر جمعہ کو میرے لیے ایسا کرنا ممکن نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اگر ایسی بات ہے تو مجھے کون کہتا ہے کہ بلا جایا کر میں زیارت کو کہہ رہا ہوں کہ بلا جانے کو نہیں کہہ رہا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کر بلا جائے بغیر جمعہ کین پانچ مرتبہ اور ہر دن ایک مرتبہ بھلا کیسے ممکن ہے؟

آپ نے فرمایا۔ بڑا آسان طریقہ ہے اپنے مکان کی چھت پر چلا جایا کر پہلے دائیں۔ پھر بائیں۔ پھر سونے آسمان ایک نگاہ ڈال کر قبر مظلوم کی طرف منہ کر کے صرف اتنا کہہ دیا کر۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہر زیارت کے عوض اللہ تجھے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

سجاد ہی میں محمد ابن مسلم سے مروی ہے کہ امام باقرؑ نے فرمایا ہے۔ اگر لوگوں کو علم ہو تا کہ زیارت حسین کا کتنا ثواب ہے۔ تو لوگ شوق زیارت اور حسرت زیارت میں مر جاتے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کتنا ثواب ہے۔

آپ نے فرمایا۔ جو شخص فرزند رسولؐ کی زیارت کو آئے اللہ ایک ہزار حج مقبول ایک ہزار عمرہ مبرورہ۔ ایک ہزار شہید۔ ایک ہزار روزہ دار ایک ہزار صدقہ اور ایک

ایک ہزار غلام آزاد کرنے کا اجر عنایت فرمائے گا۔ ایک سال تک ہر آنیت سے محفوظ رہے گا۔ خلدند عالم کی طرف سے ایک ملک زائر کے ساتھ موکل کیا جائے گا جو ہر لحاظ سے ہر حیثیت میں ہر لحاظ سے اس کا تحفظ کرے گا۔ اگر دوران سال فوت ہو جائے تو اس کی تفصیل سے لے کر تدفین تک ملائکہ کی ایک خاصی تعداد اس کے ساتھ موجود رہے گی۔ فشار قبر سے محفوظ رہے گا۔ منکر و نیکر کی دہشت سے مامون رہے گا۔ اس کی قبر میں جنت سے ایک دروازہ کھولا جائے گا۔ اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

قیامت کے دن جب میدان محشر میں آئے گا۔ تو اس کی پیشانی سے نور کی ایک کرن پھوٹے گی۔ جس سے مشرق و مغرب تک روشنی جائے گی۔ اس کے آگے آگے ایک ملک چل رہا ہوگا۔ جو یہ ندا کرے گا کہ۔ یہ شخص فرزند رسولؐ کی قبر کے زائرین میں سے ہے قیامت میں موجود ہر شخص یہ خواہش کر رہا ہوگا۔ کہ کاش میں بھی زیارت حسین کو جاتا۔

کامل الزیارات میں ہے کہ امام صادقؑ کے پاس اہل خراسان سے ایک وفد آیا اور زیارت قبر حسینؑ کے سلسلہ میں سوال کیا۔

آپ نے فرمایا مجھے میرے والد نے اپنے والد کے ذریعہ میرے دادا سے روایت کی ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص قبرۃ الی اللہ فرزند رسولؐ کی زیارت کو آئے۔ وہ اس طرح واپس جائے گا جیسے شکم مادر سے باہر آیا تھا۔ اس کی آمدورفت میں ملائکہ اس کے ساتھ رہیں گے۔ ملائکہ ذات احدیت سے اس کی بخشش کی دعا کریں گے۔ رحمت الہیہ اس پر سایہ کنں رہے گی۔ ملائکہ اسے مبارک باد دے کر کہیں گے۔ تو کتنا خوش نصیب ہے کہ مظلوم فرزند رسولؐ کے زائرین کی فہرست میں شامل



ہو گیا ہے۔

کمال الزیارة ہی میں ہے عبدالمک شکھی سے روایت کی ہے کہ مجھے امام صادقؑ نے فرمایا۔

قبر حسینؑ مظلوم کی زیارت ترک نہ کیا کر اپنے ساتھیوں کو بھی بتا دینا۔ اس زیارت سے اللہ تیری عمر کو طویل تر فرمائے گا۔ رزق میں اضافہ ہوگا زندگی اور موت ہر دو صورتوں میں سعید رہے گا۔

نوادری بن اسباط میں مذکور ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد ایک لاکھ ایسی بانجھ عورتیں جنہیں وقت کے تمام عاذق اہلئے ناقابل اولاد ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا تھا آئیں اور اللہ نے انہیں صاحب اولاد کر دیا۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ امام حسینؑ آغوش رسولؐ میں بیٹھے تھے آنحضورؐ آپ کو گدگد کر ہنسا رہے تھے۔

عائشہؓ نے عرض کیا قبلہ میں اکثر اوقات دیکھتی ہوں کہ آپ اس بچہ سے بہت زیادہ پیار کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

عائشہ!۔

ایک تو میرا بچہ میرے دل کا میوہ اور آنکھوں کا سکون ہے اور دوسرا میری امت اسے بے گناہ شہید کرے گی۔ جو شخص اس کی شہادت کے بعد اس کی قبر کی زیارت کرے گا۔ اللہ اس کے نامہ اعمال میں میری معیت میں کیے گئے حج کا ثواب درج کرے گا۔

عائشہؓ بی بی نے ازراہ تعجب کہا۔

کیا قبر حسینؑ کے زائر کا ثواب آپ کے ساتھ کیے گئے حج کے ثواب کے برابر ہوگا؟۔

آپ نے فرمایا۔ میرے ساتھیوں کے دو حجوں کے برابر ہوگا۔ بی بی نے کہا۔

کیا دو حجوں کا ثواب اور وہ بھی آپ کے ساتھ کیے گئے آپ نے فرمایا۔ چار حجوں کا ثواب اسے ملے گا۔

بی بی کا تعجب بڑھ گیا۔ اور کہا چار حجوں کا ثواب۔ آپ نے فرمایا۔ آٹھ حجوں کا ثواب۔

اس طرح بی بی کا تعجب بڑھ گیا اور آنحضورؐ تعداد کو دگنا فرماتے گئے۔ حتیٰ کہ نوے حج تک پہنچے۔

پھر فرمایا۔ اے عائشہؓ یاد رکھو کہ اللہ جس شخص کو بھی داخل جنت کرنا چاہے گا۔ اس کے دل میں محبت حسینؑ پیدا کر دے گا۔

موسیٰ بن قاسم سے مروی ہے کہ ابو جعفر سفاح کی حکومت کا آغاز تھا۔ امام صادقؑ مجھے اپنے ساتھ لے کر عراق آئے۔ نجف میں خیمہ لگایا اللہ مجھے فرمایا۔

موسیٰ اس بڑے راستے پر چلا جا۔ وہاں قادیسیہ کی طرف سے ایک شخص آئے گا۔ جب وہ آجائے اور آگے بڑھنے لگے تو اسے کہنا کہ اولاد رسولؐ سے ایک شخص نہیں

قریب خیمہ زن ہے۔ وہ تجھے بلاتا ہے۔ اسے میرے پاس لے آنا۔

موسیٰ کہتا ہے میں چلا گیا۔ موسم بڑا گرم تھا۔ جوں جوں دن چڑھتا گرمی بڑھتی گئی۔ گرمی سے میرا برا حال ہونے لگا۔ قریب تھا کہ میں گرمی سے تنگ آ کر واپس آجاؤں کہ

اتنے میں قادیسیہ کے راستہ پر مجھے گرد نظر آئی میرا حوصلہ بندھ گیا۔ جب گرد پیمٹی تو میں نے



ایک نادر سوار کو آگے دیکھا۔ جب میرے قریب آگیا تو میں نے اسے امام صادقؑ کا پیغام دیا اس نے نادر کا رخ میرے بتائے ہوئے مقام کی طرف موڑ دیا جب ہم وہاں آئے تو وہ نادر سے اترا۔ نادر کو خیمہ کے قریب باندھا۔ امام صادقؑ نے اسے خیمہ کے اندر بلا لیا۔

امام نے اس سے پوچھا۔

کہاں سے آرہے ہو؟

اس نے جواب دیا۔ یمن سے

امام نے فرمایا۔ کیا یمن کی نلاں بستی میں تیرا گھر ہے۔

اس نے عرض کیا ہاں۔

امام نے فرمایا۔ یہاں کس لیے آیا ہے؟

اس نے عرض کیا۔ قبر حسینؑ مظلوم کی زیارت کو

امام نے پوچھا۔ کیا تیرا اور کوئی کام نہیں۔ صرف اور صرف زیارت امام حسینؑ

کو آیا ہے۔؟

اس نے عرض کیا۔ بالکل میرا کوئی اور کام نہیں ہے صرف زیارت کو آیا ہوں

امام نے پوچھا۔ قبر مظلوم کی زیارت کے بعد کیا محسوس کرتے ہو۔

اس نے عرض کیا۔ دل کو سکون ہوتا ہے۔ پریشانیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ ہمارے رزق

میں برکت ہوتی ہے۔ اولاد فراہم ہوا رہتی ہے۔ معیشت میں ترقی ہوتی ہے۔ ضروریات

پوری ہوتی رہتی ہیں۔

امام نے فرمایا۔ اگر تیری مرضی ہو تو میں کچھ اور بھی افادہ کروں؟

اس نے عرض کیا۔ ہاں۔

آپ نے فرمایا۔ قبر حسینؑ کی زیارت سے آنحضورؐ کے ساتھ گئے ایک حج کا ثواب ملتا ہے۔

اس نے تعجب سے عرض کیا۔ حج کا۔

آپ نے فرمایا۔ دو حجوں کا۔

اس نے پھر تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا۔ چار حجوں کا۔ اس کا تعجب بڑھتا

رہا اور امام تعداد میں اضافہ کرتے رہے تھے کہ تیس حجوں تک پہنچے۔



## پانچویں مجلس

## زائرین امام حسین علیہ السلام کا مقام

بحار میں امام باقرؑ سے روایت ہے کہ سرزمین کربلا وہ زمین ہے جس میں اللہ نے موسیٰ کو کلیم بنایا۔ نوح کی مناجات سنی۔ اللہ کی محترم ترین زمین ہے۔ اگر یہ مقدس نہ ہوتی تو اللہ اسے اپنے اولیاء کا امین اور انبیاء کی گدگاہ نہ بناتا۔ کہ بلا میں جا کر ہمارے مزارات کی زیارت کیا کہ وہ تمام شیعوں سے کہہ دو کہ بلا جائیں زیارت کریں فرزند رسول کی زیارت سے غم دور ہوتے ہیں۔ زائرین مل کر اور ڈوب کر نہیں مرتا۔ زائر حسینؑ کو دندے اذیت نہیں دیتے۔ جو بھی امامت فرزند رسول کا قائل ہے اس کے لیے زیارت کربلا فریضہ ہے۔ اگر کوئی شخص ہر سال حج کر کے مرے اور فرزند رسول کی زیارت نہ کرے تو حقوق نبویہ میں سے ایک بہت بڑے حق کا تارک محسوس ہوگا۔ ہر مسلمان پر اللہ کی طرف سے حق امام حسینؑ فریضہ ہے۔

امام صادقؑ نے وہب ابن معاذ سے فرمایا۔

دشمنوں کے ڈسے تربت حسینؑ کی زیارت مت چھوڑنا۔ زیارت فرزند رسول کا تارک قیامت کے دن حسرت لے کر اٹھے گا۔ زائر حسینؑ وہ خوش نصیب ہوتا ہے جس

کے حق میں نبی اکرمؐ۔ حضرت علیؑ۔ و حضرت رسولؐ۔ امام حسینؑ اور امام حسنؑ دعلائے منفوت کہتے ہیں۔ کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آپ کے تمام گناہ معاف ہو جائیں؟ کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ آئندہ متروک کسی تک آپ کا نامہ اعمال گناہوں سے صاف رہے؟ کیا آپ نہیں چاہتے کہ آپ دینا سے جائیں تو آپ کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ نہ ہو؟ کیا آپ یہ نہیں چاہتے کہ قبر میں نبی کریمؐ آپ سے مصافحہ کریں؟ جو شخص قیامت کے دن اللہ کے دسترخوان پر بیٹھا چاہتا ہے اسے زائر فرزند رسول ہونا چاہیے۔ جو شخص بقدر زیارت گھر سے چلے اگر پیدل چلتا ہے تو ہر قدم کے عوض اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی کا اضافہ ہوگا۔ اور ایک برائی محو کی جائے گی۔ جب حرم امام حسینؑ میں پہنچے گا تو غلامانہ انداز سے ہوگا۔ جب قیامت کرے گا تو اللہ اس کا نام زائرس کی فہرست میں لکھنے لگا۔ جب واپسی کا ارادہ کیا تو ایک ملک اگر نہ اس کو کہے گا۔ نبی کریمؐ آپ کو سلام کہتے ہیں۔

خصائص میں حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ جو شخص امام حسینؑ کی زیارت کرے گا اسے اتنا ثواب ملے گا جتنی اسی شخص کو ثواب ملے گا جس نے اسلامی سرحدوں کے تحفظ کی خاطر ایک ہزار گھوڑے عطا کیے ہوں۔ اسے اتنا ثواب ملے گا جتنا ان غبار کوٹنے کا جو سمجھوڑ کے قدموں میں شہید ہوئے ہوں۔ اسے ہر قدم کے عوض ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ زائر فرزند رسول کو ہر مہینے کے ساتھ جہاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ زیارت کی تیاری میں جتنی رقم خرچ کرے گا ہر قدم کے عوض کوہ احد کی مقدار کے مطابق نیکیاں ملیں گی۔ آپ نے فرمایا اللہ اور نبی اللہ کی خوشنودی ان تمام جزاؤں کے علاوہ ہوگی۔ نبی اکرمؐ زائر حسینؑ کے سینے دعلائے خیر فرماتے ہیں۔ جب زائر گھر سے روانہ ہوتا ہے تو ہر طرف سے چھ ہزار ملائکہ اس کے گرد ہوتے ہیں



زارع کو ایک ایک قدم پر دعوادیتے ہیں۔ سورج کی تمازت اس کے تمام گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔

جب سفر زیارت میں زارع کو پسینہ آتا ہے خواہ یہ پسینہ گرمی کی وجہ سے ہو یا تھکاوٹ کی بدولت۔ پسینہ کے ایک ایک قطرہ کے عوض اللہ ستر ہزار ملائکہ پیدا کرتا ہے جو تاقیامت زارع کے لیے تسبیح اور استغفار کرتے رہیں گے۔ جب زارع زیارت کے لیے آب فرات سے غسل کر لیتا ہے تو اس کے تمام گناہ ختم ہو جاتے ہیں۔

نبی اکرم پکار کر فرماتے ہیں۔

میرے مظلوم فرزند کی زیارت کے لیے معائب سفر جھیننے والو! میں محمد تمہیں جنت میں اپنے پڑوس کی بشارت دیتا ہوں۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں میرے مقتول عبرت بیٹے کے زوارو میں علیؑ تمہاری تمام ضروریات خواہ دنیاوی ہوں یا اخروی کے پور کرنے کی ضمانت دیتا ہوں۔

زارع جب صحن فرزند فاطمہؑ میں قدم رکھتا ہے تو ہر طرف سے ملائکہ اسے گھیر لیتے ہیں۔ جب زارع حرم امام مظلوم میں داخل ہوتا ہے تو امام حسینؑ اسے دیکھ کر اس کیلئے اللہ سے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ امام حسینؑ کے ساتھ تمام انبیاء اور ملائکہ بھی شامل دعا ہو جاتے ہیں۔

جب زارع واپس پلٹتا ہے تو جبریلؑ، اسرائیلؑ اور میکائیلؑ دیگر ملائکہ کے ساتھ اس کے الواع کو آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔

خوش نصیب ہے تو تیرے تمام گناہ معاف ہو گئے۔ تو اللہ۔ نبی اللہ۔ اور اہلبیتؑ بنی کے حزب سے ہو گیا ہے۔ نہ تو کبھی آتش جہنم تیرے سامنے آئے گی نہ تو آتش جہنم

کو دیکھ سکے گا۔ آتش جہنم کبھی تیرے جسم کے قریب تک نہ آ سکے گی۔

پھر ایک ہائف پکار کر کہتا ہے۔ خوش نخت تھا تو۔ تجھے جنت مبارک ہو۔ بعد از زیارت جب بھی اس دنیا سے رخصت ہوگا سب سے پہلے مظلوم کر بلا اس کی زیارت کو تشریف لائیں گے۔

کیونکہ امام حسینؑ نے وعدہ کر رکھا ہے۔

من غاص فی ذرتہ جو بھی میری زیارت کو آئے گا

بعد موتہ۔ اس کی وفات کے بعد میں بھی اس

کی زیارت کو آؤں گا۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے۔

ضمنت لہ علی اللہ الجنة اشد کی طرف سے زارع حسینؑ کی میں

و حق علی ان ائروما من ضمانت دیتا ہوں۔ جو شخص میرے

زارعہ فاخذ بعضہ حسینؑ کی زیارت کو آئے گا۔ میرا

فانجیہ من احوال یوم فریضہ ہے کہ میں بھی اس کی زیارت

القیامۃ و شد آشدھا کروں۔ اس کے ہاتھ سے پکڑ کر

حتی اجردہ فی الجنة قیامت کے معائب اور یوم حشر

کی وحشت سے نجات دلا کر جنت

تک پہنچاؤں۔

خصائص میں ہے کہ امام حسینؑ کی زیارت کے فضائل میں سے حیرت انگیز فضیلت

یہ ہے کہ دوسرے کسی بقید حیات امام کی زیارت سے بھی زیارت امام حسینؑ افضل ہے۔ ابن

ابی یوسف سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔



قبلہ! صرف آپ کی زیارت کے لیے بہت سے مصائب برواشت کر کے آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا: کبھی تم نے اس کی زیارت نہیں کی جس کا حق میری زیارت سے کہیں عظیم تر ہے؟

میں نے عرض کیا: قبلہ! میرے لیے ایسی کون سی ہستی ہے جس کا حق آپ سے بھی عظیم تر ہے؟

آپ نے فرمایا: میرا مظلوم اور مسافر جدا محمد بن عبد اللہ بن علیؑ میری زیارت کی نسبت تمہارے لیے اس کا حق عظیم تر ہے۔ اسی کی زیارت کر کے اپنے تمام مصائب امام حسینؑ ہی کے سامنے پیش کیا کرو۔

خصائص ہی میں ہے کہ امام باقرؑ زائرین کو بلا کی زیارت کو حکم دیتے تھے۔ حمران کہتا ہے کہ میں زیارت کے لیے کر بلا گیا۔ جب واپس پلٹا تو امام باقرؑ تشریف لائے اور فرمایا:

اے حمران تجھے جنت کی بشارت ہو۔ جو شخص بھی شہداءؑ اہلبیت کی زیارت خالصہؑ کو جہاد کرے گا گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جس طرح یوم ولادت پاک ہوتا ہے۔

ابوبکاسے مروی ہے کہ میں زیارت کے لیے کر بلا آیا۔ جب واپس گیا تو میرے پاس کچھ مزار سید الشہداءؑ کی مٹی تھی۔ میں امام صادقؑ کی خدمت میں گیا اور وہ مٹی پیش کی۔ آپ نے اسے مونگھا اور رد کر فرمایا۔ واقعہ یہ خاک کر بلا ہے۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ایک ملک عرضہ محشر میں ندا کرے گا۔

زوار حسین کہاں ہیں؟

تمام زائرین سامنے آئیں گے اور کہیں گے ہم ہیں۔

سوال ہوگا۔

زوار ہی کس لیے کی تھی؟

جواب دیں گے۔

نبی اکرمؐ۔ حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ سے محبت اور عزت حسینؑ پر اظہار انہوں

کے لیے زیارت کی تھی۔

انہیں کہا جائے گا۔

اگر ایسی بات ہے تو سامنے دیکھو وہ محمدؐ اور علیؑ موجود ہیں۔ تم نے ان کی خوشنودی

کے لیے اتنے مصائب بھیسے تھے۔ جاؤ ان کے سایہ شفقت میں چلے جاؤ۔ تمام زائرین لوار الحمد کے زیر سایہ آجائیں گے۔

اسحاق ابن عمار نے امام صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا: قبلہ میں کر بلا میں برائے

زیارت گیا۔ حرم امام حسینؑ میں ساری رات معروف عبادت الہیہ با۔ مجھے ہزاروں کی

تعداد میں ایسے چہرے نظر آئے جو انتہائی حسین و جمیل تھے۔ جب میں نماز صبح کے سجدہ

شکر سے فارغ ہوا کرتا تھا تو ان میں سے مجھے کوئی بھی نظر نہ آتا۔

آپ نے فرمایا: یہ وہ ملائکہ ہیں جنہیں اللہ نے تا ظہور قائم مزار سید الشہداءؑ پر

گیرہ دزاری اور ماتم و ذوق خوانی کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ ظہور حجت کے بعد یہ تمام ان

کے زائرین میں شامل ہوں گے۔

روایات میں ہے کہ واقعہ کر بلا کے بعد حضرت رسولؐ ہر وقت معروف گریہ راتی ہیں۔ اپنے مظلوم بیٹے کی تیروں سے تار تار قمیص ان کے ہاتھ میں رہتی ہے اسے



دیکھ دیکھ کر روتی ہیں۔ اور زائرین حسینؑ اور عزاداری کے لیے دعائے مغفرت کرتی رہتی ہیں۔

ہمارے قدامہ ابن زائرہ سے مروی ہے کہ میں امام سجادؑ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔

اے ابن زائرہ میں نے سنا ہے کہ تو کربلا میں فرزند رسولؐ کی زیارت کو جاتا ہے۔ حالانکہ تجھے موجودہ حکمران عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور وہ حکمران ہمارا نام تک سننا گوارا نہیں کرتے۔

میں نے عرض کیا۔

اے فرزند رسولؐ! خواہ حکمران مجھ سے خوش رہیں یا ناخوش۔ میں نے کبھی اس بات کی پروا نہیں کی۔ مجھے مرنا ہے اور میں صرف اور صرف خوشنودی خدا و رسولؐ کی خاطر کربلا جاتا ہوں۔ اگر کوئی ناراض ہوتا ہے تو میری بلا سے۔ اس سلسلہ میں اگر ان کی طرف سے مجھے کسی سزا جھینے کا موقع مل گیا تو بھی میں بخدا بخوشی قبول کر لوں گا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا واقعی ایسا ہے؟

آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

میں نے تین مرتبہ جواب میں عرض کیا۔ واقعی ایسا ہے۔ خدا کرے۔ اگر کبھی ایسا اتفاق ہو گیا تو آپ سن لیں گے کہ میں کس طرح ان مصائب کو برداشت کرتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔

اے فرزند زائدہ۔ تجھے بشارت ہو۔ تو خوش قسمت ہے، تو خوش نصیب

ہے۔ میرا دل چاہتا ہے آج تجھے وہ بات بتاؤں جو مجھے میری شریکۃ الحینؑ پھر بھی بارہ محرم کو سنائی تھی۔

جب واقعہ کربلا ہو چکا۔ جن کے مقدریں میدان کربلا کی شہادت تھی وہ بام شہادت پی کے سو گئے۔ چونکہ میرے نصیبوں میں کربلا سے شام تک عزت رسولؐ کی مخدرات کے ساتھ قدم قدم پر شہید ہونا تھا اس لیے میں زندہ رہا۔ جب ہمیں بے کجا وہ پالان اونٹوں پر بٹھادیا گیا اور کوفہ کے لیے روانہ کیا گیا تو ہمیں مقتل سے گزرا گیا۔ میں نے اپنے باپ۔ بھائیوں۔ چچا زادوں کو اپنے مہمانوں کے درمیان خاک و خون میں غلطان خاک کربلا پر۔ کفن و دفن دیکھا۔ تو میرا مرض بڑھ گیا۔ میرا رنگ زرد پڑ گیا۔ اور میرا چہرہ متغیر ہو گیا۔ تو میری پھر بھی نے فرمایا بجا خیریت تو ہے۔ کیا بات ہے تیرا رنگ زرد ہوتا جا رہا ہے۔

میں نے عرض کیا۔

بھلا اس بیٹے سے بھی پوچھنے کی ضرورت ہے جس کا باپ بے گور و کھن خاک پر پڑا ہو۔ اس بھائی سے بھی پوچھنے کی ضرورت ہے جس کے زور بازو بھی ٹوٹے خاک پر اپنے خون میں غلطان ہوں اور وہ بے بس ہو کر وہاں سے چلا جائے اور انہیں دفن تک نہ کر سکے۔

پھر بھی نے فرمایا۔

بیٹے یہ کونسی پریشانی والی بات ہے۔ پریشان تو ان لوگوں کو ہونا چاہیے جنہوں نے اس درندگی کا مظاہرہ کیا ہے نہ خود دفن کیا ہے اور نہ ہمیں کفن و دفن کی اجازت دی ہے۔ دیے تو بھی امام ہے تجھے بھی معلوم ہو گا اور میں بھی جانتی ہوں کہ۔



ہمارے جانے کے بعد اللہ ایسی قوم کو بھیجے گا۔ جنہیں یہ فرعون مزاج نہیں پہنانتے لیکن وہ لوگ آسمان وزمین کے ملائکہ میں معروف ہیں۔ جو نہ صرف ان کشمکشانِ عبرت کو دفن کریں گے بلکہ تیرے باپ اور میرے بھائی کے نزار پر ایسی علامت نسب کریں گے جو تاقیامت نہ مٹے گی انہر کفر ہر چند اسے مٹانے کی کوشش کریں گے لیکن ہر دور میں تیرے بابا کی شہادت کی چمک میں اضافہ ہی ہوگا۔

بیٹے مجھے ام امین نے بتایا تھا کہ ایک دن میرے نانا اپنی دختر نیک اختر کے گھر تشریف لائے میری طاہرہ ماں نے ان کے یہ کھانا پکایا۔ میرے علی بابا کھجور کا ایک طبق لائے۔ جب کھانا تناول فرما چکے تو کھجور کھائی۔ اس کے بعد ایسی مسرت نمایاں ہوئی جسے تمام اہلیت نے محسوس کیا سرور انبیاء و سجدہ ریز ہو گئے۔ ابھی سجدہ سے سر اٹھایا نہ تھا کہ آپ گریہ کرنے لگے انہیں روتا دیکھ کر میرے بابا۔ میری ماں۔ اور حسین سب رونے لگے کافی دقت گزر جانے کے بعد میرے بابا نے عرض کیا۔

قبلہ اللہ آپ کی آنکھ میں ہمیں آنسو نہ دکھائے کیا بات ہے ہمیں بھی اپنے غم میں شریک نہ فرمائیے۔

انحضور نے فرمایا۔ جس طرح میری مسرت آپ لوگوں کی وجہ سے تھی۔ اس طرح میرا غم بھی آپ ہی کی وجہ سے ہے۔ جب میں نے آپ کو جمع دیکھا تو بہت خوش ہوا۔

ذاتِ احدیت کی اس نعمت پر سجدہ و شکر کیا۔ سجدہ ہی میں جب رسول نے اللہ کی طرف سے سلام کے بعد تم لوگوں کے فرداً فرداً حالات بتائے۔ ان حالات میں سب سے زیادہ معائب میرے حسین بیٹے کے بتائے جو میدانِ کربلا میں اپنی تمام

ذریعہ کے ساتھ بھوکا اور پیاسا شہید کیا جائے گا۔ پھر میری ہونٹوں کو سرد پار بند شہرِ تشریف کیا جائے گا۔

جبریل نے مجھے بتایا ہے کہ ایسا کرنے والے میری نبوت کا کلمہ پڑھتے ہوں گے۔ فی الواقع یہ لوگ کافر ہوں گے۔ جس دن میرا یہ بیٹا شہید ہوگا۔ اس دن کرہ ارض پر زلزلے ہوں گے۔ پہاڑ تھر تھرا رہے ہوں گے۔ ہمدرد کی موجیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں گی۔

اہلِ آسمان گریہ کن ہوں گے عرشِ الہی لرزہ بر اندام ہوگا۔ اہلِ آسمان۔ اہلِ ارض اور ارض و سما کے مابین کی ہر مخلوق میرے اس مظلوم بیٹے کی غربت پر ترس کر کے اللہ سے اس کی نفرت کی امداد کے اذن کی درخواست کریں گے۔

اللہ فرماتا ہے میں عزیز و جبار ہوں۔ میں انتقام لینے پر قادر ہوں مجھے کوئی چیز کہیں بھاگ نہیں سکتی۔ میں ان لوگوں کو عالمین کے گناہ گاروں کی نسبت ایسا سخت عذاب دوں گا کہ جہنم کا ہر باسی ان کافروں کے عذاب کو دیکھ کر عبرت حاصل کرے گا۔

پھر تمام کائنات قاتلینِ حسینؑ اور ظالمینِ عترتِ نبویہ پر لعنت کرے گی اور یہ سلسلہ لعنت تاقیامت جاری رہے گا۔

ارشادِ الہی ہے۔

میرے عالمین عرشِ یاقوت اور زمرد کے برتنوں میں آبِ حیات لائیں گے جس سے وہ ان شہداء کو غسل دیں گے۔ جنت سے کہیں آئیں گے۔ جنت سے کافور آئے گی۔ تمام ملائکہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔



پھر میری امت سے ایک ایسا گروہ اٹھے گا جنہیں یہ کافر نہیں جانتے ہوں گے۔ اور یہ لوگ میرے پاس بیٹے کے قتل میں قولاً اور فعلاً شریک نہیں ہوں گے۔ وہ مظلومین کو ہلاکے اجسام طاہرہ کو خاک کر ہلاکے سپرد کر کے ان کے غم میں ایسی علامت نصب کریں گے جو تاقیامت ان کی مظلومیت کی نشانی ہوگی۔ اہل حق کے لیے یہ شہداء مینار ہدایت ہوں گے۔ مومنین کے لیے ان کے اجر و ثواب میں باعث اضافہ ہوں گے۔

برآسمان سے ملائکہ اتر کر تاقیامت ان شہداء پر درود بھیجتے رہے گے۔ ان نارائن کے نام مع ان کے قید اور وطن کے نکلتے رہے گے۔ ان کے چہروں پر ایسی علامت نور گائیں گے جس سے یہ لوگ لاکھوں میں بھی پہچانے جائیں گے۔ ان کی پیشانیوں پر نور سے لکھا جائے گا۔

هذا نارائنا حسین۔

یہ ایسا نور ہوگا جسے دیکھ کر اہل مشرک آنکھیں خیرہ ہو جائیں گے مجھے میری پھر بھی نے بتایا بیٹے جب ابن ملجم نے کوفہ میں میرے بابا کو ضرب لگائی اور رات کو میرے بابا نے تمام ذریت کو جا کر سو جانے کا حکم دیا تو میں نے عرض کیا جان زینب!

اللہ کے لیے مجھے اپنے پاس سے نہ ہٹانا میں آپ کی خدمت میں رہنا ہی آرام سمجھتی ہوں جب تمام چلے گئے تو میں نے عرض کیا۔

بابا جان!

میں نے ام ایمن سے ایک بات سنی ہے میں آپ سے اس کی تصدیق چاہتی ہوں اموت میں نے دیکھا میرے بابا کی خون آلود پیشانی پر پسینہ نمودار ہوا۔ آنکھیں

غم آلود ہو گئیں اور فرمایا۔

بیٹی جو کچھ ام ایمن نے تجھے سنایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ بیٹی میں نگاہ امت سے اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں کہ تو اپنے اہلیت کی تمام مستورات کے ساتھ زمین بستہ رہو اس کو فہ کے دربار میں شرابی سے باتیں کر رہی ہے۔ اور چند مجبور مجھوں کے سوا تیرا پورے کرہ ارض پر کوئی خیر خواہ نہیں ہے۔

اور میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ ابلیس دربار کوفہ میں اس وقت کے حکمران کے دائیں بیٹھ کر خوش ہو ہو کر کہہ رہا ہے۔

اے اللہ! میں نے تجھے کہا تھا کہ میں نبی ادم کی اکثریت کو تیری راہ سے بھٹکاؤ گا۔ دیکھ لے میں نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا ہے۔

جناب بجا دے مجھے فرمایا۔ اے پسر زائدہ! یہ بات اپنے پٹے باندھ لے اگر اس بات کی تلاش میں تجھے ساری زندگی مارا مارا پھرنا پڑتا۔ اور تجھے مل جاتی تو بھی اسے اپنی زندگی کی تمام صعوبات کے مقابلہ میں ارزان سمجھنا۔

معاویہ ابن وہب کہتا ہے کہ میں یوم عاشورا امام صادق کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا آپ اپنی جانناز پر مجھ میں تھے۔ میں خاموشی سے بیٹھ گیا آپ مجھ میں فرما رہے تھے۔

اللهم یا من تغزنا بالكرامة  
وودعنا بالمشغاعة  
وحملنا الرسالة  
وجعلنا وراثتنا  
الانبياء۔

اے پروردگار! تو نے ہمیں  
عزت بخشی ہے ہمیں حق شقائق  
دیا ہے۔ ہمیں امین رسالت بنایا  
ہے۔ ہمیں وارث انبیاء بنایا  
ہے۔



وختم نبا الامم السالفة  
وخصتنا بالوصية  
واعطانا علم ما مضى  
وما يقى وجعل  
افئدة من الناس  
تهوى الينا - اغفر  
لى - ولاخوانى المؤمنين  
ولزائرى قبور الحسين  
الذين اتقوا اموالهم  
فى حبه واشخصوا  
ابدا نهم رغبة فى  
برئنا رجاء لما عند  
الله فى صلتنا و  
سرورا ادخلوه  
على نبيك واجابة  
منهم لا امرنا  
وغیظا ادخلوه  
على عدونا وارادوا  
بذلك رضوانك -  
ت  
ت  
ت

ہیں تمام گزشتہ امتوں کا خاتم  
بنایا ہے۔ ہمیں وحی رسول بنایا  
ہے۔ ہمیں ماضی اور مستقبل کے علم  
سے نوازا ہے۔ لوگوں کے دلوں  
کو ہماری طرف مائل کیا ہے مجھے  
معاف فرما۔ میرے بھائیوں کو معاف  
فرما۔ زائرین حسین کو معاف فرما۔  
وہ زائرین جنہوں نے محبت حسین  
میں اپنی دولت صرف کی۔ جنہوں  
نے ہماری محبت میں اپنے جہنوں  
کو نکال دیا ہے جنہوں نے تیری  
بارگاہ سے ہماری محبت کے صلہ  
کی امید میں ایسا کیا ہے جنہوں  
نے زیارت حسین کر کے تیرے نبی  
کے دل کو ٹھنڈا کیا ہے۔ جنہوں  
نے زیارت حسین کر کے ہمارے کم  
کی تعمیل کی ہے۔ ہمارے دشمنوں  
کے غصہ کو بھڑکایا ہے۔ جنہوں  
نے زیارت حسین سے تیری  
خوشنودی پائی ہے۔

اللهم فكافهم عنا  
بالرضوان واكلا نهم بالليل  
والنهار واخلفهم  
فى اھالئهم واولادهم  
الذين خلفوا احسن  
الخلف واكفهم شر  
كل جبار عنيد و كل  
شیطان مرید و كل  
ضعیف من خلقك و  
شديد و شرشيا طين  
الانس والجن واعظم  
افضل ما املوه منك  
فى غرمة او طأ نهم و  
ما اثارونا على اتبا نهم  
واما لئهم وقربا نهم  
اللهم ان اعدائنا  
عابوا علیهم وخوجم  
فلم ينهوا ذلك من  
النهرض والشحوض  
الینا خلافا منهم على

اے اللہ! انہیں ہماری رضا کی  
بجائے۔ اے اللہ! انہیں  
شب و روز کے عوارض سے محفوظ  
فرما۔ ان کے ان اہل و عیال کو  
محفوظ فرما جنہیں وہ پیچھے چھوڑ  
کے زیارت کو آئے ہیں۔ انہیں ہر  
سرکش ظالم کے شر سے محفوظ  
فرما ہر شیطان کی شرارت سے  
ان کا تحفظ فرما اپنی مخلوق کے ہر  
قوی و ضعیف سے انہیں محفوظ  
رکھ۔ ہر جن و انسان کے شر سے  
انہیں بچائے رکھ۔ اپنے سفر کی  
غریب میں ان لوگوں نے تیری  
ذات سے جو امیدیں وابستہ کر  
رکھی ہیں ان سے بھی زیادہ انہیں  
عطا فرما۔ ان لوگوں نے ہمیں اپنی  
اولاد اور اقربا پر تزییح دی ہے  
تو بھی انہیں محبوب سمجھ۔ میرے  
اللہ تو جانتا ہے کہ ہمارے دشمنوں  
نے زیارت پر ان کا مذاق اڑایا ہے



من خالفنا اللهم  
ارحم تلك الوجوه  
التي غيرتها الشمس  
وارحم تلك الخدود  
التي تقبلت على قبور الحسين  
اللهم ارحم تلك  
الاعين التي جرت  
دموعها رحمة لنا  
وارحم تلك  
القلوب التي  
حزنت لا جلتاً  
واحتوت بالحزن  
علينا وارحم تلك  
الصرخة التي  
كانت لا جلتاً

اللهم اني استودعك  
الانفس وتلك  
الابدان حتى ترويهم

مگر ان لوگوں نے ہماری محبت  
میں ہمارے اعداء کے مذاق اڑانے  
کی کوئی پروا نہیں کی اور ہماری  
طرف آنے سے نہیں رکے۔  
اے اللہ! ان چہروں پر رحم  
فرما جو سفر زیارت میں دھوپ  
سے بدل گئے ہیں، ان رخساروں  
پر رحم فرما جو قبر حسین سے مس  
ہوئے ہیں۔ ان آنکھوں پر رحم  
فرما جن سے ہماری محبت میں آنسو  
پڑے ہیں۔ ان دلوں پر رحم فرما جو  
ہمارے لیے ہماری مظلومیت پر  
غمزدہ ہوئے ہیں اور ہمارے  
غم کی تپیش سے جلتے رہے  
ہیں۔ ان آہوں پر رحم فرما جو  
ہماری مظلومیت پر ان لوگوں کے  
دلوں سے نکلی ہیں۔

اے اللہ! میں ان نفوس اور  
ان جسموں کو تیرے سپرد کرتا  
ہوں انہیں عظیم پیاس کے دن

من الحوض يوم العطش الاكبر  
وتدخلهم الجنة وسهل  
عليهم الحساب انك  
انت الكريم الوهاب

اپنے حوض سے میرا ب فرمنا۔  
انہیں داخل جنت فرما۔ ان  
کا عذاب آسان فرمنا۔ تو ہی  
کریم اور دہاب ہے۔

جب آپ مجھ سے فارغ ہوئے سر اٹھایا میں سامنے آیا۔ سلام کیا۔ میں نے  
دیکھا آپ کا رنگ زرد تھا۔ غم روئے مبارک پر برس رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو تپوں کی  
ٹہی کی مانند گاتار ٹپ ٹپ کر رہے تھے۔  
میں نے عرض کیا۔  
قبلہ اتنے شدید گریہ کا سبب؟  
آپ نے فرمایا۔ اے پیرو ب۔ کیا تو اتنا غافل ہے؟  
کیا آج یوم عاشور نہیں؟ کیا آج وہ دن نہیں جس دن فرزند رسول پیاسا  
شہید ہوا۔  
میں نے عرض کیا۔ قبلہ! اس دن اور کیا کرنا چاہیے؟  
آپ نے فرمایا۔ زیارت عاشور پڑھا کر۔ بتنا رو سکتا ہے۔ جس قدر رو سکتا ہے  
اور پیسے رو سکتا ہے رو دیا کر۔  
میں نے عرض کیا۔  
قبلہ ابھی ابھی آپ نے جو دعا ناشرین حسین کے لیے کی ہے۔ اس سے تو میں مجھ  
رہا ہوں کہ کاغذ میں نے حج سے پہلے زیارت کی ہوتی۔  
آپ نے فرمایا۔ اب کونسا مانع ہے۔ تجھے کیا معلوم ناشرین حسین کے لیے  
دعا کرنے والے زمین کی نسبت آسمانوں میں بہت زیادہ ہیں۔ ناشرین حسین کے لیے



نبی کو تین امیر المؤمنین علیؑ، سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ سب دعا کرتے ہیں۔ اسے قزندوب زائرین واحدہ شخص ہوگا جس سے مصافحہ کرنے کی خاطر رسول کو تین چل کر میدان محشر میں تشریف لائیں گے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یوم عاشورہ کے روزہ کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟  
آپ نے فرمایا۔

یوم عاشورہ کا روزہ اموی ایبادات میں سے ہے۔ عصر کے ایک گھنٹہ کے بعد تک غافۃ کر لیا کر۔ کیونکہ یہ وہی وقت ہے حق تعالیٰ رسول کے سامنے ایک طرف اپنے جہانوں عزیزوں اور اقرباء کے بے گور و گفن لاشے خاک و خون میں غلٹاں پڑے تھے اور دوسری طرف بمعہ کے اور پیاسے بچوں کو پانی پینے کی اجازت ملی تھی۔

کامل الزیارة میں ابو حمزہ سے مروی ہے کہ میں مروانی حکومت کے آخری زمانہ میں کوفہ سے کربلا زیارت کو آیا۔ کربلا سے قریب ایک جگہ چھپ کر بیٹھ رہا۔ جب سات چھانگنی تو اپنی کمین گاہ سے باہر آیا۔ ابھی مزار حسینؑ سے کافی دور تھا۔ کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا۔

بندہ خدا تو واپس چلا جا۔ تو محفوظ رہے گا۔ مزار حسینؑ تک نہ پہنچ سکے گا۔

میں خوف سے واپس چلا گیا۔ جب سحری کا وقت ہوا تو پھر آگے بڑھا۔ جب اسی جگہ آیا تو پھر وہی شخص سامنے آیا۔ اور کہا۔ یہیں رک جا آگے جگہ نہیں ہے۔

میں نے کہا۔ بندہ خدا! خدا معلوم تو کون ہے؟ اور کیوں مجھے غریب زہرا کے مزار کے قریب جانے سے روک رہا ہے۔ میں کوفہ سے چل کر زیارت کو آیا ہوں۔

افسوس راج کے طلوع سے پہلے مدود کربلا سے نکل جانا چاہتا ہوں۔ شاید تجھے معلوم نہیں ہے کہ ارد گرد تمام نبی مروان کے جاسوس پیھلے ہوئے ہیں اگر انہوں نے دیکھ لیا تو مجھے قتل کر ڈالیں گے۔

اس نے کہا۔ آج رات موسیٰ ابن عمران نے زیارت حسینؑ کی اجازت مانگی ہے وہ ملائکہ کے ساتھ زیارت کو آئے ہوئے ہیں۔

میں نے کہا۔ تو کون ہے؟

اس نے کہا میں ننگمان ملائکہ سے ہوں جو قبر حسینؑ پر مامور ہیں۔ ابھی طلوع صبح ہونے والی ہے۔ حضرت موسیٰ واپس چلے جائیں گے۔ پھر زیارت کر لینا۔

میں پھر ایک ٹیلے کی ادھ میں چھپ رہا۔ جب صبح طلوع ہو گئی تو اپنی جگہ سے اٹھا اور قبر شہید کی طرف بڑھا اس وقت کوئی بھی مائل نہ ہوا۔ میں قریب آیا۔ زیارت پڑھی۔ تبرکاً بوسہ لیا۔ نماز صبح ادا کی۔ اور تلت وقت کی وجہ سے فوراً واپس آ گیا۔

اسرار الشہادہ میں علامہ دربندی نے ایک زائر کا واقعہ لکھا ہے مناسب ہوگا اگر ہم تاریخ کے سامنے پیش کر دیں۔ سرکار علامہ شیخ جوادی نجفی نے اپنے والد سرکار ایۃ اللہ شیخ حسینؑ کی زبانی نقل کیا ہے کہ ہمارے زمانہ میں بعرو میں ایک نعلانی بہت بڑا مال دار اور دولت مند تھا ایک مرتبہ اس نے بفرغ تجارت بصرہ سے بغداد آنے کا ارادہ کیا۔ اپنا سامان تجارت کشتیوں میں لدوایا۔ اپنے نوکروں کے ساتھ چل پڑا راستہ میں ڈاکر پڑا۔ اس کے کچھ غلام اسے کچھ بھاگ گئے وہ خود تلس سے بچ گیا لیکن ڈاکروں کے جہانی تشدد کی وجہ سے بے حال ہو گیا۔ ڈاکر نے اسے دنیا سے ہٹھائی دل برداشتہ کر دیا۔ ساحل خلیج پر اوندھے منہ پڑا تھا۔ قریب ہی ایک سستی تھی



ان میں سے ایک شخص نے اسے بے حال خاک پر پڑا دیکھا تو وہ اٹھا کر قبیلہ میں لے گیا۔ شیخ قبیلہ کو اس کے تعلق بتایا۔ اس نے کہا اسے میرے ہی ڈیرہ پر لے کر جب وہ وہاں آیا۔ ان کے حسن سلوک سے کچھ ڈھارس بندھی کافی دن وہاں رہا۔ جہانی تشدد کے نشانات ختم ہو گئے زخم مندمل ہو گئے۔ اتنے میں زیارت غدیر کا زمانہ آگیا۔ شیخ قبیلہ نے اسے بتایا کہ ہم سالانہ اپنے مولا حضرت علیؑ کی زیارت کو ۸ ذی الحجہ کو جاتے ہیں۔ ہمیں اس سفر میں کافی مدت لگ جاتی ہے اب آپ پورے قبیلہ سے واقف ہیں امید ہے آپ کو احساس تنہائی نہیں ہوگا ہم زیارت کے بعد واپس پلٹ آئیں گے اس نے شیخ قبیلہ سے کہا آپ کی نوازشات اتنی ہو گئی ہیں کہ میرا اپنے گھر بھر واپس جانے کو جی نہیں چاہ رہا میں آپ سے کیسے جدا رہ سکتا ہوں۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔

شیخ قبیلہ نے کہا۔ بندہ خدا ہم تمام پیدل جانیں گے کیونکہ ہمارے عقیدہ کے مطابق زیارت پر پیدل جانے کا بہت بڑا ثواب ہوتا ہے۔ ہم تو اپنی عقیدت کے پیش نظر جانیں تو کیوں اپنے آپ کو اس تکلیف سے دوچار کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا آپ میرے محسن ہے۔ آپ کو اپنے امام اور مسک سے عقیدت ہے اور مجھے اس محبت کے بعد آپ سے عقیدت ہے۔ اگر میرا محسن اپنے امام کی عقیدت میں پیدل چل سکتا ہے تو میں بھی اپنے محسن کی عقیدت میں محسن کا ساتھ پیدل دے سکتا ہوں۔ میں پیدل ہی چلوں گا۔

شیخ قبیلہ نے کہا۔ دیکھ ہم وسیع المشرب ہونے کے باوجود بعض مقامات پر اپنے مذہبی اصول نہیں چھوڑ سکتے کہیں ایسا نہ ہو مجھے وہاں ذہنی کوفت ہو اور تو ہم سے ناراض ہو جائے۔

نصرانی نے کہا۔

میں آپ کے کسی معاملہ میں مداخلت نہیں کروں گا۔ آپ کے ساتھ میں بھی آپ کے مولا کی زیارت کر لوں گا۔

شیخ قبیلہ نے کہا۔ اسی بات کے لیے تو میں آپ کو منع کر رہا ہوں۔ چونکہ نصرانی ہیں۔ اور اذروئے قرآن جو شخص انھنور کی نبوت کا قائل نہیں وہ ہماری کسی بھی عبادت گاہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ آپ میرے امام کے حرم میں داخل نہیں ہو سکیں گے کہیں آپ وہاں محسوس ہی کر جائیں۔

نصرانی نے کہا میں آپ کے امام کے حرم یا کسی مسجد میں قدم تک نہ رکھوں گا۔ لیکن آپ کے ساتھ ضرور جاؤں گا۔

قائد زیارت چل پڑا۔ نصرانی ان کے ساتھ رہا۔ نجف اشرف سے زیارت غدیر کے بعد یہ قافلہ کربلا معلیٰ آگیا۔ اتنے میں عشرہ محرم بھی آگیا دسویں محرم کی شب شیخ قبیلہ نے نصرانی سے کہا آج ہمارے ساتھ محسن امام مظلوم تک چلیں آج رات ہم شب بے داری کریں گے۔ سوئیں گے نہیں آپ صحن میں بیٹھ کر ہمارے سامان کی حفاظت کریں۔

نصرانی بخوشی راضی ہو گیا۔ صحن میں آکر ان کے سامان کی حفاظت کرنے لگا۔ پوری رات عزاداروں کا نوحہ و شیون۔ گریہ و زاری۔ آہ و بیکہ سناتا رہا۔ اور سیرۂ زنی دیکھتا رہا۔

نصرانی کہتا ہے کہ جب صبح طلوع ہوئی تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے ابھی تک شیخ قبیلہ اور اس کے ساتھی واپس نہیں آئے تھے کہ میں نے حرم سے ایک انتہائی وجہ اور با عظمت شخص کو صحن میں آتے دیکھا اس کے ساتھ دو آدمی اور



تھے جن کے ہاتھوں میں رجسٹر تھے۔ اس نے صحن میں کھڑے ہو کر ادھر ادھر نگاہ کی۔ ان سے رجسٹر دکھانے کو کہا میرے بالکل قریب ہی تھے انہوں نے رجسٹر کھول کر سامنے کیا۔ کچھ دیر دیکھنے کے بعد کہا۔

تم نے تمام نام کیوں نہیں لکھے۔ وہ دونوں تو کانپنے لگے اور عرض کیا۔ قبلہ ہم نے اپنی طرف سے تو تمام لکھے ہیں۔

اس نے کہا۔ خدا اپنے رجسٹر کو بھی دیکھو اور صحن میں نظر کرو فہرست مکمل نہیں ہے۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور عرض کیا قبیہ! حرم میں رواق میں اور صحن میں جتنے افراد آئے ہیں۔ ان کے ساتھ موجود بچوں تک کے نام لکھے ہیں البتہ اس نصرانی کا نام نہیں لکھا۔

اس نے کہا۔ یہ بھی تو میں کہہ رہا ہوں کہ اس کا نام کیوں نہیں لکھا؟ انہوں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ نصرانی ہے آپ کے نانا کی نبوت کا قائل نہیں ہے۔

اس نے کہا نانا کی نبوت کا قائل تو نہیں ہے مگر کیا شب عاشور میرے زائرین کی فہرست میں نہیں ہے؟

کیا اس نے میرے عزاداروں کے سامان کی حفاظت نہیں کی؟

کیا اس نے میرے زائرین کی طرح رات جاگ کر نہیں گزاری؟

کیا یہ میرے صحن میں نہیں بیٹھا؟

کیا تمہیں یہی کہا گیا ہے کہ صرف مسلمانوں کے نام لکھو؟

کیا تمہارے ذمہ میرے صحن میں برائے والے کا نام لکھنا نہیں تھا۔

دونوں نے معذرت کی اور میرا نام بھی لکھ لیا۔

میں بیسے مدبوش ہو گیا تھا۔ وہ نام لکھ کر واپس چلے گئے۔ میں نے ادھر ادھر

دیکھا مجھے کوئی نظر نہ آیا۔ شیخ قبیہ کا سامان دیکھا ابھی تک رکھا تھا کچھ دیر بعد شیخ قبیہ

آگیا۔ میں نے اسے کہا جلدی جلدی اپنی جگہ چلیں۔ اس نے دھر پوچھی۔ میں نے کہا بس

جلدی چلیں وہیں جا کر بتاؤں گا۔

جب اپنی جگہ پر آئے تو میں نے اس سے پوچھا کہ یہ صحن کس کا ہے؟ یہ

مزار کس کا ہے؟

اس نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ تو میں نے کہا اب مجھے کسی عالم دین کے پاس لے

چلو میں کلمہ پڑھتا ہوں۔ چنانچہ اس نصرانی نے میرے پاس آکر کلمہ پڑھا اور مجھے یہ

تمام واقعہ سنایا۔

سحار میں علامہ مجلسی نے سلیمان اعظم سے روایت کی ہے کہ

میں کو ذمہ میں مقیم تھا میرے پڑوس میں ایک شخص تھا جس کے ہاں رات کو کبھی کبھی

جا کر بیٹھ جاتا تھا۔ باتوں میں وقت اچھا گزر جاتا تھا ایک مرتبہ شب جمعہ میں اس کے

پاس آیا باتوں باتوں میں زیارت امام حسین کی بات چلی۔

میں نے پوچھا۔

زیارت امام حسین کے سلسلہ میں آپ کا کیا خیال ہے۔

اس نے کہا خیال کیا ہوگا۔ زیارت امام حسین بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی

ہوتی ہے۔ اور ہر گمراہی کا انجام جہنم ہے۔

میں اپنے غصہ پر قابو نہ رکھ سکا۔ خاموش ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور چلا آیا۔ اور



دل میں کہا اب بات بگڑ جائے گی مجھ اس کے پاس آؤں گا اور اسے احادیث نبویہ سناؤں گا کہ جس نبی کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں وہ تو زیارت امام حسینؑ کو ثواب بتاتا ہے پھر ہم بدعت کیسے مان لیں۔

چنانچہ میں تڑکے تڑکے اس کے گھر آیا۔ دق الباب کیا۔ اس کی بیوی نے بتایا کہ وہ تورات آپ کے جلنے کے تقریباً تین گھنٹے بعد سوکراٹھا اور کربلا زیارت امام حسینؑ کے لیے چلا گیا ہے۔

یہ سنکر میں انتہائی تعجب ہوا۔ اور اسی وقت اس کے پیچھے کربلا چلا آیا۔ جب میں کربلا پہنچا تو دیکھا کہ وہی پڑوسی حرم امام حسینؑ میں سجدہ میں پڑا ہوا ہے۔ اور دروازہ کربلا کی بجائے انکسار ہے۔ میں نے اسے جھوٹا اور اٹھا کر کہا۔

بندہ خدا تجھے کیا ہو گیا ہے۔ رات کو تو کہہ رہا تھا کہ زیارت بدعت ہے۔ بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا انجام جہنم ہے۔ اب کیا ہو گیا ہے؟

اس نے کہا سلیمان مجھے چھوڑ دے میں اللہ اور اس کے رسول سے اپنی غلطی کی معافی مانگ رہا ہوں۔

میں نے پوچھا ہوا کیا۔ آخر مجھے بھی تو پتہ چلے۔

اس نے کہا مجھے شرمندہ نہ کریں۔ مجھے میرے حلال پر چھوڑ دیں۔

میں نے کہا۔ اب یہ نہیں ہوگا۔ آپ مجھے بتائیں کہ بات کیا ہے۔

اس نے کہا عبادت جو کجوائی میں نے کی۔ وہ میری پہلی تھی بلکہ قبل ازیں میں

بہت کچھ کہا کرتا تھا۔ رات آپ تو شاید غصہ ہو کر پلے گئے اور میں سو گیا۔ عالم خواب میں

میں نے دیکھا کہ ایک شخص انتہائی حسین و جمیل ہے بہت سے لوگوں نے اس کا احاطہ

کیا ہوا ہے۔ اس کے سر پہ تاج ہے تاج میں ایسے موتی جڑے ہیں کہ تین میل تک

ان کی چمک جاتی ہے۔ میں نے ایک خادم سے پوچھا یہ کون ہے؟

اس نے بتایا کہ سرور کونین سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ہیں

میں نے کہا۔ ان کے ساتھ دوسرا کون ہے؟

اس نے بتایا۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب ہیں۔

پھر میں نے دیکھا تو ایک ناقہ نظر آئی جس پر نور کا کجاوہ تھا دو مستورات تھیں

وہ ناقہ آسمان وزمین کے مابین پرواز کرتی نظر آرہی تھی۔ میں نے پوچھا۔ ناقہ پر

سوار مستورات کون ہیں؟

اس نے بتایا۔ ایک ام المومنین خدیجہ بنتہ الکبریٰ اور دوسری اس کی بیٹی

زہرا ہیں۔

میں نے ایک اور نوجوان دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہیں؟

اس نے بتایا یہ حسن ابن علیؑ ہیں۔

میں نے پوچھا یہ کہاں جا رہے ہیں؟

اس نے بتایا۔ تجھے نہیں معلوم آج شب جمعہ ہے اور یہ سب کربلا زیارت

امام حسینؑ کے لیے جا رہے ہیں۔

میں اس ناقہ کے قریب ہونے لگا۔ میں نے دیکھا تو ناقہ پر سوار دونوں مستورات وقفے

وقفے کے بعد کچھ رقعے گرا رہی تھیں۔

میں نے ایک اور خادم سے سوال کیا یہ رقعہ جات کیسے ہیں؟

اس نے بتایا کہ ان رقعوں میں سے ہر رقعہ ہر شب جمعہ زائرین امام حسینؑ کے نام

لکھے ہوئے ہیں اور ان کے لیے جنت کے پروانے ہیں۔

میں نے اس سے کہا ایک رقعہ مجھے بھی دے دو۔



اس نے کہا۔ سبحان اللہ۔ تیرے بقول تو یہ بدعت ہے اور بدعت کا انجام  
جہنم ہوتا ہے پھر تو کیسے رقعہ مانگتا ہے؟  
اسی وقت میں نیند سے بے دار ہو گیا۔ میں بہت مرعوب اور سہا ہوا تھا۔  
اسی وقت زیارت کے لیے چل پڑا۔ اپنے سابقہ بدعتیہ سے تو بہ کی اور اب  
یہ عہد کر لیا ہے کہ  
جب تک میری روح میرے جسم میں ہے اس وقت تک حرم مظلوم زہرا  
کو ہرگز نہ چھوڑوں گا۔

## چھٹی مجلس

## امام حسین علیہ السلام پر گریہ

حضرت موسیٰ نے ذاتِ احدیت سے سوال کیا کہ۔  
وہ کون چیز ہے جس کی بنا پر امت محمدؐ کو دیگر تمام امتوں پر فہیلت دی  
گئی ہے؟  
ذاتِ احدیت نے فرمایا دس اعمال کی وجہ سے  
حضرت موسیٰ نے عرض کیا۔ وہ کون سے دس اعمال ہیں تاکہ میں بھی اپنی امت  
کو ان اعمال کے بجالانے کا حکم دوں۔  
ذاتِ احدیت نے فرمایا۔

۱۔ نماز۔

۲۔ زکوٰۃ۔

۳۔ روزہ۔

۴۔ حج۔

۵۔ جہاد۔

۶۔ جمعہ۔



۷۔ جماعت۔

۸۔ قرآن۔

۹۔ علم۔

۱۰۔ اور عاشور۔

حضرت موسیٰ نے عرض کیا۔ بارالہا یہ عاشور کیا ہے ؟

خلاق عالم نے فرمایا۔ فرزند رسول کے غم میں گریہ وزاری۔ ماتم وسیئہ زنی

ہے۔

اے موسیٰ! جو بھی اس زمانہ میں فرزند رسول کے غم میں روئے گا۔ روئے کلامان  
فراہم کرے گا۔ اس کے لیے دائمی جنت ہوگی۔اے موسیٰ! جس شخص نے بھی فرزند رسول کی خاطر جو کچھ بھی خرچ کیا اس کے  
مال اور رزق میں برکت دوں گا۔اے موسیٰ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جس شخص کی آنکھ سے بھی فرزند  
رسول کے غم میں ایک آنسو آگیا میں اسے ایک ہزار شہید کا ثواب دوں گا۔ہمارے امام صادقؑ سے مروی ہے کہ امام حسینؑ عرش کے دائیں جانب مقیم  
ہیں جہاں سے وہ میدان کربلا میں اپنی جگہ اپنی مقتل اپنے اقربا اعزا اور اصحاب کی  
مقتل گاہیں دیکھتے ہیں۔ آنے والے ناسرین کو دیکھتے ہیں۔ امام حسینؑ اپنے زائرین کے  
اسماء ان کے آباء کے اسماء سے واقف ہیں اپنے غم میں رونے والوں کو دیکھتے ہیں  
ان کے لیے استشفہ کرتے ہیں۔ اپنے نانا۔ بابا۔ ماں اور بھائی سے درخواست  
کرتے ہیں کہ میرے عزاداروں کی مغفرت کے لیے آپ بھی دعا کریں۔

ہمارے امام صادقؑ نے فرمایا ہے قیامت میں ہر آنکھ رو رہی ہوگی

یہی جو آنکھ دنیا میں غم حسینؑ میں روتی تھی سرور ہوگی۔ تمام عزادار امام حسینؑ کے  
دائیں جانب ہوں گے۔ عزاداروں سے کہا جائے گا تشریف لائیں جنت آپ کی  
نظر ہے۔ تمام عزادار جلا با عرض کریں گے جنت میں تو ساری زندگی رہنا ہی ہے  
بڑی امیدوں اور خواہشوں کے بعد آج اپنے مظلوم مولا کی زیارت نصیب ہوئی  
ہے۔ جب تک ہمارا آتماں جگہ ہے ہم اس وقت تک جنت میں نہیں آئیں گے۔  
دشمنان امام حسینؑ کو پکڑ کر جہنم میں ڈالا جائے گا وہ ادھر ادھر دیکھ کر کہیں  
گے کاش ہماری بھی شفاعت کرنے والا ہوتا۔

میدان محشر میں امام حسینؑ کے کھڑے ہونے کے لیے مختلف ہوں۔  
ہوں گے۔

عرش کے دائیں جانب جہاں آپ کے ساتھ صرف آپ کے عزادار اور آپ  
کے نائبر ہوں گے۔

حوض کوثر پر اس جگہ آپ کے ساتھ آپ کے نانا۔ آپ کے بابا۔ آپ کی ماں۔  
آپ کی بہن۔ آپ کی نانی۔ آپ کا بھائی اور آپ کے عزادار اور نائبر ہوں گے۔  
آپ کی تیسری قیام گاہ قلب محشر ہوگا جہاں امام حسینؑ اپنے کربلا میں موجود اصحاب اور  
اعزا کے ساتھ اس طرح ہوں گے کہ کسی طرف مسلم ابن عویجر کا لاشہ ہوگا۔ کسی  
طرف زہیر تین کا لاشہ ہوگا کسی طرف عباس ممدار کے بازو ہوں گے۔ کسی طرف علی  
اکبر کا تڑپتا لاشہ ہوگا۔ کسی طرف قاسم کی لاش کے ٹکڑے بکھرے ہوں گے۔ ان تمام  
کے درمیان فرزند زہراؑ بلا سر کے وسط محشر میں کھڑا ہوگا۔ تازہ خون آپ کے گلے سے  
پک رہا ہوگا۔

یہ نظر دیکھ کر تمام انبیاء تمام اولیاء تمام شہداء اور تمام اوصیاء اور



دیکھ کر ٹپ اٹھیں گے۔ دختر بنی نعل کھا کر گر جائے گی۔ بنی کونین پانی چھڑکیں گے۔  
غش سے افاتہ ہوگا تو عرض کریں گی۔

بار الہا۔ میری ذریت کے قاتلوں اور میرے مابین فیصلہ فرما۔  
ذات احدیت کی طرف جہنم کو حکم ملے گا۔ قاتلین حسین اور دشمنان زہرا  
کو جی لے۔

علامہ صادق نے امالی میں اور سرکار مجلسی نے۔ بکار میں ریان ابن شیب  
سے نقل کیا ہے کہ۔

میں یوم عاشور امام رضا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ انتہائی غلگین تھے آنسو  
ٹپ ٹپ کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔

اے ابن شیب محرم اللہ کا وہ محترم مہینہ ہے جس میں زمانہ جاہلیت کے  
عرب بھی جنگ و جدال اور قتل و غارت سے پرہیز کرتے تھے لیکن امت محمدیہ  
نے اس مقدس مہینہ کے تقدس کو پامال کیا۔ حرمت نبی کو مسل ڈالا۔ اسی ماہ میں  
ذریت رسول کو شہید کیا گیا۔۔۔۔۔ عترت نبی کی مستورات کو رن بستہ کیا گیا۔۔۔۔۔  
اللہ کبھی ان لوگوں کو معاف نہیں کرے گا۔

اے پسر شیب اگر کبھی کسی چیز پر رونا چاہے تو فرزند رسول پر رویا کر  
غریب زہرا کو اس طرح ذبح کیا گیا ہے۔ جس طرح حیوان کو ذبح کیا جاتا ہے۔  
آپ کے سامنے ۱۸ جوان۔ کسن اور بچے پیاسے شہید کیے گئے۔ آپ کی شہادت  
پر ارض و سما روئے ہیں۔

اللہ کی طرف پکار ہزار ملائکہ تا قیامت قبر حسین پر ماتم کے لیے معین ہیں۔  
اے فرزند شیب۔ مجھے میرے باپ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ

جب نواسہ رسول کو پیاسا شہید کیا گیا۔ تو آسمان سے خون اور سرخ مٹی کی بارش  
ہوتی تھی۔

اے فرزند شیب! اگر تو مظلوم کہ بلا پر اتنی مقدار دے کہ آنسو رخساروں پر  
بہ جائیں اللہ تیرے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہ معاف کر دے گا۔

اے فرزند شیب! اگر تو چاہتا ہے کہ گناہوں سے بالکل بری و بدبار خالق میں  
پیش ہو تو غریب کہ بلا کی زیارت کیا کر۔

اے فرزند شیب! اگر تو جنت میں نبی اکرم کے پڑوس میں رہنا چاہتا ہے تو  
قاتلین حسین پر لعنت کر۔

اے فرزند شیب! اگر تو شہادت کا ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو جب بھی نام  
حسین لے ساتھ کہہ دے۔ اللہ العن قتله الحسین و صحابہ

اے فرزند شیب! اگر جنت میں ہمارے مراتب کے مساوی رہنا چاہتا ہے تو  
ہمارے غم میں غلگین اور ہماری خوشی میں خوش رہا کر۔

اے فرزند شیب! ہماری ولایت کو دل سے کبھی نہ نکالنا۔ یاد رکھ اگر کوئی  
اس دنیا میں پتھر سے محبت رکھتا ہوگا تو قیامت کیدن پتھر کے ساتھ محشور ہوگا۔

ایک اور مقام پر امام رضا نے فرمایا ہے کہ ماہ محرم وہ مقدس مہینہ ہے جس  
کا احترام جاہل عرب بھی کرتے تھے۔ لیکن امت محمدیہ کے ہاتھوں اسی ماہ ہمارے  
خون بہائے گئے۔ جاری مستورات کے سروں سے چادریں چھینی گئیں۔ ہمارے بچوں اور  
اور مستورات کو پابند رن کیا گیا۔

حسین کی مظلومیت پر ہر رونے والے کو رونا چاہیے۔ مظلوم کہ بلا پر سینہ زنی  
کرنا چاہیے۔ عزاداری حسین گناہان کبیرہ کو بھی معاف کرا دیتی ہے۔



میرے باپ موسیٰ کاظم کو اہل محرم سے دس محرم تک کبھی کسی نے مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

بجاریں بے کہ مسیح امام صادقؑ کے پاس آیا۔

آپ نے پوچھا۔

مسیح تو عراق کا رہنے والا ہے؟

مسیح نے عرض کیا ہاں تبہ۔

آپ نے فرمایا کیا غریب کر بلا کی زیارت کو جاتا ہے؟

مسیح نے عرض کیا۔ تبہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بصرہ کے معروف افراد سے

ہوں اور دیہاتوں کے اکثر باسی نامی ہیں۔ اس ٹڈے کبھی نہیں گیا کہ کہیں کوئی چٹنی نہ کھائے۔

آپ نے فرمایا کیا ذکر مظلوم کر بلا کرتا ہے؟

مسیح نے عرض کیا۔ قبلہ ضرور کرتا ہوں۔ محرم میں میرا کھانا پینا چھوٹ جاتا

ہے۔ میرے اہل خانہ میرے چہرے اور آنکھوں سے معلوم کر لیتے ہیں کہ میں غم شبیر میں رویا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ مسیح! تیرے آنسوؤں پر رحم فرمائے تیرا شمار ان لوگوں میں

ہوگا جو ہماری مصیبت پر روتے ہیں۔ اور ہماری خوشی میں خوش ہوتے ہیں۔ اور

ہمارے غم میں غم زدہ ہمارے اضطراب سے پریشان اور ہمارے امن میں پرسکون ہوتے

ہیں۔

مسیح تبھے ہمارے غم میں رونے کی قیمت کا پتہ اس وقت چلے گا جب ہنگام

وفات تو میرے آبا کو اپنے پاس دیکھے گا وہ مکہ الموت کو تبھے سے نرم سلوک کی

دصیت کریں گے۔ مکہ الموت تیرے لیے تیری ماں سے بھی زیادہ شفیق ہو جائے گا۔

ایسی باتیں آپ بھی رو پڑے اور میرے آنسو بھی ٹپک پڑے۔

الحمد لله الذی اس اللہ کی حمد ہے جس نے

جعلنا افضل مخلوقاته ہمیں تمام مخلوق سے افضل بنایا

وخصنا بکرامته ہے اور ہم اہلیت کو اپنی کرامت

خاصہ سے مخصوص فرمایا ہے۔

اے مسیح! جب سے محسن شہید ہوا ہے اس وقت سے ارض و سما مصروف

گریہ ہیں۔

جب سے ہمارا سلسلہ شہادت شروع ہوا ہے ملائکہ کی آنکھوں سے آنسو

نہیں رکتے۔

اے مسیح! جو شخص ہماری غربت اور مظلومی پر روئے ذات احدیت کی طرف سے

اس کے آنسو ٹپکنے سے پہلے اس پر رحمت نازل ہوتی ہے۔

اے مسیح! ہمارے عزادار کا ایک آنسو اگر جہنم میں ڈالایا جائے۔ تو جہنم کی تمام

آگ بجھ جائے۔

اے مسیح! ہمارے غم میں غم زدہ ہونے والا اس دن خوش ہوگا جس دن ہر

ایک مصروف غم ہوگا۔

اے مسیح! ہمارے غم میں آنسو بہانے والا اس وقت خوش ہو جائے گا۔

جب ہم وقت وفات اس کے پاس آئیں گے۔ اور یہ ایسی خوشی ہوگی جو جو غم کو فرسے

پہنچنے تک رہے گی۔



اے مسیح! حوض کوثر ہمارے محبوب کو دیکھ کر مسرت سے چھلک چھلک جائے گا۔

اے مسیح! حوض کوثر سے جس نے ایک مرتبہ پانی یا وہ کبھی پیسا نہیں ہوگا اے مسیح! حوض کوثر میں کافور کی سردی، خشک کی خوشبو، زنجبیل کا ذائقہ، شہد سے شیریں، مکھن سے زیادہ نرم، آنسو سے زیادہ شفاف اور غبر سے زیادہ پاکیزہ ہوگا۔ تسنیم سے پھوٹے گا، جنت کی نہروں سے گزرے گا، موتیوں اور یاقوت کے سنگیزوں پر بے گا، حوض کوثر پر ستارگان آسمان سے زیادہ پیالے ہوں گے، ایک ہزار سال کے سفر سے اب کوثر کی خوشبو اٹے گی، حضرت علیؑ حوض کوثر پر ہوں گے جو دشمنان اہلیت کو حوض کوثر سے دودھ رکھیں گے۔

بھاری آنسو سے مروی ہے کہ۔

آپ نے فرمایا ہے۔

ایک گروہ ایسا ہوگا جو اپنے پیکو میری امت سے منسوب کرے گا۔ لیکن جس طرح یہودیوں نے جناب ذکر یا اور یحییٰ کو شہید کیا تھا، اسی طرح میری ذریت کے افضل ترین افراد کو شہید کرے گا۔ میری شریعت کو بدل دے گا۔ میرے حسنؑ اور حسینؑ کو شہید کرے گا۔ جس طرح اللہ نے ذکر یا اور یحییٰ کے قاتلوں پر لعنت کی ہے میری ذریت کے قاتلوں پر بھی لعنت کرے گا۔ میری ذریت کے قاتلین کے پسماندگان پر ذریت حسینؑ سے مہدی کو اللہ مبعوث کرے گا۔ قاتلین حسینؑ، مجبین قاتلین حسینؑ، انصار قاتلین حسینؑ اور قاتلین حسینؑ پر لعنت نہ کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ مجبین حسینؑ، انصار حسینؑ، دشمنان حسینؑ پر لعنت کندگان، دشمنان حسینؑ سے محبت حسینؑ میں غصہ کرنے والوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ یقین رکھو جو لوگ قتل حسینؑ پر راضی ہوں گے وہ شریک

قتل ہوں گے۔ یقین جارا!

قاتلین حسینؑ، قاتلین حسینؑ کے معاون اور قاتلین حسینؑ کی ابتدا کرنے والے دین خدا سے بیزار ہیں۔ اللہ ان سے بری ہے۔

اللہ کی طرف سے ملائکہ کو حکم ہے کہ نعم حسینؑ میں آنسو بہانے والوں کے آنسو جمع کر کے آب حیات میں شامل کریں۔ ان آنسوؤں کی آمیزش سے آب حیات کی شیرینی اور ذائقہ ولذت میں کمی لگے گا، اضافہ ہو جاتا ہے۔

جو لوگ قتل حسینؑ پر خوش ہوں گے اور اس خوشی میں ان کے جو آنسو بہیں گے اللہ کی طرف سے ملائکہ کو حکم ہوگا کہ یہ آنسو جو جہنم میں ڈال دوں۔ ان آنسوؤں کے جہنم میں جانے سے آتش جہنم کی حدت میں اضافہ ہو جائے گا۔

علامہ تستری نے خصائص حسینہ میں لکھا ہے کہ معاصی اہلیت میں رستہ کی کئی اقسام ہیں۔

۱۔ دل کا گریہ۔ یعنی معاصی اہلیت میں دل پریشان ہو۔ امام صادقؑ کے بقول ایسے گریہ کرنے والے کا اجر یہ ہوگا کہ اللہ اس کے ایک سانس کے عوض اسے ایک ایک تسبیح کا اجر دے گا۔

۲۔ درد دل۔ جب انسان معاصی اہلیت سے اتنا متاثر ہو کہ اس کے دل سے درد کے ہوک اٹھنے لگیں تو اس کا اجر سابقہ مسیح کی روایت میں امام صادقؑ کی زبانی بتایا جا چکا ہے۔

۳۔ آنسوؤں میں آنسو آجائے لیکن باہر نہ نکلے۔ یہ مرتبہ میں سابقہ سے اعلیٰ ہے۔ اور اس کا اجر بھی امام صادقؑ نے مسیح کو بتایا ہے جو سابقہ پیش کیا جا چکا ہے۔

چکاتے۔



۴۔ آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے۔ اس کے متعلق امام صادقؑ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی آنکھ سے ہمارے غم میں آنسو ٹپکے خواہ چھوٹے پر کے برابر ہی ہو اللہ اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ خواہ ان کی تعداد سمندر کی جھاگ کے مطابق ہی ہو۔ یا دوسرے مقام پر آپؑ نے فرمایا ہے کہ جس کے سامنے امام حسینؑ کا ذکر کیا جائے اور اس کی آنکھ سے کھٹی کے پر کے برابر آنسو ٹپک پڑے اور اللہ کی طرف سے اس کی کم از کم جزا جنت ہوگی۔

۵۔ آنسو ٹپ ٹپ گریں۔ اس کا اجر امام صادقؑ نے صبیح کو بتایا ہے جو سابقاً پیش کی جا چکے۔

۶۔ آنسو چہرے، داڑھی اور سینہ پر گریں۔ یہ ائمہ اور انبیاء کا گریہ ہے۔ اس کا اجر غیر محدود ہے۔

۷۔ آنسو چہرے سے بڑھ کر داڑھی میں آئیں اور داڑھی سے گزر کر سینہ پر آئیں آنسو کے ساتھ ساتھ صدائے گریہ بھی جو یہ گریہ نہ ہر اسے اس گریہ کا ثواب بھی بے حد ہے شمار ہے۔

سرکار علامہ تہری نے خصائص میں لکھا ہے کہ مجالس عزائیں صرف ماضی بھی بہت بڑے فضائل اور مراتب کی حامل ہے۔

مثلاً امام رضاؑ کا ارشاد ہے: جو شخص ہمارے مصائب یاد کرے قیامت میں ہمارے ساتھ ہوگا۔ جو شخص ہمارے مصائب یاد کرے روئے یا دل لائے اس دن میں نہیں روئے گا جس ۱۰ ہر ایک دور ہا ہوگا۔

جو شخص ہماری مجالس عزائیں صرف شریک ہو جائے اس کا دل اس دن زندہ رہے گا جس دن تمام دل مردہ ہوں گے۔

مجالس عزاء نبی اکرمؐ اور تمام ائمہ کی خواہش اور آپؐ کی محبوب ہیں، کون نہیں جانتا کہ جس سے آنحضورؐ اور ائمہ کی محبت ہو اس میں صرف شرکت بھی باعث اجر و ثواب ہوگی۔

مجالس عزاء بالخصوص امام حسینؑ کی پسند ہیں روایات کے مطابق آپؑ کا نام عرض الہی کے دائیں جانب ہے جہاں سے وہ اپنے عزاداروں کو دیکھتے ہیں کون نہیں چاہتا کہ امام مظلوم کی نظر شفقت اس پر ہو۔

مجالس عزائیں ملائکہ آتے ہیں اور جو شخص مجلس عزاء میں بیٹھے گا۔ وہ ملائکہ کا ہم نفس ہوگا۔ امام صادقؑ نے جعفر ابن عفان سے فرمایا۔

میں نے سنا ہے تو مظلوم کو بلا کے لیے اعظم کتاب ہے۔

ابن عفان نے عرض کیا۔

قبل بس یونہی تک بند کی کرتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا ہمیں سنا۔

جب ابن عفان نے شعر سنائے تو آپؑ رونے لگے مداوی کہتا ہے کہ میں نے پس پر وہ مستورات کے رونے کی آواز بھی سنی۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔

اے ابن عفان جو شخص مظلوم کو بلا کے غم میں اشتہار کہے اور دس آدمی

دو پڑیں اس کی جزا جنت ہوگی۔ سنے کہ اگر ایک آدمی بھی رووے تو بھی اس کی جزا جنت ہوگی۔

دعبل خزاعی سے مروی ہے کہ میں ایام محرم میں امام رضاؑ کے پاس گیا آپؑ انگلیں حالت میں تھے۔



مجھے دیکھ کر فرمایا۔

وہ عمل خوش آمدی اپنی زبان سے ہماری نصرت کرنے والا:

وہ عمل آج کل ایام عزائیں میں چاہتا ہوں چند اشعار سنا۔ پھر آپ نے پردہ

نگویا۔

وہ عمل نے مرثیہ پڑھا۔ امام رضا (ع) نے کہ روتے روتے غش کر گئے۔

ساتویں مجلس

## غم انگیز حکایات

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عزاداری کا تعلق صرف شیعہ قوم سے ہے اور کوئی غیر شیعہ عزاداری نہیں کرتا۔ حالانکہ یہ نظریہ قطعاً غلط ہے۔ جن غیر شیعہ بلکہ غیر مسلم افراد نے عزاداری کی ہے۔ تاریخ نے آج تک ان کو اپنے دامن میں سمیٹ کر رکھا ہوا ہے۔ اور تاریخ کا یہ عمل تاقیامت رہے گا۔ ذیل میں غیر شیعہ اور غیر مسلم عزاداروں کے چند ایک واقعات ہم پیش کیے دیتے ہیں۔ ان واقعات کا مقصد اپنے قارئین کو صرف یہ باور کرانا ہے کہ سابقہ جوائے معصومین نے عزاداری کے فوائد میں سے ایک فائدہ وسعت رزق۔ اور دوسرا فائدہ تخلص جہنم سے آنا دیا ہے۔ یہ حقیقت ہے دیرانے کی بڑ نہیں ہے آج کل ہمارے بعض مبلغین یہ کہتے پھرتے ہیں کہ عزاداری کے چند شرائط ہیں اگر وہ شرائط پورے نہ کیے جائیں تو عزاداری کا فائدہ ہی نہیں اور نہ عزاداری قبول ہوگا ہے جب کہ کوئی ایسی بات نہیں یہ صرف خارجی اور ناجی نکر ہے جسے فروغ دیا جا رہا ہے اور بعض سادہ لوح عوام اس پر پیگنڈہ ہیں اگر عزاداری غریب نہر اسے دور کرتے جا رہے ہیں۔ حالانکہ جس طرح نماز۔ روزہ وغیرہ جیسے شرعی اعمال ایک مستقل عمل ہیں اور کوئی عمل دوسرے کو متاثر نہیں کرتا۔ مثلاً ایک شخص نماز پڑھتا ہے



اور روزے نہیں رکھتا تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس شخص کو نمازیں فائدہ ہی نہ دیں گی۔ یا ایک شخص نے حج کیا ہے اور نماز نہیں پڑھتا تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسے حج کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ہر واجب اور ہر حکم کا اپنا مستقل مقام ہے۔ جو نماز پڑھتا ہے۔ اور روزہ نہیں رکھتا اسے نماز کا اجر ملے گا اور روزہ نہ رکھنے کی سزا ملے گی۔ اگر نماز کا فائدہ نہ ہوتا تو پھر نماز کا اجر بھی نہیں ملنا چاہیے تھا۔ بعض ایسے علماء جن کا اپنی مذہبی کتب کا مطالعہ نہ ہونے کے برابر ہے اور دشمنان اہلیت کی کتب کا مطالعہ وسیع ہے وہی ایچ بیچ بوری ہیں۔ عزاداری غریب نہ ہر ایک مستقل عمل ہے اسکا اپنا ثواب ہے اگر ایک شخص نماز نہیں پڑھتا اور عزاداری کرتا ہے تو نماز نہ پڑھنے کی سزا ملے گی۔ عزاداری کا ثواب ملے گا۔ نماز نہ پڑھنے کی سزا اللہ کی طرف سے ملے گی۔ اور عزاداری کرنے کی جزا چارہارہ معصومین کی طرف سے ملے گی۔ اور وہ جزا یہ بھی ہو سکتی ہے کہ چارہارہ معصومین ایک بے نماز عزادار کی شفاعت کر دیں۔ سورۃ مدثر کی آیت ہے۔ کل نفس بما کسبت رھینۃ الا صحاب الیمین ، ہر انسان اپنے اعمال کا مہربان ہوگا۔ سوائے صحاب یمین کے۔ یعنی امت محمدیہ میں ایک فرقہ تو ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہے جو اپنے اعمال کا مہربان نہیں ہے۔ جہاں تک میرا مطالعہ ہے تمام ملت شیعہ کے تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علیؑ کو خلیفہ بلا فصل ماننے والے ہی اصحاب یمین ہیں۔

لیجئے ملاحظہ فرمائیے عزاداری کے فوائد۔

لکھنؤ کے کسی حکمران راجہ کا ہندو وزیر تھا جس کا لقب انتہا الدولہ تھا۔ یہ شخص ایام محرم میں مراسم عزاداری پر مقدور پھر خرچ کیا کرتا تھا۔ ایک سال اتفاقاً اس نے پہلے سالوں کی نسبت دو گنا خرچ کیا۔ اور اسی سال بیمار پڑ گیا۔ بیماری کا حملہ اتنا شدید تھا کہ

تمام طبیبوں نے جواب دے دیا۔ جب وقت نزع شروع ہوا اسے غش آگیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو وہ تندرست تھا اسی وقت اس نے اپنے بیٹے کو بلا کر کہا کہ جلدی سے کسی شیعہ مسلمان عالم کو بلا لا۔ جب شیعہ عالم آگیا تو اس نے کہا آپ پہلے مجھے کلمہ پڑھا لیں جب کلمہ پڑھ چکا۔ تمام ہندو برادری نے چیخنا شروع کر دیا۔ وہ اٹھنے لگے اس نے کہا آپ بے شک چلے جائیں لیکن میری بات سن کر جائیں اب میری اور آپ کی راہیں جدا ہیں۔ میرے کہنے سے تم اسلام قبول نہیں کرو گے۔ لیکن میں اب تمہارے کہنے سے ہندو نہیں رہ سکتا۔

آپ کو معلوم ہے کہ میں کتنا بیمار تھا۔ مجھے بیماری کی تھی اور طبیبوں نے مجھے لاعلاج بتایا تھا۔ یہ بھی تم تمام جانتے ہو کہ اس وقت میں عالم نزع میں تھا۔ اور اب تم سب مجھے دیکھ رہے ہو کہ پہلے سے بھی کہیں زیادہ تندرست و توانا ہوں۔ جن طبیبوں نے مجھے لاعلاج کیا تھا۔ ان سے پوچھ لو کیا میرے شفا یاب ہونے کے امکانات تھے؟

جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ تمہارے لیے ایک افسانہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن میرے لیے افسانہ نہیں ایک حقیقت ہے کیونکہ میری آنکھوں کا مشاہدہ اور میری آپ بیتی ہے۔ جس طرح اس وقت میری جسمانی صحت ایک افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے اس طرح میرا یہ واقعہ بھی حقیقت ہے افسانہ نہیں۔ اگر کسی کا دل کرے تو مان لے اگر کوئی نہ مانے تو میں اسے مجبور نہیں کروں گا۔ البتہ تم سب سے ایک درخواست کروں گا کہ اب آپ مجھے دوبارہ ہندومت میں لانے کی کوشش نہ کریں کیونکہ اس سلسلہ میں آپ کی ہر کوشش بے سود ہوگی۔

اس نے کہا بات انتہائی مختصر ہے۔ ہوا یوں کہ جب حالت نزع میں میں بیہوش



ہوا اسی وقت میرے سامنے حسین ابن علیؑ نواسہ محمد مصطفیٰؐ آیا جس کے جسم پر تیرتھے زخموں سے خون بہہ رہا تھا میرے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔ اب اٹھ جا تو نے میری عزاداری پر جتنا خرچ کیا ہے اس کے عوض میں تجھے اللہ سے شفا کے دیتا ہوں۔ یہی بات تھی اور یہی مختصر مرقعہ۔ اب آپ دیکھ لیں کہ شفا بیاہوں یا نہیں۔ اس کے تمام اہل و عیال اسی وقت مسلمان ہو گئے دیگو اقربا میں سے کچھ نے اسلام قبول کر لیا۔ احکام اسلام سیکھے اور اپنے تمام کنبہ کے ساتھ کربلا کی طرف چل پڑا زیادت سے فارغ ہونے کے بعد وہیں مقیم ہو گیا اور اپنے وقت کے ناہد ترین افراد میں شمار ہوتا تھا۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادۃ میں لکھا ہے کہ ایک آؤر بائیمجانی تاجر نے بتایا ہے کہ میں اپنے سفر تجارت کے سلسلے میں ہندوستان گیا۔ وہاں ایک جگہ بہت بڑا میدان تھا۔ جس میں بہت سے لوگوں کو جمع ہوتے دیکھا لوگ دوڑ دوڑ کر آ رہے تھے میں نے اس اجتماع کی وجہ پوچھی تب مجھے بتایا کہ ہندو قوم کی ایک عورت فوت ہو گئی ہے۔ اور جہاں لوگ جمع ہو رہے ہیں یہ مرگھٹ ہے۔ ابھی اسی عورت کا جنازہ آئے گا اور مرگھٹ پر ہندو اپنے رواج کے مطابق اس میت کو جلا لیں گے۔

میرے لیے چونکہ یہ ایک نئی بات تھی اس لیے میں اس منظر کو دیکھنے چلا گیا۔ میں نے دیکھا کڑیوں کا ایک انبار لگا ہوا تھا۔ میت کو اس پر رکھ دیا گیا۔ ان کڑیوں پر تیل چھڑک کر آگ لگا دی گئی کٹیاں اتنی زیادہ تمعیں کہ بلامبالغہ اگر چالیس فٹ کی بندی پر بھی اس آگ سے پندہ گزرتا تو یقیناً جل کر اکھ ہو جاتا۔ جوں جوں آگ بڑھتی لوگ پیچھے کو بٹھنے لگتے۔ عورت جل کر اکھ ہو گئی البتہ اس کا سینہ نہ جلا۔

تمام موجود افراد حیران رہ گئے۔ سینہ پر پھر کٹیاں ڈالی گئیں برہمن کچھ منتر بھی پڑھ لگا لیکن پھر بھی سینہ نہ جلا۔ برہمن نے کہا اب یہ سینہ کبھی نہ جلے گا میرے خیال میں اس لڑکی سے کوئی ایسا جرم سرزد ہوا ہے جس کا تعلق سینہ سے ہے اور اگنی دیوتا اس لڑکی کے سینہ کو قبول نہیں کر رہا۔ چرمیگوٹیاں اور کھس پھس شروع ہو گئی۔ لڑکی کی بہن سے رجوع کیا گیا کہ بہنوں کو ایک دوسری کے حالات کا علم ہوتا ہے۔

اس کی بہن نے کہا کہ میں اپنی مردہ بہن کے لیے بڑی سے بڑی تمم کھا سکتی ہوں۔ اس نے پوری زندگی میں نیکی کے سوا کچھ بھی نہیں کیا۔ اگر گناہ کہا جاسکتا ہے تو یہ ہے کہ۔

سے پڑوس میں ایک شیعہ مسلمان کا گھر ہے وہاں ان کی کوئی مجلس تھی ہم دونوں بہنیں شوقیہ وہ مجلس دیکھنے کو چلی گئیں۔ وہاں ایک آدمی انتہائی دردناک انداز میں کسی مظلوم اور غریب کے بے گناہ قتل ہو جانے کا واقعہ بیان کر رہا تھا۔ جس سے تمام حاضرین نارد قطار رو رو کر سینہ کو بی کر رہے تھے۔ جب ہم نے وہ واقعہ سنا تو ہم سے نہ رہا گیا اور وہ فوجی جنرات میں ہم دونوں بہنوں نے بھی ان مستورات کے ساتھ لی کر سینہ زنی کی ہے۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

برہمن نے کہا۔ بس بس اب میں سمجھ گیا کہ اسے اگنی دیوتا کیوں قبول نہیں کر رہا۔

علامہ دربندی نے لکھا ہے کہ ہندوستان میں ایک شخص بہت بڑا دولت مند تھا۔ اور محب اہل بیت بھی تھا۔ ہر سال عشرہ محرم میں یکم سے عاشور تک دسترخوان لگا دیتا تھا۔ اور غریب کربلا کے نام پر غریب اور محتاج کو کھانا کھلاتا تھا۔ مجلس عزرا بھی برپا کرتا تھا۔ یوم عاشور کے بعد تمام وہ سامان جو عزاداری میں استعمال ہوتا تھا



جس میں دریاں و نرسل، تنائیں، سا بان کھلنے پکانے کے برتن غرض اس قسم کا تمام سامان بنام حیاتی غریب و مساکین میں تقسیم کر دیتا تھا۔ اس کے بعض مخالفین نے اس شہر کے نامی حاکم کو شکایت کی کہ فلاں شخص چونکہ ہر سال غریب و زہرا کی عزاداری پر بے انتہا خرچ کرتا ہے اس لیے رافضی ہے حاکم نے اسے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ وہ پابند سلاسل ہو کر حاکم کے سامنے پیش ہوا۔ اس حاکم نے اسے بے تحاشہ گالیاں دیں۔ جسمانی تشدد کیا۔ اور تمام سامان اور گھر بار لوٹ لینے کا حکم دیا۔ لوگوں نے تعویڑی دیر میں اس کے گھر میں جھاڑو پھیر دی۔ جب محرم آیا تو وہ انتہائی غم زدہ حالت میں آہ پر آہ کھینچنے لگا۔

بیوی نے پوچھا کیا بات ہے؟

اس نے کہا۔ بات کیا ہے۔ محرم بھی آگیا ہے اور اب پھوٹی کوڑی بھی نہیں کہ مولا کے نام پر خرچ کروں۔ اپنی قسمت پر رورہا ہوں کہ کتنا بد نصیب ہوں اس سال عشرہ محرم بلا ذکر حسین گزر جائے گا نصیبوں والے یہ ذکر سن بھی لیں گے اور سنا بھی لیں گے مگر میں بد قسمت محروم ہی رہوں گا۔

بیوی نے کہا۔ گھبرانے کی کوئی بات ہے۔ اللہ نے ہمیں اسی مظلوم کو ہلاک طفیل ایک لڑکا بھی تو دے رکھا ہے کسی دور کے شہر میں اسے لے جائے غلام بنا کر فروخت کر دیئے۔ اس سال کا عشرہ تو ہوملے آئندہ پھر اللہ مالک ہے۔ بیوی کی بات سن کر وہ خوش ہو گیا۔ لڑکے کو بلایا اور اس سے مشورہ لیا۔ لڑکے نے جواب دیا۔

اباجان! بھلا مجھ سے پوچھنے کی بھی ضرورت تھی۔ جب ہم ہیں ہی فرزند رسول کے غلام۔ تو پھر ان کے نام پر کچھ میں کیا۔ حرج ہے۔ آپ ہم اللہ کئے۔ مجھے لے جائیے۔

میں غلامی فرزند ہر اثبات کر کے دکھاؤں گا۔

وہ خوش ہو گیا۔ بیٹے کو ساتھ لیا۔ اور اپنے شہر سے بہت دور دوسرے شہر میں آیا۔ بیٹے کو بازار لے گیا۔ وہاں ایک شخص انتہائی دھیمی، شکیل، خوب رو اور خوش خوش شخص نظر آیا۔ اسی نے ابتدا کے پوچھا۔

یہ لڑکا کون ہے؟

اس نے کہا۔ غلام ہے۔

اس نے پوچھا۔ کیا فروخت کرے گا؟

اس نے جواب دیا۔ ضرورت پڑگنی تمھی لایا تو فروخت کرنے کے لیے ہوں۔

اس نے کہا۔ پھر شریف معلوم ہوتا ہے کیا لے گا؟

اس نے قیمت بتائی۔

اس نے بغیر کچھ کہے قیمت دے دی، اسی مومن نے قیمت لے لی اور لڑکا اس کے حوالے کر دیا۔ فوراً واپس پٹا گھر پہنچ کر بیوی کو سارا واقعہ سنایا۔ وہ ابھی واقعہ سنائی رہا تھا کہ لڑکا بھی پہنچ گیا۔ دونوں نے سمجھا کہ بھاگ آیا ہے۔ لڑکے نے سلام کیا۔ والدین نے سلام کا جواب نہ دیا۔ وہ پریشان ہو گئے کہ آج نہیں تو کل خریدار آجائے گا اور قیمت کی واپسی کا مطالبہ کرے گا۔ ہمارا عشرہ محرم پھر محرومی میں گزر جائے گا۔

باپ نے کہا۔ بیٹے اگر تجھے اسی طرح کرنا تھا تو مجھے پہلے بتا دیا ہوتا اتنا لمبا سفر نہ کرتے اور نہ جاتے۔

بیٹے نے عرض کیا۔ اباجان میں نے کیا کیا ہے؟



باپ نے کہا۔ کیا تو اس خریدار سے بھاگ نہیں آیا۔ حالانکہ وہ کتنا شریف آدمی تھا۔

بیٹے نے جواب دیا۔ ابا جان! مجھے خریدار کی عزت کی قسم ہے! میں بھاگ نہیں ہوں۔

دونوں کی جان میں جان آئی۔ پوچھا جب بھاگنا نہیں ہے تو اتنے لمبے سفر سے اتنی کم مدت میں پہنچ کیسے گیا ہے؟

بیٹے نے جواب دیا۔ ابا جان! یہ نہیں ہیں آپ کو شروع سے واقعہ سناتا ہوں اس طرح بتانے سے بات بے لطف ہو جائے گی۔ دونوں ہمدرد گوش ہو گئے اور باپ نے کہا بیٹے جلد ہی بتاؤ کیا بات ہے۔

بیٹے نے جواب دیا ابا جان! آپ پیسے لے کر واپس چلے تھے وہ مجھے لے کر اپنے مکان پر گیا۔ آخر میں کبھی سفر میں گیا نہ تھا۔ آپ سے جدا نہ ہوا تھا۔ اس نے مجھے اپنے برابر چارپائی پر بٹھایا۔ لیکن بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

اس نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟

میں نے جواب دیا۔ اچھے آقا تھے میرے ساتھ اولاد جیسا سلوک کرتے تھے ان کی یاد آگئی اور آنسو بہہ گئے۔ کوئی بات نہیں میں بہت جلد انہیں بھول جانے کی کوشش کروں گا۔

اس وقت اس نے انتہائی شفقت اور نرمی سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔

بیٹے مجھ سے چھپانے کی کیا ضرورت ہے میں جانتا ہوں تو ان کا غلام نہیں بلکہ

بیٹا ہے اور جس ضرورت کے لیے تیرے باپ نے تجھے فروخت کیا ہے میں اس ضرورت سے بھی واقف ہوں۔

پھر اس نے مجھے تمام وہ واقعہ سنایا جو ہمارے اوپر گزرا تھا۔ حاکم کا سلوک۔ مال کاٹ جانا۔ آپ کا نام اعلیٰ کا نام ہمارے تمام خاندانی حالات۔ میں نے عرض کی۔ میرے آقا! اگر جرات نہ ہو تو میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟

اس نے بتایا۔ بیٹے میں وہی ہوں جسے مسلمانوں نے تین دن کا بھوکا پیاسا غارت میں شہید کیا تھا اور جس کی یاد منانے کی خاطر تجھے تیرے والدین نے فروخت کیا ہے اب تو نہ گھبرا میں تجھے کل تیرے گھر پہنچا دوں گا اور والد کے پہنچنے کے فوراً بعد تو بھی ان کے پاس پہنچ جائے گا۔ والدین سے کہہ دینا اطمینان سے عزاداری کریں حاکم اب نہ صرف تمہیں تنگ نہیں کرے گا بلکہ تمہارا تمام لوٹا ہوا مال واپس کر دے گا۔ ابھی ابھی وہ مجھے اس شہر سے باہر لایا۔ پھر مجھے آنکھیں بند کرنے کو کہا۔ میں نے آنکھیں بند کیں پھر فرمایا آنکھیں کھول لے۔ میں نے دیکھا تو ہماری بستی سامنے تھی۔ اور مجھے فرمایا کہ اب جا یہ تیری بستی ہے۔ تیرا والد تیری والدہ کو فروخت کا واقعہ ہی سنا رہا ہے۔

وہ ابھی تک اسی گفتگو میں مصروف تھے کہ دق الباب ہوا۔ جب وہ دروازہ پر آیا تو حاکم کا خادم کھڑا تھا۔ اس نے کہا آپ کو حاکم نے اسی وقت فوراً بلایا ہے۔ جب وہ اس حاکم کے پاس آیا تو اس نے انتہائی شفقت عزت و احترام سے بٹھایا۔ اور کہا۔

میں نے آپ سے بہت برا سلوک کیا تھا۔ مجھے معاف کر دو۔ تجھے عزاداری کی کھلی چٹھی ہے۔ بیسے جی چاہے کہ تیرا جتنا مال لوٹا گیا تھا مجھے بتا دے اس سے دگنا



تجھے ملے گا۔ عزا داری کے لیے ہر سال دس ہزار روپے میں بھیجاؤں گا۔ میں محبت آل محمد ہو چکا ہوں۔ اپنی سابقہ کوتاہیوں کی ان سے بھی معذرت کروں گا اور آپ سے بھی معافی کا طلب گار ہوں۔

آج رات مجھے امام مظلوم نے تنبیہ کی ہے کہ اگر اس مومن نے تجھے معاف نہ کیا تو اپنی تمام دولت اور اہل خانہ کے ساتھ غرق زمین ہو جائے گا۔ علامہ دربنڈی نے ایک اور واقعہ یوں لکھا ہے کہ۔

مجھے حیدر آباد دکن کے ایک عالم اجل سید محمد علی نے بتایا ہے کہ عشرہ محرم میں سات محرم تک تو ذکر حسین اور سینہ زنی ہوتی ہے۔ سات محرم کو آگ کا ایک بہت بڑا لاؤد بکایا جاتا ہے۔ اور شب عاشور تک اس لاؤد پر کھڑیاں ڈالی جاتی ہیں۔ شب عاشور جب آدھی گزر جاتی ہے تو تمام عزادار مجلس عزائے فارغ ہو کر ایک حوض سے غسل کرتے ہیں۔ یہ حوض امام بارگاہ کے ایک کمرے میں ہے اسے بیت العاشور کہا جاتا ہے۔ ان میں بچے بوڑھے جوان سبھی شامل ہوتے ہیں۔ ان کے جسم پر صرف کچھا ہوتا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں علم ہوتے ہیں۔ برہنہ پا برہنہ سر شاہ حسین شاہ حسین کرتے ہوئے اس آگ کے قریب آتے ہیں۔ آگ کے ارد گرد کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے ہاتھوں میں کچھ ہوتے ہیں۔ وہ ان ٹیکھوں سے انگاروں پر بیٹنے والی راکھ کو اٹاتے رہتے ہیں تاکہ انگارے چمکتے رہیں۔ آگ کی حدت اتنی ہوتی ہے کہ اگر اس آگ کے لاؤد سے چالیں فٹ دور بھی کوئی پرندہ گزر جائے تو جل کر راکھ ہو جائے۔

ان مایموں میں سے ایک بزرگ آگے بڑھتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ ہوتا ہے۔ سب سے پہلے وہ آگ میں داخل ہوتا ہے اس کی اقتداء میں دوسرے مائیں بھی

آگ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ حسین حسین کرتے ہیں اور آگ پر ماتم کرتے ہیں آگ سے کوئی جلتا نہیں ہے جب تک آگ رہتی ہے اس وقت تک وہ ماتم کرتے رہتے ہیں۔ یہ سلسلہ ماتم شروع ہونے کے بعد یوم عاشور کے غروب تک رہتا ہے۔ تمام کی تمام آگ راکھ بن جاتی ہے۔

اسی سید نے بتایا ہے کہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں فب عافور بمبئی آ رہا تھا میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے وہاں بھی آگ پر ماتم ہو رہا تھا۔ میرے ساتھیوں میں سے چند ساتھی بھی اس آگ پر ماتم میں شریک ہو گئے۔ جب ہم نے ان سے پوچھا کہ کیا آگ گرم نہیں لگتی تو وہ کہنے لگے کہ بخدا ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے ہم نینک مٹی پر کھڑے ماتم کر رہے ہوں۔ ہم نے ان کے پاؤں کے ٹوے دیکھے تو ہمیں ذہ بھی آگ سے سوزش کے آثار تک نظر نہ آئے۔

مکرار علامہ دربنڈی نے ایک اور واقعہ بھی نقل کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں صاحبانِ معرفت معرفت کے لیے خالی از فائدہ نہ ہو گا۔

انہوں نے لکھا کہ مجھے ایک روسی عالم مفتی نے بتایا ہے کہ۔

ایک مرتبہ میں ہامنت میں سے نامی مزاج چند علماء کے ساتھ ایک ایسی جگہ بیٹھا تھا جہاں سے زائرین مظلوم کربلا بکثرت گزرتے تھے۔ ہم اپنی باتوں میں مصروف تھے کہ ایک ایرانی نائر وہاں سے گزرا شکل و صورت سے وہ انتہائی مغل غریب اور نادار لگ رہا تھا۔ جب ہمارے قریب سے گزرا تو تمام علماء اس کا مذاق اڑانے لگے۔ اور کہنے لگے۔

اے پاگل ایرانیو۔ اے احمقو

تمہیں کیلے ہر سال چیخ چیخ کر کہتے ہو ہائے حسین ہائے حسین۔ اپنے سینوں



کو چھٹی کر دیتے۔ ہم اپنے سروں پر اپنے ہاتھ سے مٹی ڈالتے ہو۔

ایرانی نے جواب دیا۔ ہم اسے اپنے لیے فرض عین سمجھ کر کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسا نہ کریں اور کچھ عرصہ یہ نہ ہو غاموشی سے گزر جائے تو پتہ ہے تم کیا کرو گے؟

انہوں نے پوچھا۔ تو بتاؤ ہم کیا کریں گے؟

اس نے کہا۔ تم کہو گے کہ نہ تو یزید نے امام حسینؑ کو شہید کیا تھا۔ نہ ذریت رسولؐ کی ستورات کو پابند رسن کیا تھا۔ نہ واقعہ کربلا ہوا تھا۔

انہوں نے پوچھا۔ بھلا تمہیں کیسے معلوم ہے کہ ہم ایسا کریں گے۔

ایرانی نے جواب دیا ہمیں اس بات کے تلخ تجربات ہیں جو ہم تمہارے مدلیوں کے عمل سے مشاہدہ کر چکے ہیں۔

انہوں نے کہا وہ کیسے؟

ایرانی نے کہا:

نبی اکرمؐ نے اپنے داماد اور چچا زاد علی ابی طالب کو زندگی میں متعدد بار بالعموم اور مقام غم غدیر پر بالخصوص اپنا نائب۔ اپنا خلیفہ اور اپنا وصی بتایا۔ اس کا اعلان کیا ستر ہزار صحابہ موجود تھے۔ یہ واقعہ مدتاً تک آج بھی تمہاری کتب میں موجود ہے۔

یہ دن امت مسلمہ کے لیے بہت بڑی عید کا دن ہے۔ چو کہ ہم نے اس سے غفلت کی اور اسے عید کے بطور نہیں بتایا۔ تمہارے علیؑ کی خلافت سے انکار کر دیا۔ اور واقعہ غدیر سے بھی مکر گئے۔ اس قسم کے دیگر تجربات سے سبق لے کر ہم نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ۔

ہر سال اور ہر دن یاد غریب زہراؑ کو خواہی۔ مجلس عزاء اور سینہ زنی سے مناتے رہیں گے تاکہ تم تاریخ اسلام کی اس بڑی حقیقت سے انکار نہ کر سکو اور نہ اسے چھپا سکو۔

اس کا یہ جواب سبک تمام کے سر جھک گئے۔ چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ کہیں ہو کر ایک دوسرے کا منہ مٹھنے لگے۔

ان میں سے ایک نے کہا۔

بخدا! اس گنوار۔ جاہل۔ ان پڑھ اور اصطلاحات علمائے نادانوں کا یہ جواب اس کا اپنا نہیں ہے اور نہ ہی کسی نے یاد کرایا ہے۔ اگر آپ لوگ میری بات مان لیں تو اسے یقیناً قدرت نے بذریعہ الہام یہ جواب تسلیم کیا ہے۔ اگر اس کا اپنا ہوتا تو اس کا انداز بیان اور شائستگی یقیناً ایسی نہ ہوتی۔

منتخب الاثر میں ہے کہ مدینہ میں ایک فاحشہ عورت رہتی تھی اس کے پڑوس میں ایک شیعہ مومن کا مکان تھا۔ عشرہ محرم میں وہ مجالس عزاکرنا تھا۔ ایک دن نیاز پک رہی تھی وہ مجلس میں مصروف تھے موسم گرم تھا۔ آگ بجھ گئی۔ اس فاحشہ عورت کو ضرورت ہوئی وہ آگ لینے کے لیے اس گھر میں آئی دیکھا تو آگ بجھی ہوئی تھی۔ وہ بیٹھ کر آگ سنکھنے لگی۔ اس کا چہرہ اور بازو رکھ آلود ہو گئے۔ آگ سبک گئی وہ آگ لے کر واپس چلی گئی نیاز میں جو کچھ رہ گئی تھی اس آگ بھسنے سے وہ بھونک گئی فاحشہ عورت اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر سو گئی۔

عالم خواب میں دیکھا کہ میدان محشر پر ہے۔ ملائکہ جہنم کو حکم ہوا کہ اس فاحشہ کو جاکر جہنم میں ڈال دو۔ وہ چیخ و پکار کر یہ پکارنے لگی لیکن اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ جب ملائکہ کنار جہنم لے گئے تو پیچھے سے ایک آواز آئی



ٹھہرا سے جہنم میں نہ ڈالنا۔

ملائکہ نے پیچھے دیکھا تو فرزند رسول امام حسینؑ تھے

انہوں نے عرض کیا

قبلہ یہ تو فاحشہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔

ہاں فاحشہ ضرور ہے لیکن میں اس کا مقروض ہوں۔

اس نے حیرت سے دیکھا اور عرض کیا۔

میرے محسن آپ کون ہیں میں آپ کو نہیں جانتی آپ کیسے میرے مقروض ہیں

انہوں نے فرمایا۔

میں غریب نہ رہا ہوں ابھی ابھی میرے عزادار ماتم میں مصروف تھے نیاز پک

رہی تھی تو نے آگ جلائی تو اس سے میرے عزاداروں کی نیاز کو بہت بڑا فائدہ

ہوا۔

ملائکہ نے عرض کیا۔ قبلہ اب کیا حکم ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اسے چھوڑ دو۔ میں اللہ کی خدمت میں اس کے متعلق

کروں گا۔

وہ فاحشہ پیدا ہوئی۔

اس نے پڑوس میں دیکھا تو ابھی تک مجلس عزاء شروع تھی وہ مجلس میں

چلی آئی اور اگر تمام حاضرین مجلس کو وہ واقعہ سنا کر ان کے سامنے توبہ کی۔

بھاری علامہ مجلسی نے سید علی حسینی سے روایت کی ہے کہ میں امام رضاؑ کے

مشہد مقدس میں تھا عشرہ محرم آگیا۔ ہم چند مومنین مجلس عزاء کے لیے جمع ہوئے۔ مجلس

خوان نے امام محمد باقرؑ کی یہ حدیث پڑھی۔

من ذرفت عیناہ علی جس شخص کی آنکھیں غم حسینؑ میں

مصائب الحسین بہر پڑیں اللہ اس کے تمام

غفر اللہ ذنوبہ گناہ معاف فرما دے گا خواہ

ولو کانت مثل زبد اس کے گناہ سمندر کی بھاگی سے

البحر۔ بھی زیادہ ہوں۔

اس مجلس میں ایک عالم نما جاہل مرکب بھی تھا۔ اس نے اس حدیث پر

اعتراض کیا اور کہا۔

یہ حدیث قطعاً غلط ہے۔ اسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے

کہ اتنے بڑے اور عظیم گناہ صرف ایک آنسو کے ٹوں سے معاف ہو جائیں۔

ہمارے درمیان کافی بحث ہوئی لیکن بلا نتیجہ رہی۔ آخر ہم متفرق ہو گئے گیدہ عرم

کدلت گزر گئی۔

گیارہ محرم کی صبح کو وہی شخص حاضرین مجلس میں سے ایک ایک کے پاس

گیا اور کہا۔

جس طرح آپ لوگ میرے گل کے گواہ تھے اسی طرح آج میری توبہ کے

بھی گواہ بن جائیں۔ ہم نے اس سے اس کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے کہا کہ۔

رات میں نے عالم خواب میں قیامت دیکھی ہے میزان نصب تھی آتش جہنم

بھڑک رہی تھی گرنی سخت تھی مجھے پیاس نے ستا رکھا تھا میں پانی

کی تلاش میں ادھر ادھر پھر رہا تھا۔ مجھے دور ایک حوض نظر آیا۔ میں نے یہی سمجھا کہ یہ

حوض کو فریب چنانچہ میں اسی طرف چلا گیا۔ میں نے دیکھا تو حوض میں برف سے ٹھنڈا



شہد سے غیرین پانی موجود تھا۔ لیکن میری دسترس سے باہر تھا۔ وہاں تین افراد موجود تھے دوسرا اور ایک عورت۔ ان کی پیشانیوں سے اتنا نور چمک رہا تھا کہ مستور کے برقعہ سے نور کی لائیں چھن چھن کر نکل رہی تھیں۔ انہوں نے سیاہ لباس پہن رکھے تھے جب میں نے ان کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا۔

ایک سرور انبیاء ہیں۔ دوسرے علی مرتضیٰ ہیں اور تیسری جناب فاطمہ زہرا ہیں۔ میں نے کہا ان لوگوں نے سیاہ لباس کیوں پہن رکھے ہیں۔ اور روکیوں ربے ہیں؟ مجھے جواب دیا گیا کہ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ آج یوم عاشور تھا۔ میں جناب سیدہ کے پاس گیا اور عرض کی۔ بی بی بہت زیادہ پیاس لگ رہی ہے۔

بی بی نے کہا۔ کیا تو دی ہے جو میرے باقرعیشے کی حدیث کو جھٹلاتا ہے۔ تجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ میرے غریب اور پیاسے بیٹے کی عزاداری میں مداخلت کرے خواہ کسی عزادار کے گناہ ایک آنسو کے عوض معاف کیے جائیں یا ایک مرتبہ کی سینہ زنی کے عوض۔

آٹھویں مجلس

## غم حسین میں ارض و سما کا گریہ

ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ گھر سے باہر تشریف لائے مسجد میں تشریف فرما ہوئے اور اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

فما بکت علیہم السماء  
والارض و مسا کانا  
و لا یسئلونہ  
دی گئی۔

اسی اثناء میں امام حسینؑ تشریف لے آئے۔ حضرت علیؑ اپنی جگہ سے اٹھے۔ امام حسینؑ کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ بیٹے اللہ نے کچھ لوگوں کی اس بات پر مذمت کی ہے کہ جب وہ ہلاک ہوئے تو ان کی ہلاکت پر کسی کی آنکھ نم نہیں ہوئی لیکن بخدا!

یہ امت تجھے شہید کرے گی اور تیری شہادت پر آسمان و زمین روئیں گے۔

مؤلف!

ایک روایت کے مطابق زمین و آسمان شہادت امام حسینؑ پر چالیس روز



تک روتے رہے۔

ایک روایت کے مطابق چھ ماہ گریہ جاری رہا۔

ایک روایت کے مطابق نو ماہ تک زمین و آسمان روتے رہے۔

ایک روایت کے مطابق ایک برس پورا گریہ ارض و سما چلتا رہا۔

## گریہ ارض و سما کی کیفیت :-

آسمان جتنا عرصہ بھی رویا اس کے رونے کی کیفیت یہ رہی کہ آسمان سرخ گولے کی طرح رہا اور یوں معلوم ہوتا تھا جیسے پورے آسمان پر خون کا پستہ کر دیا گیا ہے۔ جس کے آثار آج تک وقت غروب مغربی افق پر سرخی کی شکل میں موجود ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ یہ سرخی واقعہ کربلا سے پہلے نہ تھی۔

ایک روایت کے مطابق آسمان سے سرخ مٹی برستی رہی۔

ایک روایت کے مطابق راکھ کی بارش ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق خون کی بارش ہوئی۔

امام سجادؑ نے ثنیت سے فرمایا۔

اے ثنیت جب سے آسمان پیدا ہوا ہے کبھی نہیں رویا۔ صرف دو

مرتبہ رویا ہے۔ پہلی مرتبہ یحییٰ ابن زکریا کی شہادت پر اور دوسری مرتبہ فرزند رسول کی شہادت پر۔

ثنیت نے عرض کیا۔

قبلہ بھلا آسمان بھی روتا ہے ؟

آپ نے فرمایا۔ کیوں نہیں روتا۔

ثنیت نے عرض کیا۔ آسمان کیسے روتا ہے ؟

آپ نے فرمایا۔ جب کوئی کپڑا دھوپ پر رکھا جاتا تھا تو کپڑے پر خون کے چھوٹے چھوٹے قطرے پڑ جاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آسمان سے اتنا خون برستا رہا کہ مکانات کی چھتیں اور دیواریں اس قدر سرخ ہو جاتی تھیں کہ دیکھنے والے سمجھتے تھے کہ دیواروں پر خون مل دیا گیا ہے یہ سلسلہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک جاری رہتا تھا۔ اس خون کی بارش سے جو کپڑے متاثر ہوئے ان پر خون باران خون رک جانے کے بعد بھی کافی عرصہ تک موجود رہا۔

امام رضاؑ نے امام باقرؑ سے روایت کی ہے کہ جب میرے جد امجد کی شہادت ہو گئی تو آسمان سے خون اور سرخ مٹی کی بارش ہوئی۔

زمین کا گریہ زمین سے سیاہی اور سرخی کا ابلنا تھا۔

بیت المقدس کا رہنے والا ایک شخص بتاتا ہے کہ۔ سبحان جس دن فرزند رسول شہید ہوا ہمیں اسی رات کو علم ہو گیا تھا۔

راوی نے پوچھا۔ کہاں کربلا اور کہاں بیت المقدس۔ اور تمہیں کیسے پتہ چلا ؟

اس نے کہا۔ ہم نے بیت المقدس کے علاقہ سے جو پتھر اٹھایا۔ جو ڈھیلا اٹھایا اس کے نیچے سے خون کا فوارہ ابل پڑتا تھا۔

ہمارے گھروں کی دیواریں خون کی طرح سرخ ہو گئیں۔ ہمارے پانی کے گھڑے اور حوض خون سے بھر گئے۔ ہمارے اونٹ پانی پیئے کو گئے تو تالاب خون سے پڑتے رات کو ہم نے ایک ہاتھ غیبی کی آواز سنی۔



کہہ رہا تھا۔

اترجوامة قتلت  
حسینا - شفاعۃ جدہ  
یوم الحساب مغاذا للہ  
لا نلتزم یقینا شفاعۃ  
احمد والی تراب -  
جن لوگوں نے حسینؑ کو شہید  
کیا ہے کیا وہ لوگ قیامت کے  
دن جد حسینؑ کی شفاعت کی  
امید رکھ سکتے ہیں؟ بخدا ایسا  
برگز نہیں ہو سکتا۔ تمہیں کبھی بھی  
سرور انبیاء اور حضرت ابو تراب  
کی شفاعت نصیب نہ ہوگی۔

جس دن آپ شہید ہوئے اس دن آسمان سیاہ ہو گیا تھا۔ ستارے ٹوٹ ٹوٹ  
کر گر رہے تھے۔ سورج تین دن گرہن زدہ رہا۔ کہنے کو جی چاہتا تھا کاش سورج  
ہمیشہ گرہن زدہ رہتا اور دنیا تاریک ہی رہتی اور شامی شیطان اور کوفی  
زہر اندازیوں کو کھلے سر نہ دیکھتے۔

بحار میں ابن ابی عمیر نے حسینؑ ابن فاختہ سے روایت کی ہے کہ میں چند دیگو  
شیعوں کے ساتھ امام صادقؑ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔

میں نے عرض کیا۔  
قبلہ بعض اوقات جب میں دوسرے لوگوں کی محفل میں بیٹھتا ہوں تو میرے دل میں  
آپ کی یاد آ جاتی ہے۔ ایسے میں میں کیا کروں؟  
آپ نے فرمایا۔

اے حسینؑ! جب کبھی ان کی محفل میں ہماری یاد آجائے تو دل ہی دل میں  
کہہ دیا کر۔

اللہم ارنا الرخاء و اے اللہ ہمیں خوشحالی اور خوشی

المسرور۔ سے نواز۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ! بعض اوقات ان محفلوں میں ذکر حسینؑ چھڑ جاتا ہے  
ایسے موقع پر کیا کہوں؟

آپ نے فرمایا۔ تین مرتبہ کہہ دیا کر۔ صلی اللہ علیک یا ابا عبد اللہ۔  
اے حسینؑ! جب فرزند رسولؐ شہید ہوا تو اس کائنات عالم کی ہر مرنی اور  
نیز مرنی۔ آسمان وزمین۔ ان کے مابین جو کچھ ہے جنت۔ اہل جنت۔ حق کہ جہنم نے  
بھی اپنی اپنی حیثیت میں آنسو بہائے لیکن کچھ بد نصیب مقام اور افراد ایسے بھی تھے  
جنہیں اس کا آنسو نہ ہوا۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ وہ کون تھے؟

آپ نے فرمایا۔ قطعات زمین میں سے بصرہ اور دمشق۔ اور انسانوں میں آلِ کم  
اور آلِ ابو العاص۔

خصائص حسینؑ میں علامہ تہری نے لکھا ہے کہ۔ فرزند رسولؐ پر موجودات عالم  
روئے۔ آپ یہ نہ سمجھ لیں کہ فقط ہمارے عالم کے موجودات عالم بلکہ ہر عالم کا ہر موجود  
رویابا ہے۔ عالم کے متعلق معصومین سے مروی ہے کہ ذاتِ احدیت نے دس ہزار  
عالم اور دس ہزار آدم پیدا کیے ہیں۔ ہم لوگ آخری عالم کے آخری آدم کی اولاد ہیں  
یہ بھی نہ سمجھ لیا جائے عالمین کے موجودات صرف آپؑ کی شہادت کے بعد آپؑ پر روئے  
بلکہ آپؑ کی شہادت سے پہلے بھی عالمین کا گریہ ملتا ہے۔ اہل کوفہ روئے ہیں۔

قاتل بھی روئے ہیں۔ عمر سعد بھی رویا ہے جب آپؑ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس لایا  
گیا تو دارالامارہ کی دیواروں سے خون پھلنے لگا۔



بھلا میں ابو بصیر سے مروی ہے کہ امام باقر نے فرمایا ہے۔

اے ابو بصیر میرے جد امجد کی مطلوبانہ شہادت پر انسان جن پرند اور درند  
نمک سوائے ہیں حتیٰ کہ جسے تم الو کہتے ہو یہ بھی غم حسین میں آنسو بہاتا ہے۔ بھلا کبھی  
اسے دن میں بھی دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ کبھی نظر نہیں آیا۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں اسے کبھی دن میں نہ دیکھو گے۔ حالانکہ واقعہ کربلا سے قبل  
یہ بھی چڑیوں کی طرح علم گھروں میں رہتا تھا۔ مانوس پرندوں سے تھا۔ لوگوں کے  
دستر خوان کے قریب بیٹھ جاتا تھا۔ لوگ اسے کھانا دیتے تھے۔ وہیں بیٹھ کر کھالیتا  
تھا۔ جب واقعہ کربلا ہوا تو اس نے یہ کہہ کر آبادیوں میں رہنا چھوڑ دیا۔

تم بدترین امت ہو۔ جب تم نے اپنے نبی کی بیٹی کی اولاد کو ظلم و جور سے شہید  
کر دیا ہے تو اب تم پر کون بھروسہ کر سکتا ہے۔ اس نے اس دن سے قسم کھا رکھی ہے  
کہ کبھی ایسی جگہ نہیں رہے گا جہاں انسان آباد ہوں گے۔

ہمیشہ دیرانوں میں رہتا ہے۔ دن میں روزہ رکھتا ہے۔ رات کو اپنا مقدر رزق  
کھا کر ماری رات نوحہ خوانی کرتا ہے۔

اے ابو بصیر!

وہ سفید پرندہ بھی انہی پرندوں سے تھا۔ جو یوم عاشور فضائے کربلا میں پرواز  
کر رہا تھا۔ اس نے فرزند حسین کو دیکھا تو زمین پر آیا۔ اپنے پروں کو خون شہید سے  
آلودہ کیا۔ وہاں سے اٹھا آگے ایک سایہ کے نیچے بہت سے پرندے بیٹھے تھے جو  
کھانے اور پینے میں مصروف تھے۔ اس پرندے نے ان تمام پرندوں کو ملامت کی  
اور کہا۔

کم از کم آج تو کھانا پینا چھوڑ دو۔

تمام پرندوں نے پوچھا۔

آج کون سی خاص بات ہے۔

اس نے کہا۔ ذرا جا کر میدان کربلا میں دیکھو۔ آل رسول کو تین دن کا بھوکا  
اور پیاسا رکھ کر شہید کر دیا گیا ہے۔ زہرا زادیوں کے سروں سے چادریں پھین  
لی گئی ہیں۔

اس کی یہ بات سن کر پرندے وہاں سے اڑے۔ کربلا میں آئے تو دیکھا کہ  
لاشیں پامال سم اسپاں ہو چکی تھیں۔ ان پرندوں نے بھی اپنے اپنے پروں کو خون  
شہداء سے آلودہ کیا۔ اور مختلف علاقوں کو خبر شہادت دینے کی خاطر چلے گئے۔  
انہی میں سے ایک پرندہ مدینہ میں آیا۔

قبر رسول کے قریب آیا۔ اس کے پروں سے خون ٹپکتا دیکھ کر تمام پرندے  
اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس نے اپنی زبان میں تمام پرندوں کو شہادت غریب  
زہرا کی اطلاع دی۔

انہی پرندوں میں سے ایک کو ابھی تھا جھاپنے خون آلودہ پروں سے مدینہ  
میں جناب فاطمہ صغریٰ کی دیوار پر آکر بیٹھا۔

نبی بی پہنے سے اپنے باپ بھائیوں بہنوں اور چھو بھویوں کے غم میں آنسو بہا  
رہی تھی۔

کوئے نے دیوار پر بیٹھ کر اپنی زبان میں نوحہ خوانی کی۔ جب جناب فاطمہ نے  
سراٹھا کر کوئے کو دیکھا۔

اور کوئے سے مخاطب ہو کر فرمایا۔



نعب الغراب فقلت من  
تنعاه ويحك يا  
غراب -  
قال الامام فقلت  
من -  
قال الموفق  
للصواب -  
ان الحسين بكر بلايين  
الاستنة والضراب -  
فابكي الحسين بعبرة  
ترجي الاله مع التواب  
فقلت الحسين فقال  
لى -  
حقا لقد سكن  
التراب ثم استقل  
بدالجناح -  
جب کو اچلا یا تو میں نے  
پوچھا اے کوئے کس کی خبر ہوئے  
رہا ہے -  
کوئے نے کہا امام کی خبر شہادت  
ہے - میں نے پوچھا کون امام؟  
اس نے جواب دیا وہی جو  
راہ راست کا ہادی تھا -  
حسینؑ کو بلا میں تیروں اور  
تواروں کے ما بین ہے -  
اے فاطمہ! حسینؑ پر آنسو  
بہا - اس سے اللہ کی طرف  
سے جزائے گی -  
میں نے پوچھا - کیا حسینؑ فرزند  
رسولؐ شہید ہوا ہے -  
اس نے کہا - آپ نے ٹھیک  
سمجھا ہے - وہی فاک آلودہ  
ہوئے ہیں -  
اور پھر وہ غم سے نڈھال  
ہو گیا -

فلم يطق رد الجواب  
اور وہ اس کا جواب بھی  
نہ دے سکا -

جناب محمد منیرؑ نے بتایا ہے کہ دفتر حسینؑ ناظم نے کوئے سے یہ اطلاع شہادت شکر اہل مدینہ  
کو خبر شہادت دی - تو اہل مدینہ نے کہا کہ - لو یہ لڑکی بھی ہاشمی بزرگوں کی طرح جادو  
سے خبریں دیتی ہے -



## نویں مجلس

# غم حسین میں گریہ ملائکہ

بکار میں امام صادق سے مروی ہے کہ ذاتِ امدیت نے چار چار ہزار ملائکہ کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے جو صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک مزارِ غریب نہرا پر گریہ و بکا کرتے ہیں۔

زائدہ کی نقل کردہ روایت میں ہے کہ یومِ عاشور کچھ ملائکہ نے ذاتِ امدیت سے نصرتِ حسین کی اجازت مانگی یہ اس وقت میدانِ کربلا میں آئے۔ جب فرزندِ زہرا شہید ہو چکا تھا۔ چنانچہ ذاتِ امدیت نے انہیں تاقیامِ حجت مزارِ سید الشہداء پر گریہ و زاری کرنے کے علاوہ زائرینِ مظلوم زہرا کے استقبال اور الوداع کے لیے مامور کر دیا ہے۔ جو زائر بیمار ہوتا ہے اس کی عیادت کرتے ہیں۔ اگر کوئی زائر فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں ہر وقت معروف گریہ و زاری سب سے ہیں۔ اور محبانِ حسین کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

بکار میں صفوانِ جمال سے مروی ہے کہ میں امام صادقؑ کے ساتھ سفر حج کو جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا تمام راستہ میں آپ منوم اور محزون رہے۔ مجھ سے رہا نہ گیا آخر میں نے پوچھ لیا۔

قبل کیا وجہ ہے کہ جب پہلے میں آپ کو غزوہ دیکھتا آ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ جو کچھ میں سن رہا ہوں اگر تو بھی سنتا تو ایسا سوال نہ کرتا۔ میں نے عرض کیا قبلہ! آپ کیا سن رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں اس صحرا میں ملائکہ اور جنات کا مظلوم کربلا پر گریہ سن رہا ہوں۔

مؤلف۔

ممکن ہے یہ وہ ملائکہ ارض ہوں جو اس دن سے رونے لگے ہیں جس دن سے انہیں شہادتِ امام حسینؑ کی اطلاع ملی تھی۔ جیسا کہ متعدد روایات میں ہے کہ ملائکہ آسمان میں سے ایک ملک نے ذاتِ امدیت سے اس وقت زمین پر آنے کی اجازت مانگی جب انھیں بقیدِ حیات تھے اور عرض کیا بارالہا مجھے تیرے صیب کی زیارت کا بڑا شوق ہے اگر اجازت مل جائے تو میں اس کی زیارت کو آؤں ذاتِ امدیت نے فرمایا۔

ہا میرے صیب کی زیارت بھی کر اور اسے بتا دے کہ تیری طاہرہ بیٹی کے طاہر حسینؑ کو تیری امت کا یزید نامی شخص صوبے کر بلا میں تشنہ اور گرسنہ شہید کئے گا۔

وہ ملک زمین پر آیا۔ انھیں حضورؑ کو اطلاع دی۔ کربلا سے کچھ خاک لی اور واپس جاتے ہوئے تمام ملائکہ ارض و سما کو شہادتِ دلہندہ ہر کی خبر دیتا گیا۔ اس وقت سے ملائکہ ارض و سما نے غم حسینؑ میں رونا شروع کر دیا۔ امام صادقؑ نے صبح سے فرمایا۔



مسح جس دن سے نبی اکرم نے چہرہ علی کی زیارت کے ثواب کا اعلان کیا اسی دن سے ملائکہ نے عرض کیا۔ بارالہا۔ دنیا والے تو چہرہ علی کی زیارت کر کے ثواب حاصل کر رہے ہیں۔ مگر ہم محروم ہیں۔ ذاتِ احدیث نے پانچویں آسمان پر ایک ملک شبیہ علیؑ پیدا فرمایا۔ جس دن ابنِ ہشام نے مسجد کوفہ میں حضرت علیؑ پر تلوار کا وار کیا۔ اسی وقت اس شبیہ علیؑ ملک کی پیشانی بھی دوغیم ہو گئی۔ اس دن سے ملائکہ شبیہ علیؑ کو زخمی دیکھ کر روتے بھی ہیں اور قاتلین علیؑ پر لعنت بھی کرتے ہیں۔

اسی طرح جس دن غریب نینوا شہید ہوا تو ملائکہ کی استدعا پر ذاتِ احدیث نے شبیہ علیؑ کے ساتھ شبیہ حسینؑ ایک ملک پیدا کیا جس کا جسم تیروں نیروں تلواروں اور بحالوں سے چھلنی ہے۔ انہوں نے اسے شبیہ علیؑ کے دائیں جانب کھڑا کر دیا۔ اس وقت سے ملائکہ آسمان کبھی شبیہ علیؑ کو زخمی دیکھ کر اور کبھی شبیہ حسینؑ کو پارہ پارہ دیکھ کر روتے بھی ہیں اور ان کے قاتلین پر لعنت بھی کرتے ہیں۔

بکاہل الزیارت میں ہے کہ کوفہ سے پانچ نوجوان شہب عاشور نصرتِ امام حسینؑ کے لیے چھپ کر روانہ ہوئے راستہ میں انہیں دو مرد ملے ان میں سے ایک بوڑھا تھا اور ایک جوان۔

بوڑھے نے پوچھا۔ کیا تم فرزندِ رسول کی نصرت کے لیے جا رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔

اس نے کہا۔ میں جن ہوں اور میرا بھتیجا ہے ہم بھی اسی مظلوم کی نصرت کو نہ لے رہے ہیں۔ اس وقت رات گزر چکی ہے اور دن کافی بلند ہو چکا تھا۔ میرا ایک مشورہ ہے اگر تم تمام اتفاق کر لو تو میں بتاؤں۔

انہوں نے کہا۔ ضرور آپ پرانے آدمی ہیں۔ یقیناً اچھا مشورہ ہو گا۔

اس نے کہا ایسا کرو تم اسی جگہ بیٹھ جاؤ۔ میں میدانِ کربلا میں جا کر پتہ کرتا ہوں کہ فوجِ یزید سے گزر کر اس مظلوم تک پہنچنے کا راستہ کہاں سے ہے تاکہ تم لوگ بے خوف و خطر پہنچ جاؤ۔

ان سب نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔ عصر کے وقت: نہ جن روتا ہوا آیا۔ اور اس نے بتایا کہ میں راستوں کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ ارضِ دہاکے مابین میں نے آواز سنی۔ لاقد قتل الحسین الاقد ذبح الحسین یہ آواز سنکر میرے ہوش اڑ گئے پہلے اپنی بد قسمتی پر پھر اس مظلوم پر روتا رہا۔ اب کربلا میں ہمارے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اس جن نے ایک بہت بڑا زخم پڑھا۔

امام صادق نے زرارہ سے فرمایا۔ زرارہ!

مظلوم نینوا پر آسمان نے چالیس دن خون برسا کر سوگ منایا۔

زمین نے چالیس دن خون اگل کر سوگ منایا۔

سورج نے چالیس دن گرہن زدہ ہو کر ماتم حسینؑ کیا۔

پہاڑوں نے ریزہ ریزہ ہو کر غم حسینؑ منایا۔

ممنندوں نے طوفان برپا کر کے حسینؑ پر گریہ کیا۔

ملائکہ نے چالیس دن تک تسبیح و تہلیل خالق چھوڑ کر ماتم حسینؑ کیا۔

بنی ہاشم میں سے کسی مستور نے سر پر خضاب نہیں لگایا۔ تیل نہیں ڈالا۔ آنکھ

میں سرمہ نہیں لگایا۔ بالوں میں اس وقت تک کنگھی نہیں کی جب تک ابنِ زیاد کا

سر نہیں آیا۔ میرا دوا جب بھی نام حسینؑ لیتا تھا تو اس کی آنکھوں سے اتنے آنسو

بہتے تھے کہ ریشِ مبارک تر ہو جاتی تھی۔

بحار میں ہے کہ ابو بصیر سے مروی ہے کہ مجھے امام صادق نے فرمایا۔



اے ابو بصیر کیا تو پسند نہیں کرتا کہ تیرا شمار ان لوگوں میں ہو جو جنت رسولؐ سے تعاون کرتے ہیں؟  
میں نے عرض کیا۔ قبلہ کون بد بخت ہے جو جنت رسولؐ سے سعادت کو پسند نہیں کرتا۔  
آپؐ نے فرمایا۔  
اگر ام السادات کی سعادت کرنا چاہتا ہے تو اس کے مقتول عبرت فرزند پر جس قدر رو مکتا ہے رویا کر۔

## دسویں مجلس

# شہادت مظلوم کربلا کی پیش گوئیاں

سعد ابن عبد اللہ سے مروی ہے کہ میں نے صاحب الامرؑ کی خدمت میں عرض کیا یا ابن رسول اللہ مجھے کئی غلطی کی تفسیر بتائیے۔ آپؑ نے فرمایا۔ یہ حروف مستقبل کی پیش گوئی ہیں۔ ان سے پہلے ذاتِ احدث زکریا کو انہی حروف میں یہ پیش گوئی کی تھی۔ پھر نبی اکرمؐ کو انہی حروف سے پیش گوئی فرمائی۔

زکریا نے بارگاہِ خالق میں عرض کیا۔ مجھے غم نہجائے نام تعلیم فرما۔ ذاتِ احدث نے جب نام تعلیم کیے تو جب بھی جناب زکریاؑ یا حضورؑ حضرت علیؑ جناب فاطمہؑ اور امام حسنؑ کا نام لیتے تھے تو ان کا دل موت سے لرز رہتا تھا۔ لیکن جب نام حسینؑ لیتے تھے تو آنکھوں سے بے ساختہ آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگتے تھے۔

ایک دن جناب زکریاؑ نے عرض کیا۔

بارالہا یہ نام حسینؑ کیسا غم انگیز نام ہے کہ جو نبی زبان پر آتا ہے بے ساختہ رونا آجاتا ہے۔؟

ذاتِ احدث نے جناب زکریاؑ کو کئی غلطی سے اس واقعہ کی اطلاع دی۔ جناب زکریاؑ نے عرض کیا۔ بارالہا اس کی تفصیل کیا ہے؟



فاتِ احدیت نے فرمایا۔

ک۔ کربلا۔

ہا۔ شہادتِ محترمتِ رسول

یا۔ سے یزید

ع۔ سے عطشِ بیاسِ فدیتِ بنی اور میں سے صہرِ فرزندِ رسول۔

اس وقت جنابِ زکریا بے تماشا روئے اور عرض کیا بارالہا۔ کیا تو

اپنے حبیب کی پارہ جگر زہراؑ اور اپنے حبیب کے جانثار علیؑ کو شہادتِ حسینؑ کا داغ دے گا۔ تین دن تک جنابِ زکریا مسلسل غمِ حسینؑ میں روتے رہے۔ چوتھے دن دعا مانگی بارالہا۔

مجھے ایک فرزند عطا فرما۔ اس فرزند کی بے پناہ محبت غایتِ فرما۔ پھر اسے کئی میں لے لے تاکہ میں بھی تیرے حبیب کے غم میں شریک ہو جاؤں۔ ذاتِ احدیت نے جنابِ زکریا کی دعا قبول فرمائی۔ جنابِ یحییٰ کی ولادت ہوئی۔

جنابِ یحییٰ اور غریبِ نینوا میں مشابہت :-

۱۔ جنابِ یحییٰ کی قبل از ولادت کی جنابِ امام حسینؑ کی قبل از ولادت زکریا کو بشارت دی گئی تھی۔ جبریل نے بشارت دی تھی۔

۲۔ جنابِ یحییٰ سے پہلا یحییٰ نام کا کوئی انسان نہیں تھا۔ امام حسینؑ سے پہلے حسینؑ نام کا کوئی نہ تھا۔

۳۔ جنابِ یحییٰ کا نام اللہ نے تجویز فرمایا تھا۔ امام حسینؑ کا نام بھی اللہ نے تجویز فرمایا تھا۔

۴۔ جنابِ یحییٰ نے ماں کا دودھ نہیں پیا تھا آسمان سے غذا مہیا ہوئی تھی۔ امام حسینؑ نے بھی ماں کا دودھ نہیں پیا تھا زبانِ رسالت سے میر ہوتے تھے۔

۵۔ جنابِ یحییٰ کو بعد از ولادت آسمان پر لے جایا گیا تھا۔ امام حسینؑ کو بعد از ولادت ساتویں دن آسمان پر لے جایا گیا۔

۶۔ جنابِ یحییٰ شکمِ مادر میں کلام کرتے تھے۔ امام حسینؑ نے صدفِ عصمت میں ولادت سے ایک ماہ قبل ماں سے بات کی۔

سيعلم الذين ظلموا اى  
منقلب ينقلبون ۵

۷۔ جنابِ یحییٰ کو پوری زندگی کسی نے سرور نہیں دیکھا تھا۔ امام حسینؑ نے پوری زندگی غم میں گزاری۔

۸۔ جنابِ یحییٰ مظلوم شہید ہوئے۔ امام حسینؑ مظلوم شہید ہوئے۔

۹۔ جنابِ یحییٰ کا قاتل دلدارِ انا تھا۔ امام حسینؑ کا قاتل دلدارِ انا تھا۔

۱۰۔ جنابِ یحییٰ پر ارض و سما کے ملائکہ روئے تھے۔ امام حسینؑ پر ارض و سما کے ملائکہ اور تمام موجوداتِ عالم روئے۔

۱۱۔ جنابِ یحییٰ کا خون بعد از شہادت ابقا رہا۔ یہ خون اس وقت بند ابقتا رہے گا۔ حضرت حجت



ہوا جب بخت نصرت نے ستر ہزار  
بنی اسرائیل کو قتل کیا۔

تمام قاتلین امام کو قتل کریں گے  
تو خون بند ہوگا۔ اپنا دربارانی  
ہے۔ من قتل مظلوما فقد  
جعلنا لولید سلطانا فلا یفر  
فی القتل انہ کان منصورا۔  
جو مظلوم شہید ہوا۔ ہم نے اس  
کے ولی کو حکومت دے دی۔  
وہ قتل میں اسراف نہیں کرے  
گا اور اللہ کی نصرت اسے حاصل  
ہوگی۔

۱۲۔ جناب یحییٰ کا سر بعد از شہادت  
آپ کے دشمن کے سامنے ٹٹٹ  
میں پیش کیا گیا۔ اور سر نے صرف  
ایک جملہ کہا۔ اتق اللہ ایہا  
الملك فانہ لا تجوز لك  
ان تباشر۔ اے بادشاہ! اس سے ڈر۔ بیٹی  
سے مباشرت تیرے لیے ہرگز  
جائز نہیں ہے۔

امام حسینؑ نے بعد از شہادت  
کر بلائے شام تک لوگ نیزہ  
پر تلاوت قرآن کی۔ وباریزید  
میں جب طشت میں سر رکھ کر  
یزید کو پیش کیا گیا تو یزید آپ  
کے دندان مبارک پر چھڑی  
مارتا رہا۔ اور پھر مظلوم۔  
سيعلم الذین ظلموا  
ای منقلب ینقلبون  
عنقریب ظالموں کو معلوم ہو

جائے گا کہ ان کا انجام کیا ہوتا  
ہے۔ کی تلاوت کرتا رہا۔

## جناب یحییٰ اور امام حسینؑ کی شہادت میں فرق :-

- ۱۔ جناب یحییٰ تنہا شہید ہوئے۔  
امام حسینؑ کے سامنے قمر بنی  
ہاشم، میا بھائی اور ہم شکل بنی  
جیسا فرزند خاک و خون میں پیسا  
تڑپتا رہا۔
- ۲۔ جناب یحییٰ کی آغوش میں آپ  
کا کوئی بچہ شہید نہیں ہوا۔  
امام حسینؑ تین دن کے پیاسے  
شہید ہوئے۔
- ۳۔ جناب یحییٰ کی شہادت کے بعد ان  
کے جسم کا کوئی حصہ جدا نہیں کیا  
گیا۔  
امام حسینؑ کی شہادت کی انگلی  
بجدل ابن سلیم نے اور بھیلی جمال  
طون نے جدا کر دی۔
- ۴۔ جناب یحییٰ کا لاشہ پامال ہم اسپاں  
نہیں ہوا۔  
امام حسینؑ کے لاشہ پر گھوڑے  
درڑائے گئے۔
- ۵۔ جناب یحییٰ کو دقت شہادت دیکھنے  
والا کوئی نہ تھا۔  
امام حسینؑ کو دقت شہادت  
بہنیں بیٹیاں اور بیویاں دیکھ



رہی تھیں۔

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد  
ذریعہ رسول کو رسن بستہ کر  
دیا گیا۔

۷۔ جناب یحییٰ کی شہادت کے بعد  
ان کے اہل گھر کو قید نہیں کیا گیا

شاید یہی واقعاتی شہادت تھی کہ امام حسینؑ مدینہ سے کر بلا تک پورے سفر میں  
جناب یحییٰ کا تذکرہ بہت زیادہ فرماتے رہے۔ پہلے پہلے آپ نے اس وقت جناب  
یحییٰ کا تذکرہ کیا جب عبداللہ ابن عمر ابن خطاب سے بات ہوئی۔ آگے چل کر اس کی  
تفصیل بیان ہوگی۔

ذاتِ احیاء نے بھی انبیاء کو شہادت حسینؑ کی خبر دی ان میں سے حضرت موسیٰ  
بھی ہیں۔ ایک مرتبہ جناب موسیٰ نے ایک اسرائیلی کی سفارش کی۔ اللہ نے فرمایا۔ میں  
ہر گناہ گار کو معاف کر دوں گا البتہ قاتل حسینؑ کو معاف نہیں کروں گا۔ جناب موسیٰ  
نے پوچھا۔  
قاتل حسینؑ کون ہو گا؟

فاتِ احیاء نے فرمایا۔ اس کے نانا کی باغی احت کر بلا میں شہید کرے گی۔  
اس کا گھوڑا فریاد کرے گا۔ الظلیمہ، الظلیمہ تین دن تک دفن و کفن خاک کر بلا  
پر رہے گا۔ اس کی مستورات کو قید کیا جائے گا۔ ان کے سروں اور مستورات کو شہرِ بصر  
تشریف کرایا جائے گا۔ اے موسیٰ ان کے بچے پیاس سے شہید ہوں گے اور بڑوں کے  
جسم پامال ہوں گے۔ حضرت موسیٰ اس غم انگیز واقعہ پر بہت روئے۔

۱۰

جبریل اور آپ کی شہادت۔

ہمارے ہیں کہ جبریل نے خبر شہادت سب سے پہلے حضرت آدم کو دی  
جب ذاتِ احیاء نے حضرت آدم کو کلماتِ تعلیم کیے اور جبریل وہ کلمات لایا جو یہ  
تھے۔ یا محمود بحق محمد۔ یا عالمی بحق علی۔ یا فاطمہ بحق فاطمہ۔ یا محسن بحق  
الحسن یا قديم الاحسان بحق الحسین ومنک الاحسان۔ جب ذکر حسینؑ کیا تو جناب آدم کے  
آنسو ٹپک پڑے۔ اور دل ٹوٹ گیا۔

جناب آدم نے کہا۔ جبریل کیا بات ہے۔ امام حسینؑ پر بے ساختہ آنسو بہنے  
لگے ہیں؟

جبریل نے جواب دیا۔

آپ کا یہ بیٹا۔ تنہا۔ بے یار و مددگار۔ مسافر اور پیا سا شہید ہو گا۔ آدم اگر  
اس وقت آپ اپنے اس بیٹے کو دیکھیں گے جب یہ پکار رہا ہو گا۔  
پیاس سے جگر کباب ہو گیا ہے۔ کوئی مددگار نہیں رہا۔

اسی اثنا میں پیاس مظلوم کر بلا اور آسمان کے درمیان دھوئیں کی طرح حائل  
ہو جائے گی۔ اسے کسی طرف سے جواب میں پانی نہیں ملے گا۔ بلکہ جواب میں تیر  
نیزے۔ بجائے اور پتھر برسائے جائیں گے۔ اس طرح ذبح کیا جائے گا جس طرح  
حیوان کو ذبح کیا جاتا ہے۔

اس کے نانا کی امت اس کے خیام لوٹے گی۔ ان کے مظلوم مقتولوں کے سروں کو  
نیزوں کی نوکوں پر اٹھایا جائے گا۔ اس کی تمام مستورات کو پابند رسن کر کے شہرِ بصر  
پھرایا جائے گا۔



یہ واقعہ سنکر حضرت آدم اس طرح پھوٹ پھوٹ کر روئے جس طرح پیر مردہ عورت روتی ہے۔

دوسری مرتبہ جبریل اپنے نبی کو نبین کو اس وقت خبر شہادت امام حسینؑ دی جب ایک عید کے دن دونوں شہزادوں نے ماں سے کپڑوں کا مطالبہ کیا۔ ماں نے وعدہ کیا۔ رضوان جنت کپڑے لے کر آیا۔ دونوں جوڑے سفید تھے۔ اور شہزادوں نے عرض کیا۔

اماں جان! یہ تو سفید لباس ہیں۔ جب کہ عرب بچوں میں رنگ دار لباس پہننے کا رواج ہے۔

نبی نے فرمایا۔ بیٹے کپڑے میں نے منگا دیے ہیں۔ اب رنگ کی درخواست نانا سے کرو۔

دونوں شہزادے کپڑے لے کر نانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ نانا جان! ہمیں کپڑے تو ماں نے دلوا دیئے ہیں لیکن یہ سفید ہیں اور ہمیں رنگ دار کپڑوں کی ضرورت ہے۔

آپ نے فرمایا۔

جبریل ان کپڑوں کو رنگنا ہے۔ جبریل نے عرض کیا حضور! بھی رنگے جائیں گے۔ میں پانی ڈالتا ہوں آپ طشت میں انہیں الٹ پلٹ دیں۔ انھوں نے پانی اور طشت منگوایا۔ پھر امام حسنؑ سے پوچھا۔ بیٹے کون سا رنگ پسند کرو گے؟

شہزادے نے عرض کیا۔ نانا جان! سبز رنگ۔ جبریل نے پانی ڈالا انھوں نے طشت میں لباس کو الٹا پلٹا۔ سبز رنگ ہو گیا۔ امام حسنؑ کو دیا۔ پھر امام حسینؑ سے پوچھا۔ بیٹا

کون سا رنگ پسند ہے؟

عرض کیا نانا جان! سرخ رنگ۔

آپ نے جبریل کے تعاون سے سرخ رنگ کر کے دے دیا۔ جب دونوں شہزادے لباس پہن کر سرور و شادان باہر نکلے تو جبریل رو دیا۔ انھوں نے پوچھا۔ جبریل آج عید کے دن معذرا ہے۔ جبریل نے عرض کیا آقا شہزادوں کی پسند نے رلا دیا ہے۔ ذہر کا رنگ سبز ہوتا ہے جسے حسنؑ نے پسند کیا ہے اور خون کا رنگ سرخ ہوتا ہے جسے حسینؑ نے پسند کیا ہے۔ جس کی وجہ سے بے ساختہ آنسو ٹپک پڑے ہیں۔

نبی اکرمؐ اور خبر شہادت امام حسینؑ۔

انھوں نے متعدد مقامات پر امام حسینؑ کی خبر شہادت دی ہے ہم ذیل میں مختصراً چند ایک مقامات کا تذکرہ کیے دیتے ہیں۔

۱۔ جناب ام سلمہ ام المومنین سے مروی ہے کہ ایک دن انھوں میرے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے حکم دے رکھا تھا کہ کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ میں باہر بیٹھی تھی کہ اتنے میں امام حسینؑ آگیا۔ مجھ سے پوچھا۔

نانا جان کہاں ہیں؟

میں نے بتایا اندر آرام فرما رہے ہیں۔ لیکن انہوں نے منع فرمایا ہے کہ میرے پاس کوئی نہ آئے۔

مجھے کہا۔ نانی جان!

آپ تو اچھی طرح جانتی ہیں کہ نانا جان میرے آنے پر پابندی نہیں لگاتے اور نہ ہی



مجھے منع کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر اندر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد میں اندر گئی تو دیکھا حسینؑ آپ کے سینہ پر ہے اور آنحضرتؐ مرد ہے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ خیریت تو ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ام سلمہ! ابھی ابھی جبریل مجھے میرے اس بیٹے کی خبر شہادت دے کے گیا ہے اور میرے اس بیٹے کی خاک مقتل بھی دے کے گیا ہے۔ ام سلمہ! تو اس وقت اس دنیا میں موجود نہیں ہوں گا۔ نہ میری بیٹی زہرا ہوگی اور نہ میرا بھائی علیؑ ہوگا یہ مقتل حسینؑ کی مٹی تو اپنے پاس رکھ لے جس دن یہ سرخ ہو جائے مجھ لینا میرا یہ معصوم بیٹا شہید ہو گیا ہے۔

میں نے عرض کیا۔ قبلہ آپ ذات احدیت سے عرض کیوں نہیں کرتے کہ اللہ حسینؑ سے یہ مصائب اٹھائے۔

آپ نے فرمایا۔ ام سلمہ! میں عرض کر چکا ہوں۔ ذات احدیت کی طرف سے جواب ملا ہے کہ تیری گناہ گارامت کی بخشش کا ہمارا صرف تیرے اس عزیز از جان بیٹے کی شہادت ہے۔

۲۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ ہمارے گھر تشریف لائے ہم نے کھانا پیش کیا۔ آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ میں نے آپ کے ہاتھ دھلائے۔ آپ نے سجدہ شکر کیا۔ اور سجدہ میں پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کیا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ یا علیؑ! آج آپ تمام کے با امن اجتماع کو دیکھ کر بہت خوش تھا۔ اور اسی خوشی میں سجدہ کیا۔ اثنائے سجدہ میں ذات احدیت نے تم میں سے ایک ایک کے حالات بتائے کہ:

میری فاطمہ کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک ہوگا۔ تجھے کس طرح محراب میں شہید کیا

جائے گا۔ حتیٰ کے جنازہ پر کوئی تیرا رسالے گا۔ اور میرے حسینؑ کو کیسے اور کہاں ظلم و جور سے شہید کیا جائے گا۔

امام حسینؑ نے سوال کیا۔ یا رسول اللہ! کیا ہم ایک جگہ شہید ہوں گے؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں بیٹے۔ تمہاری ماں اور تیرا بھائی اسی جگہ مدینہ میں رہو گے۔ تیرا باپ عراق کے ایک کونے پر ہوگا اور تو کربلا کے میدان میں ہوگا۔ امام حسینؑ نے عرض کیا۔ پھر ہماری قبروں پر تو آنے والا کوئی نہ ہوگا؟

آپ نے فرمایا۔ نہیں بیٹے ایسی بات نہیں ہے آپ کی قبروں پر بہت سے لوگ آپ کی زیارت کو آئیں گے۔ اور جو بھی آپ کی زیارت کو آئے گا اللہ اس کے گناہ معاف کر دے گا۔ اللہ اس کے رزق میں برکت دے گا۔ اللہ اسے خوف جہنم سے آزاد کرے گا۔

\*\*\*

حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور شہادت امام حسینؑ:

۳۔ ہوف میں عبد اللہ ابن یحییٰ سے منقول ہے کہ جنگ صفین سے پلٹتے ہوئے ہم حضرت علیؑ کے ساتھ تھے۔ جب آپ کربلا میں آئے تو باوانز بلند پکار کر فرمایا۔ حسینؑ بیٹے صبر کرنا۔

جب آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا۔

ایک دن میں آنحضرتؐ کے پاس گیا اور دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے عرض کیا آقا!

ہماری جانیں قربان ہوں خیریت تو ہے؟



آج آپ کے آنسو بڑی تیزی سے بہہ رہے ہیں۔ کیا کسی نے دل کو تکلیف پہنچائی ہے؟

آپ نے فرمایا: یا علی! زندگی تکالیف کا نام ہے اور چند آدمیوں کو چھوڑ کر وہ کون ہے جس نے کبھی محمدؐ کو خوش رکھنے کی کوشش کی ہو۔ ویسے جبریل نے بڑے عجیب سے انداز میں مجھے میرے لختِ جگر حسین کے دریائے فرات پر شہادت کی خبر سنائی ہے۔ اور مجھ سے پوچھا ہے کہ کیا میں آپ کو خاک کر بلا مو گھٹنے کیلے پیش کروں؟

میں نے کہا: ہاں جبریل! میں اپنے بیٹے کی مقتل کی مٹی کو دیکھنا چاہتا ہوں تو اس نے ہاتھ دلاز کیا۔ اور مجھے خاک کر بلا سے ایک مٹھی اٹھا کر دی۔ جب میں نے مقتلِ حسینؑ کی مٹی کو ہاتھ میں لیا اور سو گھٹا تو اپنی آنکھوں پر قابو نہ رکھ سکا۔

۴۔ جب امام حسینؑ کا سن دو برس کا ہوا تو انھوں نے اپنے ایک سفر کے سلسلہ میں باہر تشریف لے جا رہے تھے۔ چلتے چلتے ایک جگہ رک گئے۔ اور پڑھنے لگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے اپنی نگاہ رسالت سے خطہ کر بلا نظر آ رہا ہے۔ جس میں حسینؑ کے لاشہ کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں۔ لاش پر دوڑنے والے گھوڑے باپ رہے ہیں۔ ایک ٹیلے پر یتیم بچے اپنی ماؤں کی جھولیوں میں سہے ہوئے بیٹھے ہیں۔ میری کسی بھی بچی کے سر پر چادر نہیں ہے۔ آہ، آہ، میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ بے پالان کے اونٹوں پر میری پردہ دار بچیوں کو بے موقع و چادر سوار کیا جا رہا ہے۔ ہائے بیٹے حسینؑ! تیرا امتحان بڑا سخت ہے۔ مجھے چشم رسالت سے شام کا دوبار نظر آ رہا ہے جس میں میری بہو بیٹیاں رکن بستہ کھڑی ہیں۔ اور

سر حسینؑ زینہ کو بطور تحفہ پیش کیا جا رہا ہے۔ یاد رکھو بخدا! جس نے بھی میرے حسینؑ کے سر کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ اللہ اسے عذابِ الیم سے نوازے گا۔ اللہ ان مرجانہ پر لعنت کرے۔ سر حسینؑ کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہے اور بڑی بے حیائی سے کہہ رہا ہے۔

حسینؑ تیرے دانت کتنے حسین تھے۔

آپ اپنے اس سفر سے انتہائی دل برداشتہ اور غم زدہ واپس ہوئے۔ مدینہ پہنچ کر فہر پر تشریف لے گئے۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو پاس بلایا۔ امام حسنؑ کو دائیں اور امام حسینؑ کو بائیں زانو پر بٹھایا۔ پھر خطبہ دیا۔ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو دایاں ہاتھ امام حسنؑ کے سر پر اور بایاں ہاتھ امام حسینؑ کے سر پر رکھا اور عرض کیا۔

اے اللہ!

محمدؐ تیرا نبی ہے۔ تیرا عبد ہے اور تیرا رسول ہے تو جاننا ہے یہ دونوں میری ذریت سے ہیں۔ میری نسل انہی سے ہے۔ یہی وہ ہیں جو میری امت میں اپنے باپ کے بعد خلیفہ ہوں گے۔

اے اللہ! مجھے تیری بارگاہ سے جبریل نے بتایا ہے کہ میرا حسنؑ بیٹا زہرے اور حسینؑ بیٹا دیائے فرات کے کنارے پیا سا شہید ہوگا۔ میرے اللہ! انہیں سید الشہداء بنا۔ ذریتِ حسینؑ کو برکت دے۔ ان کے قاتلوں کو آتشِ جہنم کا بدترین عذاب دے۔ میرے اللہ! تو ہی ان کا ولی اور ناصر بنا۔

پھر فرمایا۔

اے لوگو!

میں دو ہی قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور اپنی ذریت



جو حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔

یاد رکھو! میں قیامت کے دن تم سے ان دونوں کے بارے میں پوچھوں گا۔  
خیال رکھنا۔ کل حوض کوثر پر مجھے اذیت دینے والوں سے مشغول نہ ہونا۔ یہ سنکر صحابہ  
رونے لگے۔

آپ نے فرمایا۔ آج تو تم رورہے ہو لیکن کل جب میرا حسین بیٹا سے ہونٹوں  
سے بل میں ناصر کہہ رہا ہو گا۔ تم لوگ سن رہے ہو گے۔ لیکن اس کی مدد نہیں کرو  
گے۔

مرا دارو! تاریخ جانتی ہے کہ امت محمدؐ نے ذریت محمدؐ سے کیا سلوک کیا۔  
امت کے سلوک کا تجزیہ امام بھادکے اس جملہ سے ہو جاتا ہے جو آپ نے ایک مقام  
پر فرمایا تھا۔

بخدا! اگر میرا نانا اپنی امت سے کہہ جاتا کہ جتنا ہو سکے میری ذریت پر ظلم  
کرنا۔ تو نانا کی امت اس سے زیادہ مظالم نہ کر سکتی جواب کیے میں حالانکہ میرے نانانے  
اپنی امت کو ہم سے حسن سلوک کرنے کی وصیت کی تھی۔

پھر انھوں نے فرمایا۔

یاد رکھو۔ قیامت کے دن میرے پاس تین علم آئیں گے۔ اور میری امت ان تین  
علموں میں تقسیم ہوگی۔

ایک علم سیاہ ہوگا۔ اس علم کی سیاہی اتنی شدید تر ہوگی کہ اس سیاہی سے  
ملا کر ایک خوف کھا جائیں گے۔ یہ لوگ میرے سامنے آکھڑے ہوں گے۔

میں ان لوگوں سے سوال کروں گا

آپ لوگ کون ہیں؟

انہیں میرا نام تک بھول چکا ہوگا۔

جواب دیں گے۔

ہم عرب کے اہل توحید ہیں۔

میں کہوں گا۔ اگر تمہیں یاد ہو تو میں محمدؐ نبی ہوں جو عرب و عجم کا نبی تھا۔

یہ لوگ کہیں گے

تو پھر ہم آپ ہی کی امت ہیں

میں پوچھوں گا۔ میرے بعد اللہ کی کتاب۔ اور میری ذریت سے کیا سلوک

کیا تھا؟

یہ جواب دیں گے۔

جہاں تک کتاب خدا کا تعلق ہے تو اس کی ترتیب کو ہم نے بدل دیا تھا اور

جو احکام ہماری خواہش کے مطابق تھے ان پر عمل کیا تھا۔ بقیہ احکام کی اپنی مرضی

کے مطابق تاویل کر لی تھیں اور جہاں تک آپ کی ذریت کا تعلق ہے تو آپ کی بیٹی

سے لے کر آخر تک ہم نے کافی کوشش کی تھی کہ ان کا نام بھی کوئی نہ سنے۔ پہلے تو آپ

کی ذریت کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ مدینہ میں مارا۔ مدینہ بدر کے انہیں قتل کیا۔

جب پھر بھی بچ گئے تو پھر بھی کوشش کرتے رہے کہ امت کے کان ان کے نام سے

آشنا نہ ہوں میں ان لوگوں سے منہ پھیر لوں گا۔

حالانکہ ان لوگوں کو مجھ سے دور کر دیں گے اور یہ پیاسے حوض سے واپس چلے

جائیں گے۔ پھر دوسرا پرچم کئے گا اس کی سیاسی پہلے علم سے کئی گنا زیادہ ہوگی۔

میں ان سے وہی سوال کروں گا۔

یہ لوگ جواب دیں گے۔



جہاں تک کتاب خدا کا تعلق ہے اس کی ہم نے کھل کر مخالفت کی تھی۔ اور جہاں تک آپ کی ذریت کا تعلق ہے تو اسے نیست و نابود کرنے میں ہم نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

ان سے میں کہوں گا۔ پھر مجھ سے کیا لینے آئے ہو۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ ملائکہ انہیں بھی جہنم سے دور کریں گے۔

پھر تیسرا علم آئے گا۔ ان لوگوں کے چہرے فوراً ہی ہوں گے۔

میں ان سے پوچھوں گا۔ تم کون ہو؟

یہ جواب دیں گے۔ ہم توحید کے تائل اور آپ کی نبوت کے عقیدت مند ہیں۔ ہم اہل حق ہیں۔ ہم نے کتاب خدا پر عمل کیا اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا۔ آپ کی ذریت کے سلسلہ میں آپ کی ہر وصیت پر عمل کی کوشش کی۔ ہر مقام پر مقدور بھران سے تعاون کیا۔ ان کے دوست کو دوست اور دشمن کو دشمن سمجھا۔

میں ان کو کہوں گا۔ تمہیں بشارت ہو۔ میں تمہارا نبی محمد ہوں۔ واقعی تم لوگ جیسا کہ سب سے ہو میسے ہی تھے۔ انہیں میں خوشی کو شرسے پانی پلاؤں گا یہ لوگ میرا رب ہو کر خوشی خوشی واپس جائیں گے اور ہمیشہ کے لیے داخل جنت ہو جائیں گے۔

میرا احزان میں ہے کہ ایک دن امام حسینؑ امام حسنؑ کے پاس آئے آپ تشریف فرما تھے۔ بھائی کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ امام حسینؑ آپ کو دیکھ کر رونے لگے۔

امام حسنؑ نے پوچھا۔ آج غیرت تو ہے تو کیا بات ہے؟

امام حسینؑ نے کہا۔ آج خدا جانے مجھے کیوں وہ وقت یاد آ رہا ہے جب آپ زہر خفا سے شہید ہوں گے اور آپ کے جنازہ پر تیروں کی بارش ہوگی۔

امام حسنؑ آگے بڑھے بھائی کو گئے لگا یا۔ اور فرمایا۔

بھیا۔ میری شہادت تو بہت معمولی سی شہادت ہوگی۔ ایک جام زہر ملے گا اور میری میت پر تیروں کی بارش ہوگی۔ لیکن کیا مجھے حتیٰ ہے کہ میں آپ کے اس وقت پر دو آنسو بہا لوں۔ جب بیس ہزار کاشک آپ کے مقابلہ میں ہوگا۔ آپ پیاسے ہوں گے آپ کے ارد گرد آپ کے پیاسے بیٹوں کی لاشیں ہوں گی۔ آپ کے گرد ان لوگوں کا گھیرا ہوگا جو امت محمدیہؑ ہونے کا دعویٰ کریں گے۔

ہر طرف سے زہر ہیں بکھے ہوئے تیروں کی بارش ہوگی۔ اور بعد از شہادت آپ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے جائیں گے۔



گیارہویں مجلس

## امام حسین کے ساتھی شہداء کا مقام

ارشادِ قدرت ہے۔

ان اللہ اشتری من  
المؤمنین انفسهم و  
اموالهم بان لهم الجنة  
یقاتلون فی سبیل اللہ  
فیقتلون و یقتلون  
وعدا علیہ حقا۔

اللہ نے مومنین سے ان کی  
جانیں اور مال حقیقی اور بچے  
معاہدہ سے اللہ نے سودا کیا  
ہے کہ اگر انہوں نے راہِ خدا  
میں جان دی۔ دشمن کو قتل کیا  
یا خود شہید ہو گئے تو انہیں جنت  
میں ملے گی۔ یہ اللہ کا وعدہ حق ہے

چونکہ انسان کے لیے انسان کا قیمتی سرمایہ انسان کی اپنی جان ہوتا ہے کیونکہ  
انسان اپنی جان کے تحفظ میں سب کچھ خرچ کر دیتا ہے۔ اس لیے جس چیز پر جان  
قربان کی جائے وہ جان سے بھی زیادہ قیمتی ہوگی۔ اور جس پر جان دی جاتی ہے وہ  
دین ہے اور دین اللہ کا ہے۔ بنا بریں دین پر جان قربان کرنا والا اپنی جان اللہ کے

سپردہ کرتا ہے۔ لہذا قتل کا تقاضا ہے کہ تمام اعمال کی نسبت جہاد کو افضل العبادات  
ہونا چاہیے اور اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ جہاد افضل العبادات ہے۔ نبی کریم  
کا ارشاد ہے کہ نیکوں کی درجہ بندی میں ہونے کی دوسری نیکی سے افضل ہوتی ہے۔  
لیکن جب معاہدہ جہاد پر پہنچ جاتا ہے تو پھر جہاد سے افضل نیکی کوئی بھی نہیں ہوتی  
لگاہِ قدرت میں خونِ شہید سے زیادہ کوئی چیز افضل اور اشرف نہیں ہے، اللہ کی طرف  
سے شہید کو سات خصوصی انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

۱۔ جب خونِ شہید کا پہلا قطرہ زمین پر گر جاتا ہے تو اللہ اس کے تمام گناہ معاف  
کر دیتا ہے۔

۲۔ گنہگاروں کی معافی کے بعد جب شہید زمین پر گر جاتا ہے تو جنت میں ہونے  
والی بیویاں یعنی حوریں شہید کا سر اپنی گود میں رکھ لیتی ہیں۔ اس کے چہرہ سے غبار  
جنگ صاف کر کے اسے خوش آمدید کہتی ہیں۔

۳۔ شہید کو جنت کا لباس پہننے کی خاطر دیا جاتا ہے۔

۴۔ جنت کے غلام دوڑ کر آتے ہیں۔ اور جنت کی خوشبو لے کر حاضر ہوتے  
ہیں ہر غلام کی خواہش ہوتی ہے کہ خوشبو لے جنت سب سے پہلے خدمتِ شہید  
میں میں پیش کروں۔

۵۔ میدانِ جنگ ہی سے جنت میں اسے اس کا مکان دکھایا جاتا ہے

۶۔ شہید سے کہہ دیا جاتا ہے کہ جنت میں جس جگہ کو تو پسند کرے وہی تیرا  
مکان ہوگا۔

۷۔ شہید اس رحمتِ خدا کا مشاہدہ کرتا ہے جو انبیاء اور اولیاء کے لیے مخصوص  
ہوتی ہے۔



شہید کی جنت میں بھی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اگر اسے ایک مرتبہ پھر دنیا میں جانے کا موقع مل جائے تو وہ جا کر پھر راہ خدا میں جان دے کہ شہید ہو جائے۔ اور جنت میں شہدا کو ایک سبز قبہ کے سایہ میں رہنے کی جگہ ملے گی۔ جہاں صبح و شام انہیں رزق ملے گا۔ اسی لیے ارشاد رب العزت ہے۔ جو لوگ راہ خدا میں شہید ہوئے ہیں انہیں مردہ مت کہو وہ اللہ کی بارگاہ میں زندہ ہیں اور انہیں رزق مل رہا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مقام شہادت میں جو مرتبہ شہدائے کربلا کو حاصل ہے اور کسی کو نہیں مل سکا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ قیامت کے دن افضل الشہداء میرے حسینؑ کے ساتھی ہوں گے۔ انصار امام حسینؑ کو جن خصوصی انعامات سے نوازا گیا ہے اگرچہ وہ بے شمار ہیں ہم بطور نمونہ چند ایک پیش کرتے ہیں۔

امام حسینؑ نے شب عاشورا اپنے انصار سے فرمایا۔ مجھے میرے نانائے ایک دن بتایا تھا۔

بیٹے ایک دہائی آئے گا جب حالات سمجھے زمین کربلا میں جانے پر مجبور کریں گے۔ یہ وہ زمین ہے جس کی زیارت تمام انبیاء اور اولیاء رکچکے ہیں۔ قدیم زمانہ میں اس کا نام عمور تھا۔ تو بھی وہاں شہید ہو گا اور تیرے انصار بھی شرف شہادت سے مشرف ہوں گے۔

دنیا میں اللہ انہیں اس انعام سے نوازے گا کہ اگرچہ گرمی کی شدت اور صحت میں کمی گنا اضافہ ہو گا لیکن جس طرح اللہ نے حضرت ابراہیمؑ پر آگ کو برد اور سلامتی بنا دیا تھا اسی طرح اللہ تیرے انصار کی خاطر اس گرمی کی صحت کو برد اور سلامتی بنا دے گا۔

امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ۔

اللہ نے انصار حسینؑ کو دنیا میں ان کے مقامات جنت دکھا دیئے تھے۔ اس کی تائید حضرت حجت کی زیارت سے بھی ہوتی ہے۔

اشہد لقد کشف اللہ  
لکم الغطاء ومہد لکم  
الرضا ثبوا اجزل لکم  
العطاء وکنتم عن الحق  
غیر بطاء وانتم لنا  
فرطاء ونحن لکم  
خلفاء فی دار البقاء  
والسلام علیکم و  
رحمة اللہ و  
برکاتہ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے  
حائے سے پرے ہٹ گئے  
تھے اور تمام نعمات تمہارے لیے  
چن دی گئی تھیں۔ اللہ میں نے تم  
پر عنایات کی بارش کی۔ تم  
بھی حق کی نصیب میں پیچھے نہ  
ہوئے تم ہم سے پہلے جنت میں  
پہنچے اور ہم آپ کے نقش قدم  
پر قیامت میں پہنچنے والے ہیں  
اللہ کی رحمتیں اور برکتیں تم پر  
نازل ہوں۔

شاید یہی وجہ ہے کہ انصار امام مظلوم شہادت کے معاملہ میں ایک دوسرے سے بھقتے جانے کی کوشش کرتے تھے۔

امامین کی نقل کردہ حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔

میدان کربلا دے وہ خوش نصیب ہوں گے جب یہ لوگ اپنی اپنی مقتل کی طرف بڑھیں گے تو ذات احدیت کی طرف سے ایک المیت کو حکم ملے گا کہ ان میں سے کسی کی روح بھی تو قبض نہیں کرے گا۔ ان کی ارواح میں اپنے یہ قدرت سے قبض



کروں گا۔

کعب الاحبار جب انصورت کی خدمت میں آیا تو اس نے بتایا کہ۔

قبل ہماری کتب میں یہ پیش گوئی بھی موجود ہے کہ ذریت محمدؐ میں سے ایک شخص میدانِ کربلا میں شہید ہوگا۔ اور اس کے انصار کا ابھی تک شہادت کا پسینہ بھی خشک نہ ہوا ہوگا کہ وہ داخلِ جنت ہو کر حورِ عین سے خدمت لے رہے ہوں گے اتنے میں امام حسینؑ قریب سے گزرتے تو کعب الاحبار نے آنحضرتؐ سے پوچھا کیا آپ کا وہ شہید بیٹا ہی ہے۔

آپ نے فرمایا۔ یہ بھی میرا شہید بیٹا ہے لیکن جس بیٹے کا تذکرہ تو کر رہا ہے یہ وہ نہیں اس کا چھوٹا بھائی ہے۔ چند لمحات کے بعد امام حسینؑ آئے تو کعب الاحبار نے پوچھا کیا یہی وہ شہید ہے جس کے انصار کے اتنے فضائل ہیں۔؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں یہ وہی ہے۔

کعب الاحبار نے کہا۔ ہماری کتب میں ہے کہ رملے ارض پر ہونے والے فتنوں میں سے عظیم ترین فتنہ۔ سنگین ترین مصیبت۔ اور تاقیامت نہ بھولنے والی مصیبت مصیبت حسینؑ ہے۔ یہی وہ فتنہ ہے جسے قرآن میں اللہ نے بروجر کے عظیم فتنہ کے ظہور سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی ابتداء شہادتِ بائیل سے ہوئی اور اس کی انتہا شہادتِ حسینؑ پر ہوگی۔

آسمان میں امام حسینؑ کو حسینؑ مذکور۔ زمین میں ابو عبد اللہ مقتول اور مندروں میں زہرا کے مظلوم پھول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے یومِ شہادت میں سورج گرہن اور رات کو چاند گرہن ہوگا۔ تین دن تک دنیا گھبرائیگی میں ڈوبی رہے گی

آسمان سے خون اور سرخ مٹی کی بارش ہوگی۔ پہاڑ پھٹ پھٹ جائیں گے۔ زمین پر زلزلے ہوں گے۔ مندروں میں مومیں ایک دوسرے سے ٹکرائیں جائیں گی۔ اگر ذریتِ حسینؑ اور شیعیانِ حسینؑ نہ بچے ہوتے تو اللہ کی طرف سے تمام کراہیوں پر عذاب نازل ہو جاتا۔

بحاریں امام صادق سے مروی ہے کہ آپ نے ریان ابن شیبہ سے فرمایا۔

اے ریان! سب سے پہلے قاتلینِ حسینؑ پر حضرت ابراہیمؑ نے لعنت کی۔ پھر اپنی اولاد کو نہ صرف قاتلینِ حسینؑ پر لعنت کرنے کا حکم دیا بلکہ ان سے عہد لیا۔ پھر حضرت موسیٰ نے قاتلینِ حسینؑ پر لعنت کی اور اپنی امت کو قاتلینِ حسینؑ پر لعنت کا حکم دیا۔

ان کے بعد حضرت داؤد نے قاتلینِ حسینؑ پر لعنت کی اور بنی اسرائیل کو قاتلینِ حسینؑ پر لعنت کا حکم دیا۔

ان کے بعد حضرت عیسیٰ نے قاتلینِ حسینؑ پر لعنت کی اور بنی اسرائیل کو قاتلینِ حسینؑ پر لعنت کا حکم دیا اور فرمایا اگر تمہیں شہادتِ حسینؑ کا وقت مل جائے تو اس کی نفرت سے پیچھے نہ رہنا۔ اس کی نفرت میں شہادتِ ایسے ہوگی جیسے انبیاء کے ساتھ شہادت کا درجہ ہوتا ہے۔

میں اپنی نگاہِ نبوت سے خطرہ بردار دیکھ رہا ہوں۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس نے سزین کربلا کی زیارت نہ کی ہو۔ اور وہاں کھڑے ہو کر نہ کہا ہو تو اللہ کا مبارک ترین خطہ ہے۔

تیرے دامن میں زہرا کا چاند دفن ہوگا۔



ایک روایت میں ہے کہ تمام اہل ارض و سما۔ تمام جن۔ تمام انسان تمام درندے اور تمام پرندے قاتلین حسین پر لعنت کرتے ہیں۔ پرندوں میں سب سے زیادہ لعنت کبوتر کرتا ہے۔

امام باقرؑ نے فرمایا ہے کہ۔ کبوتر اپنے گھروں میں پالا کر دے۔ یہ قاتلین حسین پر لعنت کرتے ہیں۔ جن طرح جناب یحییٰ کا قاتل دلدلڑنا تھا اسی طرح قاتل حسین بھی دلدلڑنا تھا۔

بکھڑ میں امام رضاؑ سے مروی ہے کہ۔ قاتل حسین جہنم میں تمام روئے ارض کے معذبین کے نصف عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں باندھ کر اسے اوندھے منہ جہنم کے تابوت میں پھینکا جائے گا۔ اس کی بدبو سے تمام اہل جہنم بیچن اٹھیں گے۔

جب قاتلین حسینؑ کا ایک چمڑا مل جائے گا تو انہیں دوسرا چمڑا اوڑھ دیا جائے گا۔

بکھڑ کے مطابق جب ابن زیاد نے لشکرِ یزید کو جمع کیا ان کی تعداد ستر ہزار تھی ان سے کہا کہ۔

زہرا زادے کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنے کا ذمہ کون لیتا ہے؟ کسی نے جواب نہ دیا۔ سب خاموش رہے۔ جب ابن زیاد نے تمام کو خاموش دیکھا تو ابن سعد سے کہا۔

میں چاہتا ہوں کہ۔ تو اپنے ہاتھ سے فرزند رسول کو قتل کرے۔ ابن سعد نے کہا۔

آپ مجھے اس سے معاف رکھیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ کوئی بات نہیں۔ میں مجبور نہیں کرتا۔ تو حکومت رومی کا معاہدہ مجھے واپس کر دے۔

عمر سعد نے کہا مجھے ایک سات کی ہمت دے دے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تجھے ہمت ہے۔

عمر سعد نے اپنے تمام قبیڈ اور اقربا کو جمع کر کے ان سے مشورہ لیا۔ انہی میں عمر کا ایک عزیز کامل نامی تھا۔

کامل نے کہا۔ اے ابن سعد!

یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تو قاتل ابن فاطمہ کے سلسلہ میں ہم سے مشورہ کر رہا ہے۔ کیا تجھے دین کا خیال نہیں ہے یا تیری عقل گھاس چرگئی ہے۔ ذرا تو سوچ تو لے کہ کس سے جنگ کر رہا ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون جہاں تک میرا تعلق ہے تجھے بتا دوں۔ اگر مجھے اس پوری دنیا کی حکومت دی جائے اور کہا جائے کہ اس کے عوض امت محمدیہ کسی ایک بے گناہ کو قتل کر دوں میں کرہ ارض کی حکومت ٹھکرا دوں گا کہ امت محمدیہ سے کسی ایک بے گناہ کو قتل نہیں کروں گا اور تو فرزند رسول کو قتل کرنے کا مشورہ رہا ہے۔ کل قیامت کو رسول کے سامنے پیش ہونا ہے۔ آخر کیا جواب دے گا۔

ایک بات تجھے بتا دوں۔ میں اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ اگر تو نے حسین سے جنگ کی یا اسے شہید کیا۔ یا اس کے خلاف اعانت کی تو تو اس دنیا میں زیادہ دن زندہ نہیں رہ سکے گا۔

عمر سعد نے کہا۔ کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔؟ تجھے نہیں معلوم کہ میں حسین سے جنگ کرنے میں اور جنگ کے بعد ستر ہزار سالار ہوں گا کون ہے جو مجھ پر ہاتھ اٹھا گا



اس کے علاوہ مکررے گامیں بلا شرکت غیرے مکران ہوں گا کس کی جرات ہوگی جو آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھ سکے گا؟

کامل نے کہا۔ ممکن ہے میری بات تیری سمجھ میں آجائے میں تجھے ایک بات سناتا ہوں۔ اس کے بعد تیری مرضی۔

ایک مرتبہ میں تیرے باپ کے ساتھ ایک تائفہ میں شام کو جا رہا تھا کہ راستہ میں میں تائفہ سے بچھڑ گیا۔ اور راستہ بھول گیا۔ حیران پریشان صحرائیں بھٹک رہا تھا پیاس لگ رہی تھی پانی پیاس نہ تھا ادھر ادھر مارا مارا پھر رہا تھا کہ درست مجھے ایک گر جانظر آیا۔ میں اس طرف چلا گیا۔ گر جل کے دروازہ پر پہنچا۔ گر جانظر تھا۔ میں نے دق الباب کیا۔ چھت پر سے ایک راہب نے مجھے دیکھا اور پوچھا کون ہے؟

میں نے بتایا میں مسافر ہوں اور پیاسا ہوں۔ پانی پینا چاہتا ہوں۔ اس نے بغور مجھے دیکھنا شروع کیا۔

کچھ دیر کے بعد پوچھا کیا تو مسلمان ہے؟

میں نے کہا ہاں مسلمان ہوں۔

اس نے کہا کیا تو اسی امت سے ہے جس نے اقتدار کے لالچ میں اپنے نبی کی آل پر ظلم کیے ہیں؟

میں نے کہا۔ میں کبھی کسی ظلم میں شریک نہیں ہوا اور میں امت مرحومہ میں

سے ہوں۔

اس نے کہا۔ کیا تو اسی امت سے ہے جو اپنے نبی کے فرزند کو پیاسا شہید کرے گی؟

میں نے کہا۔ کیا ہم اپنے نبی زادے کو شہید کریں گے؟

اس نے کہا۔ ہاں تم اسے شہید کر دو گے۔

اور مجھے ایسے نظر آ رہا ہے کہ تو قاتل حسین کے عزیزوں سے ہے تجھے یقین رکھنا چاہیے جس دن فرزند رسول قتل ہوا آسمان وزمین اس کی شہادت پر انگوٹھیں لگے اور موجودات عالم اس کے قاتل پر لعنت کریں گے۔

اس کا قاتل زیادہ دیر تک دنیا میں نہیں رہے گا۔ ایک شخص کھڑا ہوگا۔ جو تمام قاتلین حسین کو قتل کرے گا۔

میں نے کہا۔ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں قاتلین حسین میں شمار ہوں۔

راہب نے کہا۔ اگر تو قاتل میں شامل نہیں ہوگا تو تیرے بخت میں لیکن قاتل حسین تیرے اقربا سے ہے۔

کامل نے کہا۔ کہ اس کی یہ باتیں سن کر مجھے پیاس بھول گئی۔ اور میں گھوڑے پر بیٹھ کر پوچھتا پوچھتا شام آیا۔ جب تیرے باپ سے ملا تو اسے تمام واقعہ سنایا۔

تیرے باپ نے بتایا کہ مجھے بھی اس راہب سے ملنے کا اتفاق ہو چکا ہے۔ اس راہب نے مجھے



یہی ہی کہا تھا۔ اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں ممکن ہے اس بدبختی کا مظاہرہ میرا بیٹا کرے۔

اے عمر! اللہ سے ڈر اور جنگ حسین سے باز آ۔

جب ابن زیاد کو کامل کی ان باتوں کا پتہ چلا تو اس نے کامل کی زبان کاٹ دینے کا حکم دیا۔ کامل زبان کٹنے کے دو دن بعد زندہ رہا۔ پھر اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

لیکن ابن سعد کی بدبختی اسے جنگ حسین سے باز نہ رکھ سکی۔

## فصل ۲

### اس فصل میں تین مجالس ہیں



پہلی مجلس

## معاویہ اور امام حسین

بحار میں ہے کہ ایک مرتبہ معاویہ سے اس کے ہم نشینوں نے کہا کہ حسین ابن علی بہت کم گو ہے ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے بونے کی قوت سے محروم ہے اگر آپ اسے خطیب کے لیے کہیں تو بڑا لطف آئے گا کچھ دیر کے لیے مذاق بن جائے گا۔

معاویہ نے کہا تب ازیں تم لوگ حسن کے متعلق خود بھی دھوکا کھا چکے ہو اور مجھے بھی خواب کر چکے ہو۔ ان لوگوں کو میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ نبی کریم عرب کے نصیح اور بیخ ترین فرد تھے اور ان دونوں نے ماں کے دودھ کی بجائے۔ اور زبان رسالت چوسی ہے اس خیال سے باز آ جاؤ۔ لیکن وہ مسلسل امرار کرتے رہے۔

معاویہ نے کہا اگر تمہاری مرضی بھی یہی ہے تو ٹھیک ہے میں حسین سے کہتا ہوں۔

معاویہ نے امام حسین سے کہا۔ اے فرزند رسول میرا دل تھا اگر آپ ہمیں برہنہ کچھ نصیحت اور موعظہ کرتے۔

امام حسین اپنی جگہ سے اٹھے۔ منبر پر تشریف لائے اور انتہائی فنائیت اور

بلاعت حمد و ثنائے الہی بیان فرمائی۔ پھر انھوں نے ذات گرامی صفات پر درود و سلام بھیجا۔

اسی اثناء میں باہر سے ایک شخص داخل دربار ہوا۔ وہ آپ کو پہچانتا نہیں تھا اس نے پوچھا یہ خطیب کون ہے؟

آپ نے اس کو جواب دیا۔

ہم اللہ کی غالب جماعت ہیں۔ ہم نبی کریم کی عزت ظاہرہ ہیں۔ ہم نبی کو نبی کی طیب اہلیت ہیں۔ ہم ان دو میں سے ایک ہیں جو دو رسول عربی امت میں بطور ترکہ چھوڑ گیا ہے۔ ہم وہ ہیں جنہیں رسالت کی زبان وحی ترجمان نے قرآن کے ساتھ دوسرا شمار کیا ہے جس میں ہر چیز کا مفصل علم ہے اور باطل اسے نہ سامنے سے چھو سکتا ہے نہ عقب سے۔ ہم وہ ہیں جن پر تفسیر قرآن کے معاملہ میں اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ ہم وہ ہیں جو تاویل قرآن کی نہیں حقائق واضح کلام انہی کا اتباع کرتے ہیں ہماری اطاعت کرو۔ ہماری اطاعت فرض عین ہے کیونکہ اللہ نے اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ ہماری اطاعت کو اولی الامر کہہ کر شمار کیا ہے۔ اور فرمایا ہے اللہ کی اطاعت کرو۔ رسول خدا کی اطاعت کرو۔ اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔ اگر کسی موقع پر نزاع ہو جائے تو نزاع میں ثالث رسول کو بناؤ۔ دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا ہے

اگر یہ لوگ اپنے تنازعات کو رسول خدا اور اولی الامر کے پاس لے آئیں تو وہ لوگ جو حقائق آشنا ہیں استنباط کر کے یقیناً حقیقت نزاع جان لیتے۔ اگر تم پر اللہ کی نوازش اور رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے سوا تم تمام کے تمام شیطان کے مقتدی ہوتے۔ میں تمہیں شیطان کی پکار سے ڈراتا ہوں۔ شیطان تمہارا کلمہ کھلا دشمن ہے کہیں



شیطان کے دوست نہ بن جاؤ۔ آج تم مضبوط ہو۔ تم پر کوئی غالب نہیں۔ میں تمہیں پناہ دیتے والا ہوں۔ جب دونوں گروہ آمنے سامنے ہوں گے تو شیطان اپنے پکھے قدموں پر پلٹ جائے گا۔ اور کہے گا۔ میں تو تم سے بری ہوں۔ پھر تم تلواروں کا چارہ۔ نیزوں کا نشانہ اور تیروں کا ہدف بن کر مسلے جاؤ گے۔ لیکن یہ ایسا وقت ہو گا جب کسی کو اس وقت کا ایمان لانا فائدہ نہیں دے گا۔

جب آپ یہاں تک پہنچے تو معاویہ نے اپنے ہم نشینوں کو دیکھا۔ وہ آپ کے خطبہ میں محو ہو چکے تھے اور جھوم جھوم کر داد دے رہے تھے۔ معاویہ نے فوراً کہا۔

اے ابو عبد اللہ آج اتنا ہی کافی ہے۔

بحمد ہی میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک سائل معاویہ کے پاس آیا۔ اعداس سے کچھ مانگا امام حسین معاویہ کے پاس بیٹھے تھے۔ معاویہ نے اس کے سوال پر کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے ایک آدمی سے پوچھا۔

یہ معاویہ کے ساتھ کون بیٹھا ہے؟

اس نے جواب دیا۔ دختر رسول کا فرزند حسین ابن علیؑ ہے۔

اس نے آہستہ سے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ میری سفارش فرمادیں۔ آپ نے معاویہ سے سفارش کی۔ معاویہ نے اسے کچھ دے دیا اس وقت اس نے امام حسینؑ کی شان میں یہ اشعار کہے

اتیت ابعتی فلعو یجدلی الی ان ہزہ ابن الرسول

میں اس اموی کے پاس کچھ مانگنے کو آیا۔ لیکن اس نے میری کوئی پروا نہ کی۔ حتیٰ کہ فرزند رسول نے اسے مجھ کو کچھ دینے پر آمادہ کیا۔

ابن المصطفیٰ کرما وجوفاً من بطن المطهرة البتول  
یہ سخاوت اور کرم میں فرزند مصطفیٰ ہے جو بتول اور مطہراں کی اولاد ہے۔

وان لہا شرف فضلنا علینا کا فضل الربیع علی الفضول  
یقیناً بنی ہاشم کو ہم پر وہی فضیلت ہے جو موسم بہار کے دیگر مہینوں پر ہے۔

معاویہ نے کہا۔ اوبندہ خدا دیا میں نے ہے اور تعریف اس کی کتاب ہے۔  
اس نے جواب دیا۔

حضور والا نے میری بات کی تو پروا بھی نہیں کی تھی یہ نوازش تو انہی کی ہے  
جن کی وجہ سے تو نے مجھے دیا ہے۔

مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ ایک مرتبہ عمرو عاص نے امام حسینؑ سے کہا۔

کیا وجہ ہے کہ ہم بنی امیہ کی اولاد زیادہ ہوتی ہے۔ اور آپ بنی ہاشم کی اولاد کم ہوتی ہے؟

امام حسینؑ نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

بغات الطیر اکثر ہا فراخا وام الصقر مقلدات نزور  
بے فائدہ پرندوں کی مائیں بہت زیادہ بچے دیتی ہیں جب کہ ملور  
مقاب کے بچے بہت کم ہی ہوتے ہیں۔

عمرو عاص نے پھر کہا۔

اس کی کیا وجہ ہے کہ ہماری مونچھیں بہت جلدی سفید ہو جاتی ہیں اور بنی ہاشم



کی دیر سے سفید ہوتی ہے؛

امام حسینؑ نے فرمایا۔

تمہاری عورتوں کے منہ بدبو دار ہوتے ہیں جن کے بخارات سے تمہاری مونچھیں  
جلدی سفید ہو جاتی ہیں۔

عمر و عاص نے کہا۔

اس کی کیا وجہ ہے ہم بنی امیہ کی داڑھیاں پتلی اور تم ہاشم کی داڑھیاں  
گتھی ہوتی ہیں؟

امام حسینؑ نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

البلد الطیب ینخرج پاکیزہ مٹی سے کاشت اللہ کے

بنیاتہ باذن ربہ و اذن سے وافر مقدار میں نکلتی

الذی خبث لا ینخرج ہے۔ لیکن جو خبیث مٹی ہوتی

الا نکدا۔ ہے اس سے کوئی کوئی پودا

کہیں کہیں اگتا ہے۔

معاویہ نے عمر و عاص سے کہا۔ تجھے میرے حق کی قسم ہے خاموش ہو جائیجئے معلوم

نہیں کہ یہ فرزند علیؑ ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

ان عادات العترب عدنا اگر بچھونے دوبارہ کاٹنے کی

لہا کانت النعل لہا کوشش کی تو بھی دوبارہ اس کی

حاضرہ تواضع کریں گے اور جرتا حاضر

ہے گا۔

علم العترب استیقنت بچھو جانتا ہے اور یقین سے

ان لا لہا دنیا ولا جانتا ہے کہ نہ اس کی دنیا ہے

الاخرة۔ اذ نہ ہی آخرت ہے۔

مناقب ہی میں مروی ہے کہ معاویہ نے اپنے مدینہ کے گورنر مروان کو لکھا کہ  
عبد اللہ ابن جعفر طیار سے یزید کے لیے لڑکی کا رشتہ مانگ مروان نے جناب عبد اللہ  
سے بات کی تو۔

جناب عبد اللہ نے کہا۔ میری تمام بچیوں کا معاملہ امام حسینؑ کے ہاتھ  
میں ہے۔

مروان نے امام حسینؑ سے بات کی تو آپ نے فرمایا کہ۔ میں استخارہ  
دیکھوں گا۔

دوسرے دن جب تمام لوگ مسجد نبویؐ میں جمع ہوئے اور مروان بھی آ  
کر بیٹھ گیا۔

مروان نے امام حسینؑ سے پھر بات کی۔ اور کہا معاویہ نے مجھے یہ بھی کہا ہے کہ

اگر عبد اللہ ابن جعفر رشتہ دینا قبول کرے تو

حق مہر کا بنتا مطالبہ کیا جائے ادا کیا جائے گا۔

عبد اللہ ابن جعفر طیار کے تمام قرضہ جات ہماری طرف سے ادا کیے  
جائیں گے۔

اس رشتہ سے دونوں متحارب قبائل میں صلح ہو جائے گی۔

مروان نے اپنی طرف سے کہا۔

یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ آل محمدؐ کی نسبت یزید پر رشک کرنے والوں کی



تعداد زیادہ ہے۔

مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ یزید سے مہر کا مطالبہ کیسے کیا جائے گا جب کہ یزید بیسا کفو و صوفیہ سے بھی نہیں ملتا۔ یزید ہی تو وہ شخص ہے جس کے چہرہ کا واسطہ دے کر بارش مانگی جاتی ہے۔ اے حسینؑ ذرا اچھا سا جواب دینا۔ امام حسینؑ نے انتہائی اطمینان سے مروان کی باتیں سنیں۔

بعد میں فرمایا۔

الحمد لله الذي  
اختارنا لنفسه و  
ارتضانا لدينه۔  
اس اللہ کی حمد ہے جس نے  
ہمیں اپنی ذات کیلئے چنا اور اپنے  
دین کے لیے ہمیں مرتضیٰ بنایا۔  
۔۔۔ الخ

پھر فرمایا۔ اے مروان تو جو کچھ کہتا رہا ہے ہم خاموشی سے سنتے رہے اب تو بھی سن لے۔

جہاں تک مہر کی بات ہے۔ ہم جتنا بھی زیادہ مانگیں سنت رسولؐ سے تجاوز کرنا ہمارے بس ہے باہر سے اور ہماری تمام بچیوں اور بچوں کا حق مہر چار سوای درہم ہے اس سے زیادہ ہم ایک کوڑی بھی نہیں مانگ سکتے۔

جہاں تک عبد اللہ ابن جعفر کے قرض ذمہ داری کا تعلق ہے۔ تو اس سلسلہ میں یہ پورا عرب جانتا ہے کہ آج تک ہماری عورتوں نے کبھی ہمارے مردوں کے قرضے ادا نہیں کیے۔

جہاں تک دونوں قبیلوں میں باہمی صلح کا تعلق ہے تو تمہارے ساتھ ہماری جگہ دین کے معاملہ میں ہے جس کی صلح دینا کے عوض نہیں ہو سکتی۔ جب دونوں قبیلوں

میں نبی رشتے صلح کرنے میں جزیئہ تو زور و جیت کا۔ یہی رشتہ کب یہ بوجھ اٹھا سکتا ہے رہ گیا یزید سے مہر کا مطالبہ پر تعجب تو یہ اس لیے غلط ہے کہ حق مہر اس ہستی نے بھی معین کیا تھا جو یزید یزید کے باپ اور یزید کے دادا سے بدرجہا بہتر تھا۔ (رسول کو نہیں تیرا یہ کہنا کہ یزید جیسا کھوٹا شکل ہے تو یزید کا کفو آج بھی وہی ہے جو کل تھا۔ حکومت آجانے سے کفو نہیں بدلا کرتے۔

تیرا یہ کہنا کہ یزید کے چہرہ سے بارش مانگی جاتی ہے تو یہ تو بین رسولؐ ہے کیونکہ تاریخ نے صرف ایک چہرہ کا پتہ دیا ہے جس کی برکت سے بارش مانگی جاتی تھی اور وہ نبی کو نبی کا رخ انور تھا۔

تیرا یہ کہنا کہ ہم اہلیت کی نسبت یزید سے رشک کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے تو ذرا ان رشک کرنے والوں کا جائزہ لے لے کہ یزید اور ہمارا موازنہ کر کے یزید کو ترجیح دینے والے تمام کے تمام لنگے نظر آئیں گے۔ اور ہم اہلیت کو یزید پر ترجیح دینے والے تمام کے تمام شریف اور عقل مند ہوں گے۔

پھر فرمایا۔ تم تمام لوگ گواہ رہنا۔ میں ام کلثوم بنت عبد اللہ ابن جعفر طیار کا مقدار کے بچا زاد قائم ابن محمد ابن جعفر سے کرتا ہوں حق مہر سنت کے مطابق چار سوای درہم ہوں گے۔ اور میں ان لوگوں کو وادی عقیق میں اپنی اراضی ہیر کرتا ہوں۔ جس سے سالانہ آٹھ ہزار دینار کی آمد ہوتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کی زندگی کے لیے یہ سالانہ آمد کافی ہے۔

مروان کا چہرہ غصہ سے سیاہ پڑ گیا۔ اور ناراض ہو کر اٹھ گیا۔



دوسری مجلس

## تغزیت یا مبارکبادی یزید

فاسخ التورینخ میں ہے کہ معاویہ اسی برس زندہ رہا۔ اس کی زندگی کے آخری ایام میں مدینہ سے اسے جو خطوط موصول ہوئے ان میں ایک رقعہ تھا جن میں یہ دو اشارے لکھے تھے۔

إذا الرجال ولدت اولادها واضطربت من کبر اعضاءها  
جب مرد صاحب اولاد بن جائیں اور بڑھاپے سے ان کے اعضاء بھی کمزور ہو جائیں۔

وجعلت اسقامها اعتادها ففی زرع قد دنا حصادها  
اور بیماریاں رفتہ رفتہ ان کا معمول بن جائیں تو پھر وہ ایسی بچی ہوئی  
فصل بن جاتے ہیں جس کے کٹنے کا موسم آجاتا ہے۔

اس رقعہ کو پڑھ کر معاویہ نے جب اپنے جہانی حالت پر غور کیا تو اس نے سمجھ لیا کہ واقعی میں بھی اب بچی ہوئی فصل بن چکا ہوں اور میرے کٹنے کا وقت آ پہنچا ہے۔ چندی دن بعد صاحب فراش ہو گیا۔

جب بیماری کا زور بڑھ گیا تو مسعودی کے مطابق یہ اشعار پڑھنے لگا۔

فما لیتخی لراعن فی الملک ساعة والعالک فی اللذات اعشی النواظر  
کاش مجھے ایک گھنٹہ کے لیے بھی حکومت دینا نہ ملتی اور میں اپنی نگاہ کو لذات دنیا میں مرکوز نہ کرتا

وکنت کذی طمرین عاش ببلغة من الدهر حتی زار ابل العقابر  
میں اس فقیر کی طرح ہوتا جس کی کل میراث دو چادریں ہوتی ہیں اور جو مل جاتا ہے اس سے بیٹ بھر لیتا ہے اور قبرستان کا راہی ہوتا ہے۔

کامل التورینخ میں ہے کہ معاویہ نے موت سے پہلے جو خطبہ دیا اس کے چند جملے یہ تھے۔

انی کز رع مستهد وقد طالت علیکم امرتی  
میں اب بچی ہوئی فصل کی طرح ہوں تمہارے سر پر میری حکومت کی مدت کافی طویل ہو چکی ہے حتی مللتکم و مللتمونی و تمنیت فراقکم و تمنیت فراقی۔

تھک چکا ہوں اور تم مجھ سے اکت گئے ہو۔ اب تو حالت یہ ہے کہ میں تم سے جان چھڑانا چاہتا ہوں اور تم مجھ سے پیچھا چھڑانا چاہتے ہو۔

مرض الموت میں بہت زیادہ روتا تھا ایک دن مروان نے پوچھا۔



کیا مرض اور موت سے گھبرا گیا ہے۔

معاویہ نے جواب دیا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے مجھے موت نہیں اپنی زندگی پر رونا آ رہا ہے۔

مردان نے کہا۔ تیری زندگی کو کیا ہو گیا ہے؟

معاویہ نے کہا۔ کاش جبرائیل عدی اور اس کے ساتھیوں کے خون سے ہاتھ سرخ نہ کرتا۔

کاش حق علی غضب نہ کرتا۔

کاش علی سے جنگ نہ کرتا۔

کاش امت محمد کے سر پر یزید کو مسلط نہ کرتا۔

جب لوگوں کو مرض معاویہ کا علم ہوا تو عیادت کی اجازت مانگی معاویہ نے عمدہ سا لباس پہنا، منہ دھویا۔ خوشبو لگائی اور عیادت کرنے والوں کو بلایا۔ جب اس نے لوگوں کو دیکھا تو اپنی خفت مرض کو مٹانے کی خاطر یہ شعر پڑھا۔

بتجلدی للشامتین اریہم اف ریب الدھر لا اقصع

اپنے مصائب پر خوش ہونے والوں کو اپنے حوصلہ سے دکھاؤں

گا کہ میں کبھی حوادث زمانہ کے سلسلے جھکے والا نہیں ہوں۔

انہی آنے والوں میں ایک ہاشمی بھی تھا جب اس نے دیکھا کہ رسی جل گئی ہے لیکن جل نہیں گئے تو اس نے جواب میں یہ شعر پڑھ کر سنایا۔

اذا العنیت اشبت اظفارها الفیت کل تمیمہ لا تنفع

جب موت کے پنجے گٹھ جاتے ہیں تو یہ بھر کوئی طاقت سودمند ثابت نہیں ہوتی۔

جو نہی عیادت کرنے والے واپس ہوئے معاویہ اپنے بستر پر دراز ہوا۔ اور مر گیا۔ ننگے والوں نے اپنے پیچھے فوراً آہ و زاری اور گریہ و بکا کی آوازیں سن لیں۔

معاویہ کے اس مرض موت میں یزید شام میں موجود نہ تھا۔ بلکہ وہ مقام حواریں میں نکار و تفریح میں مشغول تھا۔ معاویہ نے وصیت کی اور ضحاک ابن قیس اور مسلم ابن عقبہ مروی کے حوالہ کی اور انہیں کہا کہ یہ یزید کو دے دینا۔ ایک خط یزید کو لکھا۔

یا بنی قد قرب منی مابعد

والموت مفرق الاحبة

فاذا قرأت کتابی

فرالمی عاجلا فنانی

حیت لا محالة

بیٹے جو چیز بہت دور سمجھی

جاتی ہے وہ میرے انتہائی

قرب ہو چکی ہے اور موت

دوستوں کو ایک دوسرے سے

جدا کر لیتی ہے۔ میرا خط

پڑھنے کے فوراً بعد میری طرف

پہنچے آنا۔ اب میں بچنے والا

نہیں ہوں۔

معاویہ کی وصیت :-

یا بنی انی قد کفیتک

الشد والرحال ووطن

لک الامور ذلت لک

بیٹے میں نے تجھے جنگوں اور

آئے دن کی ادا و جادوی سے

بچا لیا ہے میں تمام معاملات



الاعداء واخضعت  
لك رقاب العرب و  
جمعت لك مالهم بجمعه  
احد فانظر اهل  
الحجاز فانهم  
اصلك واکرم من  
قدم عليك منهم و  
تعاهد من غاب وانظر  
اهل العراق فان  
شلوک ان تعزل عنهم  
کل یوم عاملا فافعل  
فان عزل عامد الیسر  
من ان یشهر عليك  
قاة الف سیف وانظر  
اهل الشام فلیکونوا  
بطانتک وعیبتک  
فان سابک من عدوک  
شئ فانتمز لهم فاذا  
احتبهم فاردد اهل  
الشام الی بلادهم

تیرے لیے آسان بنا دے ہیں  
تمام دشمنوں کو تیرے سامنے  
بھگادیا ہے۔ تمام عرب کی  
گردنیں خم کر دی ہیں تیرے  
لیے وہ کچھ جمع کر دیا ہے جو  
شاید ہی کوئی باپ اپنے بیٹے  
کے لیے جمع کر سکے اب اہل  
حجاز کا خیال رکھنا۔ تیری بنیاد  
اور اصل وہی ہیں۔ ان میں سے  
جو تیرے پاس آجائے اس کی  
عزت کرنا۔ جو نہ آئیں ان کا  
بھی خیال رکھنا۔ اہل عراق پر  
کڑی نظر رکھنا۔ اگر یہ لوگ مدینہ  
بھی گورنر بننے کا مطالبہ کریں  
تو ان کا یہ مطالبہ پورا کرنا کیونکہ  
ایک گورنر کا تبدیل کرنا اس  
بات سے کہیں زیادہ مناسب  
ہوگا کہ تیرے خلاف ایک  
لاکھ تلوار علم کر لی جائے۔ اہل  
شام کا خاص خیال رکھنا۔ یہ

فانهم ان اقاموا  
الی غیر بلادهم  
تغیرت اخلاقهم  
ولست اخاف عیدک  
ان ینازعک فی  
هذا الامر الاربعه  
نفر من قریش  
الحسین ابن علی و  
عبد الله بن عمر  
وعبد الله ابن الزبیر  
وعبد الرحمن ابن  
ابی بکر۔ اما الحسین  
ابن علی فاصفح عنه  
لقرباۃ محمد و  
عبد الله ابن عمر  
فهو محک فالزم  
ولا تدعه واما  
عبد الله ابن الزبیر  
ان ظفرت به فقطعه  
اربعا رباً فانته

لوگ تیرا قار اور تیری پناہ  
گاہ ہیں۔ جب کبھی کوئی دشمن  
سراٹھائے انہی اہل شام سے  
مدد لینا۔ جب مقصد پورا ہو  
جائے تو اہل شام کو فوراً واپس  
اپنے شہروں میں بھیج دینا کیونکہ  
اگر یہ لوگ دوسرے علاقوں  
میں رہ گئے تو ان کے اخلاق  
بگڑ جائیں گے حکومت کے سلسلہ  
میں تیرے ساتھ صرف چار  
آدمی بھگڑا کر سکتے ہیں۔ یہ  
چاروں قریش سے ہیں۔ پہلا  
خلیفہ چہارم کا بیٹا حسین ابن  
علی ہے دوسرا (خلیفہ دوم کا  
بیٹا) عبداللہ ابن عمر ہے۔  
(تیسرا خلیفہ اول کا نواسہ اور  
ام المؤمنین عائشہ کا بھانجا۔  
عبداللہ ابن زبیر ہے۔ اور  
(چوتھا خلیفہ اول کا بیٹا)۔  
عبدالرحمن ابن ابوبکر ہے۔



يَحْشَوْ عَلَيكَ كَمَا  
يَحْشَوْ اِلَّا سَد  
لِفَرِيْسَةِ وَيُوَادُّكَ  
مُوَادِّتَهُ الثَّعْلَب  
وَامَا ابْنُ ابِي بَكْرٍ  
فَانْ رَاْنِيْ اَصْحَابَهُ  
ضَعُوْا شَيْثًا ضَع  
مَثْلَهُ لِيْسَ لَه  
هَمَّةٌ اِلَّا فِي النِّسَاءِ

محمدؐ سے قرابت کے پیش نظر  
حسینؑ ابن علیؑ سے چشم پوشی  
کرنا۔ عبداللہ ابن عمرؓ تیرے  
ساتھ ہے تو اسے نہ چھوڑنا۔  
عبداللہ ابن زبیرؓ پر جب  
موقعہ ملے۔  
اسے مکڑے مکڑے کر دینا یہ  
شخص موقعہ پاتے ہی تجھ پر اس  
طرح حملہ کرے گا جس طرح  
شیر شکار پر چھٹتا ہے اور  
بصورت مجبوری تجھ سے اس  
طرح پیش آئے گا جس طرح  
لوٹری۔ عبدالرحمن ابن ابوبکرؓ  
وہی کرے گا جو اس کے ساتھی  
کرتے ہیں۔ دنیا میں اس کا  
مطلع صرف اور صرف عورتوں سے  
لذت کا حصول ہے

خماک ابن قیس نے معاویہ کی نماز جنازہ اس طرح پڑھائی کہ معاویہ کا کفن  
ہاتھ میں لے کر مسجد میں آیا۔ لوگوں کو بتایا کہ معاویہ مر گیا ہے یہ اس کا کفن میرے ہاتھ  
میں ہے۔ ہم اسے کفن میں لپیٹ کر دفن کر کے اسے اس کے اعمال کے سپرد

کرنے والے ہیں کوئی اس کے جنازہ میں حصہ لینا چاہتا ہے تو آجائے۔  
جب یزید شکار سے فارغ ہو کر واپس آیا تو معاویہ دفن ہو چکا تھا۔ یزید  
کے پاس آنے والوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یزید کو معاویہ کی تعزیت کریں یا  
حکومت کی مبارک دیں۔

عبداللہ ابن ہمام سلوی آگے بڑھا اور کہا۔ اے امیر معاویہ اپنی منزل پر چلا  
گیا ہے۔ اب اس پر التوس اور اس کے سوگ سے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ دنیا کا  
دستور ہے۔ تخت حکومت آپ کا منتظر ہے آپ اپنی جگہ سنبھالیں۔ عبداللہ کی بات  
سن کر تمام حاضرین نے یہی کہنا شروع کیا۔ یزید غبر پر بیٹھا اور پہلا خطہ دیا۔

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ مَا  
شَاءَ صَنَعَ وَمَنْ شَاءَ  
خَفَضَ وَمَنْ شَاءَ  
رَفَعَ اَنْ مَّعَاوِيَةَ  
ابْنُ سَفِيَّانٍ مَّدَّ  
اَللّٰهُ مَا شَاءَ اَنْ  
يَقْطَعَهُ وَلَا اَزْكِيَهُ  
قَدْ صَارَ اِلٰى رَبِّهِ  
فَاَنْ يَعْصِ عَنْهُ  
فَبِرَحْمَتِهِ وَاَنْ  
يُعَذِّبَهُ فَبِذَنْبِهِ  
وَقَدْ وُلِّيَتْ بَعْدَهُ

اس اللہ کی حمد ہے جو ہر کام  
کرنے میں مختار ہے۔ جسے  
چاہے دے جسے چاہے نہ  
دے جسے چاہے پست کر  
دے اور جسے چاہے بلند کر  
دے۔ معاویہ ابن ابوسفیان کو  
جب تک اس نے چاہا اس  
کی رسی دراز کیے رکھی اور جب  
چاہا اس کی زندگی کی رسی کو  
کاٹ دیا۔  
میں نہیں کہتا کہ وہ برا نہیں تھا  
اب اللہ کے پاس پہنچ چکا ہے



الامر۔

اگر اسے معاف کر دے تو اس  
کی رحمت ہے اگر اسے عذاب  
دے تو اس کے گناہوں کا عذاب  
ہو گا اس کے بعد حکومت میرے  
حوالہ کی گئی ہے۔

اس کے بعد منبر سے اترنا تخت حکومت پر بیٹھا اور اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم  
من يزيد الى فلان  
اما بعد فان معاوية  
قد عاش بقدر و  
مات باجل يجب  
عليك ان تاخذ  
اهل عملك الا صاغر  
منهم والا كابرا بر  
منهم والعاجر  
تجد يد بيعتي  
والا فتباد لا مرنا  
والتسارع الى طاعتنا  
احدا شديدا بلارخصة ولا تاخير والسلام  
دينہ کے گورنر ولید کو اس عمومی خط کے علاوہ ایک اور خصوصی رقعہ بھی لکھا۔

اما بعد فخذ حسينا و  
عبد الله ابن عمرو ابن الزبير  
اخذا شديدا وكيست  
فيه رخصة حتى يباعدوا يا ابا  
محمد انقلذ اليهم كتابي فمن  
لم يباعدك فانا نفلذ  
اي برأسه مع جواب كتاب  
هذا۔

والسلام

جب ولید کو خط ملا تو اس نے ان تینوں کو بلا بھیجا۔ اتفاقاً دوسرے لوگوں کے  
ساتھ یہ تینوں بھی مزار نبی کے پاس بیٹھے تھے جب پیغام ملا تو۔  
ابن زبیر نے امام حسینؑ سے پوچھا۔ آپ کا کیا خیال ہے ولید نے اس وقت  
اتنی رات گئے صرف، ہمیں کیوں بلایا ہے؟  
امام حسینؑ نے فرمایا: میرا خیال ہے معاویہ مر گیا ہے اور لوگوں کے علم  
ہونے سے پہلے یہ ہم سے زید کے لیے بیعت لینا چاہتا ہے۔  
ابن زبیر نے کہا۔ مجھ سے زید کی بیعت تو نہیں ہو سکتی اور نہ میں اس کی  
بیعت کروں گا۔  
عبد اللہ ابن عمرؓ نے کہا۔ ہم اس وقت جاتے ہی نہیں گھر چلے جاتے ہیں۔  
دروازہ بند کر کے سو جائیں گے۔  
امام حسینؑ نے فرمایا: میں تو ہر صورت ولید کے ہاں جاؤں گا تا کہ حقیقت



حال کا پتہ چل جائے۔

ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ خلیفہ سوم کا بیٹا عمرو بن عثمان پھر پیغام لے کر آگیا اور کہا امیر اتنی دیر انتظار نہیں کر سکتا۔ اگر آنا ہے تو آؤ ورنہ جواب دو۔ امام حسینؑ نے فرمایا: جا ولید سے کہہ دے اور کوئی آئے نہ آئے میں آ رہا ہوں۔ تینوں وہاں سے اٹھے اپنے اپنے گھروں میں آئے۔ امام حسینؑ نے بنی ہاشم کو ساتھ لیا اور ولید کے پاس آگئے۔ ولید نے خط دکھایا۔ امام حسینؑ نے فرمایا: بیعت کا معاملہ رات کی تنہائی میں اچھا نہیں ہوگا۔ دن ہو لینے دو پھر دیکھا جائے گا۔

## تیسری مجلس

# مروان اور فرزند رسول

ارشاد قدرت ہے ۔

الم تر کیف ضرب	کیا آپ دیکھ نہیں رہے کہ
الله مثلا كلمة طيبة	اللہ نے کلمہ طیبہ کو کس طرح اس
كشجرة طيبة اصلها	شجر طیبہ سے مثال دی ہے
ثابت و فرعها في السماء	جس کی جڑیں تختِ اشرفیٰ میں
توقى اكلها كل حين	اور شاخیں عرشِ علیٰ میں ہوں
بأذن ربها ويضرب	جو اذن باری سے ہر زمانہ میں
الله الامثال للناس	نمزدار رہتا ہے اللہ لوگوں کو
لعلهم يتذكرون	اس طرح مثالیں دے کر
ومثل كلمة خبيثة	بھاتا ہے تاکہ یہ لوگ ذکر
كشجرة خبيثة	خدا کریں اور کلمہ نیشہ کی مثال
احبثت من فوق	اس شجر خبیثہ جیسی ہے جسے
الارض ما لها	زمین کے اوپر سے کاٹ لیا



من قرار۔

جائے اور اس کا کوئی ٹھکانا

نہ رہے۔

تمام مفسرین اس حقیقت پر متفق ہیں کہ شجر طیبہ کا مصداق محمد و آل محمدؑ اور شجر خبیثہ کا مصداق بنی امیہ ہیں۔ شجر خبیثہ کی تین شاخوں میں سے ایک شاخ مروان ابن حکم ہے۔ جو کفر خیانت، خباثت اور محمد و آل محمدؑ سے عداوت میں اپنی مثال آپ تھا۔ خصوصاً حضرت علیؑ اور اولاد علیؑ سے اس کی عداوت تو کسی مقام پر بھی چھپ نہ سکی۔

جب یہ معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا اور معاویہ کے حکم سے تمام مملکت اسلامیہ میں جمعہ کے دن ہر خطیب خطبہ جو میں حضرت علیؑ پر سب و شتم کرتا تھا۔ تو انہی میں مروان بھی ایک تھا۔ امام حسنؑ تو اپنے علم کی بدولت خاموش رہتے تھے لیکن امام حسینؑ کی بدولت اس میں کبھی یہ ہمت نہ ہوتی تھی کہ منبر مدینہ پر حضرت علیؑ کے خلاف کچھ کہتا۔ ایک مرتبہ اسے دشمنان علیؑ نے بہت زیادہ پراگینہ کیا تو جمعہ کے خطبہ میں اس نے بھی حضرت علیؑ کو ناسزا کہا۔ جب امام حسینؑ کو پتہ چلا تو آپ مروان کے پاس آئے اور کہا۔

اے نبی آنکھوں والی اور جو میں غور مان کے بد نصیب بیٹے مروان! کیا تیری بھی یہ جرات ہے کہ تو علیؑ کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا ہے؟ مروان نے کہا۔ حسینؑ تو ابھی نا تجربہ کار ہے نو خیز ہے زیادہ جذباتی بھی نہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں جذباتی نہیں بن رہا۔ تجھے تیری اوقات سے آگاہ کیا ہے اور اب تجھے بتانا ہوں کہ علیؑ کے متعلق اللہ کا کیا نظریہ ہے جو اس نے

قرآن میں پیش کیا ہے۔

ان الذین آمنوا و

عملوا الصالحات سیجعل

لہم الرحمن ودا۔

یہ علیؑ اور اس کے خلیعہ کے حق میں ارشاد قدرت ہے۔ جا کر کسی اور سے

پوچھ لینا۔

دوسرے مقام پر ارشاد خالق ہے۔

فانما یسرناہ

بلسانک لتبشر

به المتقین۔

فریاد تو متقین کو بشارت جنت دے۔

جاکسی صحابی سے پوچھ لے اس آیت میں متقین کا مصداق علیؑ اور اس کے

شیعوں جنہیں اللہ نے اپنے حبیب کی زبانی جنت کی بشارت دی ہے۔

ایک مرتبہ امام مجاہد مروان کے پاس آئے تو اس نے پوچھا۔

آپ کا کیا نام ہے؟

جناب مجاہد نے جواب دیا۔ علیؑ

کہا۔ تیرے بھائی کا کیا نام ہے؟

امام مجاہد نے بتایا۔ علیؑ

مروان نے کہا۔ علیؑ اور علیؑ۔ تعجب سے تیرا باپ اپنی اولاد میرے کسی کو بھی

علیؑ نام رکھنے سے معاف نہیں رکھتا۔



امام بجاؤ نے واپس آکر امام حسینؑ سے تذکرہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔  
اس چڑے رنگے اور نیل گون آنکھوں والی ماں کے بیٹے کو کیا علم ہے کہ  
مجھے اپنے باپ سے کتنی محبت ہے۔ لہذا اگر اللہ مجھے ہزار بیٹا بھی دے تو ہر ایک  
کا نام علیؑ ہی رکھوں گا۔

ایک مرتبہ مروان نے دوران گورزی مدینہ امام حسینؑ سے کہا۔  
اگر فاطمہ بنت محمدؑ کے بیٹے نہ ہوتے تو بھلا بتاؤ تمہارا کیا خربہ ہے۔  
امام حسینؑ نے وہاں موجود قریشی افراد کو مخاطب کیا اور فرمایا۔  
تمہیں اللہ کی قسم ہے جو کچھ میں کہوں گا اگر سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا  
اگر غلط ہو تو ٹوک دینا۔

کیا میرے اور بھائی کے علاوہ اور بھی کوئی ہے جو کہ ارض پر ہم سے زیادہ  
محبوب رسول ہو؟

تمام قریشیوں نے کہا نہیں۔

آپ نے کہا۔

کیا میرے اور میرے بھائی کے علاوہ اس کہہ ارض پر کوئی ایسا ہے جو  
فخر رسول ہونے کا دعویٰ کر سکے؟

تمام قریشیوں نے کہا نہیں۔

آپ نے کہا۔ اس کہہ ارض پر وہ کون ہے جس کے دادا نے یتیمی کے عالم  
میں کفالت رسول کی؟

تمام نے کہا۔ آپ کے دادا ابوطالب نے۔

آپ نے کہا۔ اس کہہ ارض پر ہم دو بھائیوں کے سوا کوئی اور ہے جن کا باپ

نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہو؟

تمام نے کہا۔ کوئی ایسا نہیں ہے۔

آپ نے کہا۔ وہ کس کا باپ تھا جس نے دس برس کی عمر سے لے کر  
بخی کوئین کے زندگی آخری سانسوں تک کسی بھی مشکل مقام میں ان کا ساتھ کبھی نہیں  
چھوڑا؟

تمام نے کہا آپ کا باپ علیؑ تھا۔

آپ نے کہا۔ کیا تم جانتے ہو کہ رسول صادق کی زبان نے مروان اور مروان  
کے باپ کم کے علاوہ کسی اور کو صراحت سے ملعون کہا ہو۔  
تمام نے کہا نہیں۔

آپ نے کہا۔ کیا تمہیں کہہ ارض پر ان دو باپ بیٹوں کے سوا اور کوئی ایسا  
شخص معلوم ہے جو دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے اللہ رسول اور آل رسول کا سب سے  
زیادہ دشمن ہو؟

تمام نے کہا نہیں۔

مروان کے دل میں عداوت آل محمد کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی لیکن اسے  
موقع نہیں مل رہا تھا جب معاویہ مر گیا اور یزید نے ولید کو امام حسینؑ سے بیعت  
لینے کے لیے لکھا۔ ولید نے مروان سے مشورہ لیا۔ مروان نے کہا حسینؑ کبھی یزید کی  
بیعت نہیں کرے گا اگر تیری جگہ میں ہوتا تو اس کا سر کاٹ دیتا۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق ولید نے امام حسینؑ کو بلا بھیجا۔ آپ نے نئی ہاتھ سے انیس  
نوجوانوں کو جمع کیا اور فرمایا۔

مجھے رات کے اس وقت ولید نے بلایا ہے۔ ممکن ہے وہ کسی ایسی بات کا



مطالبہ کرے جو میں نہ مانوں۔ ایسی صورت میں مجھے اس پر بھروسہ نہیں ہے تم میرے ساتھ چلو۔

جب آپ دارالامارہ کے دروازہ پر آئے تو اپنے فرمایا تم یہاں انتظار کرو میں اندر جاتا ہوں۔ اگر میری آواز بلند ہو جائے تو اندر آ جانا۔ امام حسینؑ اندر آ گئے ولید نے اٹھ کر استقبال کیا مروان پاس ہی بیٹھا تھا۔ ولید نے موت معاویہ کی اطلاع دی۔

امام حسینؑ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ ولید نے یزید کا خط دکھایا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ موجودہ حالات کے مطابق ملت کے وقت خاموشی سے میری بیعت تو شاید آپ کے لیے مفید نہ ہو۔

ولید نے کہا۔ آپ درست فرما رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا، پھر صبح ہو لینے دو۔ دیکھیں گے۔

ولید نے کہا۔ ٹھیک ہے آپ تشریف لے جائیں۔ کل صبح تشریف لائے گا۔ امام حسینؑ اٹھ کر جانے لگے۔

مروان نے کہا۔ اگر اس وقت حسینؑ تیرے ہاتھ سے نکل گیا تو پھر تلاش کرتا پھرے گا۔ اگر بیعت لینا ہے تو اسی وقت بیعت لے لے یا حسینؑ کو گرفتار کر لے صبح کو جب تک بیعت نہ کرے اس وقت تک نہ چھوڑنا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ او مروان ذرا سوچ لے تو کیا کہہ رہا ہے؟

بھلا مجھے بتا تو مجھے قتل کرے گا یا تیرا گورنر ولید؟

پھر آپ ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

ولید تو اچھی طرح جانتا ہے۔ ہم اہلیت نبوت اور معدن رسالت ہیں۔ کائنات کا نقطہ آغاز بھی ہم ہیں اور عالم کا اختتام بھی ہمارے ذریعہ ہوگا۔ جب کہ یزید فاسق ہے ناجائز ہے، شرابی ہے۔ قاتل ہے۔ ان حالات میں بھلا مجھ جیسا شخص یزید جیسے شخص کی بیعت کس طرح کر سکتا ہے۔ صبح ہونے دو پھر دیکھ لیں گے۔

یہ سنا مروان نے تلوار نکالی اور آپ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے آگے بڑھا اس وقت امام حسینؑ نے آواز بلند تکبیر کی۔ آپ کی تکبیر سنا دروازہ پر منتظر تمام اہشی نوجوان تلوار بکھ اندر آ گئے۔

مروان انہیں دیکھ کر گھبرا گیا

مولف۔

عزادارو!

ذرا اس وقت کا موازنہ اس وقت سے کرو جب امام حسینؑ زخموں سے چور تھا تھا۔ آج تو یہ نوجوان صرف تکبیر کی آواز سنا آ گئے لیکن اس وقت تو امام حسینؑ ایک ایک کا نام لے کر پکارتے رہے لیکن کوئی اٹھ کر آنہ سکا۔

جب امام حسینؑ ولید کے پاس سے پلے گئے تو

مروان نے ولید سے کہا۔ آج تو نے میری بات نہیں مانی۔ اب حسینؑ کبھی تیرے ہاتھ نہیں آئے گا۔

ولید نے کہا۔ مروان مجھے ایسا مشورہ مت دے جس سے میری دنیا اور دین دونوں تباہ ہو جائیں۔ اگر مجھے پورے کرہ ارض کی حکومت قتل حسینؑ کے عوض دی جائے تو میں حکومت کو ٹھکرا دوں گا لیکن خون حسینؑ سے اپنے ہاتھ رنگیں نہیں کروں گا۔



کیا میں حسینؑ کو صرف اس بات پر قتل کروں کہ وہ یزید کی بیعت نہیں کرتا؟  
بھلا تو ہی بتا کیا حسینؑ نے یزید کے متعلق جو کچھ کہا ہے غلط ہے۔  
مروان نے کہا۔ اگر تیری نگرہ سے تو پھر تو نے درست کیا ہے۔  
صبح امام حسینؑ گھر سے باہر تشریف لائے اتفاقاً مروان راستہ میں مل گیا مروان  
نے کہا حسینؑ اگر مان لے تو میں تجھے ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں۔  
امام حسینؑ نے فرمایا۔ فرما سنوں تو بھی نصیحت کیسی ہے؟  
مروان نے کہا۔ اگر آپ یزید کی بیعت کر لیں تو آپ کی دنیا اور دین کے لیے  
فائدہ ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا انا لله وانا اليه راجعون جب یزید کی بیعت  
میں دین کی بہتری ہو تو اسلام پر سلام۔  
مروان کا امام حسینؑ پر غصہ اس وقت ٹھنڈا ہوا جب یزید کے پاس بیٹھا  
تھا اور امام حسینؑ کا سر یزید کو پیش کیا گیا تو اس نے خوشی سے جھوم کر امام حسینؑ کا سر  
طشت سے اٹھایا اور شعر پڑھے۔

يا حنذا بردك في السدين ولونك الاحمر في الخدين  
آج تیرے سر کو کپڑا کا تھکتنی ٹھنڈک محسوس کر رہے ہیں۔ اور تیرے  
رخساروں پر خون کی یہ سرخی کتنی پیاری لگ رہی ہے۔

يلمع في الطشت من اللجين كانما حفت بور دتين  
چاندی کے طشت میں تیرا سر اس طرح چمک رہا ہے گویا گلاب کے دو پھولوں کے مابین رکھا ہے  
شقیقت نفسی من دم الحسين اخذت ثاری وقضیت دینی  
خون حسینؑ نے میرا دل ٹھنڈا کر دیا ہے اور آج میں نے اپنا انتقام

لے کر اپنے قرعے چکا دیے ہیں۔

کیف رایت الضرب یا حسین

حسینؑ قربا تو بھی تلوار کی ضرب کیسی تھی؟

علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں حکم کے حالات میں لکھا ہے کہ  
حکم کا بیٹا مروان۔ نبیث العقیدہ۔ غلیظ الکفر اور سنگدل ترین انسان تھا یہ شخص  
اس وقت مدینہ میں یزید کی طرف سے گورنر تھا جب نمبر پر دوران خطبہ اسے  
امام حسینؑ کا سر دیا گیا تو اس نے مذکورہ اشعار پڑھے پھر سر امام حسینؑ کو قبر رسول کی  
طرف اچھال کر کہنے لگا۔

اے محمد! بدر کے دن کا بدلہ آج پورا ہو گیا۔

اس کے بعد امام حسینؑ کے چہرہ پر چٹھی مارنے لگا۔



## فصل ۲

اس فصل میں چار مجازس ہیں

پہلی مجلس

## مدینہ سے الوداع کی تیاری

بحار میں ہے کہ ولید کے دربار میں جانے سے دوسری رات امام حسینؑ نبی کریم کے مزار پر تشریف لائے اور یوں مخاطب کیا۔

السلام علیک یا رسول  
اللہ انا الحسین بن فاطمة  
فرخک وابن فرختک  
وسبکک الذی خلقتنی  
فی امتک فاشهد علیهم  
یا بنی اللہ انهم قد  
ضیعوا فی هذا شکوری  
الیک حق القاتک۔  
اے رسول خدا میرا سلام۔ میں  
فاطمہ زہرا کا پارہ بگڑ ہوں۔ میں  
آپ کا بچہ اور آپ کی دختر کا  
وہ فرزند ہوں جسے آپ اپنی  
امت میں خلیفہ بنا کر گئے تھے  
اے نبی خدا! میں ان کے خلاف  
گواہی دیتا ہوں کہ ان لوگوں نے  
مجھے چھوڑ دیا ہے تا ملاقات میرا  
یہی شکوہ ہے۔

یا بنی انت امی یا رسول  
اللہ انی خارج من  
اے رسول خدا! میرے والدین  
آپ پر قربان ہو رہے ہیں بامر



جوار لے کرھا۔ و فرقا  
بینی و بینک حیث  
انی لم ابایع یزید  
شارب الخمور و  
راکب الفجور و فاعل  
الشور و فان انا فعلت  
کفرت و ان ابیت  
قتلت۔

میں آپ کے پڑوس کو چھوڑ  
رہا ہوں۔ ان لوگوں نے میرے  
اور آپ کے مابین فاصلے ڈال  
دیے ہیں۔ کیونکہ میں یزید جو  
شرابی۔ فاجر اور شر ترین انسان  
ہے کی بیعت نہیں کر سکتا کہ میں  
جانتا ہوں اگر اس کی بیعت  
کر لوں تو کافر بناتا ہوں اور اگر  
انکار کرتا ہوں تو قتل کیا جاتا  
ہوں۔

فہا انا خارج من  
جوار لے علی اکراہ  
منی فعلیک السلام  
یا سیدی۔

اس کے بعد آپ واپس گھر تشریف لائے۔ اگلی رات پھر مزار رسول پر تشریف  
لے گئے۔ کافی رات تک مصروف نوافل رہے۔ نوافل سے فرقت کے بعد عرض کی۔

اللہم ہذا قبر نبیک  
محمد وانا ابن بنت  
نبیک و قد حضر فی  
من الامر ما قد

تعلم اللہم انی احب  
المعروف و انکر  
المنکر۔

اے اللہ! اس مسئلہ کا احوال  
والاکرام بحق المقبر  
و من فیہ الاحقرت  
لی ما هولک رضی و  
لرسلک رضی۔

اس کے بعد آپ گریہ فرماتے رہتے سہری کے وقت مزار رسول پر سر رکھے ہوئے  
آپ کی آنکھ لگ گئی۔ عالم خواب میں آپ نے دیکھا کہ سرور انبیاء ملائکہ کی ایک بہت بڑی  
جماعت کے ساتھ تشریف لائے۔ امام حسینؑ کو گئے گیا۔ پیشانی کا بوسہ دیا اور فرمایا۔  
حبیبی یا حسین کافی ارادے  
عن قریب مولا بد ما ملک  
مذبحو حان بارضی کرب  
و بل بین عصابة من  
امتی و انت مع ذلک  
عطشان لا تسقی و ظمان  
لا تروی۔

لا انا للہم اللہ شفاعتی  
اللہ انہیں میری شفاعت سے



یا حسین ان اباك وامك محروم ركه گار میرے حسین تیرا  
وا خاك قدموا على باپ تیری ماں اور تیرا بھائی  
وهم مشتا قون میرے پاس آئے تھے وہ بڑی  
اليك شہت سے تیرا انتظار کر رہے  
ہیں۔

آپ جے دار ہوئے، مگر تشریف لائے، تمام اہلیت کو جمع کیا۔ انہیں اپنے خواب  
سے آگاہ کیا۔

یہ دن آل محمد کے گھروں میں غم ناک ترین دن تھا۔  
میں نہیں سمجھتا کہ آل محمد کے لیے یہ دن زیادہ غم انگیز تھا یا عاشورہ کا وہ دن جس  
دن فوجا لبحار نے زہرا و دیوں کو شہادت مظلوم کی اطلاع دی۔

مہج الاحزان کے مطابق امام حسینؑ جناب زہرا کے مزار پر آئے اور یوں  
مرض کیا۔

السلام عليك يا اماء ماں میرا سلام ہو، تیرا حسینؑ  
حسينك جاء لوداعك تجھ سے الوداع کرنے آیا ہے  
وهذا اخر زيارته ماں تیرے حسینؑ کی آخری  
اياك زیارت ہے۔

مزار سے جناب سیدہ نے جواب دیا۔

وعليك السلام يا مظلوم ماں کے مظلوم بیٹے۔ شہید بیٹے  
الام شهيد الامر يا غريب اور مسافر بیٹے ماں کا بھی تجھ پر  
الامر سلام ہو۔

مؤلف۔

ذہنی طور پر تو بی بی اپنے بیٹے کی غربت سے واقف تھیں لیکن جب بی بی نے  
گیا کہ محرم کی رات کو اپنے بیٹے کی غربت اور مظلومیت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوگا خدا  
معلوم بی بی کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔

پھر آپ امام حسنؑ کے مزار پر تشریف لائے ان سے بھی الوداع کہی واپس  
گھر آئے۔

جناب محمد صغیرؑ نے جب سنا کہ امام حسینؑ عازم سفر ہیں تو آپ کے پاس آئے  
اور عرض کیا۔

آپ میں پٹے جائیں۔ اہل بین آپ کے ساتھی ہوں گے۔  
آپ نے فرمایا۔ بھیا نا نا کا ارشاد ہے کہ میں فی الحال مکہ جاؤں۔ اگر مکہ اس نہ گئے  
تو پھر عراق کی طرف چلا جاؤں۔

یہ سکر جناب محمد صغیرؑ نے کیے۔

امام حسینؑ نے جناب محمدؑ سے فرمایا۔

آپ مدینہ میں رہ جائیں، یہاں خدا کے بھروسہ پر جانے دیں۔ پھر آپ نے اپنی وصیت  
لکھ کر محمد صغیرؑ کے حوالہ کی۔  
وصیت یہ تھی۔

بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله الرحمن الرحيم  
هذا ما وصي به الحسين وصيت به جو حسینؑ ابن علی ابن  
ابن علی بن ابی طالب الی ابی طالب نے اپنے بھائی محمدؑ  
اخيه محمد المعروف المعروف ابن صغیر کو



بابن الحنفیہ ان  
الحسین یشہد ان لا  
الہ الا اللہ لا شریک  
لہ وان محمد اعبده  
ورسولہ جاء بالحق  
من عند الحق وان  
الجنہ والنار حق  
وان الساعۃ آتیۃ لا  
ریب فیہا وان اللہ  
یبعث من فی القبور  
انی لم اخرج مشرا ولا  
بطراً  
ولا ظالماً فما خرجت  
لطلب الاصلاح فی امۃ  
محمد وشیعۃ علی ابن  
ابی طالب فمن  
تبلیغی بقبول الحق  
فاللہ ولی بالحق ومن  
رد علی هذا فاجر  
حتی یقضی اللہ بیخی

کہا ہے کہ  
حسین اللہ کے وحدہ لا شریک  
ہونے کی شہادت دیتا ہے۔  
اللہ شہادت دیتا ہے کہ محمد  
اللہ کے عبد اللہ کے رسول  
ہیں اور اللہ کی طرف سے جو  
کچھ لائے ہیں۔ وہ حق ہے۔ جنت  
جہنم حق ہیں۔ قیامت آنے والی  
ہے اس میں کوئی شک نہیں  
قبروں میں تمام دفن ہونے والوں  
کو قیامت میں اٹھائے گا میں  
مدینہ سے کسی فساد، لڑائی اور  
جھگڑے کی خاطر نہیں نکل رہا۔  
میں صرف امت محمد اور شیعیان  
علی کی اصلاح کے لیے گھر سے  
نکل رہا ہوں۔  
جس نے میرے قول حق کو  
قبول کر لیا تو اللہ کی راہ اولی  
بالحق ہے اور جس نے میری  
مانی میں صبر کر لیا۔ جتنے کہ

و بین القوم و هو  
خیر الحاکمین و ہذہ  
وصیتی لک یا اخی  
وما توفیق الا باللہ  
الیہ توکلت والیہ  
انیب۔  
اللہ میرے اور اس قوم کے  
مابین فیصلہ کرے گا وہی بہترین  
حاکم ہے۔ اے بھیا! یہ ہے  
میری وصیت، اللہ کے سوا  
کسی کو توفیق نہیں۔ میری اسی  
پر توکل ہے اور اسی کی طرف  
رجوع ہے۔



## دوسری مجلس

## جناب ام المؤمنین ام سلمہ اور امام حسین علیہ السلام

کامل الزیارة کے مطابق جب امام حسینؑ نے مدینہ سے جانے کا اعلان کیا تو نبی عبدالمطلب کی تمام مستورات جمع ہو گئیں اور گریہ و زاری شروع ہو گئی امام حسینؑ نے جا کر فرمایا۔ دیکھو ابھی تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ مدینہ سے جا رہا ہوں دنیا سے تو نہیں جا رہا۔

تمام مستورات نے جواب دیا۔ اے فرزند رسولؐ ہم جانتی ہیں کہ آپ مدینہ سے جا رہے ہیں اور ہم پر بھی جانتی ہیں کہ پھر آپ واپس پلٹ کر نہیں آئیں گے۔ ہم نے تو محسن کی شہادت کے وقت سے سن رکھا ہے کہ جنگ بدر کے بعد بنی ہاشم سے بے جائیں گے ہمارے یہ آج کا دن ایسے ہے جیسے شہادت رسولؐ، شہادت زہراؑ شہادت محسنؑ، شہادت علیؑ اور شہادت حسنؑ کا دن تھا۔ پھر تمام مستورات غریب کرنا کی پھر بھی حضرت علیؑ کی ہشیرہ جناب ام ہانی کے گھر آئیں سن رسیدگی وجر سے بی بی کہیں آتی جاتی نہ تھیں جب بی بی نے مستورات نبی عبدالمطلب کا گریہ سنا تو پوچھا کیا بات ہے؟

تمام نے جواب دیا۔ فرزند ہرآنے مدینہ چھوڑنے کا اعلان کر دیا ہے۔

یہ سنتے ہی جناب ام ہانی اٹھیں عصا کا سہارا لیا۔ کانپتے اور رزرتے قدموں کے ساتھ امام حسینؑ کے گھر تشریف لائیں۔ جب آپ نے اپنی سن رسیدہ پھر بھی کو آتے دیکھا تو استقبال کو بٹھے اور عرض کیا۔

پھر بھی اماں! آپ نے کیوں تکلیف کی ہے میں خود حاضر خدمت ہونے والا تھا۔

بی بی نے فرمایا۔ اے سرایہ پنہن اور میرے فخر کوین بھائی کی نشانی یہ ہیں کیا سن رہی ہوں؟

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ پھر بھی اماں مجبوری ہے۔ حالات کا تقاضا ہے اور نانا کا حکم ہے۔

بی بی نے کہا۔ حسینؑ میں کل سے جو خواب میں سن رہی تھی اس کا مطلب ہے کہ وہ بچہ ہونے والا ہے۔

امام حسینؑ نے عرض کیا آپ کیا سن رہی ہیں۔

بی بی نے فرمایا۔ بیٹے کل سے جب بھی آنکھ لگتی ہے کوئی فریاد کر کے یہ شعر پڑھتا ہے۔

ان قتل الطلح من آل ہاشم اذلت رقاب المسلمین فذلّت  
وادی طف میں بنی ہاشم کے مقتول نے تمام امت مسلمہ کی گزین شرم  
سے جھکا دی ہیں۔

امام حسینؑ نے عرض کیا۔ پھر بھی جان۔ آپ دعا فرمائیں۔

بی بی روتے ہوئے واپس اپنے گھر چلی گئیں۔

عوام میں ہے کہ جب آپ نے مدینہ چھوڑنے کا اعلان کیا تو امام المؤمنین ام سلمہ



تشریف لائیں اور فرمایا۔

حسین بیٹے کیا ریح ہے کہ تو عراق جا رہا ہے؟

آپ نے عرض کیا۔ نانی اماں! فی الحال تو مکہ جلتے کالادہ سپردِ دیکھوں گا حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں۔

بنی بنی نے فرمایا: میں نے آپ کے نانا سے سنا تھا کہ میرا حسین بیٹا عراق کی کربلا نامی زمین میں بے یار و مددگار شہید ہو گا۔

آپ نے عرض کیا۔ نانی اگر شہادت میرا مقدر ہے تو اس کے سوا کیا چارہ ہے ویسے مجھے وہ دن معلوم ہے جس دن میری شہادت ہو گی

وہ شخص معلوم ہے جس کے ہاتھ میرے خون سے رنگین ہوں گے۔ زمین کا وہ ٹکڑا معلوم ہے جہاں میرا بگناہ خون گرے گا۔ مجھے وہ جگہ معلوم ہے۔ جہاں میں دفن ہوں گا۔ اپنے المیت سے مجھے وہ افراد معلوم ہیں جو میرے ساتھ شہید ہوں گے۔ میں ان انصار سے بھی واقف ہوں جن کے نصیبوں میں میرے ساتھ شہادت مقدر ہے اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ زمین دکھا دوں۔

آپ نے انگشتِ امانت سے زمین کی طرف اشارہ کیا۔ خطہ کربلا بلند ہو گیا۔ آپ نے دکھایا۔ نانی اماں یہاں میرے خیم ہوں گے۔ یہاں یزید کا لشکر ہو گا پھر آپ نے اپنے انصار اہلِ اقرباء میں سے ہر ایک کا نام لے کر بتایا کہ یہاں فلاں گھوڑے سے اترے گا اور یہاں فلاں کو اتارا جائے گا۔ آخر میں دکھایا۔ نانی اماں یہ وہ مقام ہے جہاں میں گھوڑے زمین پر آؤں گا۔ اور تین گھنٹے تیروں پر ہوں گا پھر یہاں سے چل کر میں اس جگہ آؤں گا۔ اسی جگہ میرا تال آئے گا۔ نانی۔ بے وہ آلی زمین جہاں میری بہن میری سہیلی زینبؓ کے ساتھ کھڑے ہو کر میرا آخری سجدہ دیکھے گی اور

میرے پیاسے گے پر کندہ خنجر کی تھریں گئے گی۔

جناب ام المومنین ام سلمہ روتے روتے غش کر گئیں۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو فرمایا۔

بیٹے مجھے آپ کے نانا نے کچھ مٹی دی تھی۔ جو ایک شیشی میں میرے پاس محفوظ ہے۔

امام حسین نے ہاتھ بڑھا کر زمین کربلا سے کچھ مٹی اٹھائی اور عرض کیا۔ نانی اماں! اس مٹی کو ایک اور شیشی میں ڈال کر محفوظ رکھیے جیسا ان دونوں سے خون رسنے لگے سمجھ لینا۔ اماں! کہ آپ کا حسین شہید ہو گیا ہے۔

جناب ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں دونوں شیشیوں کو اپنے پاس رکھتی تھی۔ اور ہر دن دیکھا کرتی تھی سلاہ کے محرم کی دسویں کو میں سو رہی تھی کہ عالم خواب میں رسول کو میں کو دیکھا میرے حجرہ میں تشریف لائے آپ کا سر اور ریش مبارک خاک آلود تھے۔ میں آپ کے چہرہ مبارک سے خاک صاف کرنے لگی۔ اور عرض کیا۔

میرا جان قربان!

اے نبی کو میں یہ آپ کی آنکھوں سے آنسو کیسے ہیں؟ یہ آپ کے سر اور ریش مبارک میں مٹی کہاں سے آگئی ہے۔

آپ نے فرمایا، تو تو سو رہی ہے اور کربلا میں میرا حسین شہید ہو گیا ہے میں گہرا کر اٹھی۔ شیشیوں کو دیکھا تو دونوں میں مٹی کی بجائے خون تھا۔ میں نے نوحہ و بکا شروع کیا۔ میری صدائے گریہ سنا کر تمام مستورات بنی ہاشم جمع ہو گئیں۔ انہوں نے مجھ سے دہر پوچھی۔ میں نے انہیں شیشی دکھائی۔ تمام دیکھ کر میرے ساتھ



معروف گریہ و زاری ہو گئیں۔ ہم تمام مستورات روتی ہوئی قبر رسول پر آئیں۔ بخدا میں نے اپنی آنکھوں سے قبر نبی کو لرزتے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔

اے رسول کو نین! آپ کا زینت گو دبیٹا شہید ہو گیا ہے۔ آپ کا ایک دوست فرزند شہید ہو گیا ہے۔  
اے رسول خدا! میں آپ کو بیٹے کا پرہیز دینے آئی ہوں۔

تیسری مجلس

## مدینہ سے روانگی

جابر ابن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا۔

میرے آقا! آپ کے بھائی حسنؑ نے بھی ترمیم کر لی تھی آپ بھی وقت گزار لیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ جابر میرے بھائی نے جو کچھ کیا تھا وہ ان کی ڈیوٹی تھی اور میں جو کچھ کرنے جا رہا ہوں وہ میرا فریضہ ہے۔ اگر تو چاہے تو میں تجھے خود نبی کریمؐ کی زبان مبارک سے اپنا فریضہ سنا دوں۔

میں نے عرض کیا۔ اگر ایسا ممکن ہو تو ضرور میں درخواست کروں گا تاکہ ایک مرتبہ مجھے میرے آقا کی زیارت بھی ہو جائے۔

آپ نے فرمایا۔ سوئے آسمان دیکھ میں نے دیکھا تو آسمان کے دریچے کھل گئے۔ حضرت نبی اکرمؐ جناب حمزہ جناب جعفر طیار اور حضرت علیؑ آراستہ مسندوں پر تشریف فرما تھے۔ میں نے باری باری ہر ایک کو سلام کیا۔ آنکھوں نے میرے سلام کا جواب دے کر فرمایا۔



جابر اقبل ازین حسن کے سلسلہ میں بھی میں تجھے صراحت سے بتا چکا ہوں۔ اب حسینؑ کے معاملہ میں تجھے پھر کیوں تردد ہو رہا ہے۔ پھر آپ نے امام حسینؑ کے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا۔

جابر! حسینؑ میرا بیٹا ہے اس کے کسی اقدام میں شک مت کرنا ورنہ ایمان سے جانے گا۔ جو کچھ کر رہا ہے رضائے رب کے لیے کر رہا ہے۔

میری آنکھیں اندھی ہو جائیں اور کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے اس میں کچھ غلط کہا ہو۔

جابر کہتا ہے جب میں نے آنحضرتؐ کی زیارت کی اور آپ کا حکم بھی سنا تو امام حسینؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور الوداع کر کے واپس آگیا۔

جب امام حسینؑ نے تیاری کی تو آپ کے ساتھ آنے والوں کی تعداد یہ تھی تمام مرد و عورتیں بچے و جوان۔ بشمول شیر خوار علی اصغر و دو سوبائیں۔ کتاب کے اخیر میں تمام کے نام اور مختصر تعارف پیش کیا گیا ہے۔

دو سو پچاس نائیاں۔ جن میں سے

خیام و غیرہ کے لیے ستر ناقہ۔

پنجت ویز کے سامان کے لیے چالیس ناقہ

پانی کے لیے تیس نائیاں۔

عورتوں اور بچوں اور مردوں کے کپڑوں کے لیے بارہ نائیاں۔

کجاہوں کے لیے پچاس نائیاں

متفرق سامان کے لیے اڑتالیس نائیاں

امام حسینؑ نے اپنے نانا۔ ماں۔ بھائی اور وادی ناظم بنت اسد کے مزاروں

الوداع کی اور ستائیس رجب کو مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ سواری نبی کریمؐ کا تہیز نامی گھوڑا آپ کے پیچھے تھا اپنے لڑکے کا تھا آنحضرتؐ کی تبار نامی تلوار لٹکانی جسم پر ذرہ رسول پہنی جس کا نام ذات الفصول تھا۔ سر پر رسول کو نین کا علامہ سحاب رکھا آخر میں آنحضرتؐ کا عصا ہاتھ میں لیا اور مسند پر بیٹھ گئے۔ اسی لباس رسالت ہی میں امام حسینؑ نے یوم عاشور امت محمدیہ کو آخری پیغام دیا تھا۔

اسرا الشہادہ میں علامہ دربنی نے روایت کی ہے کہ میرے ایک عرب شاگرد نے ادیب مقری کی کتاب کے حوالہ سے امام حسینؑ کی مدینہ سے روانگی کا آنکھوں دیکھا حال سنایا ہے جو کچھ اس طرح ہے۔

عبداللہ بن سنان کو فی نے اپنے باپ کے ذریعہ اپنے دادا سے روایت کی ہے کہ میں اہل کوفہ کی طرف سے امام حسینؑ کے نام ایک خط لے کر مدینہ گیا۔ میں نے سنا کہ آپ مدینہ چھوڑ کر عازم عراق ہو چکے ہیں۔ چونکہ مجھے اپنے خط کا جواب مل گیا تھا اس لیے میں نے آپ کو جواب دینے کی تکلیف مناسب نہ سمجھی۔ البتہ یہ فیصلہ کیا کہ شہنشاہ حجاز کی مدینہ سے روانگی کا منظر دیکھوں گا۔

چنانچہ میں آپ کے درخانہ پر آیا۔ میں نے دیکھا گھوڑوں کی زینیں کسی باپچی تھیں۔ امام حسینؑ ایک مسند پر تشریف فرما تھے۔ کہ بنی ہاشم آپ کے گرد جمع ہو گئے کہ ویش پچاس محمل تیار تھے جن پر عمدہ اور بادقار پردے پڑے تھے۔

امام حسینؑ نے بنی ہاشم کو حکم دیا کہ مستورات کو محملوں پر سوار کرالیں۔ یہ حکم سنکر تمام بنی ہاشم اندر چلے گئے۔

سب سے پہلے ایک دراز قد حسینؑ رو جس کے چہرے پر سیاہ تل تھا۔ باہر آیا اور آواز بلند کہا ایک طرف ہٹ جاؤ۔ تمام لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔ پھر وہ اندر گیا



کچھ دیر کے بعد باہر آیا اس کے دائیں بائیں دو مستورات تھیں ان کی رفتار سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کبھی اس طرح باہر نہیں آئیں۔ محل کے قریب آکر وہ جوان زین پر بیٹھ گیا۔ اپنا زانو بند کیا۔ دونوں مستورات اس کے زانو پر قدم رکھ کر محل میں بیٹھ گئیں۔ پھر وہ اندر آ گیا۔ جب باہر آیا تو اس کے ساتھ دو کسں پچیاں تھیں اس نے ایک بچی اٹھا کر محل میں بیٹھی ہوئی مستورات میں سے ایک کے حوالہ کی پھر دوسری بچی دوسری مستور کی گود میں دی۔

میں نے قریب کھڑے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے۔ یہ مستورات کون ہیں اور یہ پچیاں کون ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ جتنی قرنی ہاشم ہے اور اسی کے سوار کرانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ محل میں سوار ہونے والی دونوں مستورات دہرا نازدیاں ہیں اور دونوں پچیاں امام حسینؑ کی ہیں ایک سکینہ بنت الحسینؑ ہے اور دوسری فاطمہ بنت حسینؑ ہے۔

پھر ایک اور چاندیسا نوجوان باہر آیا۔ اس کے ساتھ ایک مستور تھی جس کے گرد کینڑوں نے گھیرا ڈال رکھا تھا۔ اس نوجوان نے اس مستور کو محل میں سوار کیا۔ میرے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ جوان علی اکبر ابن حسینؑ ہے اور مستور اس کی ماں ام یسلیٰ ہے۔

اس کے بعد ایک اور جوان آیا جو چندے آفتاب چندے بابتاب تھا اس کے ساتھ ایک مستور تھی اس نے اسے محل پر سوار کیا۔ پوچھتے پر مجھے بتایا گیا کہ یہ قاسم ابن حسنؑ ہے اور مستور اس کی ماں ہے۔

آخر میں ایک اور نوجوان باہر آیا جو حسنؑ میں بے نظیر تھا اس کے ساتھ جو مستور تھی اسے بھی کینڑوں نے گھیر رکھا تھا۔ انتہائی ثنات اور وقار سے وہ مستور کو محل میں سوار

ہوئی، جب میں نے پوچھا تو بتایا کہ نوجوان علی ابن حسینؑ زین العابدینؑ ہے اور مستور اس کی ماں شاہ زماں بنت کسریٰ ہے۔

اس کے بعد دیگر مستورات کو محلوں میں سوار کیا گیا۔

جب امام حسینؑ کو اطلاع دی گئی کہ تمام مستورات سوار ہو گئی ہیں تو آپ نے فرمایا۔ میرا بھائی، میرا لالہ شک۔ میرا علمبردار اور قرنی ہاشم کہاں ہے؟ جناب عباسؑ لبیک یا سیدی لبیک یا سیدی کہتے کہتے آگے آئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ میرا گھوڑا لاؤ۔ جناب عباسؑ گھوڑا لائے۔ رکاب پر ہاتھ رکھا۔ امام حسینؑ سوار ہوئے۔ پھر تمام بنی ہاشم سوار ہوئے۔ جب تمام سوار ہو گئے سب سے آخر میں جناب عباسؑ سوار ہوئے۔ علم ہاتھ میں لیا اور قافلہ کے آگے چلے گئے۔ میں نے دیکھا جو نبی امام حسینؑ کا قافلہ چلا مدینہ سے نوجو دیکھا اور گریہ وزاری کا ایک ایسا طوفان اٹھا کہ مدینہ کے درو دیوار لرز اٹھے۔ ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل سوگوار تھا۔ بولنے کی ہمت کسی میں نہ تھی۔ ہاتھ کے اشارہ سے سلام کر کے الوداع الوداع الفراق الفراق کہہ رہے تھے۔ جواب میں جناب عباسؑ نے کہا۔

بخدا آج فراق کا دن ہے اور ملاقات قیامت کو ہوگی۔

امام حسینؑ اپنی تمام اولاد کو لے کر چلے گئے البتہ آپ کی ایک بچی جس کا نام فاطمہ صغریٰ تھا کو عیار ہونے کی وجہ سے جناب ام المومنین ام سلمہ کے پاس چھوڑ دیا۔ سرکارِ مدینہ نے اسرار الشہادہ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ کی ایک کسں فاطمہ صغریٰ نامی بچی جو آپ کی دعا کی وقت پیدا تھی بے ام المومنین ام سلمہ کے سپرد کر کے گئے تھے۔ یہ بچی مدینہ منورہ سے لے کر شام تک چار دیواری کے دروازہ کے پیچھے بیٹھ کر سارا دن بابا اور بھائیوں کی واپسی کا انتظار کرتی رہتی تھی۔ جب انتظار کی مدت ختم ہو گئی



اولادی فاختلس  
منی۔  
آنگھوں کا تارا تھا مجھ سے  
چھین یا گیا ہے۔

حبیبی یوسف! الذی  
كنت اوسده بیمینی  
واوشره بشمالی  
فاختلس منی۔  
میری جان یوسف! جس کا  
نیکر میں دائیں ہاتھ کو بناتا تھا  
اور بائیں ہاتھ سے جس کو  
پادراٹھاتا تھا۔ میری آنکھوں  
کے سامنے سے غائب کر دیا  
گیا ہے۔

حبیبی یوسف! الذی  
كنت اونس به فی  
وحدتی فاختلس فی۔  
میرا پارہ جگر یوسف! جو میری  
تنہائی کا مونس ہوا کرتا تھا  
مجھ سے دور کر دیا گیا ہے۔  
میرا سکون دل یوسف! مجھے  
نہیں معلوم اس وقت تو کسی  
پھاڑ میں ہے یا سمندر کی کسی  
موج میں ہے۔  
حبیبی یوسف!  
لیتنی كنت معك  
فیصیبی ما اصابك۔  
بھاری غرقوں۔  
لیتنی كنت معك  
فیصیبی ما اصابك۔

میرے پیارے یوسف! کاش  
میں تیرے ساتھ ہوتا اور جو  
مصائب تجھ پر برسائے گئے  
میں وہ میں اپنی جان پر لے  
لیتا۔

یہ تو اس باپ کی نوحہ خوانی ہے جس کو معلوم تھا کہ میرا بیٹا زندہ ہے  
بھلا اس باپ کا اندازہ کیجئے جس نے اپنی آنکھوں سے اپنے فخر یوسف کو  
ٹکڑے ٹکڑے خاک و خون میں غلطاً دیکھا ہو۔

سردار انبیاء فرمایا کرتے تھے کہ اولاد تسکین دل ہوتی ہے اور میرا سکون دل  
میرے حسن اور حسین ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ بیٹا بالخصوص جب صالح ہو والدین کے  
دل کی دھڑکن ہوتا ہے۔ اسی لیے ذاتِ امیت نے بھی اولاد کو ثمرات سے تعبیر  
کیا ہے۔ فرماتا ہے۔ ہم تمہیں خوف۔ بھوک۔ مال و جان اور ثمرات (اولاد) میں کمی  
سے آزمائیں گے۔

امادیت میں بھی ہے کہ

ہر چیز کا ایک ثمر ہوتا ہے اور دل کا ثمر اولاد ہے۔

ایک مقام پر بنی کیم نے اولاد کو جگر سے تعبیر کیا ہے فرماتے ہیں۔

اولادنا اکبادنا ان  
عاشوا فتنونا وان  
ماتوا حزنونا۔  
ہماری اولاد ہمارے جگر میں  
اگر زندہ رہیں تو بتلائے فتنہ  
کیے رہتے ہیں اگر مر جائیں تو  
غم زدہ کرتے ہیں۔

وجہ واضح ہے کہ اگر بیٹا مر جائے تو اس کا براہ راست اثر جگر پر پڑتا  
ہے اور جگر پھٹ جاتا ہے۔ یہ چیز انسان سے مخصوص نہیں ہے حیوانات بھی اسی  
ذیل میں آتے ہیں۔

ایک معروف واقعہ کے مطابق آنحضرت کے پاس دو بدوی عرب ایک ناز کا  
نزا لے کر آئے۔ ہر ایک کا دلوں نے تھا کہ ناز میری ہے۔ ایک نے عرض کیا تہا! میرے



تو انھوں نے برسنا شروع کر دیا۔ اور صبح سے شام تک یہ بچی بین کرتے کرتے پورا دن گزار دیتی۔

اس بچی نے اپنے دل کو تسلی دینے کی خاطر اپنے بابا کے نام ایک خط لکھا۔ روزانہ سوچتی تھی کہ اب خط لے کر کون جائے گا۔ ایک دن ایک عرب نے دروازہ پر آکر کہا۔ السلام علیکم یا اہل بیت النبوة وعلیٰ الوالدین ایک دیہاتی ہوں اور عراق جانا چاہتا ہوں۔ اگر کوئی پیغام ہو تو مجھے دے دیا جائے میں پہنچا دوں گا۔ اس شہزادی نے کہا بندہ خدا اللہ آپ پر رحم کرے اگر تکلیف نہ سمجھیں تو میں نے اپنے بابا کے نام ایک خط لکھا ہے میرا خط لیتے جائیں اور میرے بابا کو دے دیں ممکن ہے انہیں کبھی موقع مل جائے تو وہ بھی مجھے کسی کے ہاتھ جواب لکھ بھیجیں۔ اس نے شہزادی سے خط لیا اور چلا گیا۔ اور یوم عاشور ظہر کے قریب آپ کو خط پہنچا یا۔ آپ نے خط پڑھا۔ پھر زخموں سے چور حالت میں خیام میں تشریف لائے تمام مستورات کو جمع کیا اور جناب فاطمہ مغربی کا خط پڑھ کر سنایا۔

اس خط لانے والے کا پتہ نہیں چل سکا کہ یہ بشر تھا یا ملک۔

## پہلی مجلس

## مکہ میں آمد

ہمارے مطابق امام حسینؑ سینچر کے دن ۲۸ رجب سن۴۰ کو مدینہ سے مکہ کے لیے روانہ ہوئے۔ اور جمعہ ۲ شعبان سن۴۰ کو مکہ پہنچے۔ مدینہ سے رواجی کے بعد آپ نے معروف اور غری راستہ اختیار کیا۔ حالانکہ جب عبد اللہ ابن زبیر مدینہ سے بھاگ کر مکہ آیا تھا تو وہ غیر معروف راستہ سے آیا تھا۔ امام حسینؑ سے آپ کے بعض احباب نے عرض کیا بھی کہ۔

ہمارے ساتھ بچے اور ستورات ہیں۔ اس معروف اور غری راستہ پر جاتے ہوئے کہیں مدنی گورنر ہمارے تعاقب میں فروغ نہ بھیج دے۔ اگر مناسب تو ہم بھی عبد اللہ ابن زبیر کی طرح غیر معروف راستہ پر چلیں تاکہ مکہ تک محفوظ رہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میرے ساتھ رہتے ہوئے یہ کبھی نہ سوچنا کہ میں چوڑی چھپے جا رہا ہوں کسی سے چھپ رہا ہوں۔ اس لیے کسی غیر معروف راہ سے چلا ہوں۔ جو مقدمہ جہاں مقدمہ ہے ادب سے مقدمہ ہے وہی پیش آئے گا۔ تمہیں اس بات کا قہر ہے کہ اگر معروف راہ سے چلے تو کہیں موت نہ آجائے اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اگر غیر معروف راہ سے چلا تو کہیں موت نہ آجائے۔ یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ



جب موت آنا ہی ہے خواہ سارہ معروف ہو یا غیر معروف تو پھر غیر معروف راہ کی غیر معروف موت ہونے کی بجائے معروف راہ کی معروف موت ہی کیوں نہ اختیار کی جائے۔ میں کہہ چاہتا ہوں کہ اس معروف راہ کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

جناب سکینہ سے مروی ہے کہ جب ہم مدینہ سے چلے تو ہماری تمام مستودات خوف زدہ اندر بھی ہوئی تھیں۔

مؤلف !

دل چاہتا ہے عرض کروں بی بی ! آج تو آپ کے تمام محافظ آپ کے ساتھ ہیں کچھ آگے۔ کچھ پیچھے۔ کچھ دائیں کچھ بائیں۔ خدا معلوم اس وقت آپ کا کیا حال ہوگا جب آپ کا یہ قافلہ شرمی سالار عین کربلا سے کوثر اور کوثر سے شام کے لیے چلے گا اور آپ کے ارد گرد آپ کے بھائیوں اور باپ کے قاتل ہوں گے

مستہ میں عبد اللہ ابن نعیم عدوی امام حسینؑ سے ملا اور پوچھا۔

میرے مولا کہاں کا ارادہ ہے؟

آپ نے فرمایا۔ فی الحال تو کہ جاؤں گا اس کے بعد حالات دیکھ کر ہی کسی طرف جانے کا فیصلہ کروں گا۔

عبد اللہ نے عرض کیا۔ قبلہ اگر ممکن ہو تو اس طرح چاہیں پلے بائیں۔ لیکن عراق نہ جائیں۔ ویسے اگر مکہ ہی میں مستقل قیام فرمائیں تو آپ کے لیے زیادہ موزوں ہوگا کیونکہ پلے جہاز ہیں آپ کے ہم پلہ کوئی نہیں اور نہ ہی مائل جہاز کسی اور کو آپ کے برابر سمجھیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ دیکھیں گے جو اللہ کا حکم ہوگا اسی پر عمل کروں گا۔

جب آپ داخل مکہ ہوئے تو اس آیت کی تلاوت فرما رہے تھے۔

لما توجه تلقاء مدين قال جب مدین میں آیا تو کہا مقرب  
عسی ربی ان یشددینی اشد محبہ صراط مستقیم کی ہدایت  
سواء السبیل۔ دے گا۔

جیسے اہل مکہ اور مکہ کے بیرون سے آنے والوں کو علم ہوتا گیا کہ فرزند رسولؐ مدینہ چھوڑ کر مکہ تشریف لے آیا ہے تو مختلف قسم کے افراد آپ سے ملاقات کو آنے لگے۔ ان میں سے کچھ مشورے دینے والے اور کچھ آپ کے مافی الغیر سے مطلع ہونے والے تھے۔ اور اکثریت اہل مکہ کی مظلومیت پر انھوں نے کرنے والی تھی۔

عبد اللہ ابن زبیر ہر دوسرے دن آپ کے پاس آتا تھا۔ آپ کے مکرمیں قیام کا جس قدر بوجھ عبد اللہ ابن زبیر پر تھا اور کسی پر اتنا نہیں تھا۔ کیونکہ امام حسینؑ کے کہہ پھرنے سے قبل عبد اللہ ابن زبیر کے گرد جو اجتماع ہو رہا تھا۔ آپ کے ورد و مکہ کے بعد رفتہ رفتہ کم ہونے لگا۔ اور ابن زبیر کی اہمیت کم ہونے لگی۔ اسے معلوم تھا کہ اگر حسینؑ نے مکہ میں مستقل قیام کا فیصلہ کر لیا تو اہل مکہ میری طرف تو جبر بھی نہیں کریں گے۔

اور اگر معاملہ زید کے خلاف بغاوت تک پہنچا تو بیعت امام حسینؑ کی ہوگی میں ویسے کا دیسا رہ جاؤں گا۔

وہ اپنی برآمد میں امام حسینؑ کا ارادہ دیانت کرنے کی خاطر مختلف قسم کی باتیں کرتا رہتا تھا مثلاً  
ایک مرتبہ کہا۔

اگر آپ مکہ میں رہ جائیں اور ہمیں اہل حجاز کو دعوت بیعت دے دیں تو ہم آپ کی دعوت پر بیک کہیں گے۔ آپ کی طاقت مضبوط بنائیں گے۔ ہر لحاظ سے



آپ سے تعاون کریں گے۔ آپ اس مسئلہ کے یزید اور یزید کے باپ سے یقیناً بہتر ہیں۔

امام حسینؑ نے جواب دیا۔

دیکھ عبد اللہ۔

میں اپنے دفن کے لیے دریاۓ فرات کے ویران کنارے کو اس بات پر ترجیح دوں گا کہ میری وجہ سے بیت اللہ کی عظمت پامال ہو اور میرے خون سے بیت اللہ کا فرش رنگین ہو۔ میں نے اپنے نانا اور باپ سے سنا تھا کہ ایک بدنصیب کی وجہ سے بیت اللہ کی عظمت داغدار ہوگی اور میں وہ بدنصیب نہیں بننا چاہتا۔

ابن زبیر آپ سے یہ جواب سنا کر خوش ہو گیا۔

اور کہنے لگا۔

اللہ آپ کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ ویسے اگر مجھے اتنے جاننا مل جاتے جتنے آپ کے پاس ہیں تو میں کبھی بک نہ چھوڑتا۔

۸ ذی الحجہ کو عین اس وقت جب ایام حج کا شباب تھا۔ آپ احرام حج توڑ کر مکہ سے عازم عراق ہوئے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

محمد مجھے معلوم ہے بیت اللہ سے جتنا مجھے پیار ہے شاید اور کسی کو ہوگا۔ تجھے معلوم ہے اس بیت اللہ کی زیارت کو میں مدینہ سے پیدل آیا کرتا تھا۔ اور میں نے پچیس حج پیدل کیے ہیں لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ مکہ آنے والے حاجی بن کر آتے تھے۔ اس سال میں جانتا ہوں کہ تمام آنے والے حاجی نہیں ہیں بلکہ ان میں کچھ کرائے کے قائل ہیں جنہوں نے لباس احرام کے بچے تولیں چھپا رکھی ہیں۔ اور وہ موقعہ پا کر مجھے مکہ میں قتل کر دینا چاہتے ہیں جبکہ میں بیت اللہ کی عظمت کو پامال کرنا نہیں چاہتا۔

## فصل ۵

اس فصل میں سات مجالس ہیں



پہلی مجلس

## آپ کا مکہ میں قیام اور اہل کوفہ کے خطوط

ارشاد شیخ مفید کے مطابق ایک طرف اہل کوفہ کو معاویہ کی خبر موت اور یزید کا کردار معلوم ہوا اور دوسری طرف امام حسین کے متعلق معلوم ہوا کہ انہوں نے بیعت یزید سے انکار کر دیا ہے اور مدینہ چھوڑ کر مکہ آگئے ہیں تو اہل کوفہ سلیمان ابن مرثدہ خراسانی کے گھر جمع ہوئے۔

سلیمان نے کہا کہ معاویہ کی موت امام حسین کا بیعت یزید سے انکار تمہیں معلوم ہو چکا ہے۔ لہذا اب ایسا کرو امام حسین کو خط لکھو کہ وہ کوفہ تشریف لائیں بشرطیکہ تم اپنے دل میں نصرت امام حسین کی طاقت اور اہالیان شام کے مقابلہ کی سکت رکھتے ہو اگر کسی اعتبار سے تمہیں اپنے اوپر فتاد نہ ہو تو پھر میرے دوسرے گزارشات ہیں تم بھی خاموشی سے وقت گزارتے رہو۔ اپنے تمام معاملات اللہ کے سپرد کرو۔ جیسے مناسب سمجھے گا کرے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ امام حسین تمہاری دعوت پر آجائے اور تم منہ پھیر لو۔

تمام نے کہا۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم نواسہ رسول کو ہلا کر چھوڑ دیں۔ چنانچہ آپ کو پہلا خط یہ لکھا گیا۔

باسم تعالیٰ سلیمان ابن مرثدہ سیب ابن نخعہ رفاعہ ابن شداد بکلی۔ حبیب ابن مظاہر ائمہ تمام مسلمین کوفہ کی طرف سے فرزند رسول حسین ابن علی علیہ السلام کو۔

اما بعد۔ اس اللہ کی حمد ہے جس نے آپ کے سرکش دشمن کی طاقت کو اپنی قدرت کاملہ سے توڑ دیا ہے۔ وہ صرف آپ کا دشمن ہی نہ تھا۔ بلکہ پوری امت مسلمہ کا دشمن تھا۔ جبر و اکراہ سے امت مسلمہ کی باگ ڈور کا مالک بنا بیٹھا تھا۔ جس کے ظالمانہ دور حکومت میں ہر شریف نعمت زندگی چھین لی گئی اور ہر لنگے کو بے پناہ آفات سے نوازا گیا تھا۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت ہمارا کوئی رہنما اور امام نہیں ہے۔ درخواست ہے آپ تشریف لے آئیں ممکن ہے آپ کی بدولت اللہ ہمیں ایک جگہ حق پر جمع کر دے۔ آپ یہ بھی جانتے ہونگے کہ اس وقت کوفہ کا گورنر نعمان ابن بشیر ہے اور کوئی بھی شریف آدمی اس کی اقتدار میں نماز پڑھتا تو کجا اس کی موجودگی میں مسجد میں جانا بھی گوارا نہیں کرتا۔

جب ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ آپ نے ہماری درخواست قبول کر لی ہے اور آپ ہمارے پاس تشریف لارہے ہیں تو اولاً تو خود یہاں سے چلا جائے گا اگر وہ خود نہ گیا تو ہم اسے چلتا کریں گے۔

یہ خط عبد اللہ ابن مسیح اور عبد اللہ ابن مال کو دے کر بھیجا۔ یہ دونوں بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے دس رمضان سنہ کو مکہ میں آپ کے حضور پہنچے اور آپ کو خط دیا۔

مذکورہ بالا دونوں نامہ برضاؤں کے جانے کے دو دن بعد اہل کوفہ نے ایک ایک دو دو اور چار چار افراد کے نام سے ڈیڑھ سو خط دے کر تیس ابن



مصر پیداوی عبد اللہ ابن شداد و عمارہ ابن عبد اللہ سلولی کو بھیجا۔

دو دن کے بعد پھر ہانی ابن ہانی سبھی اور سعید ابن عبد اللہ حنفی کو خطوط دے کر بھیجا۔ ان خطوط کی تحریریں اگرچہ مختلف تھیں لیکن ان تمام میں قدر مشترک یہ تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم حسین ابن علی کی طرف اہل کوفہ کی طرف سے۔ اما بعد۔  
مبتدا جلد ممکن ہو سکے تشریف لائیں لوگ صرف اور صرف آپ کے انتظار میں ہیں۔ آپ کے علاوہ کسی کو قبول نہیں کرتے۔

العجل العجل العجل العجل العجل

ان کے بعد سببث ابن ربیع۔ بجار ابن ابی یزید ابن عمارث۔ عمروہ ابن قیس عمرو ابن جراح زبیدی اور محمد ابن عمرو قمی نے جو خط لکھا۔ وہ یہ تھا۔  
اما بعد پورے سرسبز ہیں۔ پھل پکے ہیں۔ زمین ہموار ہے۔ بارش فخر آمد ہے آپ جب چاہیں تشریف لے آئیں۔ آپ کو ہر وقت صلح لشکر ملے گا۔

والسلام

تمام خط لے جانے والے کو میں آپ سے باری باری ملتے رہے لیکن آپ نے کسی کو کوئی جواب نہ دیا۔ ستنے کہ ایک ایک دن میں چھ چھ سو خط تک آپ کو موصول ہوئے خطوط کا یہ سلسلہ مسلسل چلتا رہا بارہ ہزار خط اکٹھے ہو گئے۔ آپ نے ان تمام خطوط کو سنبھال کر رکھنے کا حکم دیا۔ دوسرے جن میں پر ہو گئیں۔ شاید آپ کا مقصد یہ تھا کہ جب کبھی ضرورت پڑ گئی تو یہ تمام خطوط انہیں دکھائے جائیں گے۔

اور پھر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ کوفہ کے بعد کوفہ کی طرف آتے ہوئے مقام قادسیہ پر جب لشکر حوٹے آپ کا راستہ روکا۔ اور اس لشکر میں سببث ابن ربیع

بجاریہ ابی بکر قیس ابن اشعث اور یزید ابن عمارث وغیرہم میں سے ایک ایک کا نام لے کر لکھا اور فرمایا۔

اگر آج میرا راستہ روکنا تھا تو مجھے بلایا کیوں تھا۔ لشکر میں شامل بہت کم افراد ایسے ہوں گے جن کے خطوط میرے پاس نہ ہوں۔ لو اپنے خطوط دیکھ لو۔  
ان میں سے ہر ایک نے سر جھکا لیا۔ اور شرمندگی سے کوئی جواب تک نہ دے سکے۔

ابن شمر اسلوب کے مطابق سلسلہ خطوط اس حد تک پہنچ گیا کہ اب درختوں اور اپیلوں کے بجائے خطوط کا انداز تحریر یہ ہو گیا تھا کہ

اگر آپ تشریف نہ لائے تو یوم حشر ہمارے اعمال کے ذمہ دار آپ ہوں گے آپ کے قدموں میں نصرت حق کی خاطر سرکٹنے والوں کی وافر مقدار موجود ہے آپ اہل حق ہیں۔ ہماری تعداد ایک لاکھ سے کم نہیں ہے۔ یہاں قرآن کو پس پشت ڈالا جا رہا ہے۔ حدیث کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ چکے ہیں کھے بندوں شرب پی جاتی ہے۔ اموی گورنر بندوں سے کھیتے ہیں۔ ساز اور آلات سے فارغ نہیں ہوتے۔

ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ۔

ان خطوط کو پڑھنے کے بعد امام حسینؑ اٹھے رکن اور مقام کے درمیان دو رکعت نماز ادا کی اور استخارہ کیا۔ پھر مسلم ابن عقیل کو بلایا اور اسے کوفہ جانے کا حکم دیا۔ اور اہل کوفہ کو خط لکھا۔

جس شدت۔ حاجت اور تفریح سے تم لوگوں نے مجھ سے کوفہ آنے کا مطالبہ کیا ہے وہ تمہیں بھی معلوم ہے اور میرے پاس بھی تمہارے خطوط موجود ہیں اور



تمہارے اس شدید اصرار کے پیش نظر میں اپنا بھائی - اپنا چچا زاد اپنا قابل اعتماد اور اپنے اقربا میں اپنی نگاہ امامت میں فاضل ترین فرد مسلم ابن عقیل کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ اگر اس نے مجھے تمہاری طرف سے اعتماد دلایا تو انشاء اللہ میں آ جاؤں گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مسند امامت پر بیٹھنے کا مستحق وہی ہے جو کتاب خدا پر عمل کرے۔ دین حق کی ترویج کرے۔ اور اللہ پر توکل کرے۔

والسلام

پھر جناب مسلم سے فرمایا۔

تقویٰ۔ رازداری اور خوش اخلاقی کو پیش نظر رکھنا۔ اگر اہل کوفہ پر اعتماد کرنا تو مجھے کھد دینا۔

اس کے بعد آپ نے قیس بن معمر صیداوی اور ایک کوفی گروہ کے ہمراہ جناب مسلم کو کوفہ بھیجا۔

ناصح التواریخ کے مطابق الوداع کرتے ہوئے جناب مسلم کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑے۔ بہتی آنکھوں سے امام حسینؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا قدم چومے اور عرض کیا۔

میرے آقا! مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ آج کے بعد ہماری ملاقات قیامت میں ہوگی اور دینا کی یہ آخری ملاقات ہے۔

جناب مسلم کے یہ فقرے سنا امام حسینؑ بھی ضبط نہ فرما سکے۔ روتے ہوئے اٹھے جناب مسلم کو گلے لگایا اور دعائے عافیت دے کر روانہ کیا۔

جناب مسلم راستہ میں کافی دیر تک روتے گئے جب ساتھیوں نے کثرت گریہ کی وجہ پر بھی تو آپ نے بتایا۔

آج حادثات زمانہ نے میرے اور میرے آقا کے مابین ایسی علیحدگی ڈال دی ہے جو قیامت سے پہلے کبھی پر نہ ہوگی۔ میرا دل جل رہا ہے میں جانتا ہوں کہ میری آنکھوں کا یہ آخری دیدار تھا۔ اور پھر میرے آقا سے میرے فاصلہ کو سفر کا ہر قدم بڑھاتا چلا جائے گا۔

پندرہ ماہ رمضان کو جناب مسلم مکہ سے روانہ ہوئے۔ اور پانچ شوال کو کوفہ پہنچے لوگ آپ کو دیکھ کر بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے تیس ہزار کوفی نے آپ کی بیعت کی آپ نے اپنی طرف سے ہر قسم کا اطمینان ہو جانے کے بعد اور اپنی شہادت سے تائیس دن پہلے خط لکھ لے کر آپ کو کوفہ تشریف لے آئیں لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔

ابو مخنف کے مطابق اس خط کے بعد جناب مسلم کی طرف سے پھر کوئی اطلاع امام حسینؑ کو نہ ملی۔ اس طویل خاموشی سے آپ پریشان ہو گئے اور مکہ سے روانگی کا ارادہ کر لیا۔ چونکہ کوفہ جانے کا راستہ مدینہ سے ہو کر جاتا تھا اس لیے آپ کو ایک مرتبہ مدینہ آنا پڑا۔

آپ ایک مرتبہ سر در کونین کے مزار کی زیارت کو مدینہ تشریف لائے مزار کو گلے لگایا۔ اور بے ساختہ رو پڑے اسی گریہ میں آپ کی آنکھ مزار پر سی لگ گئی عالم خواب میں نبی کونین کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔

حسین بیٹے! ہم جنت میں آپ کے مشتاق ہیں۔

آپ اٹھے اے اللہ وانا ایدہ، راجعون پڑھنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ

بستر مرض پر بستے۔ آپ نے جناب محمد کو اپنا خواب سنایا۔

جناب محمد نے پوچھا۔ پھر کیا ارادہ ہے؟



امام حسینؑ نے فرمایا۔ عراق کی طرف جانا چاہتا ہوں۔

جناب محمدؐ نے عرض کیا۔ میری خواہش تو تھی کہ آپ اپنے نام کے حرم کو نہ چھوڑتے۔

امام حسینؑ نے فرمایا میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے میرے نام کے حرم کی توہین ہو میری نگاہ میں احترام میں مدینہ مکہ سے ہرگز کم نہیں ہے۔

جناب محمدؐ نے عرض کیا۔ جان برادر! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے ہاتھ لڑتے ہیں اور میں تلوار نہیں اٹھا سکتا۔ پھر آپ اتنا رونے کہ غش کھا گئے۔ جب غش سے افادہ ہوا تو۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بھیا میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ میرے لیے تو آپ آج ہی سے شہید ہو چکے ہیں۔

مؤلف۔

آج مدینہ میں محمد حنیفؒ سے الوداع اور یوم عاشورہ میدان کربلا میں اپنے بیمار بیٹے سے الوداع دونوں الوداع کس قدر مشاہرہ ہیں۔

دوسری مجلس

## جناب سلم کا سفر کوفہ

ایک مرتبہ حضرت علیؑ نے نبی اکرمؐ سے اپنے بھائی عقیل کے متعلق ایک سوال

کیا کہ۔

قبلہ! کیا آپ کو عقیل سے محبت ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں یا علیؑ۔

مجھے عقیل سے دو وجوہ کی بنا پر محبت ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ میرے محسن

اسلام چچا کو عقیل سے محبت تھی اور ثانیاً اس لیے کہ عقیل کا ایک بیٹا آپ کی اولاد

سے محبت میں شہید ہوگا۔ جس کی شہادت پر مومنین آنسو بہائیں گے اور ملائکہ

درود پڑھیں گے۔ پھر آپ خود رو دیے آپ کے آنسو آپ کے سینہ مبارک تک

بہہ آئے۔ اور فرمایا۔

میری عزت کے ساتھ میرے بعد میری امت جو سلوک کرے گی میں اس کا شکوہ

صرف اللہ کے سامنے ہی کر سکتا ہوں۔

جناب عقیل جناب جعفرؑ سے دس برس کم سن تھے ایک مرتبہ معاویہ کے پاس شام



چلے گئے، اور کچھ دن وہیں ٹھہر گئے۔

ایک دن معاویہ نے جناب عقیل کی طرف اشارہ کر کے درباریوں سے کہا۔  
انہیں تم پہنچاتے ہو میرا مطالب کا بیٹا اور علیؑ کا بھائی ہے اور میرے پاس  
رہتا ہے، اگر یہ مجھے اپنے علیؑ بھائی سے بہتر نہ سمجھتا تو میرے پاس کیوں ٹھہرتا۔

جناب عقیل نے فرمایا۔ معاویہ ایسی بات نہیں ہے باتیں دو ہیں۔ ایک دین  
ہے اور دوسری دنیا ہے، میرے بھائی نے دنیا کو طلاق دے رکھی ہے اور تو  
نے دنیا کو گلے لگا رکھا ہے۔ میرے بھائی نے دین کو گلے لگا رکھا ہے اور تو نے  
دین کو پس پشت ڈال رکھا۔ اس مناسبت سے کہہ سکتا ہوں کہ دین میرے بھائی  
کے پاس ہے اور دنیا تیرے پاس ہے۔ جب دین کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو  
بھائی سے لیتا ہوں اور جب دنیا کی ضرورت ہوتی ہے تو تجھ سے لے لیتا ہوں  
اور اللہ سے حسن خاتمہ کی دعا کرتا ہوں۔

قیام شام کے دوران ایک دن جناب عقیل معاویہ کے پاس آئے معاویہ  
نے جناب عقیل سے کہا۔

اگر کوئی کام ہو تو تواف میں چاہتا ہوں کہ آپ کا کام کر دوں۔  
جناب عقیل نے فرمایا۔ یہاں ایک لڑکی ہے میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں  
لیکن اس کے والدین رضامند نہیں ہو رہے۔

معاویہ نے ازراہ مذاق کہا۔ عقیل!

اس لڑکی سے شادی کر کے کیا کرو گے؟

جناب عقیل نے کہا۔ معاویہ میں اس قید کو جانتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ  
اگر اس لڑکی میری شادی ہو جائے تو مجھے امید ہے کہ

اللہ تعالیٰ مجھے اس کے شکم سے ایسا بچہ دے گا تو جس وقت بھی اس کو غصہ  
دلے گا۔ تو وہ زبانی جواب کی بجائے تلوار نکال لے گا۔

معاویہ نے کہا میں تو آپ کے ساتھ ایسے ہی مذاق کر رہا تھا۔ معاویہ نے کوشش  
کی اس بی بی سے جناب عقیل کی شادی ہو گئی۔ اس کا نام علیہ تھا۔ اسی کے شکم سے  
جناب مسلم پیدا ہوئے۔ جب جناب مسلم اٹھارہ برس کے ہوئے تو آپ نے مدینہ  
میں اپنا ایک مکان معاویہ کے ہاتھ ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا۔ جناب امام حسینؑ کو پتہ  
چلا تو آپ نے معاویہ کو لکھا کہ مسلم نے جو اراضی تجھے فروخت کی ہے۔ اسے علم  
نہیں تھا۔ وہ اس کی ملکیت نہیں ہے لہذا اپنی رقم اگر چاہے تو واپس لے لے  
معاویہ نے جناب مسلم کو بلایا اور کہا مسلم تو نے مجھے دھوکا دیا ہے میرے پیسے  
واپس کر دے۔ معاویہ نے لہجہ انتہائی ترش استعمال کیا۔ جناب مسلم کو غصہ آ گیا۔  
آپ نے تلوار نکال لی۔ معاویہ جو نہی تلوار دیکھی ہنستہ ہنستہ لوٹ پوٹ ہو گیا۔  
جب درباریوں نے دہر پوچھی تو معاویہ نے کہا۔

مجھے آج سے اٹھارہ برس پہلے عقیل کی بات یاد آ گئی ہے۔ جب مسلم کی والدہ کی  
عقیل سے شادی کی بات چلی تھی۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں لکھا ہے کہ جناب مسلم کی تربیت حضرت  
علیؑ کی آغوش ولایت میں ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے آپ مقام عصمت سے کم  
اور دیگر افراد کے ہر بلند مقام سے بھی اعلیٰ اور ارفع تھا۔ نبی کو نبی نے جو حضرت  
مسلم کے متعلق فرمایا ہے۔

اس سے چند امور انتہائی وضاحت کے ساتھ سامنے آتے ہیں۔

جناب مسلم کی شہادت پر گریہ ایمان کے لوازم سے ہے۔



جناب مسلم کی شہادت پر تمام ارض و سما اور ملائکہ مقربین نے گریہ کیا۔  
 جناب سید الشہداء کے حواریوں میں جناب مسلم کا مقام وہی ہے جو جناب  
 قربی ہاشم اور مشکل نبی کا ہے۔  
 جناب مسلم پانچ سوال سن کر کوفہ پہنچے مختار کے گھر قیام کیا۔ لوگ آکر  
 بیعت کرنے لگے۔ کم و بیش اٹھارہ ہزار افراد نے بیعت کی۔ جناب مسلم نے امام حسینؑ  
 کو خط لکھا کہ حالات سازگار ہیں اور اہل کوفہ مائل ہونا ہیں آپ تشریف لے آئیں۔  
 کچھ دنوں بعد عبداللہ ابن زیاد کوفہ پہنچ گیا۔ اس نے اہل کوفہ سے کہا۔  
 شام سے لشکر یزید روانہ ہو چکا ہے۔ تمہیں تمہارے یکے کی منزل ملے گی ہمارے  
 نزدیک ہر وہ شخص جو یزید مخالف سرگرمیوں میں حصہ لے گا وہ مجرم ہو گا۔ اگر کسی گھر  
 کا تہ دست ہمیں نہ ملا تو ہم بیمار کو دھریں گے۔ اگر لوگ گھروں سے غائب ہو گئے۔ تو  
 جوں جائیں گے انہی کو گرفتار کیا جائے گا۔ اگر مرد نہ ملے تو عورتیں جیل میں ڈالی جائیں  
 گی۔ اگر اور کچھ نہ ملا تو گھر کا تمام سامان جتنی سرکار ضبط کر لیا جائے گا۔ اگر گھر میں کچھ بھی  
 نہ ملا تو گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔

عوامی تقریر کے بعد ابن زیاد نے سرداروں کو بلایا اور ہر سردار کو اس کی  
 ذہنیت کے مطابق جناب مسلم کے تعاون سے روکنے لگا کچھ کو تلوار دکھائی۔ بعض کو  
 زور جو اہر دکھائے۔ بعض کو گود نریوں کا لالچ دیا اور بعض پر تشدد کیا۔ دوسرے دن  
 مغرب کی نماز میں جناب مسلم کے ساتھ تیس آدمی تھے۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر  
 باہر نکلے تو اٹھارہ آدمی تھے۔ جب چند قدم چلے تو دس آدمی ساتھ رہ گئے۔ جب  
 کچھ اور آگے چلے تو کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ جب آپ تنہا رہ گئے تو گلیوں میں حیران و  
 پریشان پھرتے ہوئے ایک دروازہ پر آکر رک گئے۔ دروازہ کھلا۔ اندر سے

طوع نامی عورت باہر آئی۔ یہ اشعث ابن قیس کی آزاد کردہ کنیز تھی۔ اشعث نے اس  
 کی شادی سید خضر فی سے کر دی تھی سید سے اس عورت کا بلال نامی ایک بچہ تھا۔  
 اس وقت بلال ابن زیاد کے دربار میں تھا۔ طوع نے پوچھا بندہ خدا کیا بات ہے؟  
 جناب مسلم نے فرمایا۔ اگر ہو سکے تو ایک گھونٹ پانی پلاؤ۔ طوع پانی لائی۔ آپ نے  
 پانی پیا اور اسی جگہ بیٹھ گئے۔ طوع نے کہا بندہ خدا اب اپنی راہ لے۔ گھر جا۔ جناب مسلم  
 خاموش ہو گئے۔ طوع نے جب اصرار کیا تو جناب مسلم نے فرمایا۔ بی بی میں آپ کے  
 اس شہر میں مسافر ہوں مجھے ان لوگوں نے بلایا تھا اب تنہا چھوڑ دیا ہے طوع نے  
 پوچھا تو کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ میں مسلم ابن عقیل سفیر حسین ہوں۔ طوع نے کہا۔ کیا  
 واقعی تو مسلم ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں میں مسلم ہوں۔ طوع نے کہا پھر اندر تشریف لے  
 آئیں۔ جناب مسلم اندر آئے۔ طوع نے کمرہ میں علیحدہ بستر بچھا دیا۔ آپ مصروف عبادت  
 ہو گئے۔ بلال جب گھر آیا تو اس نے ماں کو بار بار دوسرے کمرے میں جاتے دیکھا۔ ماں  
 سے پوچھا وہاں کون ہے؟ طوع نے بتانے سے انکار کر دیا۔ جب بلال نے مجبور کیا  
 تو بلال سے قسم لی اور اسے بتایا کہ آج سفیر حسینؑ ہمارا مہمان ہے۔ اس غیبت نے  
 خاموشی اختیار کر لی۔ صبح اٹھتے ہی سید صالح ابن زیاد کے پاس پہنچا اور جا کر اطلاع دی کہ  
 آج رات سے سفیر حسینؑ ہمارے ہاں مہمان ہے۔







جھٹ پر جا کر اس کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔  
ابن اشعث نے ابن زیاد کو پیغام بھیجا کہ مجھے اور ملک بھیج۔

ابن زیاد نے کہلا بھیجا۔

تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تیری قوم بھر پر آنسو بہائے۔ تو کیا جہان ہے  
ایک ہاشمی ہے اور تیرے ساتھ تین سو ستر افراد تھے۔ ایک شخص نے ایک سوا سی کو کاٹ  
ڈالا اور تم بھی تک دیکھتے پھر رہے ہو۔ اچھا ہوا کہ میں نے تجھے اس کے مقابلہ میں  
نہیں بھیجا۔ جو مسلم سے کہیں زیادہ شجاع اور مضبوط ہے۔

ابن اشعث نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے تو نے مجھے کوفہ کے کی بنزی  
فروغی کے مقابلہ میں بھیجا ہے۔

اگر تیرے ذہن میں کوئی اس قسم کا خیال ہے تو دہل سے نکال دے یہ  
کوفہ کا بنزی فروغی نہیں ہے۔ یہ شیر پیشہ شہسوار اور قاطع تلوار ہے۔ جو محمد مری کی  
آل سے ہے۔

ابن زیاد نے جواب میں اور لشکر بھیجا اور ساتھ ہی پیغام بھیجا کہ۔  
میں بھر چکا ہوں۔ تو جنگ سے اس پر تیار نہیں پائے گا۔ اس سے فریب  
کر امان دے۔

جب ابن زیاد کا پیغام پہنچا تو ابن اشعث غور توں اور بچوں کو مکانوں کی چھتوں  
پر چڑھا چکا تھا اور وہ لوگ چھتوں کے اوپر سے جناب مسلم پر اینٹیں، پتھر اور  
آگ برسا رہے تھے۔ ملنے تیریزے اور تلواریں تھیں اوپر سے پتھر۔ اینٹیں اور  
آگ تھی۔ ملنے بجو ابن حمران آگیا۔ بجو پر آپ نے کئی داریاں بکھڑا کر دیں اور  
آپ کے چہرہ پر لگا۔ جس سے آپ کے ہونٹ کٹ گئے۔ اور معدودات اکٹری گئے۔

خون بہنے لگا۔ جواب میں آپ نے بکر کے سر پر اور کندھے پر باری باری وار  
کیے جس سے وہ واصل جہنم ہو گیا۔ پھر آپ نے حملہ کیا۔ ابن اشعث مارنے آیا  
اور کہا۔

مسلم! بھلا اب کیا مقابلہ کرو گے اگر تلوار پھینک دو اور جنگ سے باز  
آ جاؤ تو تمہیں امان دیتا ہوں۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ بھلا فاسق۔ ناجراور کسی مکار کی امان بھی ہوتی ہے  
پھر آپ نے یہ رجز پڑھے اور حملہ کر دیا۔

میں نے قسم کھا رکھی ہے۔ کہ

شرافت کی موت مردوں کا

اگرچہ موت کا جام انتہائی تلخ

ہوتا ہے۔

ہر شخص ایک دن موت سے

ملاقات کرے گا۔ مجھے ڈر

ہے کہ کہیں مجھ سے دھوکا اور

مکڑنہ کیا جائے۔

ابن شہر آشوب نے لکھا ہے کہ آپ پر اس قدر پتھر اور آگ برسائی گئی  
کہ آپ کی آنکھوں کے سامنے تاریکی چھا گئی۔ آپ نے ایک دیوار کا ہمارا لیا۔

منتخب التاریخ کے مطابق جب ابن اشعث نے دیکھا کہ مسلم زخموں سے چور  
حالت میں بھی میرے کسی سپاہی کو قریب نہیں آنے دے رہا اور کوئی بھی اسے  
گرفتار کرنے کی خاطر آگے نہیں بڑھ رہا تو اس نے مکر کا ایک اور جال بچھایا اس



نے ایک کوچ میں گڑھا کھدوایا۔ اوپر سے چھپا دیا اور جناب مسلم کو گھیر کر اس کو کوچ میں لائے جناب مسلم جنگ لڑتے ہوئے جب وہاں پہنچے تو آپ گڑھے میں گر گئے اور لوگوں نے آپ کو گھیر لیا۔

ابن اشعث نے آپ کے چہرہ پر تلوار کا وار کیا۔ پھر سیوں میں جکڑ لیا گھوڑے پر سوار کر کے لے آئے۔ تلوار چھین لی اس وقت آپ نے رجز پڑھا اور دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

کسی نے کہا اب کس لیے روتے ہو۔ آپ بیسے بہادر تو اپنی موت پر نہیں روتے۔

جناب مسلم نے فرمایا۔

اپنے لیے ہرگز نہیں رو رہا۔ مجھے میری موت کا کوئی افسوس نہیں ہے کیونکہ میں جی بھر لڑا ہوں اور اپنے ارمان پورے کر دیے ہیں۔ مجھے تو فرزند رسول کی یاد رلا رہی ہے میں انہیں کو ذرا آنے کو کھڑا چکا ہوں اور میرے اندازہ کے مطابق وہ مکہ سے کوچ کر چکے ہوں گے۔

پھر ابن اشعث سے فرمایا۔

اگر ہو سکے تو میری طرف سے ایک آدمی امام حسین کو بھیج دے جو جا کر انہیں میری طرف سے یہ پیغام دے دے کہ میں قید ہو چکا ہوں۔ آپ تشریف نہ لائیں۔

جب آپ کو دارالامارہ میں لایا گیا تو آپ نے پانی سے لبریز گڑھا دیکھا۔ آپ نے پانی مانگا۔

مسلم ابن عمرو باہلی نے کہا خدا دیکھ کتنا ٹھنڈا پانی ہے لیکن یہ بھی یاد رکھیں اس

میں سے آپ کو ایک قطرہ بھی نہ ملے گا۔

جناب مسلم نے پوچھا۔ تو کون ہے؟

اس نے جواب دیا میں مسلم ابن عمرو باہلی ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ مسلم تو میرا ہم نام ہے لیکن کتنا قسی القلب۔ سنگدل اور بد اخلاق ہے۔

اتنے میں عمرو ابن مدیث نے اپنے غلام کو بلایا اور اسے کہا کہ جا مسلم کو پانی دے دے۔ وہ پانی کا جام بھر کر لایا۔ جناب مسلم نے جام لیا۔ پینے کے ارادہ سے منہ کے قریب لائے۔ بہتا ہوا خون گر گیا۔ آپ نہ پی سکے۔ تین جام تبدیل کیے گئے۔ جب ہر جام خون سے پر ہو گیا تو آپ نے فرمایا۔ میرے خیال میں اب اس دنیا میں میرا دانہ پانی ختم ہو گیا ہے۔

پھر آپ کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا۔

لہوف کے مطابق آپ نے ابن زیاد کو سلام نہ کیا۔

دربان نے جناب مسلم سے کہا امیر کو سلام کرو۔

آپ نے فرمایا۔ تجھ پر اللہ کی پھٹک ہو غاموش رہ۔ میں نے کب اسے امیر بنایا ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ مسلم! خواہ تو سلام کرے یا نہ کرے۔ تیری زندگی ختم ہو چکی ہے۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ میں اس کے لیے تیار ہوں۔ کیوں کہ مجھ سے پہلے تجھ سے ہزار شخص نے مجھ سے بدتر ہستی کو شہید کر دیا تھا۔ اگر میں تیرے ہاتھ سے شہید ہو گیا تو کوئی فرق نہیں پڑے گا اور نہ ہی مجھے انہوں ہو گا۔



ابن زیاد نے کہا۔ تجھے معلوم ہے کہ تو نے یزید سے بغاوت کی ہے۔  
جناب مسلم نے فرمایا۔ یزید سے بغاوت میں نے نہیں تمام امت مسلمہ  
نے کی تھی۔

ابن زیاد نے کہا۔ آپ اس شہر میں کیوں آئے تھے؟  
جناب مسلم نے فرمایا۔ یزید کے گورنر نے جو بدعات اور خلاف اسلام اعمال  
شروع کر دیئے تھے۔ ان کے خلاف اس شہر کے باسیوں نے ہمیں بلایا تو ہم آئے ہیں  
اپنی طرف سے نہیں آئے۔ تم لوگوں نے کتاب خدا کو چھوڑ دیا۔ سنت رسول کو پامال کر  
دیا۔ ہم امراء المؤمنین اور نبی عن المنکر کے لئے آئے تھے۔

ابن زیاد نے حضرت علیؓ، امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو سب و مظہم کرنا شروع  
کر دیا۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ تجھے یہ شخص کس قسم سے یہی نکل سکتا ہے۔  
ابن زیاد نے کہا۔ اب مرنے کی خاطر تیار ہو جا۔  
جناب مسلم نے فرمایا۔ میں تو مکہ سے تیار ہو کر آیا تھا۔ بس مجھے وصیت کرنے  
کی اجازت دے دے۔

ابن زیاد نے کہا۔ جو وصیت کرنا چاہتا ہے کر لے۔

آپ نے دربار میں دیکھا عمر ابن سعد بیٹھا ہوا نظر کیا۔

ابن سعد سے فرمایا۔

کیا تو میری وصیت پر عمل کرے گا۔

میں طیعتگی میں تانا چاہتا ہوں۔

غرمعد نے انکار کر دیا۔

ابن زیاد نے عمر سے کہا۔ اے تجھے خواب کرے بعد وصیت میں کیا حرج  
ہوتا ہے؟

عمر سعد اٹھا جناب مسلم کے ساتھ چند قدموں کے فاصلہ تک آیا مگر ابن زیاد کے  
ساتھ بیٹھ گئے۔

جناب مسلم نے فرمایا۔ میں نے کوفر میں سات درہم قرض لیا ہے۔ میری مدینہ کی  
جائیداد سے وصول کر لینا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔

امام حسینؓ کو میری طرف سے خط بھجوا دینا کہ وہ کوفر نہ آئیں۔

میرے قتل کے بعد میری لاش لے کر دفن کر دینا۔

وصیت سے فارغ ہو کر آئے تو عمر سعد نے ابن زیاد سے تینوں باتیں ہی  
کہہ دیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ تجھ پر لعنت ہو کبھی کسی کے راز دار بھی خیانت کی  
جاتی ہے۔ لیکن حالات کی مجبوری بعض اوقات خائف کو بھی زار بنا دیتی ہے۔  
جہاں تک ادائیگی قرض کا تعلق ہے۔ وہ قرضہ ذاتی معاملہ ہے۔

جہاں تک حسینؓ کو خط لکھنے کا تعلق ہے ہماری طرف سے تجھے خط لکھنے  
کی اجازت ہے۔

اور

جہاں تک لاش دفن کرنے کا تعلق ہے تو اس سلسلہ میں تیری کوئی بات مقبول نہیں  
کی جائے گی۔

اس کے بعد بکیر از دی سے کہا۔ مسلم کو دارالامارہ کی چھت پر لے جا اور  
قتل کر دے۔



آپ کو پکڑ کر آزادی لے کر ادھر گیا۔ آپ بیڑھیوں پر  
صلوات بر سر رسول پڑھتے ہوئے چڑھے۔ اور پہنچ کر آزادی نے دو داریکے پہلے  
سر اور پھر جسم داما لانا مارہ کی چھت زین پر آیا۔  
جسم کی تشہیر تمام گلیوں میں کی گئی۔ اور سر کو شام گیا  
اللہ لعنة الله على القوم الظالمين

چوتھی مجلس

## شہادت جناب ہانی

نفس المہوم میں حبیب السیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جناب ہانی ابن عروہ  
کوفہ کے اشرف میں سے شمار ہوتے تھے اور معروف شیعیان آل محمد سے تھے۔ بنی  
مراد کے سردار تھے۔ آپ کے گرد چار ہزار غہسوار اور اٹھ ہزار پیادے مسلح رہتے  
تھے۔ بعض روایات کے مطابق جناب ہانی کو شرف صحبت بھی حاصل تھا حضرت علیؑ  
کے ساتھ جنگ جمل اور جنگ صفین میں بھی شریک رہے۔ ننانوے برس کی عمر میں  
جام شہادت نوش کیا۔ جب امام حسینؑ کو جناب مسلم کے ساتھ جناب ہانی کی خبر  
شہادت موصول ہوئی تو آپ نے جس طرح جناب مسلم کے لیے دعائے خیر کی اس طرح  
جناب ہانی کے لیے دعائے خیر کی۔

جناب ہانی کے شرف و فضیلت کے لیے یہی کیا کم ہے کہ آپ نے جناب  
مسلم کا اس وقت اپنے گھر میں مہمان رکھا جب آپ کے پاس کوئی ٹھکانہ نہ تھا اور  
جناب مسلم کی عیادت میں ایسے مسلح آدمی جمع کیے۔ اور ابن زیاد کے سپرد کر دینے سے  
انکار کر دیا۔

عبید اللہ ابن زیاد نے جناب ہانی کو بلایا اور جناب مسلم کا مطالبہ کیا۔



جناب ہانی اور ابن زیاد کے طویل مذاکرات میں سے چند ایک مجھے ملاحظہ ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ ہانی اس وقت تک یہاں سے جا نہیں گئے گا جب تک عقیل کا فرزند میرے حوالہ نہ کر دے۔

جناب ہانی نے فرمایا۔ بخدا ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

یہ تو آل محمد سے ہے اور اگر آل محمد کے کسی بچہ پر میرا پاؤں ہو اور مجھے پاؤں اٹھانے کو کہا جائے اور مجھے معلوم ہو کہ میرے پاؤں اٹھانے کے بعد یتیم آل محمد کو شہید کر دیا جائے گا۔ تو میں اس وقت تک اپنا پاؤں نہ اٹھاؤں گا جب تک سر کا رشتہ میرے جسم سے موجود رہے گا میں تو تجھے قتل کی خاطر اپنا عام مہمان بھی نہ دوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ بخدا تجھے بہر صحت مسلم میرے سپرد کرنا پڑے گا۔

جناب ہانی نے فرمایا۔ ابن زیاد تو یقین رکھ کہ اپنا مہمان میرے گھر میں پناہ لینے والا۔ اور فرزند رسول کا نائب قتل کے لیے تیرے حوالہ کر کے دنیا و آخرت کی ذلت گوارا کرنے کی بجائے میں اپنی جان دے دوں گا۔ لیکن جناب مسلم تیرے سپرد نہ کروں گا۔

اگر میں تنہا ہوتا اور میرا کوئی بھی معاون نہ ہوتا تو بھی میں ایسا ہرگز نہ کرتا اب تو مجھے معلوم ہے کہ میری قوم میرے ساتھ ہے اور میں تنہا نہیں ہوں۔ بیار نہیں ہوں بلکہ تندرست ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ اگر مسلم نہ دیا تو پھر تجھے موت قبول کرنا پڑے گی۔ جناب ہانی نے فرمایا۔ میرے ساتھ مجھے اور بھی سینکڑوں مارنا ہوں گے۔

ابن زیاد نے کہا۔

کیا تو مجھے اپنی قوم سے ڈراتا ہے؟

اسے ذرا میرے قریب لاؤ۔

جناب ہانی کو قریب لایا گیا۔

اس سنگدل نے جناب ہانی کے چہرہ پر چھڑی مارنا شروع کی۔ اتنی چھڑیاں برسائیں کہ جناب ہانی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور رخساروں کا گوشت پارہ پارہ ہو کر چھڑی کے ساتھ اڑنے لگا۔ چہرے سے خون بہہ بہہ کر کپڑوں اور ریش مبارک پر آنے لگا۔ جب چھڑی ٹوٹ گئی تو ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے گرفتار کر لو۔ جناب ہانی کو گرفتار کر کے دارالعمارہ کے ایک قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ جناب ہانی کے سر عمرو بن حجاج زبیدی کو کسی نے بتایا کہ جناب ہانی شہید کر دیے گئے ہیں۔

اس اطلاع پر عمرو نے بنی مدج کو جمع کیا۔ اور مسلح ہو کر دارالعمارہ کے گرد جمع ہو گئے عمرو نے ابن زیاد کو پکار کر کہا۔ ہم نے بیعت یرید سے انکار نہیں کیا۔ لیکن ہمارے سردار کو بھی چھوڑ دیا جائے۔

جب ابن زیاد کو بنی مدج کا پتہ چلا تو اس نے قاضی شریح کو کہا کہ ہانی کو دارالامارہ کی پھت پر لے جائے اور بنی مدج کو دکھا کر بتا دے کہ اسے کچھ بھی نہیں ہوا ہانی زندہ ہے۔ قاضی شریح نے لوگوں کو دھوکا دیا وہ واپس پلٹ گئے ابن زیاد نے اپنے غلاموں سے کہا کہ ہانی کو باہر لے جا کر قتل کر دو۔ غلام جناب ہانی کو رکن بستہ اس کھلے میدان میں لائے جہاں بیڑی فروخت کی جاتی تھیں۔ ایک غلام



نے ہانی سے کہا۔ سر آگے بڑھاؤ۔

جناب ہانی نے فرمایا۔ میں سر کے معاملہ میں اتنا سخی نہیں ہوں۔ رشید ترکی نامی اس غلام نے جناب ہانی پر تلوار سے ایک وار کیا۔

جناب ہانی نے عرض کیا

الحی اللہ المعاد اللہم آخری بازگشت اللہ کی طرف

الحی رحمتک و ہے۔ اے اللہ! تیری رحمت

رضوانک۔ اور رضا کی خاطر برداشت کر

رہا ہوں۔

پھر اس نے دوسرا وار کیا۔ جناب ہانی کا سر قلم ہوا۔

اس کے بعد جناب مسلم اور جناب ہانی دونوں کے پاؤں میں رسی ڈال کر کوفہ کی گلیوں میں پھرانے کا حکم دیا گیا۔ جب یہ لوگ ان دونوں شہداء کو کوچہ در کوچہ پاؤں میں رسی ڈالے پھر اسے تھے تو حنظلہ ابن مرہ ہمدانی قریب سے گزرا اس نے پوچھا۔

یہ کون ہیں اور انہوں نے کیا جرم کیا ہے کہ مارنے کے بعد بھی انہیں سزا دی جا رہی ہے؟

غلاموں نے کہا۔ خارجی ہیں۔

حنظلہ نے پوچھا۔ ان کا نام کیا ہے۔

غلاموں نے کہا۔ ایک مسلم ابن عقیل ہے۔

حنظلہ نے کہا۔ مسلم ابن عقیل ابن ابی طالب ہے۔

غلاموں نے کہا۔ ہاں وہی ہے۔

حنظلہ گھوڑے سے اترا۔ تلوار نکالی اور کہنے لگا میرے آقا تیرے بعد زندگی بے کار ہے۔ غلاموں پر حملہ کیا۔ چودہ غلام واصل جہنم کئے۔ آخر خود شہید ہو گیا۔ بقیہ لوگوں نے جناب مسلم اور جناب ہانی کے ساتھ جناب حنظلہ کی لاش کے پاؤں میں بھی رسی ڈالی اور اس کی بھی تشہیر کرنے لگے۔ جب تمک گئے تو تینوں لاشوں کو جا کر بیرون کوفہ بلاغسل و کفن صحرائیں چھوڑ دیا۔ جب تمام لوگ سو گئے تو یشتم غمار کی بیوہ اٹھی ایک ایک لاش کو باری باری اٹھا کر لائی۔ اور مسجد کوفہ کی بیرونی دیوار کے قریب دفن کر دیا۔ اس وقت جناب یشتم کی بیوہ کے علاوہ پڑوس کی وجہ سے اس دفن کا علم صرف جناب ہانی کی زوجہ کو ہو سکا۔

اس کے بعد جناب یشتم کی بیوہ نے اسی جگہ ڈیرہ ڈال دیا اور ان تینوں لاشوں کی مجاوری کرنے لگی۔ جب امیران آل محمد کوفہ میں آئے تو اس وقت بھی یہ محضرہ مجاوری ہی کر رہی تھی۔

÷ ÷ ÷



پانچویں مجلس

## یزید کا خط بنام عبداللہ ابن عباس

ناسخ التواریخ میں ہے کہ جب یزید کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ مدینہ چھوڑ کر مکہ پہنچ گئے ہیں۔ اور عراق کی طرف سے کچھ وفود اہل کوفہ سے خطوط لے کر امام حسینؑ کے پاس آ رہے ہیں۔ تو اس نے جناب عبداللہ ابن عباس کے نام یہ خط لکھا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ اور عبداللہ ابن زبیر میری بیعت سے انکار کر کے مدینہ سے مکہ آ گئے ہیں۔ جہاں تک ابن زبیر کا تعلق ہے وہ تو آج کل قتل کر دیا جائے گا۔ اور جہاں تک حسینؑ ابن علیؑ کا تعلق ہے تو میں چاہتا ہوں کہ آپ چونکہ اپنی قوم میں بزرگ کی حیثیت رکھتے ہیں اس لیے اسے سمجھائیں۔ اور جس چیز پر راضی ہوتے ہیں انہیں راضی کریں۔ جتنا وظیفہ مانگیں میں دینے کو تیار ہوں اور میری طرف سے آپ انہیں رقم کا اطمینان دلا دیں۔ مجھے جواب جلدی چاہیے

والسلام

جواب میں جناب عبداللہ ابن عباس نے حسب ذیل خط لکھا۔

آپ کا خط موصول ہوا ہے جس میں امام حسینؑ اور ابن زبیر کے بیعت سے انکار کے بعد مدینہ چھوڑ کر مکہ آ جانے کا تذکرہ ہے۔ یہ بات درست ہے کہ دونوں مدینہ

چھوڑ کر مکہ چلے گئے ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ ابن زبیر کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے وہ اپنی مرضی کا آپ مالک ہے۔ تو خود اس حقیقت سے واقف ہے کہ ابن زبیر کے دل میں بنی ہاشم کے خلاف کس قدر بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے۔ اور وہ ہمارے خلاف ہر وقت اپنے دل میں انکار دہکاتا رہتا ہے۔ اللہ کبھی اسے اس آتش حسد سے نجات نہ دے گا۔ لہذا ابن زبیر کے سلسلہ میں تیرے جی میں جو آئے کہ جس طرح وہ ہم سے بری ہے اس طرح ہم بھی اس سے بیزار ہیں۔

جہاں تک فرزند رسول کا تعلق ہے تو جب وہ مدینہ چھوڑنے لگے تھے اس وقت میں نے اس سلسلہ میں ان سے بات کی تھی تو انہوں نے مجھے بتایا کہ مدینہ میں تیرے بعض تنخواہ خواروں نے ان سے اچھا سلوک نہیں کیا اور سب دشتم بھی کیا ہے۔ پھر تو نے جو خط لکھا تھا کہ اگر حسینؑ بیعت نہ کرے تو جواب میں اس کا سر بھیجا جائے اس خطرہ کے پیش نظر انہوں نے مدینہ چھوڑ کر مکہ جو اللہ کی طرف سے دارالامن ہے میں پناہ لی ہے۔

جہاں تک میرے بزرگ خاندان ہونے کا تعلق ہے تو میں تجھے وضاحت سے بتا دینا چاہتا ہوں کہ بزرگ خاندان میں نہیں نواسہ رسول حسینؑ ہے چونکہ حسینؑ آغوش رسول میں پلا ہے اس لیے میں اپنے کو اس پوزیشن میں نہیں سمجھتا کہ اسے کچھ سمجھا سکوں البتہ مشورہ دینے والی بات ہے۔ میں بھی کہہ جا رہا ہوں وہاں فرزند رسول سے مل کر تیرے خط کے سلسلہ میں اس سے بات کروں گا۔ اور جہاں تک وظیفہ کا تعلق ہے تو تجھے معلوم ہے کہ فرزند رسول ان افراد سے نہیں ہے جو غیر فروخت کس کے عیش کرتے ہیں۔

آخر میں میں تجھے بات کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈر۔ کسی لڑکے کو کابے گناہ خون بہانے



فکر نہ کر۔ لہو و لعل کو چھوڑ دے۔

فحش حرکات سے منکرم ہوتی ہے۔ تیرے لیے اب قرآن و حدیث پر عمل کرنا شراب خوری عیاشی کی نسبت زیادہ سودمند ہوگا۔

جناب عبد اللہ ابن عباس مکہ میں آئے اور امام حسینؑ سے یزید کے خط کے سلسلہ میں بات کی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔

آپ کو اموی کردار کا علم ہے۔ اگر یزید بیعت پر اصرار کرنا چھوڑ دے تو میں اپنے پروگرام پر نظر ثانی کر سکتا ہوں اور میں جانتا ہوں کہ یزید بیعت سے کم کسی بات پر راضی نہ ہوگا۔

ابن عباس نے کہا۔ پھر آپ ایسا کریں کہ چھوڑ کر عراق نہ جائیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ عراق جیسی جگہ پر قتل ہو جانا میرے لیے مکہ میں قتل ہونے سے کہیں بہتر ہے۔ کم از کم میت اللہ کی حرمت میری وجہ سے تو پاسال نہیں ہوگی۔

جناب ابن عباس نے کہا۔

آپ عراق کیوں جاتے ہیں؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ یہ خطوط اہل عراق کی طرف سے آئے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی طرف سے مجھ پر تمام حجت کر دیا ہے۔ شرعاً مجھ پر واجب ہے کہ میں اہل کوفہ کے خطوط کا جواب دوں۔ دیے اگر آپ اصرار کرتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ قرآن کریم سے استخارہ کر لیتا ہوں۔

جناب ابن عباس نے قرآن پر استخارہ کی تجویز قبول کر لی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ایک بات یاد رکھیں۔ اگر قرآن کریم سے استخارہ کے بعد عراق جانے کا حکم آگیا تو پھر آپ اس سلسلہ میں مجھ سے مزید کوئی بات نہ کریں گے۔

جناب ابن عباس نے کہا۔ جب قرآن سے ایک حکم مل جائے گا تو پھر میرے اصرار کی گنجائش ہی نہیں رہ جائے گی۔

امام حسینؑ نے استخارہ کید تو جواب میں یہ آیت آئی۔ کل نفس ذائقة الموت و انما توفون اجور۔

یہ آیت دیکھ کر امام حسینؑ اور جناب ابن عباس نے۔ انا لله وانا اليه راجعون پڑھا۔

پھر امام حسینؑ نے فرمایا۔ آپ ہمارے خاندان میں کن رسیدہ فرویں اس استخارہ کے بعد میں آپ کو اپنے نانا کا حکم بھی سنا دوں کہ انہوں نے مجھے فرمایا ہے۔ بیٹے جلدی کرو ہم آپ کے انتظار میں ہیں۔

پھر فرمایا۔ بھلا آپ خود ہی بتائیں کہ وہ قوم کس بھروسہ کے لائق ہے جو اپنے بنی کے فرزند کو قتل و دھمکا کر گھر سے نکال دے۔ اور پھر اس پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ اس کے قتل کے درپے ہو۔

جناب ابن عباس نے کہا۔ استخارہ کے بعد میں آپ سے تو کچھ نہیں کہتے لیکن ایسا کریں ان مستورات کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ شہید ہو جائیں۔ اور ان کا پرسان حال کوئی نہ ہو۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے ابن عباس!

آپ کو یہ تو معلوم ہے کہ میں نے مدینہ چھوڑنے کا قصد اپنی طرف سے نہیں کیا۔



بلکہ اپنے نبی نانا کے حکم کی تعمیل کی ہے۔ اس طرح مستورات کو ساتھ لینا بھی اپنے نانا کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔

اسی اثناء میں پردہ کے پیچھے سے ہلکی ہلکی گریہ کی آواز آئی۔

ابن عباس نے امام حسینؑ سے پوچھا کہ کون رو رہی ہے اور رونے کا سبب

کیا ہے؟

پردہ کے پیچھے سے بتایا گیا۔ اے ابن عباس میں علیٰ ندادی شریکتہ الحسینؑ ہوں یہ آپ کی مشورہ دے رہے تھے کہ امام حسینؑ تنہا عراق چلے جائیں اور ہمیں ساتھ نہ لے جائیں کیا آپ اتنے بڑے محدث نہیں آپ کو معلوم نہیں ہے کہ ہم اہلبیت کے ساتھ کیا ہوگا۔ بھلا ہم حسینؑ کو تنہا چھوڑ سکتے ہیں۔ اگر حسینؑ کو کچھ ہو گیا تو کیا آپ چاہتے ہو کہ ہم میرے نانا۔ ماں۔ بھائی اور بابا کی طرح قتل حسینؑ بھی تاریکی کی گرد میں چھپ جائے۔ بخدا میں ایسا برگز نہیں دوں گی۔ جہاں حسینؑ جائے گا۔ وہاں ہم جائیں گے۔ اور اگر خدا نخواستہ حسینؑ کو کچھ ہو گیا تو میں قتل حسینؑ کے ساتھ اپنے نانا سے لے کر حسینؑ بھائی تک کے ہر قتل کو عوام کے سامنے پیش کر دوں گی اور لوگوں کو بتا دوں گی کہ آج نہیں بلکہ ماضی سے ہم اہلبیت سے جگہ بدر کے انتقام لیے جا رہے ہیں۔

جناب ابن عباس یہ سن کر رونے لگے۔

جب امام حسینؑ نے مکہ سے اٹھ ذی الحجہ کو سوئے عراق جانے کا ارادہ کیا۔ تو عبداللہ ابن عمرؓ آپ کے پاس آیا۔ اور عرض کیا فرزند رسولؐ آپ کو معلوم ہے کہ اہل عراق نے پہلے آپ لوگوں سے کیا سلوک کیا تھا؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ آپ کو بھی معلوم ہوگا کہ یحییٰ ابن زکریا

کا سر بطور ہدیہ بنی اسرائیل کے ایک عیاش حکمران کو پیش کیا گیا تھا۔ میری معلومات کے مطابق میرا سر بھی جناب یحییٰ کے سر سے کم نہیں رہے گا۔

میں آپ کو دعوت دیتا ہوں فرزند رسولؐ ہونے کی حیثیت سے آپ پر میری نصرت واجب ہے آپ انہیں اور میری نصرت کریں۔

عبداللہ ابن عمرؓ رو دیا۔ اور کہا۔ آپ گلے سے کپڑا بٹائیں تاکہ میں اس جگہ کا بوسہ لے لوں جہاں سر درانیا بوسہ لیا کرتے تھے۔

آپ نے کپڑا بٹایا۔ ابن عمرؓ نے اٹھ کر گلے کا بوسہ لیا۔ اور رو کر کہا۔

اے شہید راہ خدا میں آپ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔



چھٹی مجلس

## امام حسین کی تیاری بسوئے عراق

سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں نقل کیا ہے کہ ابو بکر ابن عمارت ابن ہشام نے مکہ میں جب سنا کہ امام حسینؑ عازم عراق میں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

آقا! آپ کے مقام امامت مرتبہ عصمت اور تربیت بنوہ کے پیش نظر اگرچہ میری یہ حیثیت نہیں ہے کہ میں آپ کو کسی قسم کا مشورہ دے سکوں۔ لیکن اپنے اطمینان قلب کی خاطر اگر اجازت دیں تو کچھ عرض کروں؟

آپ نے فرمایا۔ ضرور کہو۔ مجھے آپ پر بھروسہ ہے۔ آپ کوئی ایسی بات نہیں کریں گے جس میں میرے دین کا مفاد نہ ہو۔

ابو بکر نے عرض کیا۔ میرے آقا!

آپ اہل کوفہ کو میری نسبت اچھی طرح جانتے ہیں۔ پھر آپ کس بنیاد پر وہاں جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ابو بکر تجھے معلوم ہے کہ بعض مجبور یوں میں بے دناؤں پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے جس بلاجت اور بغض سے ان لوگوں نے مجھ پر تمام محبت کیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں خواہ وہ بے دنا بھی ثابت ہوں مجھے بھی اتنا الجھتا ان کا جواب دینا ہو گا۔ اور وہ جواب یہی ہے کہ۔

ان کے پاس جاؤں۔ تقدیر میں جو کھا ہے ملے گا وہی خواہ میں وہاں جاؤں یا نہ جاؤں۔ بات میری ان کی دفا داری کی نہیں ہے بلکہ بات ان کے دین کی ہے۔ جن لوگوں کا بخت ان کی رسائی کرے گا۔ وہ لا محالہ اپنا وعدہ دفا کریں گے اور جن کا بخت یا عد نہیں ہو گا وہ اپنے وعدہ سے بھی انکار کر جائیں گے۔

ابو بکر نے عرض کیا۔ آقا!

اگر یہ بات ہے تو پھر ماشاء اللہ۔

بہوف میں ابو محمد واقفی اور زرارہ ابن صالح سے روایت کی ہے کہ ہم دونوں پانچ ذی الحجہ کو امام حسینؑ سے ملے ہم نے سن لیا تھا۔ کہ آپ عازم عراق ہو چکے ہیں۔ ہم نے عرض کیا۔

قبلہ آپ اہل کوفہ کی ہر کمزوری سے واقف ہیں۔ ان کے دل آپ کے ساتھ اور عواریں آپ کے خلاف ہوں گی۔

آپ نے انگشت شہادت سے سونے آسمان اشارہ کیا اور فرمایا۔

اگر میں چاہوں تو آسمان کے ملائکہ سے بھی ان کے خلاف مدد حاصل کر سکتا ہوں۔ لیکن اس سے امتحان امت کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

جہاں تک میرے علم کا تعلق ہے تو میں بہت کچھ جانتا ہوں میں عراق میں اپنی مقتل کے مقام سے واقف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے ساتھ رہ جانے والے مردوں میں سے صرف میری امامت کا امین میرا سجاد ہی زندہ واپس آئے گا۔



لہو ف ہی میں ہے کہ جب آپ مکہ سے عراق جانے کی خاطر واپس مدینہ آئے تو راستہ میں آپ کو ملائکہ کی ایک فوج ملی۔ سالار لشکر نے فرزند رسول کو سلام کیا اور عرض کیا۔

قبلہ ہم وہی ملائکہ ہیں جنہوں نے آپ کے ناناکا بہت سے مقامات پر مدد کی تھی۔ ہم تمام آسمان پر واپس نہیں گئے۔ اب بھی اللہ کی طرف سے ہمیں آپ کی اطاعت کا حکم ملا ہے۔ اگر حکم ہو تو آپ اپنے گھر تشریف رکھیں ہم آپ کے اعداد کو ان کے گھروں ہی میں تباہ کر دیتے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میرے ناناکا نصرت اور میری نصرت میں بڑا فرق ہے۔ جب تم لوگوں نے میرے ناناکا نصرت کی تھی اس وقت یہ لوگ مشرک تھے۔ ظاہر و باطن ہر دو لحاظ سے اسلام سے دور تھے۔ لیکن اب یہ میرے ناناکا امت شمار ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کے دل آج بھی مشرک ہیں۔ لیکن ان کی زبان میرے ناناکا نبوت کا اظہار کرتی ہے۔ میں حسین اپنے ناناکا امت کہلوانے والوں کو بھلائی کے ملائکہ سے قتل کر سکتا ہوں۔ ان پر تمام حجت کیسے ہوگا؟

ان کا باطنی کفر کیسے ظاہر ہوگا؟

اس وقت موجود اور بعد میں آنے والوں کو کیسے پتہ چلے گا کہ مکہ کے مفتوحین نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہتھیار ڈالے تھے۔ اور شکست تسلیم کی تھی؟

ویسے یوم عاشورہ کر بلا میں آجانا وہاں دیکھیں گے۔

سالار ملائکہ نے عرض کی۔ تب اگر آپ کو راستہ میں خطرہ ہو تو ہم آپ کے ساتھ کر بلا تک چلیں؟

آپ نے فرمایا۔

ایسی بات نہیں ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ کر بلا تک یہ لوگ نہ تو مجھ پر دست درازی کریں گے اور نہ میرا راستہ روکیں گے۔

ملائکہ کے بعد قوم جن سے ایک وفد آیا اور اپنی خدمات پیش کیں۔ آپ نے جواب میں کہا۔ میں بھی ان انبیاء کا وارث ہوں جنہیں اللہ کی طرف سے تمام تقصیر حاصل ہوتی ہے لیکن اگر میں تمہاری مدد حاصل کر لوں تو۔

میرے ناناکا امت کا امتحان کیسے ہوگا؟

ان کی آزمائش کیسے ہوگی۔

کر بلا میں جو مقام میرے مدفن کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہاں کون سوئے گا؟

میرے شیعوں کی جائے پناہ کو نہی رہ جائے گی؟

مظالم دنیا کے ستاتے ہوئے ہمارے شیعہ کہاں جا کر دعا مانگیں گے؟

وہ انجذاب دعا کے لیے کس دھیز پر جائیں گے؟

کر بلا کے علاوہ میرے شیعہ کہاں سکون دل تلاش کریں گے؟

ہمارے شیعہ اپنے گناہوں کی توبہ کہاں کریں گے اور ان کی شفاعت کون کرے گا۔

الغیہ اللہ کے یوم عاشورہ زوال کے بعد کر بلا میں آجانا وہاں دیکھیں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہاں یہ تمہیں بتا دوں کہ جب تم آؤ گے اس وقت میں اپنے انفلد اقرباء کے ساتھ فاک کر بلا پر شہید ہو چکا ہوں گا۔ اور بتول زیادوں پابند رسن ہو چکی ہوں گی۔



قوم جن کے سردار نے عرض کیا۔ اے اگرا آپ کی اطاعت واجب نہ ہوتی تو ہم ضرور ان انسان نما درندوں کی دھجیاں بکھیر دیتے جو آپ پر ہاتھ اٹھاتے اور نبی زادوں کو پابند رکھنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن تمہیں معلوم ہے کہ اس قسم کے غائبانہ وسائل میں اللہ نے ہمیں تمہاری نسبت کہیں زیادہ طاقت اور قدرت سے نوازا ہے۔ اگر معاملہ طاقت دکھانے کا ہوتا تو میں تنہا ہی ان لاکھوں پر بھلدی تھا مگر معاملہ طاقت دکھانے کا نہیں بلکہ بات حق و باطل ہے۔ اور حق طاقت سے نہیں عقل و فکر سے منایا جاتا ہے۔ ہماری کوشش یہ ہے کہ جن لوگوں کے سروں پر جبر و تشدد کی تلوار لٹک رہی ہے۔

— ان میں ہمت پیدا کریں کہ وہ اپنے سر بلند کریں اور تلوار توڑ دیں یا گردن کٹوا دیں۔ جن کے لب ظلم و جور سے بند کر دیے گئے ہیں ان کے لبوں سے یہ مہر توڑ دیں تاکہ وہ اپنا ماضی الغیر اپنی مرضی کے مطابق کہہ سکیں۔ جن لوگوں کو مال و زر سے خرم و مایوس کیا ہے۔ جن لوگوں کو اقتدار اور گوریوں سے حاصل کیا گیا ہے ان کے ضمیر کو بے وار کریں اور جو رستم کے پیچھے استبداد کے نیچے پامال ہونے والے کس پرستوں کی ہمت کو بڑھائیں اور یہ کام نہ لاکھ کی مدد سے ہوں گے اور نہ ہی جنات کی مارد و حاکم سے ہوں گے۔ بلکہ اس کام کے لیے ہمیں اپنی مظلومیت اور زہرا زادیوں کے بدن بستہ بازو پیش کرنا ہوں گے۔

اسی میں انسانیت کی نجات اور حیرے نانا کی مجبوری امت کے لیے لمحہ فکر یہ کا سامان پیدا ہو گا۔

لہو میں ہے کہ جب امام حسینؑ نے عراق جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے بیت اللہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ خطبہ دیا۔

الحمد لله الذی ما  
شاء یكون ولا حول  
ولا قوۃ الا باللہ  
صلی اللہ علی رسولہ  
و اٰلہٖ وسلم  
علی ولد آدم محط  
القلادة علی جید  
الفتاة و ما ولہنی  
الی اسلافی اشتیاق  
یعقوب الی ابنہ یوسف  
و خیر لی مصرع  
انا لاقیہ کافی  
باوصالی تقطعہا  
عسلان الفلوات  
بین النوا و یس  
و کربلا لتصلن  
منی ا کراشا جوفاً  
واجربہ

اس اللہ کی حمد ہے جو وہ چاہتا  
ہے وہی ہوتا ہے اللہ کے  
سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں  
رسول اور آل رسول پر اللہ کی  
رحمتیں ہوں۔ موت کو بنی آدم  
کے گلے میں اس طرح پہنایا  
گیا ہے۔ جس طرح لڑکی کے  
گلے میں مالا ہوتی ہے۔ مجھے  
اپنے اسلاف سے وہی محبت  
ہے جو یعقوب کو یوسف سے  
تھی۔ میرا مدفن مقرر کیا جا چکا  
ہے۔ جہاں مجھے بہر طور دفن  
ہونا ہے۔ میں چشم امامت سے  
دیکھ رہا ہوں کہ انسان نما درندہ  
درندے نوادیس اور کربلا  
کے درمیان میرے جسم کو  
پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ یہ  
درندے میرے خون سے ہاتھ



لا محیص عن یوم  
خط بالقلم رضا  
اللہ رضا نا اہل بیت  
فصبر علی بلائہ  
ویوفینا اجور  
الصابرین لن تشد  
عن رسول اللہ  
لحمته وھی  
مجموعۃ لہ فی  
حظیرۃ القدس  
تقربہم عینہ و  
تنجز بہم وعدہ  
من کان فیتا با ولا  
صحبة و یوطن  
علی لقاء اللہ نفسہ  
فیرحل معافا فی  
راحل مصباحا  
انشاء اللہ -

رنگ کر اپنی خالی آنتیں اور  
بھوکے پیٹ بھریں گے۔ قلم  
قدت نے جردن مقرر کر دیا  
ہے اس سے کوئی مقرر نہیں  
اللہ اور ہم اہل بیت کی رضا اسی  
میں ہے۔ ہم اللہ کی دی گئی ہر  
آمنائش پر صبر کریں گے اور  
وہ ہمیں صابرین کی جزا دے  
گا۔ انھیں اس کا پارہ  
گوشت جدا نہیں ہو سکا۔ جنت  
الفردوس میں انھیں اس کے ساتھ  
جمع ہو گا۔ جن سے آپ کی آنکھیں  
ٹھنڈی ہوں گی۔ اور اللہ سے  
کیا گیا وعدہ پورا ہو گا۔ جو شخص  
ہماری صحبت میں اپنی جان قربان  
کرنا چاہتا ہے اور اپنے  
دل کا اطمینان ملاقات خالق  
میں بھرتا ہے وہ ہمارے ساتھ  
چل سکتا ہے میں کل صبح یہاں  
سے کوچ کر رہا ہوں انشاء اللہ

مقتب التواریخ کے مطابق جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ فرزند رسول نے عراق  
جانے کا اعلان کر دیا ہے وہ اس وقت وضو کر رہے تھے آپ کے سامنے طشت رکھا  
تھا۔ آپ اتار دئے کہ طشت میں آنسو بارش کی طرح برسنے لگے۔ جیسے تیسے مغربین کا  
فریضہ ادا کیا اور امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔  
اور عرض کیا۔

فرزند رسول!

میں اگرچہ اپنے کو اس حیثیت میں نہیں دیکھتا کہ آپ کو کوئی مشورہ دے  
سکوں کیوں کہ آپ ایتہ تطہیر کی نص قرآنی کے مطابق معصوم ہیں۔ اور معصوم کسی بھی  
غیر معصوم کے مشورہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ مگر اپنے اطمینان کے لیے عرض کر رہا ہوں  
کہ اگر آپ کسی اور جگہ جانے کی بجائے آپ اسی جگہ ہی رہ جائیں تو شاید زیادہ مناسب  
اور محفوظ رہے گا۔

فرزند رسول نے فرمایا۔ بھیا میں آپ کے جذبات سے واقف ہوں۔ لیکن شاید  
آپ کی نظروں میں بیت اللہ کی عظمت کا وہ مقام ہے جو زمانہ جاہلیت میں درندے  
اور سفاک عربوں کی نگاہ میں تھا پھر اسلام نے اس عظمت کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ  
اسے مزید واضح کیا۔ لیکن اب میری نگاہ امامت جی لوگوں کو دیکھ رہی ہے اور جو  
اس وقت اسلام کی گدھی پر سوارا جان میں ان کی نظر میں بیت اللہ کی عظمت راہی برابر  
بھی نہیں ہے۔ شراب نے ان کی نگاہ سے کعبۃ اللہ کی عظمت دھو ڈالی ہے۔ یہودی  
تریت نے ان کے دل سے خانہ خدا کی عظمت کھرچ ڈالی ہے۔ یہودیوں نے ان کی  
زبان کو بے لگام بنا رکھا ہے۔ میں جو کچھ اپنی نگاہ امامت سے جو دیکھ رہا ہوں آپ  
شاید بہت دیر بعد اسے دیکھیں گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کعبۃ اللہ کی عظمت کو خاک



میں ملا دیا جائے گا۔ خانہ خدا پر آگ برسائی جائے گی۔ کہہ ارض کی اس جائے امن کی زمین سرخ ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ ارض کعبہ کی زمین میرے خون سے سرخ ہو اور مستقبل کا مورخ یہ لکھے کہ اگر فرزند رسول کعبہ میں قیام نہ کرتا تو حکومت وقت کو توہین کعبہ کا بہانہ نہ ملتا۔ میرے لیے کسی بے آب و گیاہ صحرائیں جان دے دینا اس بات سے کہیں زیادہ اچھا ہے کہ مجھے بیت اللہ میں شہید کر کے عظمت کعبہ کو سل دیا جائے۔ محمد نے عرض کیا۔ اگر آپ بیت اللہ کی حرمت بچانا چاہتے ہیں تو درست ہے۔ اس کے ساتھ آپ اپنی جان بھی بچا لیں کہ سے چل کر آپ میں چلے جائیں یا کسی صحرائیں جا کر قیام کر لیجئے۔

فرزند رسول نے فرمایا۔

جان برادر۔ اگر میں زمین کے کسی سوراخ میں بھی جا کر چھپ جانے کی کوشش کروں تو بھی مجھے وہاں سے نکال کر شہید کر دیا جائے گا۔ اس لیے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں چپ چاپ شہید ہو جانے کی بجائے کسی کھلے میدان میں اپنی جان اللہ کے سپرد کر دوں۔ تاکہ مورخین جب میری شہادت کا تجزیہ کریں تو انہیں میری شہادت کی روشنی میں میرے نانا سے میرے بھائی تک کی تمام شہادتیں نظر آجائیں ویسے میں آپ کی بات پر غور کروں گا۔

جناب محمدؐ اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے۔ سحری کے وقت آپ نے سنا کہ امام حسینؑ تو جا رہے ہیں۔

فناں شب سے نارغ ہو کر جلدی جلدی تشریف لائے دیکھا امام حسینؑ سوار ہو چکے تھے۔ آپ نے گھوڑے کی گام پکڑی اور عرض کیا۔ آپ نے میری بات پر غور کرنے کو فرمایا تھا۔؟

فرزند رسول نے فرمایا۔ بھیارات تھوڑی دیر کے لیے اکٹھے لگی۔ نانا آئے اور انہوں نے فرمایا۔

حسین! تمیرے انتظار میں ہیں۔ جلدی آؤ۔

جناب محمدؐ نے عرض کیا۔ میرے آتا! جب آپ کو یقین ہے کہ آپ وہاں جا کر شہید ہو جائیں گے تو پھر آپ ان مستورات کو تو نہ لے جائیں آپ نے فرمایا۔

بھیا یہ بھی نانا کا حکم ہے کہ ان مستورات کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ اگر تنہا گئے تو تمہاری شہادت بھی دوسروں کی طرح چھپ جائے گی۔



ساتویں مجلس

## فرزند رسول کی طرف سے اہل بصرہ کے خط

لہوف میں ہے کہ امام حسینؑ نے بصرہ کے چند معززین کو خطوط لکھے اور اپنے غلام ابوزرین سلیمان کو دیے جن میں آپؐ نے اہل بصرہ سے نصرت طلب کی تھی۔ ایک خط یزید ابن مسعود ہنشلی کے نام تھا اور دوسرا منذ بن جبار و دے کے نام تھا۔ ابن جبار و دے نے تو خط جا کر ابن زیاد کو دے دیا۔ لیکن ابن مسعود نے اپنے تینوں قبائل بنی تمیم سے یوں خطاب کیا۔

ابن مسعود نے کہا۔ اے بنی تمیم! تمہاری نظروں میں میرا مقام کیا ہے؟ بنی تمیم نے کہا۔ سچا اندر یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے آپؐ کو ہمارے درمیان آج تک وہی حیثیت ہے جو جم سے سرگرم ہوتی ہے۔ ابن مسعود نے کہا۔ میں نے نہیں اس اہم معاملہ میں مشورہ اور تعاون کے لیے بلایا ہے۔

بنی تمیم نے کہا۔ ہم اپنی طرف سے کسی مشورہ میں دخل کریں گے نہ آپؐ سے تعاون سے پیچھے ہٹیں گے۔ آپؐ جو چاہیں کہیں ہم گوش ہوش سے سن رہے ہیں۔

ابن مسعود نے کہا۔ یہ تو آپؐ نے سن لیا ہے کہ معاویہ مر گیا ہے۔ امت مسلمہ پر بالعموم اور آل محمدؐ پر بالخصوص جس مظالم کی ابتداء اس نے کی تھی اب وہ شاید اپنی انتہا کو پہنچے والا ہے۔ اس کا بیٹا جو ہر وقت شراب میں دھست رہتا ہے ہر فریق و فرجہ کا اس الرئیس بنا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ وہ اس بات کا مدعی بھی ہے کہ خلیفۃ المسلمین ہے۔ اور ان کا میر ہے۔ حالانکہ کوئی مسلمان اس کی امارت پر راضی نہیں ہے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اسلام کے نام پر یزید سے جنگ کرنا مشرکین کی جنگ سے بدرجہا افضل اور برتر ہے۔

حسینؑ ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ فرزند رسولؐ بھی ہے۔ صاحب شرف و عزت اور حسب و نسب کی اعلیٰ ترین چوٹی پر فائز ہیں۔ ان کے فضائل محتاج بیان نہیں ان کا علم۔ علم۔ قائل تعریف ہے جس میں چھوٹوں پر رحم کرنے کا جذبہ اور بڑوں کے احترام کا درس بھی ہے۔ ان جیسا امت کا راہنما اور قوم کا امام بہت کم نصیب ہوتا ہے وہی حجت خدا ہے اور وصی رسولؐ ہے۔ قبل ازیں ضمیر ان تیس نے نہیں فریب دے کر جنگ جمل میں امیر المومنین کے خلاف جھونک دیا تھا۔ اب اگر میری مانو تو اٹھو اور اپنے سے وہ داغ و دھوڑالو۔ فرزند رسولؐ کی نصرت کرو۔

یاد رکھو جس نے بھی فرزند رسولؐ کی نصرت سے کئی کترائی وہ رسوا رہے گا یہ دیکھ لو میں نے زندہ پہن لی ہے۔ اور ہتھیار لگالیے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جو جنگ میں نہ مرا وہ زندہ نہیں رہے گا۔ آخر ایک نہ ایک دن سر ہی جائے گا مگر کوئی شخص محنت سے بھاگنا بھی چاہے تو بھی نہ بھاگ سکے گا۔

اب جواب دو۔ اللہ کی رحمتیں تم پر نازل ہوں۔ مجھے امید ہے آپؐ کا جواب میری خواہش کے مطابق ہوگا۔



اٹھ کھڑی ہوگی۔ قتل کرنے کو تم لوگ فرزند رسول کو قتل کر دو گے لیکن اس قتل کو نبیانا تمہارے بس سے باہر ہو جائے گا یہ نہ سمجھ لو کہ امام حسنؑ اور حضرت علیؑ کی طرح خون حسینؑ پر بھی پردہ ڈال لو گے۔ میں نے مدینہ میں جو گفتگو امام حسینؑ سے کی ہے اس سے مجھے اندازہ ہے کہ اب تم لوگ حسینؑ پر کسی بھی خفیہ طریقہ سے ہاتھ نہیں ڈال سکو گے۔ اس سے بہتر ہے کہ اپنے ارادہ سے باز آ جاؤ۔ اور فرزند رسول کو قتل نہ کرو۔

عمر و ابن سعید نے کہا۔

عبد اللہ شام دیکھ رہے ہو میں ایک ملازم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ باتیں تو ہمیں زیادہ کو بھانا چاہیں۔ میرے بس میں جو کچھ ہے وہ آپ بتائیں میں کرنے کو تیار ہوں۔

جناب عبد اللہ نے فرمایا۔ ایسا کر مجھے اپنی طرف سے ایک خط لکھ دے جس میں تیری طرف سے امام حسینؑ کو امان کا وعدہ دیا گیا۔  
عمر و ابن سعید نے امام حسینؑ کے نام حسب ذیل خط لکھا۔  
الابعد۔

میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ کو ایسے اقدام سے باز رکھے جس میں آپ کی جان محفوظ نہ رہ سکے۔ اللہ آپ کو ہدایت دے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق چاہتے ہیں۔ مجھے خطر ہے کہ کہیں آپ اپنی زندگی نہ گنوا بیٹھیں۔ میں اپنے بھائی کی اور عبد اللہ شامی جعفر کو آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ میں اپنی طرف سے امان کا وعدہ کرتا ہوں۔

والسلام علیک

جب جناب عبد اللہ نے خط دیکھا تو فرمایا۔

اے عمرو! تم نے اپنے خط میں امام حسینؑ کو اور دور کر دیا ہے۔ اور خط میں قتل کی دھمکی دے کر تو نے میرے نظریات کو بھی مخدوش کر دیا ہے۔ تجھے معلوم ہے کہ نبی ہاشم کا کوئی بھی فرد عزت کی موت سے نہیں ڈرتا۔ جانے کو میں جارہا ہوں میں مجھے یقین ہے چلا ہے کہ تم لوگوں نے ہر صورت میں امام حسینؑ کو شہید کرنے کا ہتھیار کر لیا ہے۔ یہ رسمی باتیں جب مجھے مطمئن نہیں کر سکتیں تو فرزند رسول کب ان سے مطمئن ہو گا۔

جناب عبد اللہ اور یحییٰ ابن سعید آپ کو راستہ میں آ کر ملے اور عمر و ابن سعید کا خط پیش کیا۔ آپ نے خط پڑھا اور حسب ذیل جواب لکھا۔  
الابعد۔

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی تبلیغ میں جان گنوا بیٹھے۔ وہ نہ تو خود اپنی موت پر افسوس کرتا ہے اور نہ ہی دنیا کا کوئی دانش منداں کی موت سے خوش ہوتا۔ تمہیں یقین ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ تو نے قتل کی دودھمکیوں کے مابین امان کا جو وعدہ کیا ہے۔ شاید تو اس بات کو قبول گیا ہے کہ ہماری نگاہ میں مخلوق کی امان کی نسبت خالق کی امان زیادہ اہم ہے۔

جو شخص دنیا میں اللہ کا خوف دل میں نہیں رکھتا وہ اپنے آپ کو قیامت پر رکھنے والا نجات نہیں کر سکتا۔ میں اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ سے دنیا میں ایسے خوف کی درخواست کرتا ہوں۔ جو قیامت پر ہمارے ایمان کو مستحکم کرے۔ اگر مجھے امان دینے میں تیرا غلوص شامل ہے تو اللہ کی طرف سے تجھے اس کی جزا ملے گی۔

والسلام



جناب عبداللہ اور یحییٰ واپس آئے اور عمرو کو بتایا کہ امام حسینؑ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہیں جناب عبداللہ نے بتایا کہ مدینہ سے روانگی کے وقت بھی امام حسینؑ نے مجھے نجی کرم کے ایک خواب کا حوالہ دیا تھا۔ اور اس ملاقات میں بھی امام حسینؑ نے اپنے نانا کے خواب کا تذکرہ فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ مدینہ میں نانا کے مکہ سے تو میں نے آپ کو آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن مکہ میں نانا نے مجھے جو حکم دیا ہے۔ اس سے اس وقت تک میں کسی کو مطلع نہیں کروں گا جب تک اس کا وقت نہ آجائے۔

جناب عبداللہ نے امام حسینؑ سے رخصت ہوتے ہوئے اپنے دونوں بیٹوں کو علیحدہ جاکر حکم دیا کہ فرزند رسول کے ساتھ رہنا اور اگر ضرورت پڑ جائے۔ تو بنی ہاشم میں سے سب سے پہلے تمہارا خون پسز ہرا کے قدموں میں گرنا چاہیے۔

مقام صفاح پر ساموی شاعر فرزدق آپ کو ملا۔ فرزدق کہتا ہے۔ کہ جب میں نے مکہ سے آنے والے اس قافلہ کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کا قافلہ ہے۔ اور ایام حج میں جب دوسرے لوگ مکہ جا رہے ہیں یہ واپس آ رہا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ فرزند رسول حسین کا قافلہ ہے۔ اور کسی متوقع خطرہ کے پیش نظر حج کو عمر میں بدل کر کوچ کیا ہے میں امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔

یا بن رسول اللہ۔ آپ نے کچھ ٹھٹھانے میں جلدی کیوں کی؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ تاخیر سے مجھے بیت اللہ میں قتل کیا جاسکتا تھا اور میں بیت اللہ کا تقدس پامال نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تو خود مکہ جا رہا ہے جب وہاں جائے گا تو تجھے شاید اب حالات قدرے تفصیل سے معلوم ہو جائیں گے پھر تو میرے اس اقدام پر تعجب نہیں کرے گا۔ بھلا بتاؤ کہاں سے آ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ عراق سے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ کیا حالات ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ دل آپ کے ساتھ اور تلواریں حکمرانوں کے ساتھ ہیں۔ قضا آسمان سے نازل ہوئی ہے۔ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ہے۔ کچھ اور تفصیل؟

میں نے بتایا۔ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ شہید ہو چکے ہیں۔ ابن زیاد نے کوفہ پر قبضہ کر لیا ہے۔

امام حسینؑ نے ان اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا۔ مسلم اپنا وقت گزار چکا ہے۔ اور ہم اپنے وقت کے انتظار میں ہیں۔ ہر ایک کا معین وقت ہے جو زیادہ ہو سکتا ہے نہ کم۔



دوسری مجلس

## منزل قیام

## ۱۔ فات عرق ۱۔

جب آپ فات عرق پر پہنچے تو بشر ابن غالب کو فرسے آتا ہوا ملا۔  
آپ نے پوچھا۔ لوگوں کا کیا حال ہے؟

بشر نے عرض کیا۔ مختصر یہ کہ دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے  
ساتھ ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا ہے۔

بحار میں ریاشی سے منقول ہے کہ مجھے جعفر ابن سلیمان نے بتایا ہے کہ میں  
نے منہ میں چمک کیا حج سے فراغت کے بعد میں نے اپنے ساتھیوں کو چھوڑ دیا۔ اور  
تہا سفر کرنے لگا فات عرق میں میں نے چند شیے دیکھے میں ان خیم کی طرف چلا آیا۔  
قریب آکر میں نے پوچھا۔

یہ خیم کس کے ہیں؟

مجھے بتایا گیا کہ حسین ابن علیؑ ابن ابی طالبؑ کے ہیں۔

میں نے پوچھا۔ اس وقت وہ کون سے خیم میں ہوں گے؟  
مجھے کہا گیا۔ سامنے والے خیم میں۔

میں جب اس خیم کے قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ فرزند فاطمہؑ خیم کے دروازہ  
کا ہمارے کمریٹھے ہوئے تھے اور اپنے سامنے رکھے ہوئے خطوط کو پڑھ رہے  
تھے۔

میں نے عرض کیا۔ السلام علیک یا بن رسول اللہ۔

آپ نے فرمایا۔ وعلیک السلام۔

میں نے عرض کیا۔

اسے فرزند رسول آبادیوں کو چھوڑ کر اس ویرانہ میں جہاں نہ پانی ہے نہ گھاس  
آپ نے کیوں ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔

آپ نے فرمایا۔

بنی امیہ مجھے کہیں چمیں سے بیٹھے نہیں دیتے۔ اہل کوفہ نے بلایا ہے۔ یہ  
ان کے خطوط ہیں۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ کہ یہی لوگ میرے قاتل ہوں گے۔ جب  
ان لوگوں نے یہ اجالت کی اور حد و دالہ کو پھلانگ گئے تو اللہ ان پر ایک شخص  
کو مسلط کرے گا جس کے نتیجہ میں یہ لوگ کسی عورت کی محکوم قوم سے بھی زیادہ  
ذلیل و رسوا ہو جائیں گے۔

## ۲۔ منزل ثعلبیہ ۱۔

فات عرق سے چل کر آپ مقام ثعلبیہ پر تشریف لائے یہ دو پہر کا وقت  
تھا۔ خیمے لگائے اور قیلوہ کی غرض سے سو گئے۔ جب بے دار ہوئے تو



انا لله وانا اليه راجعون پڑھتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔

جوان سال علی اکبر بیٹے نے آگے بڑھ کر عرض کیا۔

میری جان قربان! خیریت تو ہے انا لله وانا اليه راجعون پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا۔ بیٹے ابھی خواب میں میں نے ایک شہسوار کو دیکھا ہے جو میرے قریب سے گزرتے ہوئے کہہ رہا تھا یہ قافلہ آگے بڑھ رہا ہے اور موت ان کے تعاقب میں ہے۔

شہزادے نے عرض کیا۔

اباجان! کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے اس ذات کی قسم! جو اپنی مخلوق کی آخری بازگشت ہے۔ حق پر ہم ہی ہیں۔

شہزادے نے عرض کیا۔ اباجان! جب حق پر ہم ہی ہیں تو پھر موت کی کیا پروا۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے اپنے باپ کی طرف سے جو ان بیٹے کو اللہ کی طرف سے جو جزا ملتی ہے اللہ تجھے وہی جزا دے۔

(مترجم!)

بیٹے کی زبان سے یہ جملہ سنکر امام حسینؑ کتنا خوش ہوئے یہ تو امام حسینؑ بیٹے باپ ہی کو معلوم ہوگا۔ ویسے اگرچہ شہزادہ علی اکبرؑ یہ جملہ بھی اپنے مقام پر توکل علی اللہ اور موت کی آنکھ میں آنکھ ڈالنے کی عمدہ تعبیر ہے لیکن اس سے زیادہ بہترین اور لطیف وہ جملہ ہے جو شب عاشورہ شہزادہ قاسم نے عرض کیا تھا۔

امام حسینؑ نے پوچھا۔ بیٹے موت کیسے لگ رہی ہے۔

شہزادے نے جواب دیا۔ اگر آپ کے قدموں میں ہو تو شہدے بھی شیریں تر محسوس ہوتی ہے۔

ابو مخنف کے مطابق۔ وہب ابن عبد اللہ ابن جباب کبھی اپنی ماں کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ کہ اسی منزل پر آپ کی زیارت سے شرف ہوا اور زنگ کفر کا نور ہو گیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے ہمراہ ہو گیا۔ یہ نصرانی تھا۔ آپ نے اسے اسی مقام پر گزاری۔

صبح کو۔ ابوہرہ ازدی کو فہ سے آیا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ فرزند رسول خیر زن ہے تو آپ کی خدمت میں آیا۔ سلام کیا اور عرض کیا۔

اے فرزند زہرا! آپ نے اپنے نانا کا حرم پھر خانہ خدا کو ترک کیوں کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ اے ابوہرہ بنی امیر نے ہم سے دولت چھینی ہم نے صبر کیا پھر میرے شریف باپ کو برسرِ نبرد و شتم کیا۔ ہم نے برداشت کیا۔ اب مجھ سے میرا دین چھیننا چاہتے ہیں میں اپنے دین کو بچا کر وہاں سے چل نکلا ہوں مگر میں جانتا ہوں کہ۔

یہ بغاوت پر اتارے ہوئے ہیں اور میرے خون سے ہاتھ سرخ کریں گے اس کے بعد ان کا شرک ہوگا۔ یہ تو دیکھنے والے دیکھیں گے لیکن تجھے اتنا بتا دوں۔ دائی دلت اور نہ ختم ہونے والی جنگ ان کا مقدر ہوگی۔ اللہ ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط کرے گا جو انہیں قوم سب سے بھی زیادہ رموا کر کے رکھ دے گا۔

جب عبد اللہ ابن زیاد کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ مکہ سے کوچ کر کے کوفہ کی



طرف آ رہے ہیں تو اس نے اپنے آئی جی پولیس حصین ابن غیر کو حکم دیا کہ جا کر مقام قادسیہ پر قیام کر اور قادسیہ سے قطیفانہ اور قادسیہ سے خنان تک اس طرح ناکہ بندی کر دے کہ گھوڑے کے ساتھ گھوڑا بونہ کسی کو نکلنے دیا جائے اور نہ ہی کسی کو اندر داخل ہونے دیا جائے۔

۳۰۔ حاجرہ

امام حسینؑ ثعلبیہ سے مل کر وطن رومہ پر آئے اس جگہ سے عبد اللہ ابن قعطر کو اہل کوفہ کے نام خط دے کر بھیجا۔ عبد اللہ خط لے کر جب مقام قادسیہ پر آیا تو حصین نے اسے گرفتار کر لیا۔ پہون کے مطابق جب جناب عبد اللہ کی تلاشی لی جانے لگی تو اس نے خط کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے نکل لیا۔ حصین نے جناب عبد اللہ کو ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ جب جناب عبد اللہ ابن زیاد کے سامنے آیا تو۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ کون ہے تو؟

جناب عبد اللہ نے فرمایا۔ میں امیر المؤمنین علیؑ اور اس کی اولاد کا

شیعہ ہوں۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو نے خط کیوں پھاڑ ڈالا ہے۔

جناب عبد اللہ نے فرمایا۔ تاکہ تجھے وہ معلوم نہ ہو جو خط میں لکھا تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔ خط کس کا تھا اور کس کی طرف تھا۔

جناب عبد اللہ نے فرمایا۔ فرزند رسول کا خط تھا۔ اور اشراف کوفہ کے

نام تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔ ان کے نام کیا ہیں۔

جناب عبد اللہ نے کہا۔ اگر انکے نام بتانا ہوتے تو خط ضائع کیوں کرتا؟

ابن زیاد نے کہا۔ یا تو ان کے نام بتاؤ یا نبر پر اگر خلیفہ چہارم حضرت علیؑ امام

حسنؑ اور امام حسینؑ پر سب دشتم کر۔

جناب عبد اللہ نے فرمایا۔ جہاں تک ناموں کا تعلق ہے وہ ہرگز نہیں بتاؤں

گا اور جہاں تک نبر پر سب دشتم کا تعلق ہے تو وہ کرنے کو تیار ہوں۔

ابن زیاد کی اجازت سے جناب عبد اللہ نبر پر آئے اللہ کی حمد و ثنا اور

حمد و آل محمد پر درود کے بعد عبد اللہ اس کے باپ زیاد اور بنی امیہ میں سے ہر ایک

کا نام لے کر لعنت کی اور کہا۔

لوگو! میں تمہاری طرف، فرزند رسول جسے تم نے خطوط لکھ کر آنے کی دعوت

دی ہے کا قاصد ہوں۔ میں نے انہیں فلاں مقام پر الوداع کی تھی۔ جی جن کے

نام آپ کا خط ہو سکتا ہے آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ میں اپنا کام کر چکا ہوں

اب بیک کہنا تمہارا کام ہے۔

ابن زیاد نے غصہ میں پھر کر جناب عبد اللہ کو نبر پر ہی گرفتار کر لیا۔

ہاتھ پس گردن بندھوائے گئے اور دار الامارہ کی چھت پر لے جا کر زمین پر

گرا دیا گیا۔

مولف۔

اس میں شک نہیں کہ اس سے پہلے جناب مسلم بھی اس دار الامارہ کی چھت

سے زمین پر آئے تھے۔ لیکن جناب مسلم زخمی ضرور تھے مگر ان کا سر پہلے زمین پر آیا

تھا۔ اور جسم بعد میں۔ جناب عبد اللہ کو زخمی حالت میں مجبور ہاتھوں سے نیچے گرایا گیا یہ خیال



رہے کہ ان دونوں کے جسم تیروں سے خالی تھے۔ تاریخ کر بلا میں آپ کو ایک تیسرا فرد بھی ملے گا جو زمین سے زمین پر آیا۔

لیکن ان دونوں آنے والوں اور اس تیسرے میں فرق ہے۔ اس تیسرے کے ہاتھ راہ خدا میں کام آپ کے تھے۔ اور جسم کا کوئی حصہ تیروں سے خالی نہ تھا۔ جب یہ زمین پر آیا ہو گا تو تیروں نے جسم اظہر کو کیا سے کیا کر دیا ہو گا۔

#### ۴۔ چاہ عرب:

حاجت سے کوہِ کر کے آپ چاہ عرب پر تشریف لائے اس جگہ آپ کو عبد اللہ بن مطیع عدوی ملا۔

عبداللہ نے عرض کیا۔ یا بن رسول اللہ آپ اس صحرا میں کہاں چلے ہیں؟ امام حسینؑ نے عبداللہ کو مدینہ سے لے کر کوئٹہ تک اپنی تمام مجبوریوں سے آگاہ کیا۔

عبداللہ نے عرض کیا۔

میرے آقا! آپ جلیل القدر اور شیریں سراپا کے پٹے ہیں میں کہہ تو کچھ نہیں سکتا لیکن ناقص عقل جو کچھ سمجھ سکتی ہے وہ یہ ہے کہ قبل ازیں ان لوگوں نے اتنی موت کبھی نہیں کی کہ کھلے عام آپ میں سے کسی کو شہید کریں۔ آپ کے باپ اور آپ کے بھائی کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ اب اگر آپ انہیں کھلے میدان میں لے آئیں تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے اور پھر پورے عرب میں ان کی تلمذ سے کوئی شریف نہ بچ سکے گا۔ اور نہ ہی اسلام کا تقدس باقی رہ جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ عبداللہ نگر تیری درست ہے۔ اور میں بھی چاہتا ہوں کہ

اب نفاق کو مزید اندر نہیں رہنا چاہیے اسے کھل کر سامنے آ جانا چاہیے۔ تاکہ لوگوں کو حق اور باطل میں امتیاز کرنے کی ہمت ہو سکے۔ آل محمد کے تمام سابقہ چھپے ہوئے قتل ظاہر ہو جائیں اور لوگ اس خلافت علی منہاج السنۃ کی حقیقت کو بھی سمجھ لیں۔

#### ۵۔ خنزیریمیمہ:

چاہ عرب سے چل کر آپ مقام خنزیریمہ پر آئے۔ ایک دن امدت یہاں قیام کیا۔ صبح کو جناب زینب خاتون نے آپ کو اپنے خیمہ میں بلایا اور عرض کی۔ بھیا گذشتہ شب میں نے ایک عجیب آدمی سنی ہے جس سے میرا دل خطرات محسوس کر رہا ہے۔ اگر اجازت دیں تو آپ کو سنا دوں۔ آپ نے فرمایا فرورسنائیے۔

بنی بنی نے عرض کیا۔ جب صبح نماز تہجد کے لیے اٹھی تو میں نے محلے ہاٹھ فیہی کی آواز سنی۔ کہہ رہا تھا۔

الا یاعین فاحتفلی	اے آنکھ زیادہ سے زیادہ
بجھد فمیں یبکی	کوشش کرے۔ میرے علاوہ
علی الشہداء بعدی	کون ہے جو شہیدوں پر آنسو
علی قوم تسوقمہ	بھائے گا۔ ایسی قوم پر آنسو بہانا
العنا یا بمقدار	ہوں گے۔ جسے موت آگے بڑھا
الی انجاز وعدہ	رہی ہے۔ یہ ایک مقدور ہے اور



وعدہ ہے جسے ہر طور پر اور  
ہونا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بہن ان خطرات سے اب بچنا تو ممکن نہیں ہے۔ جو  
اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔

۶۔ زرد و دہ۔

خزیمہ سے چل کر آپ مقام زرد و دہ پر آئے۔ اسی مقام پر جناب زبیر  
ابن عقیل آپ کے ساتھ شامل ہوا اس واقعہ کی تفصیل شہادت زبیر کے ذیل میں  
آئے گی۔

بحار میں عبد اللہ ابن سلیمان اور منذر ابن مشعل (جن کا تعلق بنی اسد سے تھا)  
سے مروی ہے کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ ہمیں جلد از جلد  
امام حسینؑ سے جا ملنا چاہیے تاکہ دیکھیں کہ کیا ہوا ہے۔ ہم انتہائی تیز روی سے مقام  
زرد و دہ پر آپ سے آگے۔ جب ہم خیام امام کے قریب آئے تو ہم نے کوفہ سے آتے  
ہوئے ایک شخص کو دیکھا۔ لیکن جب اسے معلوم ہوا کہ امام حسینؑ خیمہ زن ہیں تو وہ  
آپ سے کئی کمرے کی فاصلہ سے ہٹ کر چلنے لگا۔ ہم اس کی طرف چلے گئے تاکہ  
اس سے جا کر پوچھیں کہ کوفہ میں کیا ہو رہا ہے۔ جب ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے سلام  
کیا۔

اس نے ہمارے سلام کا جواب دیا۔

ہم نے پوچھا آپ کون ہیں اور کہاں سے آ رہے ہیں؟  
اس نے کہا بنی اسد سے ہوں اور کوفہ سے آ رہا ہوں۔

ہم نے اسے بتایا کہ ہم بھی بنی اسد سے ہیں پھر ہم نے اسے اپنے نام بتائے اس  
نے مطمئن ہو کر ہمیں بتایا کہ میں بحران شیعہ ہوں۔

ہم نے کوفہ کے حالات پوچھے۔

اس نے بتایا کہ جب میں کوفہ سے چلا اس وقت جناب مسلم اور ہانی کے قدموں  
میں رسی تھی۔ اور ان دونوں بے سر لاشوں کو کوفہ کے گلی کو چوں میں تشہیر کرایا جا  
رہا تھا۔

۷۔ زبالہ دہ۔

زرد و دہ سے چل کر آپ زبالہ دہ پر آئے ہم آپ کے ساتھ تھے۔ زبالہ دہ پر آ کر ہم نے  
امام حسینؑ کی خدمت میں حاضری دی اور آپ کو کوفہ کے حالات اور جناب مسلم کی  
شہادت سے مطلع کیا۔ آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھا۔ ہم نے دیکھا آپ  
کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر آپ اٹھے۔ جناب مسلم کی کفن سات سالہ بیٹی کو اپنے  
پاس بلایا۔ ہمیں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بچی جناب مسلم کی ہے اس کا نام عاتکہ ہے اور  
یہ رقیہ بنت عقی کی بیٹی ہے۔ آپ نے اس بچی کو گود میں بٹھایا بہت آنسوؤں کے ساتھ  
بچی کے سر کا بوسہ لیا پھر سر پر ہاتھ پھیرا۔

بچی نے جب امام حسینؑ کو روتا دیکھ کر سر پر ہاتھ پھیرتے دیکھا۔ تو آپ نے  
عرس کیا۔

میرے آقا!

آج آپ کا سلوک میرے ساتھ بالکل نیا ہے۔  
آپ نے فرمایا۔ نہیں میری بچی بتا کیسے ہے؟



بچی نے عرض کیا۔ بالکل اس طرح جس طرح یتیموں سے کیا جاتا ہے۔  
آپ نے زندگی ہوئی آواز سے بچی کو گلے لگایا اور فرمایا۔ بیٹی میں تیرا باپ  
ہوں۔ آج کے بعد تو مجھے باپ کہہ سکتی ہے۔  
مؤلف:-

یہی وہ بچی ہے جو یوم عاشورہ شہادت امام حسینؑ کے بعد جب فوج یزید نے  
خیام اہلیت پر یغمار کی تو یہ بچی پا مال سم اسپاں ہو گئی تھی۔  
اس خبر کے بعد ہم نے دیکھا کہ خیام امام حسینؑ میں شہادت جناب مسلم کے غم میں  
نوحہ و بکا شروع ہو گیا۔

تیسری مجلس

## شہادت مسلم کی اطلاع میں اختلاف

مورخین کو اس بات میں شدید اختلاف ہے کہ امام حسینؑ کو جناب مسلم کی خبر  
شہادت دوران سفر کس مقام پر موصول ہوئی تھی۔ اس مجلس میں ہم اسی اختلاف کی طرف  
اشادہ کرنے چلے ہیں۔

نفس المہموم میں ابن قتیبہ دینوری کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ مقام ندو  
سے روانہ ہوئے تو راستہ میں آپ کو کوفہ کی طرف سے آتے دو شخص ملے اور آپ نے ان  
سے کوفہ کے حالات پوچھے۔ انہوں نے بتایا کہ

جب ہم کوفہ سے روانہ ہوئے تھے اس وقت بچوں نے جناب مسلم اور جناب  
ہانی کے پاؤں میں رسی ڈالی ہوئی تھی اور کوفہ کی گلیوں میں دونوں لاشوں کو لیے پھر  
رہے تھے۔ آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا۔ ہم اپنا حساب اللہ  
کی بارگاہ میں پیش کریں گے۔

لہذا میں ابن طاووس نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ مقام نہالہ پر پہنچے تو آپ کو  
جناب مسلم کی خبر شہادت ملی۔ آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو یہ اطلاع دی۔ اس اطلاع اور  
آپ کی خاموشی کو دیکھ کر آپ کے ساتھ کھستے چلنے والے وہ لوگ جو غنیمت اور دولت کی



غرض سے چل رہے تھے ان کی واضح اکثریت نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ کے اہل بیت آپ کے مخلص ساتھی اور کچھ دیگر افراد پیچ رہے۔ اسی مقام پر اہل حرم میں جناب مسلم کی شہادت پر ماتم ہوا اور خیمہ سے کافی دیر تک گریہ و بکا کی ننگ دوز صدائیں بلند ہوتی رہیں۔ یہیں آپ کی ملاقات معروف شاعر فرزدق سے ہوئی اور فرزدق کے جواب میں آپ نے یہ اشعار فرمائے۔

فان تكن الدنيا تعد نفيسة فدار ثواب الله اعلى وانبل  
اگرچہ دنیا کو بہت ہی عمدہ سمجھا جاتا ہے لیکن اللہ کے ثواب کا گھر  
انتہائی اعلیٰ اور عمدہ ہے۔

وان تكن الابدان للموت انشأت فقتل امرء بالسيف في الله افضل  
اگر یہ جسم موت ہی کے لیے بنائے گئے ہیں تو پھر راہ خدا میں انسان  
کا قتل ہو جانا ہی بہترین موت ہے۔

وان تكن الارزاق قسما مقدرا فقله حرص العمرء في السعي اجمل  
اگر تقسیم رزق اللہ کی طرف سے ہے اور اس کی مقدار معین ہے  
تو انسان کا حصول رزق میں کم سے کم ترحرص کرنا ہی اچھا ہے۔

وان تكن الاموال للترك جمعها فبال متروك به المرء بخل  
اگر مال و دولت کو صرف اسی لیے ہی جمع کیا جاتا ہے کہ اسے  
یہیں چھوڑ دیا جائے گا۔ تو پھر انسان ایسے مال پر کیوں بخل کرتے  
ہیں۔ جو انہیں بہر صورت چھوڑ کر جانا ہے۔

حبیب السیر میں ہے کہ جب امام حسینؑ مقام زبالہ پر پہنچے آپ کو عمر بن سعد کا خط  
ملا جس میں جناب مسلم اور جناب ہانی کی خبر شہادت دی گئی تھی اور اس میں بتایا گیا تھا۔

کہ چونکہ جناب مسلم نے دم آخر مجھ سے یہ خواہش کی تھی کہ آپ کو اس کی شہادت سے  
مطلع کر دوں اس لیے میں نے اپنی وصیت پوری کر دی ہے۔

شیخ مفید نے لکھا ہے کہ جب آپ مقام زبالہ پر پہنچے تو آپ کو جناب مسلم جناب  
ہانی اور جناب عبداللہ بن القیصر کی خبر شہادت موصول ہوئی۔ اس مقام پر آپ نے  
اہل کوفہ کا شکوہ کیا اور اپنے ساتھ آنے والوں سے فرمایا۔

جو شخص اپنی گردن پر تلوار اپنے سینہ پر نیزہ کی انی اور اپنے پہلو پر تیر برداشت  
کر سکتا ہو ہمارے ساتھ چلے۔ ہمارا یہ سفر دنیاوی دولت کا نہیں ہے بلکہ اخروی غنیمت کا  
ہے اور وہ شہادت ہے۔

آپ کا ارشاد سن کر کم اور راستہ سے لاپٹ کی خاطر آنے والے بکثرت واپس  
چلے گئے۔

طریقہ کی نے منتخب التواریخ میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے ساتھ آنے والوں  
سے فرمایا۔

آپ لوگوں میں سے جو شخص تلوار کی مدت۔ نیزہ کی شدت اور تیر کی دھک برداشت  
کر سکتا ہے ہمارے ساتھ چلے اور جو ایسا نہ کر سکے وہ واپس چلا جائے۔

آپ کا یہ ارشاد سن کر آپ کے ساتھ راستہ اور کم سے شامل ہونے والوں کی  
اکثریت صحرا میں بکھر گئی۔

بحار میں ہے کہ اس کے بعد آپ سونے کو فرودانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ کو طراح  
ابن حکم ملا۔ طراح کہتا ہے کہ میں امام حسینؑ سے ملا اور عرض کی۔

مجھے ایک مرتبہ لامحالہ واپس اپنے گھر جانا پڑتا ہے آپ کو فزہ جائیں۔ آپ کا  
راستہ روکنے کی خاطر اس وقت کو فزہ میں اور بھی کسی کو نہیں جانے دیا جا رہا۔ ہو سکتا ہے



آپ اپنے بلانے والوں تک نہ پہنچ پائیں۔ ہم بہت کچھ سن چکے ہیں۔ اموی گورنر کے ارادے آپ کے لیے اچھے نہیں ہیں۔ آپ میرے ساتھ میرے قید خانے میں تشریف لے آئیں۔ کوہ اجا کے متعلق آپ کو اچھی طرح معلوم ہے انتہائی محفوظ پناہ گاہ ہے اگر آپ نے جنگ کرنا چاہی تو میرے قید خانے کی بیس ہزار تواریں آپ کے ساتھ ہوں گی آپ کے بعد ہمیں فرزند رسول نہ ملے گا۔

آپ نے مجھے جواب دیا۔

طراح! اللہ تجھے اور تیری قوم کو جزائے خیر دے۔ میرا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں ہے۔ اگر یہ ارادہ ہوتا تو میں سامان جنگ سے لیس ہو کر مدینہ سے سفر کرتا۔ ان مستورات کو لے کر کوفہ کی طرف نہ آتا۔ ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنا ہے۔ اگر اہل کوفہ نے وفا کی تو ٹھیک ہے۔ ورنہ کامرانی اور شہادت تو ہم سے کوئی نہیں چھین سکتا۔

میں نے عرض کیا۔ اسے فرزند نہ ہوا۔

اللہ جن دانش کا شر آپ کی ذات سے دھڑکے۔ مجھے کوفہ سے اپنے اہل کے لیے کچھ بے جانا ہے۔ میں کوفہ سے سب لے کر اپنے اہل کو پہنچا کر انشاء اللہ آپ کے ساتھ چلوں گا۔ اور آپ کے انصاف سے بخون گا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اگر تیرا ارادہ ہے تو پھر ویر نہ کرنا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔

جب میں نے فرزند رسول کی یہ بات سنی تو مجھے یقین ہو گیا کہ انہیں اپنے وقت کا علم ہے جس کی وجہ سے میری جلدی داپسی کی خواہش فرما رہے ہیں۔ میں نے امکانی طور پر کم سے کم وقت کوفہ میں صرف کیا۔ واپس اپنے گھر کوہ اجا گیا۔ اہل خانہ کو ان مطلوبہ

سامان دیا اور واپس ہونے لگا۔

تمام نے پوچھا اب کے کیا نئی بات ہو گئی ہے پہلے تو تو نے کبھی ایسے نہیں کیا تھا۔

میں نے مختصراً تمام حالات بتائے اور الوداع کر کے واپس پلٹا۔ جب میں عذیب الجہانات پر پہنچا تو مجھے سماعہ بن بدر کہ بلا سے آتا ہوا ملا۔ اس نے بتایا کہ فرزند رسول کر بلا میں شہید ہو گیا ہے۔

وادئ زبالہ سے چل کر آپ نے بطن عقبہ میں قیام کیا۔ یہاں آپ کو ایک سن رسیدہ عرب ملا۔ جب اسے آپ کا تعارف ہوا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

حالات سازگار نہیں ہیں۔ ان حالات میں اگر آپ کو جانا ہی ہے تو پھر کم از کم ان مستورات کو واپس مدینہ بھیج دیجئے۔

آپ نے فرمایا میں خواہ کوفہ جاؤں یا واپس مدینہ۔ مجھے معلوم ہے یہ لوگ اس وقت تک ہمیں سے نہ بچیں گے جب تک میرے سینے سے میرا دل نکالیں گے۔ اس کے بعد ان کا جو حشر ہوگا۔ بس دیکھنے والے ہی دیکھیں گے اور مستورات ساتھ نہ ہوں تو میری شہادت چھپ جائے گی۔

امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب آپ وادی عقبہ میں آئے تو اپنے بھائی قریب باشم سے فرمایا۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہماری شہادت کا وقت قریب ہے۔

جناب عباس نے فرمایا۔

وہ کیسے؟



آپ نے فرمایا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ۔ بھوکے کتے میرے جسم کو بھینچوڑ رہے ہیں اور ان میں سے سفید داغوں والا کتا سب سے پیش پیش ہے مؤلف! یہ بھی خواب آپ نے شبِ نہم محرم بھی دیکھا تھا۔ تبیر کے بطور فرمایا تھا کہ۔

جہاں تک میرا خیال ہے میرا قاتل مبروص ہے۔

مادی مقبرے کے بعد آپ نے مقام شراف پر قیام کیا۔ سحری کے وقت آپ نے اپنے تمام ساتھیوں کو حکم دیا کہ جتنا پانی لے سکتے ہو جمع کر لو۔ پانی جمع کرنے کے بعد آپ نے کوچ کا حکم دیا۔ دوپہر کے وقت آپ کے ساتھیوں میں سے ایک نے باؤ از بندہ تکبیر کہی۔

آپ نے پوچھا۔ کس نے تکبیر کہی ہے۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ سائے کھجوروں کا جھنڈ نظر آرہا ہے۔

عبداللہ ابن سلیمان اور منذر ابن شعل نے کہا۔ ہم نے آج تک اس مقام پر ایک کھجور بھی نہیں دیکھی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ جہاں تک میرا خیال ہے یہ کھجوروں کا جھنڈ نہیں ہے بلکہ بند کیے ہوئے نیرے ہیں جو کھجوروں کا جھنڈ نظر آ رہے ہیں۔ کیا یہاں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جسے ہم اپنے عقب میں رکھیں تاکہ بصورتِ جنگ ہمارا عقب محفوظ رہ جائے ایک صحابی نے عرض کیا۔ قبلہ ہمارے بائیں ہاتھ بھی تھوڑے سے فاصلہ پر کوہِ ذوحم ہے۔

آپ نے اسی طرف جانے کا حکم دیا۔ ہم تھوڑا ہی چلے تھے کہ حرب بن زید ریاحی کی سالاری میں آنے والا لشکر ہمارے قریب پہنچ گیا۔ ذوحم پر پہنچ کر امام حسینؑ نے

خیام لگانے کا حکم دیا۔

حرب نے بھی اپنے سپاہیوں کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا۔ لشکرِ حرِ یاس سے جان بلب تھا۔ انہوں نے پانی مانگا۔ آپ نے اپنے جانوروں سے فرمایا انہیں پانی پلاؤ۔

ابن طعان معاربہ کہتا ہے کہ میں لشکرِ حر میں شامل تھا اور پیاس سے میرا اس قدر برا حال تھا کہ سب سے آخر آنے والا میں ہی تھا۔

امام حسینؑ بذاتِ خود اٹھے۔ میرے قریب آئے مجھے مہلادیا۔ اپنے ہاتھ سے پہلے مجھے پھر میرے گھوڑے کو پانی پلایا۔ جب میرے حواس بحال ہوئے تو میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔

فرمایا۔ ابن طعان! بھول نہ جانا یہ وقت مجھ پر آسکتا ہے۔ اور میرے کسی بچہ پر بھی اگر کبھی میں یا میرا کوئی بچہ پانی مانگے تو دے دینا۔



چوتھی مجلس

## امام حسین اور حر

ہون میں ابن طاؤس نے لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ کو فہ سے دو منزل کے فاصلہ پر رہ گئے۔ تو حر قادیسیہ سے ہزار افراد پر مشتمل لشکر لے کر سامنے آگیا۔ یہ سب پیاسے تھے۔ امام حسینؑ نے ان تمام کو پانی پلایا۔ چونکہ قادیسیہ اور کوفہ کے مابین ۵۰ میل کا فاصلہ تھا۔ اس لیے ابن زیاد نے حصین ابن غبیرہ کو قادیسیہ پر قبضہ کر کے اسے حکم دیا۔ کہ حر کی سربراہی میں ایک لشکر امام حسینؑ کے مقابلہ کے لیے بھیج دینا۔

حر مقام ذی حسم پر دوپہر کے وقت پہنچا۔ آپ کے خیام کے مقابلہ میں ڈیرے ڈال دیئے۔

امام حسینؑ نے پوچھا۔

حر ہمارے حق میں آئے ہو یا ہمارے خلاف؟  
حر نے کہا۔

اے ابو عبد اللہ! آپ کے خلاف  
امام حسینؑ نے فرمایا۔

جب نماز ظہر کا وقت ہوا تو آپ نے حجاج ابن مسروق کو اذان کے لیے حکم دیا۔ جب اذان ہو گئی تو حر اپنے تمام لشکر کے ساتھ آپ کی اقتدار میں نماز پڑھنے آگیا۔ امام حسینؑ نے بجائے نبوی اور صحابی اور جانناز پر آکر فرمایا۔

اما بعد!

دیکھو میں تمہارے پاس از خود نہیں آیا۔ تم لوگوں نے میرے پاس خطوط بھی بھیجے اور پینا مبر بھی۔ جن میں آپ نے مطالبہ کیا ہے کہ ہم یزید جیسے شخص کو مسند رسالت پر بیٹھا ہو ادیکھنا گوارا نہیں کر سکتے۔ ہم نے اس کی بیعت نہیں کی۔ آپ آئیں تاکہ ہم اپنے دین و دنیا کی فلاح کی خاطر آپ کی اقتدار کر سکیں۔ تم لوگوں نے میرے ساتھ ہر قسم کے تعاون کا وعدہ کیا ہے۔ اور تمہاری تمام تحریریں میرے پاس موجود ہیں اگر تو تم لوگ اپنے وعدہ پر قائم ہو تو دیکھ لو میں آگیا ہوں۔ اور اگر تم نے اپنا فیصلہ بدل دیا ہے اور میرا۔ آنا تمہارے لیے ناگوار ہے تو کوئی بات نہیں میں جہاں سے آیا ہوں۔ واپس پٹ جاؤں گا۔

تمام حاضرین کو چپ سی لگ گئی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

آپ نے مؤذن سے فرمایا۔ اقامت کہو۔ جب اقامت ہو چکی تو آپ نے حر سے فرمایا۔

کیا تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ علیحدہ نماز پڑھے گا۔

حر نے کہا۔ نہیں نماز تو ہم سب آپ ہی کی اقتدار میں پڑھیں گے۔

امام حسینؑ کی اقتدار میں نماز پڑھنے کے بعد حر اپنے خیام میں چلا گیا اور امام حسینؑ اپنے خیمہ میں تشریف لائے۔ چونکہ وہاں کوئی سایہ نہ تھا۔ اس لیے جن لوگوں کے لیے خیام میں گناش نہیں تھی۔ وہ اپنے اپنے گھوڑوں کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ جب عصر



کا وقت ہوا تو آپ نے نماز عصر ادا کی۔ ایک مرتبہ پھر لشکرِ حر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے لوگو!

اگر تم لوگ حق اور اہل حق کی پہچان رکھتے ہو تو ذاتِ احدیت کی خوشنودی کے لیے زیادہ بہتر ہوگا۔ ہم اہلیتِ محمدیہ میں اگر تم لوگ ہمارے ساتھ چلو تو ہم یقیناً تمہیں گمراہی سے بچالیں گے۔ تم پر ظلم نہیں ہوگا۔ امیر و مغرب کے مابین عدل ہوگا۔ لیکن اگر تم لوگ ہمیں اور حق کو پہچاننے سے انکار کرو اور جو کچھ پہلے تم کھچے ہو اس سے منحرف ہو چکے ہو۔ تو کوئی مجبوری نہیں ہے میں واپس چلا جاؤں گا۔

حرفے کہا۔ بخدا مجھے کچھ نہیں معلوم کہ آپ کو کی کھائیگا بے کب کھائیگا بے اور کس نے کھا ہے۔

امام حسینؑ نے عقبہ بن سمان سے فرمایا۔ خطوط کے دونوں تھیلے اٹھا لاؤ۔ عقبہ دونوں تھیلے اٹھا کر لایا۔ امام حسینؑ نے دونوں تھیلوں سے اہل کوفہ کے تمام خطوط نکال کر اپنے سامنے پھلادیے اور فرمایا۔ یہ دیکھ لو یہ سب خطوط تمہارے ہیں۔

حرفے کہا۔

اے ابوبہداسد! میرے ساتھ جتنے بھی افراد ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس نے آپ کو دعوت دی ہو۔ اور نہ ہی ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں جنہوں نے آپ کو دعوت دی ہے۔ ہمیں تو صرف یہ معلوم ہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اس وقت تک آپ سے جلد نہ ہوں۔ جب تک آپ کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے پیش نہیں ہو جاتے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ حریرے ابن زیاد کے سامنے کوفہ جانے کی نسبت

موت سمجھ سے زیادہ قریب ہے۔ پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اٹھو اور سوار ہو جاؤ۔

سب لوگ اپنی اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ جب مستعدات بھی سوار ہو گئیں اور آپ واپس لوٹنے لگے تو حرفے نے اپنے سپاہیوں کو راستہ روکنے کا حکم دیا لشکرِ امام حسینؑ اور واپسی کے راستہ میں مائل ہو گیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے حر! تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے بتا تو چاہتا کیا ہے۔

حرفے کہا۔

اے فرزندِ رسول! آپ کی ماں زہرا دخترِ رسولؐ نہ ہوتی تو میں بھی آپ کو انہی الفاظ سے جواب دے سکتا تھا۔ لیکن ہماری مجبوری ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بھلا بتا تو سہی کہ تو کیا چاہتا ہے؟

حرفے کہا۔ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں گا

امام حسینؑ نے فرمایا۔ بڑا مشکل ہے۔

جب حرفے نے دیکھا کہ فرزندِ رسولؐ کسی قیمت پر ابن زیاد کے پاس جانے پر تیار نہیں ہیں تو اس نے کہا پھر ایسا کیجئے۔ ایسی راہ پر چلیں جو نہ تو آپ کو کوفہ لے جائے اور نہ واپس مدینہ میں ابن زیاد کو اطلاع پہنچاتا ہوں۔ حکم ثانی تک آپ کسی تیسری راہ پر چلیں گے۔

چنانچہ امام حسینؑ نے قادسیہ اور غدیہ کی راہ میں ہٹ کر بائیں جانب کا راستہ اختیار کیا۔ اور حر ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

راستہ میں حرفے نے کہا۔ اے فرزندِ رسول! اگر آپ نے جنگ کی تو آپ شہید



جو جائیں گے۔

امام حسین نے فرمایا: موت نہ تو کوئی نئی چیز ہے اور نہ ہی ڈرنے والی چیز البتہ تمہیں اپنے اس انجام کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ جس سے تم لوگ میری شہادت کے بعد دو چار ہوں گے۔

امام حسین اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

تم میں سے کوئی شخص اس راہ سے واقف ہے؟

طراح ابن حکم نے عرض کیا میں جانتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ تو پھر آگے چلو۔

جب حسنین یہ بات سنی تو آپ کے آگے سے ہٹ کر راستہ سے ایک طرف

ہٹ گئے۔

جب آپ واقعہ اور غیب کے پاس مقام بیغمر پر پہنچے تو۔

مقام کے مطابق امام حسینؑ نے ایک مرتبہ پھر خطبہ دیا۔ اور فرمایا:-

اے ابعد! لوگو تمہیں معلوم ہے میرے رسول نانائے فرمایا تھا جو شخص ایسے

حکمران کو دیکھے جو ظالم ہو۔ حلال خدا کو حرام اور حرام خدا کو حلال سمجھے خدا کی پامال کر

دے۔ سنت رسول کی توہین کرے۔ بندگان خدا کے درمیان ظلم و جور کا بازار گرم کرے

اور کوئی شخص اسے نکمیل نہ ٹلے۔ تو اللہ کا حق ہے کہ اسے وہیں بھیجے جہاں کا

وہ مستحق ہے۔

تمہیں معلوم ہے کہ امویوں نے اہلسنت کی اطاعت شروع کر دی ہے۔ اطاعت البیہ

کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ ہر طرف فساد ہی فساد ہے۔ حدود خدا مٹ گئیں۔ تم لوگوں نے مجھے

خطوط کھینچے بلایا۔ اگر تم اپنی بات پر قائم ہو تو اپنا وعدہ نبھاؤ۔ میں حسینؑ ابن علیؑ اور

ابن فاطمہ ہوں۔ اگر تم اپنا عہد توڑ دے گے ہو۔ اور میری بیعت ختم کر کے ہو۔ تو یہ بات

تمہارے لیے کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ قبل ازیں میرے والد امیر المومنین۔ میرے بھائی حسنؑ

اور میرے سفیر مسلم کے ساتھ تم ہی سلوک کر چکے ہو۔ تم اپنا حصہ کھو چکے ہو۔ اور اپنے

بخت ضائع کر چکے ہو۔ جس نے بھی بیعت توڑی ہے اس نے اپنا نقصان کیا ہے

اللہ مجھے تم لوگوں سے بے نیاز کر دے گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

پھر آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ غریب البہائنات پہنچے تو نافع ابن بلال کی

حیثیت میں کوفہ سے چار افراد طراح ابن عدی کی راہنمائی میں آئے۔

حسین انہیں گرفتار کر لیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اپنا وعدہ یاد کرو۔ یہ میرے ساتھی ہیں۔ اور وعدہ کے مطابق

تم میرے کسی ساتھی کو نہ گرفتار کر سکتے ہو اور نہ واپس۔

امام حسینؑ نے ان سے پوچھا۔ اہل کوفہ کا کیا حال ہے؟

مجھے ابن عبد اللہ نے جواب دیا۔ ان کے دل آپ کے ساتھ اور تلواریں آپ کے

خلاف ہیں۔

آپ نے پوچھا۔ میرے نامہ بردار عبد اللہ ابن القتیر کا کیا بنا؟

اس نے عبد اللہ کا تمام حال بیان کیا۔

امام حسینؑ عبد اللہ ابن القتیر کا حال سنا کر رو دیے اور جناب عبد اللہ کے لیے

دعا کی۔

اس کے بعد عبد اللہ ابن جمع نے وہ پیش کش کی جو سابقہ تفصیل سے بیان کی

جائیں۔

غریب البہائنات کے بعد آپ قصر بنی مقاتل میں آئے جہاں آپ کو عمر ابن قیس

میں آئے۔



اور اس کا چجازا ہے۔ عمرو کا بیان ہے کہ میں نے امام حسینؑ کے بال بہت سیاہ دیکھے تو میں نے پوچھ لیا۔ یہ خضاب ہے یا بال اپنے اصلی رنگ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا خضاب ہے۔

مولف!

شاید یہ امام حسینؑ کا آخری خضاب تھا۔ یوم عاشورہ آپ نے اپنی ریش مبارک کو کئی مرتبہ خضاب کیا لیکن یہ خضاب سیاہ رنگ نہیں تھا بلکہ سرخ رنگ تھا۔ جو کبھی شہزادہ ابر کے خون سے کبھی قمری ہاشم کے خون سے۔

پانچویں مجلس

## امام حسینؑ اور عید اللہ ابن حرجفی

آمالی میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ مقام قطیف پر آئے تو ایک خیمہ نصب دیکھا۔

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ جب امام حسینؑ قمری مقابل پر پہنچے تو آپ نے ایک خیمہ نصب دیکھا۔ آپ نے پوچھا یہ خیمہ کس کا ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ عید اللہ ابن حرجفی کا ہے۔

قمام کے مطابق عید اللہ جعفری انتہا پسند مروانی تھا۔ عرب کے معروف بہادروں میں شمار ہوتا تھا۔ جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے مخالف لشکر میں شامل تھا۔ جو کچھ خالص مروانی تھا اس لیے حضرت علیؑ سے عداوت میں بھی معروف تھا۔ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد کوفہ منتقل ہو گیا۔ اپنے سابقہ رویہ اور بغض علیؑ سے کچھ پشیمان ہو چکا تھا۔ جب فرزند رسولؐ کے قتل کر دینے کی خبریں کوفہ میں اڑیں تو یہ کوفہ سے اس غرض سے نکل گیا کہ مجھے قتل فرزند رسولؐ میں شریک نہ ہونا پڑے۔

امام حسینؑ نے حجاج ابن مسروق سے فرمایا اکا سے بلا لاؤ۔

حجاج نے جا کے کہا۔ فرزند رسولؐ حسینؑ ابن علیؑ تمہے یاد کرتا ہے۔



عبید اللہ نے کہا - انا لله وانا اليه راجعون میں نے تو کو نہ چھوڑا ہی اسی خاطر تھا کہ نہ میں حسین کو دیکھوں اور نہ حسین مجھے دیکھے۔

حجاج نے اگر امام حسین کو اس کے جواب سے مطلع کیا۔

یہ سکر امام حسین اپنے انصار اور بیٹوں کو لے اس کے پاس خود تشریف لے گئے جب اس نے امام حسین کو دیکھا تو اٹھ کر تعظیم کی۔ اپنی مسند پیش کی امام حسین کے ہاتھوں اور قدموں کا بوسہ لیا۔

امام حسین نے اسے اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دی۔

عبید اللہ نے جوابات حجاج سے کہی تھی وہی بات دہرا کر معذرت چاہی۔

امام حسین نے فرمایا - بندہ خدا تجھے معلوم ہے کہ تو کتنا مجرم ہے۔ میں چاہتا

تھا کہ تیرے سابقہ گناہوں کی تلافی ہو جاتی اور میرے نا ائیرے شفاعت کنندہ

بن جائیں۔

عبید اللہ نے کہا۔

اے فرزند رسول! یقین کیجئے اگر میں نے آپ کا ساتھ دیا تو یقیناً میں صفا دل

میں ہوں گا۔ اور میں اب نہ تو آپ کی موافقت کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی آپ کی مخالفت

کے لیے ایسا کریں میرا گھوڑا لے جائیں۔ میں جب کسی اس پر سوار ہوا ہوں ناکام

نہیں لوٹا۔

امام حسین نے اس شخص سے منہ پھیر لیا اور فرمایا۔

اب ہمیں نہ تیری اور نہ تیرے گھوڑے کی ضرورت ہے۔ میں کسی گم گشتہ راہ

کا پناہ ساقی نہیں بتانا۔ البتہ ایک بات یاد رکھنا یہاں سے دور چلا جا۔ اتنا دور کہ

جب ہم مغرب کے وقت داری کے لیے فریاد کریں۔ تو ہماری آواز تیری کانوں پر

نہ پڑے۔ جس نے بھی ہماری اس فریاد کو سکر لیک نہ کہی اللہ اسے اندھے منہ

جہنم میں ڈالے گا۔ یہ فرما کر آپ اٹھے اور واپس چلے آئے۔

عبید اللہ کے بعد کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے اس یکے پر

پشیمان رہا تھا۔ اور کئی افسوس منا رہا۔ اس سلسلہ میں اس نے چند اشعار کہے

تھے۔

ان میں سے ایک شعر ملاحظہ فرمائیے۔

فقد فاز الاولی نصر و احسینا وخاب الاخرون اولوا النفاق

جی لوگو! نے امام حسین کی نصرت کی کامیاب ہو گئے اور ان کے مقابل

آنے والے منافقین ناکام و رسوا ہوئے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسین کی شہادت کے بعد یہ شخص سب سے پہلا

زائر منظر مکرر ہوا ہے۔ کیونکہ شہادت فرزند رسول کے بعد ان زیاد نے تمام اشراف

کو نہ کو ایک ایک کر کے بلایا مان میں عبید اللہ موجود نہ تھا۔ چند دن گزر جانے کے بعد

عبید اللہ ابن زیاد کے پاس آیا۔

ابن زیاد نے پوچھا۔ تو کہاں تھا؟

عبید اللہ نے کہا۔ بیمار تھا۔

ابن زیاد نے کہا۔ تیرا دل بیمار تھا یا جسم؟

عبید اللہ نے کہا۔ میرا دل کبھی بیمار نہیں ہوا۔ ادب جسم بھی بفضل خدا

تندرست ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ تو جھوٹ بول رہا ہے تو ہمارے دشمن کے ساتھ تھا۔

عبید اللہ نے کہا۔ تو بھی غلط کہہ رہا ہے۔ اگر میں تیرے دشمن کے ساتھ



ہوتا تو بھلا میں کب چپارہ سکتا تھا۔ تو ابھی طرح جانتا ہے کہ میں چھپ کر رہنے والوں سے نہیں ہوں۔

ابن زیاد دوسری مصروفیات میں مشغول ہو گیا۔ عبید اللہ نے موقع کو غنیمت جانا اور ہستہ سے کھسک گیا۔ باہر آکر گھوڑے پر بیٹھا اور باہر نکل گیا۔

کچھ دیر بعد ابن زیاد متوجہ ہوا تو اس نے دیکھا کہ عبید اللہ نہیں ہے۔ اس نے پوچھا کہ ابن حرقہ کہاں گیا ہے؟

درباریوں نے بتایا کہ ابھی ابھی باہر نکلا ہے۔

ابن زیاد نے تمنا دے کر کہا۔ اسے میرے پاس لاؤ۔

تمنا دینار چند سپاہیوں کو لے کر عبید اللہ کے تعاقب میں آیا۔ اور کہا ابن زیاد ہمارا ہے۔

عبید اللہ نے کہا۔ اسے جا کر کہہ دو کہ بصورت اطاعت اب میرا آنا ناممکن ہے۔

اس کے بعد یہ شخص مدائن کی طرف چلا راستہ میں کربلا آیا۔ فدیت رسول کی بے گور و کفن لاشیں دیکھیں۔ ان کی غربت اور مظلومی پر مرثیہ خوانی کی۔ پھر یہ شخص مختار کے ساتھ قاتلین امام حسین کے انتقام کے لیے شامل ہو گیا۔ مختار نے اسے ابراہیم ابن مالک اشتر کے ساتھ بھیجا۔ ابراہیم نے کہا کہ مجھے عبید اللہ سے خطر ہے کہیں یہ مجھے دھوکا نہ دے جائے۔

مختار نے کہا اس سے سلوک اچھا کرنا اور دولت کے معاملہ میں بخل نہ کرنا۔ ابراہیم اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ عبید اللہ اس کے ساتھ تھا۔ جب تکیت پہنچے تو ابراہیم نے کچھ پیسے تقسیم کیے۔ عبید اللہ کو ابراہیم نے پانچ ہزار بھیجائے۔ عبید اللہ

غصہ میں آگیا اور کہا تو نے خود دس ہزار لیے ہیں اور مجھے کم دیا ہے۔ جب کہ میں کسی حیثیت سے تجھ سے کم نہیں ہوں۔ ابراہیم نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے بھی اتنے ہی لیے ہیں جتنے آپ کو دیے ہیں۔ اگر آپ اتنے ہی ناراض ہیں تو میں اپنا حصہ بھی آپ ہی کو دیتا ہوں۔ چنانچہ ابراہیم نے اپنا پانچ ہزار بھی اسی کو دے دیا۔ لیکن اس نے اپنا معاہدہ توڑ دیا۔ اپنے ساتھیوں کو لے کر کوفہ میں قتل و غارت کی۔ اطراف و نواح کی بستیوں میں بھی لوٹ مار مچائی اور بصرہ میں مصعب ابن زبیر کے پاس چلا گیا۔ جب مختار کو پتہ چلا تو اس نے اس کے گھر سے تمام مال کا سبب اٹھو الیہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جنہیں اس نے لوٹا تھا۔ بعد ازاں جب اسے مصعب نے بھی حسب توقع خوش آمدید نہ کہا کہ اس سے بھی دل برداشتہ ہو کر چھوڑ دیا اور شہادت مختار کے بعد کوفہ میں ساری زندگی نصرت فرزند رسول پر کف افسوس ملتا رہا۔



چھٹی مجلس

## ابن زیاد بن ابیہ

دوران سفر ایک طرف حرا رہا تھا۔ دوسری طرف نواسہ رسول اپنے اہلیت کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ کوفہ سے ایک ناقہ سوار آتا ہوا دکھائی دیا تو تمام اس کے انتظار میں رک گئے۔ جب قریب آیا تو معلوم ہوا کہ وہ مسلح بھی ہے اور کمان کو اٹائیے ہوئے ہے۔ اس نے آکر حرا کو سلام کیا۔ فرزند رسول کو سلام نہ کیا۔ ایک خط حصہ کے حوالہ کیا۔

حرا نے پڑھا، لکھا تھا۔

الابعد۔

جب میرا خط تجھے موصول ہوا اس کے بعد سے فرزند رسول کے ساتھ سختی سے پیش آؤں گے تمام راستے بند کر دے۔ کہیں نہ جانے دے۔ کبھی بے آب و گیاہ ویرانہ میں اسے خیمہ زن ہونے پر مجبور کر۔ میرا یہ قاصد تیری گھوڑی کے گالوں پر دیئے گا کہ تو میرے حکم کی تعمیل کرتا ہے یا نہیں پھر مجھے مطلع کرے گا۔

والسلام

یزید ابن زیاد بن ابیہ حرا میں تھا۔ جب اس نے ابن زیاد کے قاصد کا رویہ دیکھا تو غصہ سے بھڑک اٹھا اور کہا۔

تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے۔ یہ کیا لایا ہے۔  
قاصد نے جواب دیا۔ جو کچھ لایا ہوں اپنے امام کی اطاعت کی ہے اور اپنی بیعت کا حق ادا کیا ہے۔

یزید ابن زیاد بن ابیہ حرا میں تھا۔ اللہ تجھے حق سمجھائے تو نے اپنے امام کی اطاعت اپنے کو جہنم میں ڈالنے کے لیے کی ہے۔ تو نے اللہ کی نافرمانی کی ہے تا قیامت اپنے لیے لعنت اور بعد از قیامت دائمی جہنم خریدی ہے۔ قرآن میں تیرے امام سے اللہ کے لیے اللہ نے فرمایا ہے۔

منہم النمة يدعون  
الى النار۔  
آئمہ میں سے کچھ ایسے امام  
بھی ہیں۔ جو جہنم کی طرف  
بلاتے ہیں۔

تیرا امام بھی انہی آئمہ سے ہے۔

اس خط کے بعد حرا امام حسینؑ کے راستہ میں حائل ہو گیا اور آپ کو آگے جانے سے روک دیا۔

ابن طاووس نے لہوف میں لکھا ہے کہ جب حرا آگے جانے سے روکا تو امام حسینؑ نے فرمایا۔

حرا تجھے اب کیا ہو گیا ہے؟

کیا تو نے ہی نہیں کہا تھا کہ ہم ایسا راستہ اختیار کریں جو وہاں سے مدینہ سے جائے اور نہ کوفہ؟

حرا نے جواب دیا۔ وقتاً پہلا معاہدہ ایسا تھا لیکن اب ابن زیاد کا نیا حکم آیا ہے جس کے مطابق میں اس بات کا پابند ہوں کہ آپ کو اس سے آگے کہیں بھی نہ جانے دیا جائے۔



یہ قاصد آپ دیکھ رہے ہیں یہ میرا مخالف ہے۔

بحار میں ہے کہ امام حسینؑ نے فرمایا۔ ہمیں غاضیا ینفوزی میں اترنے دے۔  
حزنہ کہا۔ آپ دیکھ رہے ہیں نگران میرے سر پہ ہے میں کسی ایسی جگہ اترنے  
کی اجازت نہیں دے سکتا جہاں سایہ فراہم ہو سکتا ہے۔

زہیر ابن قیس نے مداخلت کی اجازت مانگ کر عرض کیا۔ قبل آپ دیکھ رہے  
ہیں اس وقت ان کی تعداد کم ہے اور ہم ان سے اس وقت باسانی نمٹ سکتے ہیں۔  
اگر انہیں مہلت مل گئی تو پھر ان کی امداد میں جو فوجیں آئیں گی ممکن ہے ہم ان کا مقابلہ  
نہ کر سکیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو انہیں ہم مار بھگائیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا زہیر آپ کو معلوم ہے کہ میں کبھی بھی ابتدا کرنے کی اجازت  
نہ دوں گا۔ میرا مقصد جنگ نہیں ہے بلکہ آنے والی نسلوں کو حق و باطل میں امتیاز  
کرنے کی تربیت دینا ہے۔

اس کے بعد آپ نے اسی جگہ اترنے کا حکم دیا۔ جب دونوں طرف سے خیمے  
لگ گئے تو امام حسینؑ نے کھڑے ہو کر اپنے احباب و اقرباء میں خطبہ دیا۔ جو سلوک  
ہمارے ساتھ کیا جا رہا ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔ یہ زمانہ کبھی ایک مہینہ نہیں رہتا  
لیکن شرافت اور حق ہمیشہ ایک ہیے رہتے ہیں۔ آج آپ دیکھ رہے ہیں شرافت اس  
طرح کم یاب ہو چکی ہے جس طرح جام میں تلچھٹ بچ جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں  
کہ ذلت کی زندگی انسان کو موٹا تازہ کر دیتی ہے۔ لیکن انسان کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے  
آج تم دیکھ رہے ہو کہ نہ تو حق پر عمل کیا جا رہا ہے۔ اور نہ ہی باطل سے روکا  
جا رہا ہے۔ ان حالات میں ہر مومن کا حق ہے کہ دوبار خالق میں پہنچنے کی امکانی  
کوشش کرے۔ میں عزت کی موت کو سعادت اور ظالمین کے ساتھ زندگی کو ذلت

سمجھتا ہوں۔

زہیر ابن قیس نے آپ کی بات سن کر عرض کیا۔

اگر ہمیں اپنی زندگی کا یقین بھی ہوتا تو بھی آپ کے قدموں میں جان کا نذرانہ  
رکنے سے ہرگز گریز نہ کرتے۔ اور اب جب کہ اس بات کا کوئی یقین نہیں ہے کہ یہ  
ہماری روح کتنے دنوں تک ہمارے جسموں کا ساتھ دیتی ہے۔

بحار کے مطابق نافع ابن بلال بکلی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ یا بن رسول اللہ! آپ  
کو معلوم ہے کہ آپ کے چہرہ بزرگوار کو بھی ایسے ہی حالات سے دوچار ہونا پڑا  
تھا۔ آنحضرتؐ اپنی محبت لوگوں کے دلوں میں پیدا نہ کر سکے تھے کہ آپ کے گرد منافقین  
نے گھیرا تنگ کر رکھا تھا۔ یہ لوگ آنحضرتؐ سے نصرت کا وعدہ کرتے تھے لیکن دل میں  
بغض رکھتے تھے۔ اور بغض رسول کو شہدے زیادہ شیریں سمجھتے تھے۔ جس سے زیادہ  
قیمتیں کھاتے تھے۔ حتیٰ کہ ذاتِ احدیت نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ ان کے بعد آپ کے  
والد محترم امیر المومنین بھی انہی حالات سے دوچار رہے۔ ناکثین اور قاسطین سے  
جنگ کی۔ پھر ذاتِ احدیت نے انہیں اپنے سایہ رحمت میں دنیا سے اٹھالیا۔ اب  
آپ ہمارے درمیان ہیں۔ جو شخص آپ سے انحراف کرے گا وہ اپنے سوا کسی  
کو نقصان نہیں دے گا۔

ہم حاضر ہیں آپ جہاں چاہیں بے جا میں اور جہاں چاہیں اپنے قدموں میں  
ہمارے سر ڈال دیں۔ ہم نہ تو اللہ کی قضا کو ناگوار سمجھتے ہیں۔ اور نہ ہی دنیوی خالق  
میں حاضری کو ناپسند کرتے ہیں۔ جو شخص آپ کا دوست ہے ہمارا بھی دوست ہے  
اور جو آپ کا دشمن ہے ہمارا بھی دشمن ہے۔

لہو ف کے مطابق آپ اٹھے سوار ہوئے اور چلنے کا ارادہ کیا۔ جو نبی آپ



گھوڑے کو آگے بڑھاتے حراس نے آجاتا ہی انداز کی رکاوٹ اور رفتار میں آپ  
کو بلا تک پہنچ گئے۔ زبیر نے عرض کیا۔

آقا آئیے کہ بلا میں غمے لگاتے ہیں۔ دریائے فرات کا کنارہ ہے اگر ان  
لوگوں نے جنگ کی تو ہم بھی جنگ کریں گے۔

امام حسینؑ نے جو نہی کر بلا کا نام سنا تو فرمایا۔ اے اللہ! میں کرب اور بلا  
سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

علامہ تستری نے خصائص حسینہ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ کے یہ وہ وقت  
انتہائی سنگین تھا جب آپؑ حوکی گھوٹائی میں کر بلا آ رہے تھے۔ آپؑ نجف سے صرف  
تین میل کے فاصلہ سے گزرے لیکن زیارت نہ کر سکے۔

## فصل ۷

اس فصل میں نو مجالس ہیں



پہلی مجلس

## امام حسین کا کربلا میں نزول

سید نے ہوف میں نکھایے کہ جب آپ لشکر حرکی رکاوٹوں کے باوجود سرزمین کربلا پر دو محرم کو پہنچے تو آپ نے پوچھا اس خطہ کا نام کیا ہے۔ آپ کو بتایا گیا اسے کہ بلا کہتے ہیں آپ نے دست دعا بلند کیے اور عرض کیا۔ اللہم افی احوذ بک من کرب و بلاء۔ اے اللہ میں معائب اور آزمائشات میں تیری پناہ لیتا ہوں۔ واقعاً یہی مقام کرب و بلا ہے۔ پھر جناب عباس نے فرمایا۔ یہی ہمارا آخری مقام ہے۔ اسی جگہ خیمے لگا دو اسی زمین کو ہمارے خون رنگین ہونا ہے۔ یہیں ہمارے مدفن ہوں گے اسی جگہ کی نشان دہی مجھے میرے جدا مجد فرما چکے ہیں۔

روختہ الشہداء میں ہے کہ اس کے بعد آپ گھوڑے سے اتارے خاک کربلا سے ایک چٹکی اٹھائی اسے سوگھا آنسو بہہ پڑے۔ جونہی آپ دو چار قدم چلے تو زمین کربلا کی مٹی کا رنگ زعفران جیسا زرد ہو گیا۔ اور ایک قبدرسا اٹھا جو تمام قافلہ پر چھا گیا۔

جناب ام کلثوم زینب نے محل سے عرض کیا۔ بیویا یہ تو بڑا ہولناک خطہ ہے۔

مجھے تو بھی سے یہاں ڈر لگ رہا ہے۔ مہج الاحزان کے مطابق جناب سید الشہداء محل کے قریب آئے اور فرمایا۔ بہن جب ہمارے بابا جگ مصفین کے لیے جا رہے تھے اور میں آپ کے ساتھ تھا جب اس وادی میں پہنچے تو حسن بھائی کے زانو پر سر رکھ کر سو گئے۔ کچھ دیر بعد پریشان ہو کر اٹھے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ حسن بھائی کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس وادی میں خون کا ایک سمندر ہے جس میں میرا حسین ڈوب ڈوب کر ابھر رہا ہے اور ابھر ابھر کر ڈوب رہا ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا حسین بیٹے اگر ایسا وقت آجائے تو کیا کرو گے؟

میں نے عرض کیا تھا۔ ابا جان! اگر معاملہ خالق اور میرے مانا کے دین کا ہوا تو ایسا صبر کروں گا کہ تاریخ انگشت بندناں رہ جائے گی۔ سرکارِ عالمہ طرکی کے مطابق آپ نے جناب عباس سے فرمایا۔ بیویا ذرا اس زمین کے مالکوں کا پتہ کرو کہ کون ہیں؟

جناب عباس کچھ دیر صغیر اور غنوی سے بنی اسد کے کچھ افراد کو ساتھ لائے۔ آپ نے ان سے ساتھ ہزار دینار کے عوض چار میل طولا اور چار میل عرفا یہ وادی خرید لی۔ پھر انہیں فرمایا کہ چند شرائط کے عوض میں اس کی کاشت اور برداشت تمہارے لیے مباح کرتا ہوں

بنی اسد نے شرائط پوچھیں

آپ نے فرمایا۔

ہماری شہادت کے بعد میری زیارت پر آنے والوں کو ہمارے مزارات کی

نشاندہی کرو گے۔



میرے ناسرین کی تین دن تک میزبانی کر دو گے۔

امام صادق نے فرمایا کہ کر بلا امام حسین کا حرم ہے۔ جو آپ کی اولاد اور محبوب کے لیے حلال اور آپ کے دشمنوں کے لیے حرام ہے۔ اس میں ہر قسم کی خیر و برکت ہے۔

مؤلف۔

میں نے کر بلا کی وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں چند باتیں دیکھی ہیں۔

۱۔ کر بلا سے مشتق ہے جس کا معنی کیچڑ میں پلتے ہوئے قدموں میں لڑکھڑاہٹ ہوتا ہے۔

۲۔ کر بلا سے مشتق ہے کر بلا ایک جڑی بوٹی ہوتی ہے جس کے پھول سرخ ہوتے ہیں اس جگہ یہ بوٹی بکثرت ہوا کرتی تھی۔

۳۔ کرب اور بلا کا مخفف ہے۔ چونکہ یہ خطہ پہلے دن سے مصائب میں معروف تھا اس لیے اس وادی کا نام ہی کرب اور بلا پڑ گیا جو بعد میں کر بلا بن گیا اس سلسلہ میں اگر ان مصائب کو گنا جائے جو اس خطہ میں گزرنے والے عوام پر آئے ہیں تو کئی مجلدات پر ہوں گی۔ بلکہ اگر انبیاء پر آنے والے مصائب کا شمار کیا جائے تو بھی کافی ضخیم کتاب بنیگی بطور مثال چند ایک واقعات بطور اشارہ عرض کرتے ہیں۔

بحار کے مطابق حضرت آدم فراق جناب حوا کے زمانہ میں تلاش جناب حوا میں آئے تو آپ اسی خطہ سے گزرے جب قتل فرزند رسول پر آئے تو آپ کے قدم ڈنگا گئے۔ ٹھوکر لگی اور گر گئے۔ پاؤں سے خون بہنے لگا۔

مرضی کیا بارالہا۔

بہت سے روئے ارض کی خاک چھان چکا ہوں لیکن جیسی تکلیف اس وادی میں پہنچی ہے ایسی کہیں اور نہیں آئی۔ ذات احدیت کی طرف سے جواب ملا۔ اسی جگہ تیرا ایک فرزند ظلم و جور سے شہید ہوگا جس کی مثال پوری تاریخ میں نہیں ملے گی

جناب ابراہیم گھوڑے پر سوار اس وادی سے گزرے۔ گھوڑے کو ٹھوکر لگی۔ آپ گھوڑے سے گسے سر میں چوٹ آئی خون بہنے لگا۔

عرض کیا بارالہا۔ کس ترک اولی کی پاماش میں میں یہاں گرا ہوں۔ جبریل نے آکر بتایا کہ کوئی ترک اولی نہیں ہوا۔ اسی جگہ خاتم الانبیاء کا فرزند زین فدا الجراح سے زخموں سے چور حالت میں زمین پر آئے گا۔ اور تین گھنٹے تک تیروں پر مشق رہے گا۔ اسی کی یاد تازہ کرنے کی خاطر آپ کا گھوڑا ٹھوکر کھا گیا اور آپ کا خون بہہ پڑا ہے۔

جناب موسیٰ اپنے ایک سفر کے دوران یہاں سے گزرے آپ کا جوتا لوٹ گیا اور پاؤں میں کاٹنا چبھ گیا۔ جس سے خون بہنے لگا۔

عرض کیا بارالہا۔ کوئی غلطی ہوئی ہے۔ ارشاد ہوا غلطی نہیں ہوئی اسی جگہ میرا حسین مظلوم شہید ہوگا۔ تیرا ذرا سا خون اس جگہ گرا ہے تاکہ تجھے اس کی یاد دلا دی جائے۔

جناب اسماعیل کی بچیاں فرات کے کنارے چرتی تھیں۔ آپ کو آپ کے چرواہے نے اطلاع دی کہ دیدائے فرات سے پانی نہیں پیتیں۔

جناب اسماعیل نے ذات احدیت کی خدمت میں عرض کیا۔

بارالہا میری بچیاں بیمار تو نہیں۔ اگر بیمار ہیں تو انہیں شفا دے۔



ذات احدیت کی طرف سے جواب ملا۔

کوئی بکری بیمار نہیں ہے خود بکریوں سے پانی نہ پینے کی وجہ پوچھ لے۔ جب جناب اسماعیل نے بکریوں سے پوچھا تو انہوں نے فیصیح عربی میں جواب دیا۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کا ایک فرزند کسی دریا کے کنارے تین دن کا پیاسا شہید ہوگا۔ جو پانی آپ کی اولاد کو میسر نہ آئے۔ ہم اس سے ایک قطرہ بھی نہیں پیئیں گے۔

جناب نوح جب کشتی میں سوار تھے اور کشتی حدود کر بلا میں داخل ہوئی تو سخت آندھی چلی۔ پانی میں تلاطم ہوا۔ کشتی چکرا گئی۔ آپ کے ساتھی داریا کرنے لگے کہ ہم غرق ہو جائیں گے۔

جناب نوح نے عرض کیا۔

باراہلہ تقویٰ پورے کہ ارض کا پکر میری کشتی لگا چکی ہے کہیں ایسا طوفان نہیں آیا یہاں کیا بات ہے؟

ذات احدیت نے فرمایا۔

گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے یہ وہ مقام ہے جہاں فرزند قائم الانبیاء تین دن کا تشہد شہید ہوگا۔

جناب نوح اور آپ کے ساتھیوں نے قاتل امام حسین پر لعنت کی۔ تو کشتی تھم گئی اور طوفان ختم ہو گیا۔

جناب عیسیٰ اپنے ایک سفر میں حواریوں کے ساتھ وادی کر بلا سے گزرے جب مقام شہادت فرزند رسول پر آئے تو دیکھا کہ ایک شیر نے راستہ روک رکھا ہے جناب عیسیٰ نے شیر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کیا بات ہے تو گزرنے والوں کا راستہ کیوں

روک رہا ہے۔؟

شیر نے عربی فیصیح میں جواب دیا ہر ایک کا راستہ نہیں روکتا۔ بس آپ کے انتظار میں بیٹھا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ کیا بات ہے ایک طرف ہو جا تا کہ ہم گزرجائیں۔ شیر نے عرض کیا۔ ایک طرف تو ہو جاؤں گا لیکن ایک شرط پر۔ جناب عیسیٰ نے فرمایا۔ بتا کیا بات ہے۔ شیر نے عرض کیا۔ جب تک آپ فرزند رسول اور شہزادہ بتول کے قاتل پر لعنت نہیں کریں گے۔ اس وقت تک راستہ نہیں ملے گا یہی وہ خطبہ ہے جہاں فرزند رسول تین دن کا پیاسا شہید ہوگا۔

—————



## دوسری مجلس

## کر بلا یا نینوی

مقام میں ہے کہ نینوی نام کی بستی موصل کے علاقہ میں ہے اور یہ وہ بستی ہے جس میں ذاتِ امدیت نے حضرت یونس کو سبوت کیا تھا۔ اور نینوی نامی دوسری بستی کوفہ کے نواح میں ہے جہاں فرزندِ رسول شہید ہوئے ہیں

مؤلف۔

مقام کے مذکورہ نظریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نینوی نام کی دو بستیاں تھیں ایک موصل میں اور ایک کوفہ میں۔ بعض مورخین کے بقول حضرت یونس کا مقام بعثت اور امام حسین کا قتل ایک ہی نینوی میں ہے۔ جناب یونسؑ کے دریا ئے فرات کے کنارے کوفہ میں مدفون بھی اسی نظریہ کا موید ہے۔ شیخ طوسی کے بقول نینوی حائرِ حسینی کے قریب ہے۔ اور کر بلا نینوی ہی کا ایک حصہ ہے۔

کر بلا کا ایک نام غاصریہ بھی ہے۔ بعض مورخین نے قاصریہ اور بعض عامریہ بھی لکھا ہے۔ دیے صحیح یہی ہے کہ اس کا نام غاصریہ ہے۔ عامریہ اور قاصریہ نے کی تصحیف ہے۔ مقام کے مطابق بنی اسد میں سے غاصر نامی شخص سے منسوب ہے کوفہ کے نواح سے ہے جو کر بلا سے قریب ہے۔ مناقب میں ہے کہ غاصریہ میں رہنے

واسے بنی اسد نے آل محمد کی بے گور و کفن لاشوں کو شہادت کے تیسرے دن دفن کیا تھا۔ اکثر قبور انہیں کھودی ہوئی ملی تھیں۔

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ غاصریہ وہ مبارک قطعو زمین ہے جس میں اللہ نے حضرت موسیٰ کو حکیم بنایا تھا۔ اور اسی جگہ جناب نوح نے مناجات کی تھی۔ یہ قطعو زمین انتہائی محترم ہے۔ اگر اس کا تقدس نہ ہوتا تو اللہ اپنے انبیاء اور اولیاء کا اسے مدفون نہ بنانا۔ غاصریہ میں ہمارے مزاروں کی زیارت کیا کرو۔

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ کر بلا میں دو سو بنی اور دو سو بنی زادے مدفون ہوئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک شہید تھا۔ راوی کہتا ہے آپ گھوڑے پر اس خط میں چکر بھی لگا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔ بخدا اس جگہ گھوڑے ہوں گے۔ اس جگہ عاشق زخم خوردہ ہو کر زمین سے زمین پر آئیں گے۔

اس جگہ ان شہداء کے مدفون ہوں گے عظمت میں ان لوگوں کو نہ کوئی ان سے سابق پائے گا۔ اور نہ ان کے بعد آنے والا کوئی ان کی عظمت شان کو پاسکے گا۔ اس کے بعد آپ گریہ کرنے لگے۔

حضرت علیؑ اس جگہ سے کئی مرتبہ گزرے اور ہر مرتبہ خود بھی روئے اور اپنے ساتھ والوں کو بھی رلایا۔ صبح بنی بابت سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ہم حضرت علیؑ کے ساتھ کر بلا میں آئے آپ امام حسینؑ کے مقام دفن پر آکر رکے اور انگلی کے اشارہ سے فرمایا وہاں مستورات کے نیچے ہوں گے۔ یہاں ان کا خون بہے گا۔ ذریتِ رسول کے نوجوان اسی جگہ اپنی قربانیاں پیش کریں گے۔ ان کی مظلومیت پر راضی و سمار ہوئیں گے اسے زمین کر بلا۔ تو کتنی خوش نصیب ہے۔ تیرے دامن میں محبوبانِ خدا آرام کریں گے۔



ایسے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کر بلا ان محبوبان خالق کے انتظار میں تھی شاید یہی وجہ ہے کہ جب ان کا درو در ہوا تو زمین نے گھوڑے کے پاؤں پکڑیے۔ منتقل ہو کر مخفف میں ہے کہ جب حور سے نزاع کرتے ہوئے یہ تافذ سرزمین کر بلا میں پہنچا تو امام حسینؑ کا گھوڑا از خود رک گیا۔

اُپ نے گھوڑا تبدیل کیا۔ دوسرے گھوڑے کے قدم بھی نہ اٹھے۔ اُپ نے تیسرا گھوڑا تبدیل کیا جسے سات گھوڑے تبدیل کیے لیکن کوئی گھوڑا بھی آگے جانے پر ماضی نہ ہوا اس پر اُپ نے پور چھا۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ اس علاقہ کا نام کیا ہے۔

بتایا گیا اس کا نام غاضریہ ہے۔

اُپ نے فرمایا۔ کوئی اور نام بھی ہے؟

بتایا گیا۔ اس علاقہ کو نینوی بھی کہا جاتا ہے۔

اُپ نے فرمایا۔ کوئی اور نام؟

بتایا گیا۔ شاطی فرات بھی کہا جاتا ہے۔

اُپ نے فرمایا۔ کوئی اور نام بھی ہے؟

بتایا گیا۔ اسے کر بلا بھی کہتے ہیں۔

اُپ نے سردارہ بھری اور فرمایا۔ ہاں یہی زمین کرب و بلا ہے۔ بس ہمارا سفر ختم ہو چکا ہے۔ اب آگے مت جانا۔ بخدا یہیں ہمارے خیمے نصب ہوں گے۔ یہی زمین ہمارے خون سے رنگین ہوگی۔ اسی جگہ ہزارادیوں کے سروں سے چادریں چھنیں گی۔ اسی جگہ ہمارے جوان شہید ہوں گے۔ اسی جگہ ہمارے کفن ذبح ہوں گے اسی جگہ ہمارے مزار بنیں گے اور ہمارے شیعہ ہماری زیارت کو آئیں گے۔ یہی وہ خاک ہے۔ جس کی نشاندہی میرے نانائے مجھے کر دی ہے۔ اُپ گھوڑے سے اترے

اور خیام لگانے کا حکم دیا۔ ساتویں تک یہ خیمے یہیں رہے۔ ساتویں کے بعد نویں تک دوسری جگہ عمر سعد کے حکم سے منتقل ہوئے اور نویں کو امام حسینؑ کے حکم سے منتقل ہو کر تیسری جگہ رہے۔ دسویں کی صبح کو عمر سعد نے حکم دیا کہ اب آگ لاؤ تاکہ ان خیام کو پھر کبھی اور کہیں منتقل نہ کیا جاسکے۔

زمین کر بلا کے ناموں سے ایک نام عمورا بھی ہے۔ نبی اکرمؐ نے امام حسینؑ سے فرمایا تھا۔ بیٹے ایک وقت تجھے عراق بے پایا جانے گا۔ وہاں ایک زمین ہے جہاں انبیاء اور اولیاء کے مزارات ہیں۔ اسے عمورا کہا جاتا ہے اسی جگہ تو اوزیر سے ساتھی پیاسے شہید ہوں گے۔

عمورا کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کم و بیش ہرنی کی گذر گاؤں ہی خطہ رہا۔ اور ہرنی نے اس کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت علیؑ جنگ صفین جارہے تھے تو میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا۔ جب اُپ دادی نینوی میں پہنچے تو اُپ نے فرمایا: اے ابن عباسؓ کیا اس جگہ کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کیا۔ اے امیر المؤمنینؑ میں نہیں پہچانتا۔

اُپ نے فرمایا۔

اے ابن عباسؓ! جس طرح میں اسے پہچانتا ہوں اگر اسی طرح تو بھی اسے پہچانتا تو روئے بغیر نہ رہ سکتا۔ پھر اُپ اس قدر روئے کہ اُپ کی ریش مہلک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

اور فرمایا۔ آہ۔ آہ۔

میں نے آل ابوسفیانؑ کا کیا لگاؤ ہے۔ آل حرب کو مجھ سے کیا رنجش ہے۔



اے ابوعبداللہ صبر کرنا۔ جو کچھ تجھے ان کے ہاتھوں پہنچ رہا ہے تیرا باپ سب کچھ برداشت کر چکا ہے۔

پھر آپ نے پانی منگوا یا۔ تجدید وضو کی اور کافی دیر تک مصروف نوافل ہے۔ اس کے بعد کچھ دیر کے لیے سو گئے۔ پھر بے دار ہوئے تو فرمایا۔

ابن عباس ہے؟ میں نے عرض کیا۔ قبلہ میں گیا ہی کہیں نہیں اسی وقت سے موجود ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ ابن عباس میں نے ابھی ابھی خواب میں دیکھا ہے۔ آسمان سے کچھ سفید عارفانہ زمین کر بلا پر اتر رہے ہیں۔ زمین کر بلا میں خون کا ایک نمند رہے جس میں میرا حسینؑ۔ میرا لالہ۔ میرا پارہ بگرا اور میرا نور چشم ڈوب رہا ہے۔ فریاد کر رہا ہے مگر کوئی اس کی داد دے نہیں کرتا۔ پھر آسمان پر اترنے والے میرے پاس آکر مجھے تعزیت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اے آل نبی صبر کرو۔ تم کائنات کے بد نصیب ترین ہاتھوں سے شہید ہو رہے ہیں۔

اے ابن عباس میرا حسینؑ اور دختر رسولؐ کی اولاد سے سترہ جوان اسی جگہ ظلم و جور سے شہید ہوں گے۔ اس خطہ کو آسمان میں کر بلا کہا جاتا ہے اور آسمانوں میں اس کا تذکرہ اسی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح حرمین شریفین اور بیت المقدس کا ذکر ہوتا ہے۔

اے ابن عباس ذرا ادھر ادھر چل کے تلاش کر تجھے یہیں کہیں زور و رنگ کی یلگیاں ملیں گی۔

چنانچہ میں اٹھا اور تلاش کرنے لگا۔ مجھے چند یلگیاں ملیں۔ میں نے آپ کو بتایا۔ جیسا آپ نے فرمایا تھا ویسے ہی ملی ہیں۔ آپ نے انہیں دیکھا اور دیکھتے

ہی فرمایا۔ واقعہ یہی وہ ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ ان کا قصہ کیا ہے؟

آپ نے فرمایا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ اپنے حواریوں کے ساتھ اسی جگہ سے گزرتے تھے۔ چند ہرنیاں یہاں رو رہی تھیں۔ آپ انہیں روتا دیکھ کر بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ حواری بھی ساتھ بیٹھ کر رونے لگے۔ آخر حواریوں نے پوچھا۔

اے روح اللہ! اس رونے کا سبب ہمیں بھی بتائیے۔

جناب عیسیٰ نے فرمایا۔ اسی جگہ خاتم الانبیاء اور میری ماں کی مثل طائرہ بتوں کا نونہال بھوکا اور پیاسا شہید کیا جائے گا۔ پھر آپ نے ہرنیوں کی ان مینگیوں کو اٹھایا اور دعا کی۔ بار الہا ان مینگیوں کو اپنی قدرت کاملہ سے باقی رکھتے کہ انہیں حسینؑ مظلوم کا والد دیکھے اور اپنے بیٹے پر میری عزاداری کا گواہ بن جائے۔ اے اللہ قاتلین حسینؑ ان کے معادین اور ان کے اس عمل پر راضی ہونے والے کو مبارک تر کر۔ یہ واقعہ سفر حضرت علیؑ اتنا روئے کہ غش کھا کر زمین پر گر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو چند مینگیاں مجھے دیں۔ اور بقیہ کو اپنی عبا کے دامن میں باندھ لیا اور فرمایا۔

اے ابن عباس انہیں محفوظ رکھنا۔ جس دن یہ مینگیاں خون میں بدل جائیں سمجھ لینا میرا حسینؑ شہید کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ میں ہمیشہ ان مینگیوں کی اپنی جان کی طرح حفاظت کرنے لگا۔ سترہ کے یوم عاشوراء عصر کے وقت میں نے دیکھا تو مینگیاں خون بن چکی تھیں۔ مدینہ کی دیواریں سرخ ہو گئیں اور سورج گرہن ہر وہ ہو گیا۔



## تیسری مجلس

## سز زمین کربلا میں گریہ

امام حسین فرمایا کہ تھے میں کشتہ جنت ہوں جو مومن اور مومنہ مجھے یاد کریں گے۔ بے ساختہ وہ رو دینا لگے۔ ملائم شری نے خالص حسینہ میں لکھا ہے کہ کائنات عالم میں حسینؑ اور ان سے تمام متعلقہ امور تاقیامت موجب غم و اندوہ رہیں گے۔

۱۔ جب ہم امام حسینؑ کا نام لیتے ہیں تو غیر شعوری طور پر غم کی ہلہ مارے دل میں سراپت کر جاتی ہے۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا تھا ہاں اہل اس کی کیا وجہ ہے کہ جب میں نام حسینؑ لیتا ہوں تو میرا دل بیٹھ جاتا ہے۔ اور آنسو بہنے لگتے ہیں اس سے بھی زیادہ درد اس وقت پیدا ہوا جب حضرت آدمؑ کی پانچ انگلیوں میں فاتحہ حدیث نے غمہ نچا ہوا کے انوار عالیہ ودیلت فرمائے۔ نور امام حسینؑ حضرت آدمؑ کے انگوٹھے میں پیر و کیا گیا۔

جناب آدم جب بھی انگوٹھے کی طرف دیکھتے تھے تو آپ پر رقت اور غم طاری ہو جاتا تھا۔ آج تک اولاد آدمؑ میں یہ اثر باقی ہے آج بھی جو شخص بہت زیادہ ہنس رہا ہو۔ اگر اپنے انگوٹھے کی پشت دیکھ لے تو اگر وہ غم گین نہ بھی ہو گا تو

کم از کم اس کی ہنسی از خود رک جائے گی۔

جو چیز امام حسینؑ سے منسوب ہوگی اس سے غم و اندوہ ٹپک پڑیں گے جیسا کہ جناب نوحؑ کی حکایت میں ہے جب جبریلؑ نے کشتی میں نصب کرنے کے لیے پانچ کھیل آکر دیے۔ جب جناب نوحؑ جبریلؑ سے ایک ایک کھیل وصول کرنے لگے۔ اور دیکھا کہ ہر کھیل نبجائے غمہ میں سے ایک سے منسوب ہے تو جناب سرور کونین سے کہ امام حسینؑ ہنسک جو کھیل بھی لی اس سے نوحؑ کی ایک ایسی کرن پھوٹی کہ جناب نوحؑ کی آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ جب امام حسینؑ کے نام سے منسوب کھیل لی تو اس سے خون ٹپکنے لگا۔ جناب نوحؑ کے ہاتھ خون آلود ہو گئے۔ جناب نوحؑ نے جبریلؑ سے اس کی وجہ پوچھی جناب جبریلؑ نے واقعات کربلا مختصراً سنا دیئے۔

۲۔ امام حسینؑ کے چہرہ کو دیکھنا بھی باعث حزن و اہم تھا۔ اس کے شواہد جناب سیدہ جناب سرور کونین اور جناب امیرؑ کی حیات مبارکہ میں بکثرت موجود ہیں۔ امام حسینؑ کی ولادت پر سرور کونین نے بے ساختہ گریہ کیا۔ آپ کو دیکھ کر جناب سیدہ اور حضرت علیؑ نے بھی گریہ کیا۔ سرور کونین کے متعلق تو تاریخ اس حد تک بتاتی ہے کہ آنحضرتؐ جب بھی امام حسینؑ کو دیکھتے تھے تو آپ پر بے ساختہ گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ جو چیز امام حسینؑ سے منسوب ہوتی تھی اسے دیکھ کر بھی آپ روتے تھے۔ حضرت علیؑ کی نظر جب بھی امام حسینؑ پر پڑتی تھی تو رو کر فرماتے تھے۔

یا عبیرہ کل مؤمن و مؤمنہ - اسے ہر مومن اور مومنہ کے لیے باعث جنت بیٹے۔

۳۔ امام حسینؑ کے منہ اور آپ کی نقل کو دیکھ لینا بھی باعث گریہ و بکا ہوتا ہے۔



امام صادقؑ فرمایا کرتے تھے۔

فرزند رسولؐ کشتہ بہت میں غریب ہیں جو زیارت قبر کرے گا بے ساختہ رو رہے گا۔ جو زیارت قبر پر موقوف نہ ہو گا وہ اپنے گھر میں بیٹھ کر رو رہے گا اور اس کا دل یاد قبر مظلوم میں جلتا رہے گا۔ آپ کی قبر پر جانے والا خواہ کتنا ہی سنگدل کیوں نہ ہو جب وہ آپ کے حرم میں جا کر آپ کے قدموں میں آپ کے دونوں جھان اور کفن شہید بیٹوں کو دفن دیکھے گا۔ اس کے آنسو ٹپک پڑیں گے

۵۔ جب امام حسینؑ کا ماہ شہادت آتا ہے تو ہر مومن اور مومنہ کا دل غم و اندوہ سے لرزتا ہو جاتا ہے اور بالآخر وہ غم آنکھوں کے ذریعہ آنسوؤں کی صورت میں پٹنے لگتا ہے۔

۶۔ سرزمین کربلا میں قدم رکھنے سے غم کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اس کے شواہد تاریخ میں ان انبیاء کے واقعات میں سے ملتے جلتے ہیں مقدار اس خط کی طرف لے آئے۔

۷۔ آپ کے مقام دفن کا نام سنتے ہی آنسو بے ساختہ بہہ پڑتے ہیں۔ یعنی صرف کربلا کا نام سنکر ہی مٹا آ جاتا ہے۔ جیسا کہ تاریخ میں موجود ہے کہ خود امام حسینؑ بھی نام کربلا سنکر رو دیتے تھے۔

لہو ف میں ابن طاووس نے لکھا ہے کہ جب کربلا میں خیمے لگا دیے گئے تو امام حسینؑ اپنے خیمے میں بیٹھ کر تلوار صاف کرنے لگے۔ اور یہ اشعار بھی پڑھنے لگے۔

اے زمانہ! افسوس ہے تیرے اس سلوک پر جو دوستوں سے

ہوتا ہے۔ تو کتنی مرتبہ چمکتا ہے اور کتنی مرتبہ تاریکیاں پھیلاتا ہے۔

من طالب وصاحب قتیل والدھر لا یقنع بالبدیل  
کچھ تلاش کرنے والے ہیں اور کچھ مقتول ہیں۔ اے زمانہ پھر تو کسی معاوضہ پر بھی قناعت نہیں کرتا۔

وکل حی سالت سبیل ما اقرب الوعد من الوحیل  
ہر زندہ کا راستہ موت ہے۔ کوچ کا وعدہ کتنا قریب ہے  
ما اقرب الوعد من الوحیل وانما الا موالی الجلیل  
کوچ کا وعدہ کتنا جلدی قریب آ جاتا ہے۔ انجام کار اللہ کے ہاں ہی جانا ہے۔

دختر علی نے جب یہ اشعار سنے تو عرض کیا۔

بھیا۔ ایسی باتیں تو وہ کرتے ہیں جنہیں اپنی موت کا یقین ہو چکا ہو۔  
امام حسینؑ نے فرمایا۔ مجھے اپنی شہادت کا یقین ہی تو اس جگہ تک لے آیا ہے۔

بنت زہرا نے ماتم کرتے ہوئے فرمایا۔ دنیا کا واحد انسان تو ہے حسینؑ! جس نے اپنی خبر موت اپنی زبان سے دی ہے۔ تمام انبیاء نے بین کرنا شروع کیے۔ تمام خیام میں ہائے حسینؑ۔ ہائے حسنؑ۔ ہائے محمدؑ۔ ہائے زہراؑ۔ اور ہائے عمو سے گریہ شروع ہو گیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ زینب! بھلا یہ تو بتا کہ آج تک کوئی اور



بھی زندہ رہا ہے ؟

ثانیہ نہرا۔ آپ تو بتائیں کہ کبھی کھائی نے اپنی بہن کو یہ بھی بتایا ہے کہ میں شہید ہونے والا ہوں ؟

یہ کہہ کر دختر زہرا نے ماتم کرنا شروع کر دیا۔ امام حسینؑ کی آنکھوں سے بھی آنسو ٹپکنے لگے۔ بنت زہرا ماتم کرتے کرتے غش کھا گئیں۔ امام حسینؑ اٹھے پانی لیا۔ چہرے پر پانی چھڑکا کافی دیر بعد غش سے افاتہ ہوا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ زینب! جب تک میں زندہ ہوں تو جی بھر کے روئے لیکن میرے بعد تیری ذمہ داری بدل جائے گی

## تیسری مجلس

# یزید ابن زیاد اور ابن سعد کی سنگدلی

امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جس طرح جناب یحییٰ کا قاتل ولد الزنا تھا اسی طرح فرزند رسول کا قاتل بھی ولد الزنا تھا۔ بلکہ اگر کتب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر وہ شخص جس نے فرزند رسول کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں یا یقیناً ولد الزنا تھا۔ یا جہول النسب تھا اور یا محدوش النسب تھا۔ یزید ہی کو دیکھ لیجئے اس کی ماں میسوں بنت ابجہل کبھی نے اپنے باپ کے غلام سے منہ کالا کیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں یزید سے معاملہ ہوئی۔ پھر عبید اللہ ابن زیاد کو دیکھئے جس کا باپ زیاد کہ بھی ام المومنین عائشہؓ اپنے باپ کا بیٹا کہہ کر نام لیتی تھیں کیونکہ زیاد کا باپ معلوم نہ تھا زیاد کی ماں حمیہ عرب کی معروف طوائف تھی معاویہ نے اپنے دور حکومت میں زیاد کو حضرت علیؑ کے خلاف استعمال کرنے کی غرض سے اعلان کیا کہ زیاد کی ماں سمیہ نے ایک رات میرے باپ ابوسفیان کے پاس گزاری تھی اور زیاد اسی ایک رات کا نتیجہ ہے لہذا میرا بھائی ہے پھر ابوسفیان نے خود اقرار کیا تھا زیاد کی ماں کو زیاد کا محل محمدی سے ہوا ہے۔



الاستیجاب میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ زیاد کو کسی کام کے لیے یمن بھیجا جب یہ شخص وہاں سے کاملن واپس پلٹا تو اس نے مسجد نبویؐ میں فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ حضرت عمرؓ کے پاس اس وقت حضرت علیؓ۔ عمر ابن عاصؓ اور ابوسفیان بیٹھے تھے۔ عمرؓ نے خطبہ سنا کر کہا: کاش یہ شخص قریشی ہوتا۔ ابوسفیان نے کہا: اگر مجھے حضرت عمرؓ کا خوف نہ ہوتا تو آج میں اس مسجد نبویؐ میں اس بات کا اقرار کر لیتا کہ زیاد کی ماں کے رحم میں زیاد کی تخم ریزی میں نے ہی کی تھی جسے ایک شاعر نے معادیہ کو یوں کہہ کر مسترد کر دیا تھا۔

زیاد سے تیرے رشتہ کو وہی نسبت ہے جو ہاتھی کو گدھی کے بچہ سے ہو سکتی ہے۔

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ عمیر زیاد سے اس وقت حاملہ ہوئی تھی جب تیرا باپ منجر اس کے قریب بھی نہیں بھٹکا تھا۔

یہی صورت حال عبید اللہؓ بن زیاد کی ہے اگرچہ اس کا باپ زیاد ہی بتایا جاتا ہے لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ اس کا باپ معلوم ہی نہیں کیونکہ عبید اللہؓ بن زیاد کی ماں مرجانہ بھی عرب میں طوائف کے عنوان سے معروف تھی۔ پھر فرزند رسولؐ کا ابن زیاد کو ردی ابن دعلی کہنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دونوں باپ بیٹا حرام زادے تھے۔

جب امام حسینؓ کو بلایں خیمہ زن ہو گئے اور حنظلہؓ بن زیاد کو اطلاع دی پھر ابن زیاد نے یزیدؓ کو مطلع کیا۔ امام حسینؓ کو خط لکھا۔ ملاحظہ فرمائیے۔

الابعد!

اے حسین مجھے اطلاع ملی ہے کہ تو کہ بلایں خیمہ زن ہے۔ مجھے میرے امیر یزیدؓ

نے حکم دیا ہے کہ میں اس وقت تک کسی گاؤں تکچہ کا سہارا نہیں لوں اور نہ اس وقت تک شرب کا ایک قطرہ چکھوں جب تک تجھے لطیف و خیر اللہؓ کے پاس نہ پہنچا دوں یا تو میرے امیر یزیدؓ کے حکم کی اطاعت کا اقرار نہ کرے۔

جب یہ خط امام حسینؓ کو ملا تو آپؓ نے اسے پڑھا اور چھینک دیا اور فرمایا۔

وہ قوم کبھی فلاح یافتہ نہیں ہو سکتی جو اللہؓ کو ناراض کر کے حقوق کی خوشنودی حاصل کرے۔

قاصد نے کہا: خط کا جواب۔

اے ابو عبید اللہؓ! آپؓ نے فرمایا اس خط کا میں کیا جواب دوں جو شخص اپنے اور اپنے امیر کی شرب خوری کا بر ملا اقرار و اعلان کر کے مجھ سے اسلام کے نام پر بیعت اور اطاعت کا مطالبہ کرتا ہے اسے میں کیا جواب دے سکتا ہوں ان لوگوں کے لیے عذاب جہنم حتیٰ ہو چکا ہے۔

قاصد نے واپس آکر جب اطلاع دی تو یہ دشمن خدا غصہ سے اگڑ گھولا ہو گیا اور عمر ابن سعدؓ سے کہا اب جا کر حسینؓ کو قتل کر دے۔ ایک رعایت کے مطابق اس نے اپنے تمام مخصوص اسرا کو بلایا اور کہا۔

جو شخص حسینؓ ابن فاطمہؓ کا سر لائے گا اسے میری امیر یزیدؓ کی طرف سے بہت بڑا انعام بھی ملے گا اور نقد انعام کے علاوہ دس برس تک کے یہ سری و دہران کی حکومت بھی ملے گی۔

عمر ابن سعدؓ نے کھڑے ہو کر کہا: اگر یہ وعدہ اور انعام سے تو پھر میں کسی کو اس میں شریک نہیں کروں گا اور دونوں چیزیں میں خود ہی حاصل کروں گا۔



ابن زیاد نے کہا۔ پھر جا اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر دے۔ پانی پر پابندی لگا دے کہ خلیفہ حسین تک ایک قطرہ بھی نہ جانے پائے اور سرے آنا۔

عمر سعد نے کہا۔ حکم امیر کی اطاعت ہوگی۔

ابن زیاد نے عمر سعد کو چھ ہزار کاسا لار شکر بنا کر بھیج دیا۔ شیخ مفید کے مطابق عمر سعد ۲ محرم کو کربلا پہنچا۔ کربلا میں فرزند رسول کے مقابلہ میں آنے والا پہلا لشکر عمر سعد کا تھا جو ۲ محرم کو پہنچا اور آخری لشکر شمر ابن ذی الجوشن کا تھا جو ۹ محرم کو پہنچا۔

عمر سعد کا بھانجا حمزہ ابن منیرہ ابن شعبہ عمر سعد کے پاس آیا اور کہا۔

ماموں جان! خدا کے لیے فرزند رسول کے خون سے ہاتھ سرخ نہ کرنا۔ بھلا آپ کا دنیا سے بھکاری ہو کے مر جانا اس حکومت سے بدرجہا بہتر ہے جس کا تخت آپ کو فرزند رسول کی لاش پر سے گزر کر ملے۔

عمر سعد نے کہا۔ مجھے سوچنے کا موقع دو پھر بتاؤں گا۔ اسی فکر کے نتیجہ میں عمر سعد جس نتیجہ پر پہنچا ہے اس نے حسب ذیل اشعار میں کہا ہے۔

فوالله ما أدري واني لحائر افكر في امري على خطرين  
بخدا! مجھے کچھ معلوم نہیں ہو رہا اور میں حیران ہوں اپنے سلسلہ میں دو باتوں میں غور کر رہا ہوں۔

اكثرك منك الرى والدري ميني ام ارجع ما شوما بقتل حسين  
کیا میں حکومت ری چھوڑ دوں؟ حالانکہ ری پر حکومت میری بہت بڑی خواہش ہے۔ یا کیا قتل حسین کے گناہ کا بہت بڑا ابو جھ

اشعار۔

حسین بن عقی والمحوادث حجة لعمرى ولى فى الرى قرة عين  
رشتہ میں حسین میرا چچا زاد ہے لیکن حادثات زمانہ بھی عجیب ہیں  
مجھے اپنی زندگی کی قسم! ری کی حکومت میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

الا انما الدنيا بخير مجمل فما عاقل باع الوجود بدین  
یقینی بات تو یہ ہے کہ دنیا کی بہتری نقد ہی میں ہوتی ہے اور کوئی  
عقل مند نقد کے عوض ادھار قبول نہیں کرتا۔

يقولون ان الله خالق الجنة وناز تعذيب وغل يدین  
لوگ کہتے ہیں کہ کوئی اللہ ہے جو جنت، جہنم، عذاب اور ہاتھوں میں  
زنجیر ڈالنے والا خالق ہے۔

فان صدقوا فيما يقولون انتی اتوب الى الرحمن من سنتین  
جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اگر واقعی سچ ہے تو پھر دو برس کے اندر اندر  
میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کر لوں گا۔

وان كذبوا فزنا بدنیا عظيمة وملك عقيم وانما العجمین  
اگر لوگوں کا نظریہ جنت و جہنم اور توحید و خلق جھوٹ ثابت ہوا  
تو پھر دنیا کی عظیم کامیابی اور بانجھ مکرانی جو ہمیشہ رہنے والی ہوگی  
ہمیں مل رہی ہے۔

مقتل ابو مخنف کے مطابق جب عمر سعد نے یہ اشعار کہے تو ہائف نبی نے  
اسے حسب ذیل جواب دیا۔

الا يها النخل الذى خاب سعيه وراح من الدنيا بجفسة عين  
اے وہ احمق! جس کی ہر کوشش ناکام ہو چکی ہے اور دنیا سے امل



سرایہ بھی ضائع کر کے جانے والا ہے۔

ستسلی جھیمالیں یطقی حمیہا وسیک من دون الرجال بشین  
تجھے جہنم کا وہ عذاب نصیب ہوگا جس کی آگ کبھی نہ بجھے گی اور  
دوسرے لوگوں سے ہٹ کر تیری یہ کوشش تجھ پر دائمی لعنت و لعنہ کا  
کی باعث ہوگی۔

اذا انت قاتلت حسین بن فاطمہ وانت تراه اشرف الثقلین  
جب تو حسین ابن فاطمہ سے نبرد آزما ہوگا اور تو اسے شرف الثقلین  
بھی سمجھتا ہے۔

فلا تحبن الذی یا اخسر الورى قفوز به من بعد قتل حسین  
اے کائنات کے خداداد نہ شخص قتل حسین کے بعد ملک ری کی حکومت  
کا خیال دل سے نکال دینا تجھے کبھی نہ ملے گی

اور یہ حقیقت ہے کہ حکومت ری کا خواب عمر ابن سعد کے لیے کبھی پورا نہ ہو سکا  
فرزند رسول نے بھی یوم عاشور فرمایا تھا۔

اے ابن سعد تو مجھے اس گمان میں قتل کر رہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حکومت  
دے دے گا۔ میرے قتل کے بعد تو خوشی کا ایک دن بھی نہ دیکھ سکے گا تو جو چاہے  
کے۔ میرے قتل کے بعد تیری آخرت تو ہمیشہ کے لیے عذاب جہنم کی زندہ ہو جائے  
گی لیکن دنیا میں بھی تجھے چین کا سانس کوئی نہ لینے دے گا۔ میں چشم امامت سے  
آج بھی دیکھ رہا ہوں کہ تیرا سر کوفہ کے چوک پر نیزہ پر نصب ہے اور بچے تیرے سر  
پر چتر بٹا رہے ہیں۔

امام حسین کی یہ بات سنکر اس مردود نے منہ پھیر لیا تھا۔

ایک مرتبہ پھر ایک ایسا وقت آیا جب اس ملعون نے منہ پھیر لیا۔ یہ وہ وقت  
تھا جب شمر کندیہ سے فرزند ہرا کے خشک اور نازک گھے پرپے درپے وار کر  
رہا تھا اور بنت زہرا کی زینب پر کھڑے ہو کر اپنے بھائی کی عزت اور مظلومی دیکھ  
رہی تھی۔ اس وقت بی بی نے اس ظالم کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا۔

یا بن سعد ایقتل ابو عبد اللہ اے ابن سعد! تعجب ہے  
وانت تنظر۔ فرزند رسول شہید کیا بارہا ہے

اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے۔

بجاریں اصبح ابن نباتہ سے مروی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ سعد سے  
فرمایا تھا۔ تیرے گھر میں ایک سنگدل بچہ ہے جو میرے حسینؑ کے بے گناہ خون سے  
اپنے ہاتھ سرخ کرے گا۔

البتہ المذنب میں محمد ابن سیرین نے لکھا ہے کہ عمر سعد کے متعلق حضرت علیؑ کی  
کرامات حرف بحرف پختا ثابت ہوئیں۔ ایک مرتبہ جب کہ عمر سعد نوجوان تھا حضرت علیؑ  
کو راستہ میں ملا۔ تو آپ نے فرمایا۔

اے ابن سعد۔ وہ کیا وقت ہوگا جب تو جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا  
ہوگا۔ تجھے ان میں سے کسی کو چننے کا اختیار دیا جائے گا اور تو جہنم کا انتخاب  
کرے گا۔

چونکہ اس وقت حضرت علیؑ کے ساتھ صحابہ بھی تھے۔ یہ بات بہت زیادہ شہور  
ہو گئی۔ یہ شخص بدھ سے بھی گزرتا تھا لوگ اسے قاتل حسینؑ کے نام سے متعارف  
کراتے تھے۔ اس نے یہ بات سن لی تھی۔ ایک دن امام حسینؑ کے پاس آیا اور کہا۔  
اے ابو عبد اللہ! یہ احمق کہتے پھرتے ہیں کہ میں آپ کا قاتل ہوں۔



آپ نے فرمایا۔ تو غلط کہہ رہا ہے یہ لوگ احمق نہیں ہیں دانشمند اور شریف ہیں۔ میں بھی تجھے بتا دوں کہ یاد رکھنا کہ عراق کی گندم بہت کم نصیب ہوگی۔ یہ خاموش ہو کر واپس پلٹ آیا۔ لیکن ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میں فرزند رسول کا قاتل کبھی نہ بنوں گا۔ لیکن وہی ہوا جو حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ کربلا میں امام حسینؑ نے اسے جنگ سے باز رکھنے کی خاطر بہت کوشش کی۔ لیکن یہ مرد دود باز نہ آیا۔ نویں محرم کی رات امام حسینؑ نے اسے پیغام بھیجا کہ میں تنہائی میں تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں میرے اور اپنے لشکر کے درمیان آج بات کر دیں گے چنانچہ میں افراد لے کر یہ آیا۔ امام حسینؑ بھی اپنے ہمراہ تھے امام حسینؑ نے جناب عباس اور شہزادہ علی اکبر کے سوا دیگر ساتھیوں کو ایک طرف بٹھا دیا۔ عمر سعد نے بھی اپنے بیٹے حفص اور ایک غلام کے علاوہ دوسروں کو ایک طرف بیٹھنے کو کہا۔ جب تنہائی میں ملاقات ہوئی تو امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے ابن سعد کیا تو اپنی اور لوگوں کی وہ تمام باتیں بھول گیا ہے؟ اللہ سے ڈر۔ قیامت کا خوف کر۔ کیا تو مجھے قتل کرنا ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ میں کون ہوں۔ کس کا بیٹا ہوں اور کس کا نواسہ ہوں؟ انہیں چھوڑ دے میرے ساتھ مل جا۔ دربار خالق تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ میرے ساتھ الحاق ہے ابن سعد نے کہا۔ اے فرزند رسول! آپ سچ فرما رہے ہیں۔ لیکن مجھے خطرہ ہے کہ اگر میں نے انہیں چھوڑ دیا تو میرا گھر لوٹ لیا جائے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ تیرا لٹا ہوا گھر میں آباد کر دوں گا۔ عمر سعد نے کہا یہ لوگ میرا گھر گرا دیں گے اور میری جائیداد ضبط کر لیں گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا تیرا گھر مجھے میں بنا دوں گا اپنی مجاز میں موجود جائیداد تجھے دے دوں گا تجھے معلوم ہے کہ معادیہ مجھ سے دس لاکھ دینار کے عوض خریدنا

چاہتا تھا لیکن میں نے فروخت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ عمر سعد نے کہا۔ مجھے خطرہ ہے میرے اہل و عیال کو مصائب سے دوچار کیا جائے گا۔ امام حسینؑ خاموش ہو گئے۔ کوئی جواب نہ دیا اور اٹھ کر واپس آتے ہوئے فرمایا۔ اے ابن سعد یاد رکھنا میں نے کوفہ میں بھی تجھے بتایا تھا اور آج بھی بتا رہا ہوں کہ عراق کی گندم تیرے نصیب میں نہیں ہے۔ ایں نے ازراہ مذاق کہا۔ چلو گندم نہ سہی جو تو مل جائیں گے انہی پر گزارہ کروں گا۔



## پانچویں مجلس

### عمر سعد کی سنگدلی

کال ابن ابی شریہ مروی ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے بعد ابن زیاد نے عمر سعد سے کہا۔

وہ تحریر کہاں ہے جو میں نے تجھے قتل حسینؑ کے سلسلہ میں بھیجی تھی؟  
عمر سعد نے کہا میں آپ کے کسی ضروری کام کے لیے گیا راستہ میں مجھ سے گم ہو گئی ہے۔

ابن زیاد نے کہا۔ مجھے وہ تحریر چاہیے اور اسی وقت چاہیے جلدی لے کے آ۔

عمر سعد نے کہا میں غلط بیانی نہیں کر رہا ہوں وہ گم ہو چکی ہے۔  
ابن زیاد نے کہا میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے ابھی اور اسی جگہ وہ تحریر چاہیے عمر سعد نے کہا۔

میں نے اسے محفوظ رکھا، مگر اب وہ تجھے نہیں مل سکتی۔ وہ تحریر قریش کی تمام عورتیں پڑھیں گے۔ اور مجھے قتل حسینؑ میں معذور سمجھیں گے۔ بخدا!

قتل حسین کے سلسلہ میں میں نے تجھے باز رکھنے کی اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی تھی۔ اور میں نے تجھے اس حد تک روکا تھا کہ اگر میں اپنے باپ سعد ابن ابی وقاص کو بھی اتنی ہی مقدار میں کسی بات کی نصیحت کرتا تو دنیا کہتی کہ میں نے بیٹا ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔

عثمان ابن زیاد عبید اللہ کا بھائی اس گفتگو میں موجود تھا۔ اس نے کہا بخدا۔ ابن اسد ٹھیک کہہ رہا ہے۔ کاش میں بنی زیاد سے نہ ہوتا آج بنی زیاد کا کوئی بچہ بھی ایسا نہیں جس پر قتل حسین کے سلسلہ میں لعنت برس رہی ہو اور یہ سلسلہ قیامت چلتا رہے گا۔

کاش حسین ہمارے ہاتھوں قتل نہ ہوتا۔  
عبید اللہ ابن زیاد نے کسی بھی بات کو محسوس نہ کیا۔ اپنی سخت میں ہی مدہوش رہا۔

عمر سعد اٹھ کر اپنے گھر واپس چلا گیا اور راستہ میں آواز بلند کہنے لگا۔  
مجھ جیسا خدا کے کا سودا لے کر آج تک اپنے گھر کوئی بھی بد نصیب واپس نہ پلٹا ہوگا۔ میں نے ایک ناصق ابن ناصق ظالم ابن ظالم اور ناجران ناجر ابن زیاد کی اطاعت کی اور اس کے مقابلہ میں فرزند رسول اور جگر پارہ علیؑ و تون امام عادل کی نہ صرف نافرمانی کی بلکہ اس کے مظلوم خون سے اپنے ہاتھ سرخ کیے۔ رشتہ کی پروا نہ کی۔

حمید ابن مسلم مروی ہے کہ عمر سعد سے میری دوستی تھی کہ بلا سے واپسی کے بعد عمر سعد کے پاس گیا اور پوچھا کیا حال ہے؟  
کہنے لگا مجھ سے میرا حال مت پوچھ۔ آج تک جتنے لوگ بھی گھر سے



باہر جا کر واپس پٹے ہوں گے ان تمام میں مجھ جیسا بد نصیب پٹنے والا کوئی نہ ہوگا میں نے انتہائی قریب ترین رشتہ دنیا پر قربان کر دیا ہے۔ میں بہت بڑے جرم کا مرتکب ہو چکا ہوں۔

عمر سعد کی امام حسینؑ سے قربت:

عمر ابن سعد ابن ابودقاص مالک ابن امیہ ابن عبد مناف یہ ہے عمر سعد کا سلسلہ نسب، اور امام حسینؑ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔

حسین ابن علی ابن ابوطالب ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف۔ گویا عمر سعد سے نبی کریمؐ کا جد امجد کا فاصلہ چار پشت کا تھا۔ اور امام حسینؑ سے جناب عبد مناف کا فاصلہ پانچ پشت کا تھا۔

اسی لیے امام حسینؑ نے شبیہ رسولؐ کی شہادت پر عمر سعد کو یہ بد دعا دی تھی۔ اے پرہیزگار جس طرح تم نے میرے ساتھ قطع رحمی کی ہے اللہ تیری رحم قطع کرے۔

مقام کے مطابق جب یزید اپنے انجام کو پہنچ گیا اور یزید کے بیٹے معاویہ نے حکومت لینے سے انکار کر دیا اس وقت ابن زیاد بصرہ میں تھا اس نے اہل کوفہ کو خط لکھا کہ تم میری بیعت کر لو تمام اہل کوفہ نے انکار کر دیا۔ عمر سعد کوفہ میں تھا کچھ لوگوں نے عمر سعد کی بیعت کرنے کا خیال کیا۔ جب یہ اطلاع بنی ہمدان۔ بنی ربیعہ بنی کھلمان اور بنی نضج کو موصول ہوئی تو ان قبائل کی مستورات ہلے حسینؑ ہائے حق کے بین کرتی ہوئی گھروں سے نکل کر مسجد کوفہ میں آگئیں مرثیہ خوانی اور امام حسینؑ کے کہنے لگیں۔

کیا ابن سعد فرزند رسولؐ اور جگر گوشہ علیؑ و بتوں کے قتل سے سیر نہیں ہوا اب ہمارا حکمران بننا چاہتا ہے۔

جو لوگ عمر سعد کی بیعت کرنے کی خاطر فضا ہموار کر رہے تھے انہوں نے یہ خیال ترک کر دیا۔

تمام لوگوں نے اس غیث سے قطع تعلقی کر لی تھی۔ جب بھی کہیں سے گزرتا تو لوگ اس سے منہ پھیر لیتے تھے۔ اگر مسجد میں آتا تھا تو لوگ مسجد چھوڑ کر باہر نکل جاتے تھے۔ جو بھی اسے دیکھتا تھا لعنت کے سوا اور کوئی بات نہ کرتا تھا بچے اس کے پیچھے نعرے لگاتے تھے۔

قاتل حسینؑ آ رہا ہے بھاگو۔

قاتل حسینؑ آ رہا ہے اس پر لعنت کر دو۔

بالآخر یہ تنگ آ کر گھر میں بیٹھ رہا اور اس نے آنا جانا ترک کر دیا اور اپنے کیف کر دار کے پہنچے تک گھر میں پڑا رہا۔

کتاب السنن میں امام صادقؑ سے منقول ہے کہ ہمارا دشمن دنیا میں ہی مسخ ہو جاتا ہے۔ اس کی شکل خنزیر یا بندر جیسی ہو جاتی ہے اور دنیا کے بعد عذاب الہی کا منتظر ہوتا ہے۔ واقعہ کہ بلا کے بعد جب عمر سعد گھر آیا تو اس کی شکل بندر جیسی ہو چکی تھی۔ اس کے گلے میں طوق نما داغ پڑ چکا تھا۔ حتیٰ کہ گھر والے اسے پہچان نہ سکے۔

طبری میں عمار ابن عبید اللہ سے مروی ہے کہ اس وقت عمر سعد کے اس گیا جب اسے کہ بلا کی طرف جانے کا حکم مل چکا تھا اس نے مجھے بتایا کہ ابن زیاد مجھے فرزند رسولؐ کے مقابلہ میں بھیجنا چاہتا ہے لیکن میں نے انکار



کر دیا ہے۔ میں نے کہا تو نے بہت اچھا کیا ہے۔ پھر بھی خیال رکھنا فرزند رسول کے مقابلہ میں جا کر منہ کالا نہ کرنا۔

میں واپس آگیا۔ کچھ دیر بعد مجھے کسی نے بتایا کہ عمر سعد کو بلا جانے کی خاطر شکر تیار کر رہا ہے۔ میں دوڑ کر آیا۔ اپنی جگہ بیٹھا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو رخ پھیر لیا۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ اب یہ نہیں رہے گا۔ ہماریس ہے کہ تو محرم کو برسرِ ان خفیر ہمدانی نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں عمر سعد سے پانی کے معاملہ میں بات کروں؟

آپ نے فرمایا۔ بے شک کرو۔ اگر وہ گاتو بہادر نہ اتمامِ حجت تو ہو جائے گا۔ برسرِ اس کے پاس آیا اور عمر سعد کو سلام کہے بغیر بیٹھ گیا۔

عمر سعد نے کہا۔ اے ہمدانی تو نے مجھے سلام نہیں کیا۔ کیا میں استادِ رسول کو پہچاننے والا مسلمان نہیں ہوں؟

برسر نے کہا۔ اگر تو مسلمان ہوتا تو اپنے نبی کی عزت کے قتل اور قید کرنے کو برگز نہ نکلتا۔ فرما اپنے اسلام کا اندازہ اپنے اس عمل سے کرے دیاے فرات سے وہ کونسا جانور ہے جو پانی نہیں پی رہا۔ لیکن رسول و رسول کی عزت کنارے دریا پانی کے ایک قطرہ تک کو ترس رہی ہے۔ پھر بھی تو اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے۔

عمر سعد نے کچھ دیر کے لیے سر جھکایا۔ پھر کہا۔ برسر میں علم یقین کی حد تک جانتا ہوں کہ جو بھی عزت رسول سے مقابلہ ان کے حقوقِ منصب کرے گا یا ان سے جنگ کرے گا اس کا انجام دائمی جہنم ہے۔ لیکن برسرِ انصاف سے بتا کیا تو یہ چاہتا

ہے کہ مجھ سے ری کی حکومت چھین جائے اور کوئی دوسرا ری کا حکمران بن جائے بخدا یہ سخاوت مجھ سے نہیں ہوگی۔

برسر نے واپس آکر عرض کیا۔ قبلہ عمر سعد ری کی حکومت کے عوض آپ کے قتل پر کمر بستہ ہے۔

آپ نے فرمایا۔ حکومت ری اسے کبھی نصیب نہ ہوگی۔

جب عمر سعد کو بلا میں آیا تو اس نے عروہ ابن قیس احمی سے کہا کہ جا اور امام حسینؑ سے پوچھ کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ اور کیا چاہتے ہیں؟

عروہ ابن قیس بھی ان افراد سے تھا جنہوں نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی اس نے معذرت کی۔ ایک ایک سے عمر سعد نے کہا لیکن ہر ایک نے معذرت کی بالآخر کثیر ابن عبد اللہ نے کہا کہ اگر اور کوئی نہیں جاتا تو پھر مجھے بھیج دیں۔ اگر آپ حکم دیں تو میں انہیں ابھی شہید کر کے آجاؤں۔ اس شخص کے متعلق مورخین نے بتایا ہے کہ یہ شخص بڑا بے باک۔ گستاخ۔ جبار اور بہادر تھا اور جو کہتا تھا اسے کرنے کی خاطر جان کی بازی لگا دیتا تھا۔

عمر سعد نے کہا۔ قتل نہیں کرنا۔ صرف اتنا پوچھنا ہے کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟

کثیر کو آتے ہوئے جب ابو تمام عیلاوی نے دیکھا تو عرض کیا۔

اے فرزندِ رسول بدترین فلائی شخص آ رہا ہے جو انسان کی پیروی کی طرح مسل ذات ہے اور پھر کبھی احساس بھی نہیں کرتا جب کثیر قریب آیا۔ تو ابو تمام نے کہا۔

اپنی تلوار یہاں رکھ دے پھر گے جانا کثیر نے کہا۔ میری تلوار تو میرے مرنے کے بعد ہی مجھ سے جدا ہو سکتی ہے



میں قاصد ہوں اگر میرا پیغام سنا چاہو تو سنا دوں گا اگر انکار کر دو گے تو واپس چلا جاؤں گا۔

ابو تمام نے کہا۔ اگر تو ارکھنا نہیں ہے تو پھر تیری تلوار کے دستہ پر میں اپنا ہاتھ رکھوں گا۔ پھر تو اپنا پیغام سنائے گا۔  
کثیر نے اس سے بھی انکار کر دیا۔

ابو تمام نے کہا اس حالت میں میں تجھے اپنے آقا کے پاس ہرگز نہیں جانے دوں گا۔ جو پیغام ہے مجھے دے دے میں خود پہنچا دوں گا۔ تو ایک ناجرا درنا ملدیل اعتماد شخص ہے۔

کثیر نے جناب ابو تمام کو گایاں بکنا شروع کر دیں اور واپس عمر سعد کے پاس آگیا۔ پھر عمر سعد نے قرہ ابن قیس حنظلی کو بلایا اور کہا جا امام حسینؑ سے پوچھ یہاں کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟

جب حبیب ابن مظاہر نے قرہ کو آتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا۔ آقا یہ شخص دشمن ہونے کے باوجود شریف ہے بات انسانوں کی طرح کرے گا۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں تو اس بات پر حیران ہوں کہ یہ شخص ان بھیڑیوں میں پھنس کیسے گیا ہے۔ حالانکہ دانشمند اور صاحب الہامی ہے۔

جب یہ شخص قریب آیا اسے کسی نے نہ روکا۔ امام حسینؑ کو سلام دیا اور عمر سعد کا پیغام پہنچایا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں خود سے نہیں آید تم لوگوں نے بلایا ہے تو آگیا ہوں اب اگر تمہیں میرا آنا گوارا نہیں تو راستہ چھوڑ دو۔ میں واپس چلا جاؤں گا۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ اے قرہ اللہ تجھے ہدایت دے یہ کیا کر رہا ہے؟

کیا ظالموں کا ساتھ دے گا اور مظلوم فرزند رسولؐ کو تنہا چھوڑ کر واپس چلا جائے گا قرہ نے کہا۔ اس وقت تو میں بہر صورت ایک قاصد بن کر آیا ہوں۔ جا کر پیغام کا جواب دے دوں پھر سوچوں گا کہ مجھے کیا کرنا ہے۔

عمر سعد نے ابن زیاد کو خط لکھا کہ۔

اما بعد۔ میں نے فرزند رسولؐ کے پاس قاصد بھیج کر سوال کیا ہے کہ آپ کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟

اس نے جواب دیا ہے کہ تم نے بلایا ہے تو میں آگیا ہوں۔ اگر تم پسند نہ کرو۔ تو راستہ چھوڑ دو میں واپس چلا جاؤں گا۔

حسان ابن قاصد بھی کہتا ہے جب عمر سعد کا خطاب ابن زیاد کو ملا اس وقت اس کے پاس بیٹھا تھا۔ خط پڑھنے کے بعد ابن زیاد نے کہا۔

اب وہ واپس جاتا ہے جب ہمارے نیزے اس کے دل تک اور ہماری تلواریں اس کے گلے تک پہنچ چکی ہیں اب وقت گزر چکا ہے۔



## چھٹی مجلس

## ابن زیاد کا عمر سعد کو خط

عمر سعد کے خط کے جواب میں ابن زیاد نے یہ خط لکھا۔  
ابا بعد۔

میں نے تیرا خط پڑھ لیا ہے اور تیرا مقصد بھی سمجھ گیا ہوں اب تو میرا خط پڑھ کر اس کا مقصد بھی سمجھ لے۔ امام حسینؑ سے کہہ کر وہ اور اس کے جملہ ساتھی پہلے یزید کی بیعت کریں پھر ہم دیکھیں گے کہ ان سے کیا سلوک کرنا ہے۔

والسلام

پھر ابن زیاد نے الصلوٰۃ جامعہ کی ندا کرائی جب لوگ مسجد کوفہ میں جمع ہو گئے تو ابن زیاد منبر پر آیا اور بنی امیہ کے فضائل بیان کر کے کہا۔ یزید نے تمہیں ہر قسم کی ہولت دی ہے اور تمہارے وظائف میں اضافہ کا حکم دیا ہے۔ قبل ازیں جسے جو کچھ ملتا تھا آج کے بعد اسے ایک سو دینار اس سے اور زیادہ ملے گا جس کا جی چاہے ابھی مجھ سے وصول کر لے۔ البتہ یزید کی خواہش ہے کہ امام حسینؑ کا معاملہ جلد از جلد ختم ہو جائے لہذا آؤ مجھ سے اپنے وظائف لے لو اور میری جلدی ممکن ہو سکے۔ عمر سعد کی امداد کو کر بلا پہنچاؤ ابن زیاد نے جو لشکر کر بلا بھیجے۔ مورخین کا ان میں

مخت اختلاف ہے ہر طور جو کچھ میرا کتاب ہے وہ یہ ہے۔

۱۔ عمر سعد۔ چھ ہزار

۲۔ ثمر ابن ذی الحوشن چار ہزار

یہ کینڈا اپنا لشکر چھوڑ کر واپس چلا گیا تھا پھر نو محرم کو مزید لشکر لے کر آیا تھا۔

۳۔ مردہ ابن قیس چار ہزار

۴۔ سنان ابن انس چار ہزار

۵۔ حصین ابن نمیر چار ہزار

۶۔ یزید ابن رکاب کبھی دو ہزار کل تیس ہزار

۷۔ مازنی تین ہزار

۸۔ غولی اموی تین ہزار

یہ تمام لشکر چھ محرم تک کر بلا میں پہنچ گئے تھے۔ ویسے مورخین میں کل فوج یزید میں بھی اختلاف ہے۔

۱۔ سبط ابن جوزی نے کل تعداد چھ ہزار بتائی ہے۔

۲۔ ابن طاؤس نے لوف میں۔ اعظم کوئی نے اپنی تاریخ میں اور علامہ مجلسی نے کل تعداد بیس ہزار بتائی ہے۔

۳۔ یاقفی نے مرآۃ الجنان اور محمد ابن طلحہ نے مطالب السؤل میں بائیس ہزار لکھی ہے۔

۴۔ ابن شہر آشوب نے پینتیس۔ ۳۵۔ ہزار تعداد لشکر یزید لکھی ہے۔

۵۔ شرح شافعیہ میں فوج یزید کی کل تعداد پچاس ہزار بتائی گئی ہے



۶۔ ابو مخنف نے مقتل میں فوج یزید کی کل تعداد اسی ہزار بتائی ہے جو سب کے سب کوئی تھے۔

۷۔ بعض مورخین نے لشکر یزید کی تعداد ایک لاکھ۔ بعض نے دو لاکھ اور بعض نے آٹھ لاکھ بتائی ہے۔

بہر صورت الفاظ میں لشکر یزید کو کثرت جس طرح بیان کی گئی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تعداد لاکھوں میں تھی۔

ایک مورخ نے بتایا ہے کہ اگر کوئی بلند میدان پر چڑھ کر میدان کو بلا میں دیکھتا تو اسے حدنگاہ تک انسانوں کے سر۔ گھوڑوں کے کان نیزوں کی انیاں اور تلواروں کی چمک کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا۔

ایک مورخ نے فوج یزید کو طغانی سیلاب گھیرے ہوئے بتایا۔ فضا میں چھائی ہوئی ٹھنڈی دل۔ فداں ریگ اور موسلا دھار بارش کی برسات سے تشبیہ دی ہے۔

ایک محدث نے فوج یزید کی کثرت کا اندازہ کوفہ کے لوہاراں بازار میں مصر دیت سے لگانے کی کوشش کی ہے اس کا بیان ہے کہ کوفہ کا طویل ترین بازار لوہاراں یکم محرم سے نو محرم تک چوبیس گھنٹے کھلا رہتا تھا۔ اور اس میں صرف تلواریں نیزے، تیروں کے پھل۔ زره۔ خود اور دیو جی جنگی اسلحہ تیار ہوتا رہا۔ اسی بازار کے ایک حصہ میں ایک شعیبہ۔ دو شعیبہ اور سہ شعیبہ تیرنا کر نہیں زہر میں بھجایا جاتا تھا۔ حدیہ ہے کہ جتنا اسلحہ بھی موصول کیا گیا سب کا سب زہر آلود کرایا گیا۔

ابن زیاد نے جب دغائے تقیم کر دیئے اور لوگوں کو کربلا جانے کی ہدایت کی تو ہر منادی کو حکم دیا کہ کوفہ کی ہر گلی اور کچرہ میں یہ اعلان کر دے کہ جو شخص کوفہ

میں موجود پایا گیا اور کربلا میں ابن سعد کی امداد کو نہ گیا اس کا خون مباح ہوگا۔ اس اعلان کے بعد سیکڑت سروں کو حکم دیا کہ کوئی شخص اسے پکڑ لاؤ۔ ایک مسافر کو پکڑ کر لایا گیا۔ ابن زیاد نے اس سے پوچھا کہ توجنگ میں کیوں نہیں گیا؟ اس نے جواب دیا کہ میں کوفہ کا رہائشی نہیں ہوں۔ میں شام سے مسافر ہوں یہاں ایک شخص میرا مقروض تھا۔ اس سے اپنی رقم وصول کرنے آیا ہوں۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ بات تو اس کی درست معلوم ہوتی ہے لیکن ملے دیکھ کر ہر شخص یہی کہنے لگے گا کہ میں بھی کوفہ کا نہیں ہوں اس لیے ڈسپن کا تقاضا ہے کہ اسے قتل کر دو تاکہ اور کسی کو جنگ سے بھاگنے کا حوصلہ نہ ہو۔

طبری کے مطابق عمر نے ابن زیاد سے کہا۔ کہ میری معلومات کے مطابق ابن سعد اور امام حسین رات کے وقت دونوں لشکروں کے درمیان بیٹھ کر مذاکرات کرتے رہتے ہیں۔

ابن زیاد نے سات محرم کی صبح کو عمر سعد کے نام خط بھیجا۔ اما بعد۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو رات کے وقت اپنے لشکر سے نکل کر مسند بچھاتا ہے۔ پھر امام حسین کو بلا کر مسند پر بٹھاتا ہے اور اس کے ساتھ کافی دیر تک بیٹھا مذکرات کرتا رہتا ہے میرا یہ خط سننے کے بعد رات کا بیٹھنا چھوڑ دے۔ اور امام حسین کو بتا دے کہ وہ میرے حکم کی اطاعت کرے۔ اگر وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دے تو دینائے فرات کے کنارے پر مکمل پہرے بٹھائے تاکہ خیام حسین تک پانی کا ایک قطرہ بھی نہ جانے پائے۔

مقام میں ہے کہ ابن زیاد کو اس بات پر سخت غصہ تھا کہ وہ امام حسین سے جنگ کو ٹال رہا ہے۔ چنانچہ ابن زیاد نے جو بریر ابن بدر تمیمی کو پیام دے کر بھیجا



اگر ابن سعد جنگ میں مزید ڈال مٹول کرے تب مجھے اطلاع دینا تاکہ میں کسی اور کو امیر الامر ابنائوں۔

طری کا بیان ہے کہ مجھے سعد ابن عبیدہ نے بتایا ہے کہ گرمی سخت تھی ہم ابن سعد کے ساتھ دریائے فرات میں نہا رہے تھے کہ ایک شخص نے اکر عمر سعد کو کنارے بلایا پھر اس کے کان میں سرگوشی کی اور کہا کہ ابن زیاد نے جو بریر ابن بدر کو بھیجا ہے کہ اگر عمر سعد جنگ میں مزید تاخیر کرے تو اسے موقع پا کر قتل کر دینا یہ سنتے ہی عمر سعد دریا سے باہر آیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا ہتھیار لگائے اور لوگوں سے کہا کہ اٹھو اور جنگ شروع کر دو۔

## ساتویں مجلس

## پانی پر پابندی

بکام میں داود رقی سے مروی ہے کہ میں امام صادق کے پاس بیٹھا تھا آپ نے پینے کے لیے پانی مانگا جب پانی پی لیا تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا۔ اللہم العن قاتل الحسين جو شخص بھی پانی پی کر امام حسین کو یاد کرے اس کے قاتلوں پر لعنت کرے اللہ اس کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ نیکیوں کا اضافہ کرتا ہے۔ ایک لاکھ بدعتی کو مٹا دیتا ہے ایک لاکھ مراتب میں اضافہ فرماتا ہے ایک مرتبہ قاتل حسین پر لعنت کرنے سے ایک لاکھ غلام آزاد کرنے کا ثواب عنایت فرماتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ اسے انتہائی پرسکون اور مطمئن دل سے محشور کرے گا ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جب بھی پانی پیے امام حسین کی پیاس یاد کرے اس کے قاتلوں پر لعنت کرے خصوصاً ہم شیعوں کے لیے اور ضروری ہے کہ چونکہ امام حسین نے اپنی آخری وصیت میں شیعوں کو بالخصوص مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ شیعہ مہم اشتریم ما عذب فاذا کرونی میرے شیعو! جب کبھی ٹھنڈا پانی پینا تو مجھے ضرور یاد کرنا۔ اوسمعتہ بغریب اوشہید فانت بدعتی یا جب کسی مسافر یا مظلوم کی خبر موت و شہادت سنو تو ہائے حسین کر کے میری



مظلومانہ شہادت پر دو آنسو ضرور بہا لینا۔

ناسخ التواریخ میں ہے کہ امام حسینؑ کے لیے سات محرم بروز منگل پانی پر پابندی لگائی گئی تھی۔ اسی دن صبح صبح عمر سعد کو ابن زیاد کا یہ خط موصول ہوا تھا۔

ابا بعد۔

میرا خط پہنچنے کے بعد حسین اور اس کے تمام ساتھیوں اور پانی کے مابین مائل ہو جانا ان لوگوں کو پانی کا ایک قطرہ تک نہ ملنا چاہیے۔

والسلام

خط موصول ہوتے ہی عمر سعد نے عمرو ابن جراح زبیدی کو پانچ سو سوار دے کر دریائے فرات کے کنارے پہرہ دینے کی خاطر تعینات کر دیا۔ عمرو کے ان سپاہیوں میں عبد اللہ ابن حصین ازوی بھی تھا جو بڑا گستاخ اور زبان دراز تھا۔ جب پانی کی مکمل ناکہ بندی ہو گئی تو اس نے امام حسینؑ کے نام پکار کر کہا کہ :-

اے فرزند رسولؐ یہ دیکھ آبِ فرات کتنا ٹھنڈا اور میٹھا ہے لیکن اب کے بعد تمہیں اس پانی کا ایک قطرہ تک دیکھنے کو نہ ملے گا۔ صحر اکا ہر جانور یہ پانی پی سکتا ہے لیکن تم آل رسولؐ کے لیے ممنوع ہے۔

امام حسینؑ نے جب اس کی جسارت سنی تو فرمایا۔ اللہم اقتلہ عطشا اے اللہ اے پیسا مارنا۔ حمید ابن مسلم کہتا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے اس شخص کی گھرائی شروع کر دی تاکہ فرزند رسولؐ کی دعا کا اثر دیکھوں۔ کہ بلا سے واپس آنے کے بعد میں نے سنا کہ عبد اللہ ابن حصین بیمار ہے میں اس کی زیادت

کو گیا جب وہاں پہنچا اور اس کی حالت دیکھی تو میں تڑپ گیا۔ اس کے قریب میں سے ہر شخص حیران و پریشان تھا۔ میں نے دیکھا وہ پانی مانگتا تھا جب اسے پانی دیا جاتا تو وہ جھٹ سے برتن خالی کر کے اور پانی مانگتا پانی پیتے پیتے اس کا پیٹ پھول چکا تھا۔ پانی اس کی پاچھوں سے بہہ رہا تھا لیکن اس کی پیاس ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھی میری موجودگی میں عبد اللہ ابن حصین پانی پیتے پیتے اور مانگتے مانگتے پیاسا اپنے انجام کو پہنچا۔

شہزادی نے اپنی کتب الاتحاف میں لکھا ہے کہ موسم بہت گرم تھا شدت کی لوجل رہی تھی جب امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں پر پانی بند کیا گیا۔ اس پر افضاء کہ یہ ظالم پانی کے بورین جام بھر بھر کے آل محمد کے سانس کرتے تھے اور کہتے تھے دیکھو پانی کتنا ٹھنڈا اور کتنا میٹھا ہے ہر کوئی اور برشتی یہ پانی پی سکتا ہے لیکن تم آل محمد نہیں پی سکتے۔

امام حسینؑ ایک ایک کو مخاطب کر کے فرماتے تھے اے میرے نانا کی نبوت کے کلمہ پڑھنے والو!

تمہیں اپنے نانا کا واسطہ دیتا ہوں مجھے اتنا پانی دے دو جس سے میں اپنے کباب جگر کو صرف ایک مرتبہ ٹھنڈا کر لوں۔ مگر جواب میں ہر طرف سے کبھی تیروں کی اور کبھی پتھروں کی بارش شروع ہو جاتی تھی

علامہ تستری نے خصائص میں لکھا ہے کہ لوں تو پیاس انسان کے پورے جسم کو انگار بنا دیتی ہے لیکن جسم انسان میں چار اعضاء بالخصوص ایسے ہیں جو پیاس کی شدت کو دیگر اعضاء سے زیادہ محسوس کرتے ہیں اور ان اعضاء پر پیاس کے اثرات سب سے پہلے نمایاں ہوتے ہیں۔ یہی مال امام حسینؑ کا تھا۔ گلہ، موزٹ، زبان اور آنکھ۔



امام حسینؑ کے ہونٹ کئی مرتبہ اس طرح ایک دوسرے سے چبک جاتے تھے کہ ان کا جدار کا تشکل ہو جاتا تھا جگر شدت پیاس سے ٹکڑے ٹکڑے معلوم ہوتا تھا زبان کو بار بار تالو سے لگانے کی بدولت زبان میں کانٹے پڑ گئے تھے اور زخمی ہو گئی تھی اور شدت پیاس سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا تھا۔

بھاریں ہے کہ جب آپ زین فدا الجناح سے زمین پر آچکے تھے اور زندگی کی آخری گھڑیاں گزار رہے تھے۔ شمر ملعون خنجر بدست آیا اور مجروح زخمی اور پیاسے مظلوم فرزند رسول کو پاؤں کی ٹھوک ماری فرزند رسول نے پانی مانگا۔ شمر کہنے لگا زبان مت چاٹ کیہ تم لوگ نہیں کہتے کہ تیرا علی باپ حوض کوثر کا ساتھی ہے اور جسے چاہے گا وہی پانی پلائے گا اب تھوڑا سا اور صبر کرے میں تجھے اس زندگی کے ہر غم سے نجات دلانے آیا ہوں اپنے بابا کے پاس جا کر کوثر کا ٹھنڈا پانی پی لیتا۔

علامہ تستری نے خصائص میں لکھا ہے کہ پانی پر امام حسینؑ کے چار طرح کے حقوق تھے پہلا حق تو یہ ہے کہ ہر انسان پانی پینے میں آزاد ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی کی ذاتی ملکیت میں نالہ بہہ رہا ہو تو پیاسے کو نالے کے مالک سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے پانی بلا اجازت پی سکتا ہے۔ دوسرا حق ہر ذی روح کے اشتراک کا ہے ہر ذی روح پانی میں انسان کے برابر کی شریک ہے ہی وجہ ہے کہ اسلام نے اس مقام پر تیمم کو واجب قرار دیا ہے۔ جہاں پانی پی لینے کی صورت میں کسی ذی روح کو موت کا خطرہ ہو۔

تیسرا حق یہ تھا کہ آپ اہل کوثر کو تین مرتبہ پانی پلا چکے تھے۔ ایک مرتبہ جب تشنگی سالی ہوئی اور اہل کوثر نے حضرت علیؑ سے دعا کی خواہش کی تو آپ نے امام حسینؑ

کو فرمایا۔

بیٹے جاؤ بارش کی دعا کرو۔ امام حسینؑ نے دعا کی اللہ نے باران رحمت دی۔ دوسری مرتبہ جنگ صفین کے دوران ایک مرتبہ معاویہ نے پانی روک لیا حضرت علیؑ نے امام حسینؑ سے فرمایا۔ جاؤ فوج لے کر پانی کا راستہ صاف کرو۔ اور تیسری مرتبہ کوثر آتے ہوئے جب تادسیہ پر لشکر چڑھا رہا تھا تو امام حسینؑ نے اس پورے لشکر کو پانی پلایا تھا۔ اور آج انہی اہل کوثر سے پانی مانگ رہے تھے اور جو تھا حق یہ تھا کہ بالخصوص دریائے فرات من جانب اللہ جناب زہرا کو بہر میں دیا گیا تھا۔



## آٹھویں مجلس

## آل محمد کی پیاس

علامہ دربندی نے جناب سکینہ بنت حنین سے روایت کی ہے کہ نوری  
حرم کی رات ہمارے خیام میں پیاس کا یہ عالم تھا کہ ہمارے ہونٹ شدت پیاس سے  
کھٹے نہیں تھے۔ بعض بچے تو ایسے بھی تھے جن کے کھلے ہونٹ بند نہیں ہوتے تھے۔ ہر  
بچہ اپنے ہاتھ میں خالی جام لیے ایک ایک خیمہ میں جاتا تھا اور پانی مانگتا تھا۔ میں  
نے جب دوسرے بچوں کو پانی مانگتے دیکھا تو میں اپنے خیمہ سے اٹھی خالی جام ہاتھ  
میں لیا اور اپنی پھوپھی کے خیمہ میں آئی میں نے دیکھا میرا شیر خوار بھائی میری پھوپھی  
کی گود میں تھا اور شدت پیاس سے میرا بھائی اپنی چھوٹی سی زبان بار بار باہر  
نکال کر کبھی ہونٹوں پر اور کبھی تالو پر پھر رہا تھا۔ میں نے خیمہ کے دروازہ پر کھڑے  
ہو کر دیکھا پھوپھی میرے پیاسے بھائی کو گود میں لے کر کبھی کھڑی ہو جاتی تھیں اور  
کبھی بیٹھ جاتی تھیں۔ یہ حال دیکھ کر میں خاموش رہ گئی۔ جب پھوپھی نے مجھے دیکھا  
تو فرمایا۔

سکینہ کیا بات ہے؟

میں نے عرض کیا پھوپھی بچوں اور اپنے کس بھائی کی پیاس دیکھ کر مجھے اپنی

پیاس بھول گئی ہے اب تو آنسو آنا بھی بند ہو گئے ہیں۔  
پھوپھی جان! انہیں تمام خیام میں جا کر دیکھیں ممکن ہے کسی بی بی کے پاس سے  
ایک قطرہ آب مل جائے۔  
پھوپھی نے فرمایا۔ بیٹی یہ کیسے ہو سکتا ہے کسی بی بی کے پاس پانی ہو اور اس  
نے اب تک بچہ لے رکھا ہو اور۔  
میں نے عرض کیا چاہا پیاس کے خیمہ میں تو جائیں۔

پھوپھی نے فرمایا۔ بیٹی تمہارے چچا کے غم و اندوہ میں اور اضافہ ہو جائے  
گا۔ اگر تو کہتی ہے تو تیرے اطمینان کی خاطر میں تیرے ساتھ چلتی ہوں۔ ہم دونوں ہر  
خیمہ سے پوچھتی ہوئی جب چچا کے خیمہ میں آئے تو وہاں پہلے سے پیاسے بچے خالی  
جام ہاتھ میں لیے پانی پوچھ رہے تھے۔

جب ہم نے دیکھا تو خاموشی سے واپس پلٹے ہمیں پلٹنا دیکھ کر کم دیش بیس  
بچے ہمارے پیچھے چلے آئے العطش العطش کی فریاد کرنے لگے۔ بریر نے یہ فریاد  
سنی تو پوچھا کیا بات ہے۔ جب اسے بتایا گیا کہ بچے شدت پیاس سے جاں  
بلب ہیں۔ بریر نے انصار حسین سے مشورہ کیا۔ بعض نے مشورہ دیا کہ۔ ایسا کریں  
ہم ایک ایک بچے کو دریائے فرات پر ساتھ لے جائیں اور انہیں پانی پلا کر واپس  
لائیں۔ بریر نے کہا ایسی غلطی کبھی نہ کرنا۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ لوگ صرف اور  
صرف فدیت رسول کے دشمن ہیں اور مرنے مارنے پر تے ہوئے ہیں۔ اگر ہم کسی بچہ  
کو لے گئے۔ اور ان ظالموں نے تیرا انداز شروع کر دی اور کوئی بچہ ہماری وجہ  
سے شہید کر دیا گیا تو کیا ہم آسانی سے اپنی جان اللہ کے سپرد کر سکیں گے؟  
انصار نے کہا۔ پھر کیا مشورہ ہے۔



جناب بریر نے کہا۔ ایسے کرتے ہیں ایک تو میں خود اپنے کو پیش کرتا ہوں  
دو آدمی میرے ساتھ تیار ہو جائیں ہم تین جا کر ایک مشکیزہ پڑ کر کے لے آئیں  
اگر مکمل سیراب نہ بھی ہوئے تو کم از کم ایک مرتبہ زبانیں تو تر ہو جاتی ہیں۔  
دیگر انصار نے بھی اسی مشورہ کو قبول کیا۔ چنانچہ جناب بریر دو انصار کو لے  
کر دریا پر آئے۔ پہرہ داروں نے پوچھا کون ہو؟

جناب بریر نے کہا ہم خیام حسینؑ سے آئے ہیں پانی پینا چاہتے ہیں۔  
پہرہ داروں نے کہا۔ بسم اللہ خود پی لو۔ لیکن یہ خیال رکھنا کہ یہاں سے  
پانی لے جانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

جناب بریر نے فرمایا۔ ظالمو! تمہیں شرم نہیں آتی۔ ہمیں پانی پینے کی اجازت  
دیتے ہو لیکن رسولؐ زادیاں اپنے پیاسے لبوں کے ساتھ اپنے پیاسے بچوں کو  
تسلٰی بھی نہیں دے سکتیں۔ پھر جناب بریر اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے  
اور فرمایا۔

خبردار! تم میں سے کوئی بھی ایک گھونٹ تک نہ پیو یہاں سے پانی لے  
جائیں گے وہاں اگر حصّہ میں آگیا تو پی لیں گے اگر نہ آیا تو فرزند رسولؐ کے ساتھ بیٹھ  
کر دقت گزار لیں گے مشکیزہ پڑ کیا جب واپس آنے لگے تو ہر طرف سے فوج  
یزید نے گھیر لیا۔ جناب بریر نے کہا۔ ایک آدمی مشکیزہ لے کر خیام میں جلے اصرع  
دو یہاں ان سے مقابلہ کریں گے جس کے پاس مشکیزہ تھا اس نے جناب بریر اور اس  
کے ساتھی کو ان میں گھرا ہوا چھوڑا موتہ پا کر گھوڑے کو ایڑ لگائی اور نکل آیا۔ لیکن  
ایک ظالم نے تیر مارا جو اس کے گلے پر آکر پڑا۔ تمام مشکیزہ کے اوپر خون پھیل  
گیا تھا۔

اس نے تیر حلق سے نکالا اور دست و دعا بلند کر کے عرض کیا۔ الحمد  
للہ الذی مجل رقبتي فداء للقرية وفداء لاطفال الحيين اس اللہ کی حمد ہے  
جس نے مجھے مشکیزہ اور ذریت رسولؐ کا فدیہ بنا دیا۔

جناب بریر نے باواز بلند آل ہمدان کو پکارا۔ امام حسینؑ نے اپنے دیگ  
انصار سے فرمایا کہ دیکھو بریر کی آواز ہے۔ بارہ آدمی وہاں سے پیٹے جنہوں نے  
جا کر جناب بریر اور اس کے ساتھی ان کے حلقے سے نکالا۔ شہید ہونے والے کالائشہ  
اٹھایا۔ مشکیزہ لے کر خیام تک آئے در خیام پر مشکیزہ رکھ کر کہا۔ اے آل محمد یہ لو  
ایک مشکیزہ پانی مل سکتا ہے۔

تمام پیاسے بچے اس مشکیزہ پر ٹوٹ پڑے۔ کوئی اپنے خشک لبوں کو تر  
کرنے لگا۔ کسی نے اپنے رخسار مشکیزہ پر رکھ دیے۔ اور بعض بچوں نے قیضوں  
کے بن کھول کر اپنا سینہ مشکیزہ پر رکھ دیا بچوں کی اس بیوٹ میں مشکیزہ کا قسمہ کھل  
گیا اور تمام پانی ریت پر بہہ گیا۔ تمام بچوں نے باواز بلند کہا۔ چچا بریر پانی بہہ  
گیا ہے۔ گواہ رہنا ہم نے ایک قطرہ تک نہیں چکھا۔ پھر تمام پیاسے بچے اس  
ٹھنڈی ریت پر گر گئے۔ اور ریت کو اٹھا اٹھا کر اپنے رخساروں۔ لبوں اور سینے پر  
رکنے لگے کچھ بچوں نے اپنے کو ریت پر گرادیا۔

سرکار علامہ تستریؒ نے خصائص حسینہ میں لکھا ہے کہ جب فرزند رسولؐ  
پر امت رسولؐ نے پانی بند کیا تو اللہ نے اس کے عوض جگر پارہ نہر کو چار پانیوں  
سے نوازا۔

آب فرات کے عوض اللہ نے امام حسینؑ کو آنکھوں کا پانی دیا۔ اسی لیے  
ہدایات میں ہے کہ دنیا کی ہر مصیبت پر رونا اور آنسو بہانا مکروہ ہے لیکن غم حسینؑ میں



آنسو بہا نا کردہ بھی نہیں ہے۔

۲۔ دوسرا امام حسینؑ کو آب حیات ملا ہے۔ جو جنت میں ہے اللہ کی طرف سے ملائکہ کو حکم ہے کہ جب کبھی عزادار غلو میں امام حسینؑ پر آنسو بہائیں تو انہیں جہنم کے جنت میں آب حیات کے چشمہ میں ملاتے جاؤ آنسوؤں کے اس پانی سے آب حیات کا ذائقہ اور لذت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

۳۔ ہر وہ شخص پانی جسے محبان حسینؑ پیتے ہیں اس میں امام حسینؑ کا حصہ ہر تلبہ کیونکہ ہر عزادار پانی پی کر امام حسینؑ کی پیاس کو ضروریاد کرتا ہے امام صادقؑ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب بھی پانی پیتا ہوں اپنے بدمذہب کی پیاس کو ضروریاد کرتا ہوں۔

۴۔ چوتھا پانی جو امام حسینؑ کو آب فرات کے طعن ملا وہ حوض کوثر ہے جس سے شہادت کے بعد آپ کو اور آپ کے تمام ساتھی شہید کر پلایا گیا۔

نوٹ۔ یہ خیال رہے کہ بعض مورخین نے کھلم کھلا امام حسینؑ نے بلا مجاز پانی پیا تھا اور اپنے دیگر ساتھیوں کو بھی پلایا تھا لیکن یہ اس لیے درست نہیں ہے کہ اولاً تو ایسے مورخین کی اکثریت اموی دسترخوان کی پروردہ ہے ثانیاً جن غیہ مورخین نے ان روایات کو کھلم کھلا اس کی وجہ ان کی اپنے وقت کی مجبوریاں ہیں۔ ثالثاً یہ روایات ان روایات کی نسبت سنداً اور مدیاً ضعیف ہیں جن میں پیاس سے شہادت کا ذکر ہے۔ رابعاً پانی پینے والی روایات تعداد کے اعتبار سے ان روایات کی نسبت بہت کم ہیں بلکہ شاید جن میں شہدائے کربلا کی بحالت پیاس شہادت کا تذکرہ ہے اور خامساً یہ روایات ان سلسلہ اور ناقابل تردید روایات سے متعارض ہیں جن میں حضرت آل محمد کے پیاسا شہید ہونے کا تذکرہ ہے شقائقِ ادب نے اپنی زبان سے

سے حضرت موسیٰ کو جب واقعہ شہادت امام حسینؑ کی اطلاع ان الفاظ سے دی ان کے بچے پیاس سے جان بلب ہوں گے اور ان کے بڑے شدت پیاس سے بولنے تک سے معذور ہو جائیں گے۔ اور جبریل نے حضرت آدم کو واقعہ کربلا اس طرح سنایا۔

آپ کا یہ بیٹا پیاسا شہید ہوگا۔ تنہا ہوگا۔ مسافر ہوگا۔ اس کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔ اے صفی اللہ اگر آپ اس کا وہ وقت دیکھتے۔ جب وہ اعظم الاعظم کہہ رہا ہوگا۔ پیاس اس کے اور اس کی آنکھوں کے درمیان دھوئیں کی مانند فاصل ہوگی۔ اسے جواب میں تیر اور تلواریں ملیں گے۔ پس گردن سے اسے ذبح کیا جائے گا۔ اس کے خیم لٹ لٹے جائیں گے۔ اس کا سر نوک نیزہ پر سوار کیا جائے گا اس کی سسترات کو پابند کن کر کے شہر بھر بھرا یا جائے گا۔

اسحاق ابن حویہ سے مروی ہے کہ میں ان چار ہزار میں سے تھا جن کا مدیہ کے کنارے پہرہ تھا جب امام حسینؑ تنہا رہ گئے اور زخموں سے چورتھے اس حالت میں فرزند رسولؐ نے ہم پر حملہ کیا۔ یہ حملہ اس شدت کا تھا کہ ہمارے پاؤں اکھڑ گئے اور ہم مدیہ سے ایک طرف ہٹ گئے۔ امام حسینؑ پانی پر آئے گھوڑے کو مدیہ میں ڈالا میں نے دیکھا امام حسینؑ نے پانی خود نہ پیا گھوڑے سے کہا تیر پانی پی لے اس وقت مجھے حضرت علیؑ کے حق میں نازل ہونے والی یہ ہدایت یاد آگئی..... اپنی بھوک اور پیاس پر مدد سوں کو ترجیح دیتے ہیں..... لیکن گھوڑے نے پانی پینے سے انکار کر دیا۔ امام حسینؑ نے پانی کا ایک چلو بھرا بھوس کے قریب لائے جو نہی پانی بھوس کے قریب ہوا تو حسینؑ ابن غیر نے ایک تیر مارا جو آپ کے پیاسے گوتے زمین پر لگا۔ آپ کے ہاتھ سے چلو گر پڑا۔ آپ نے گلو کے سامنے ہاتھ کیا گتے سے بہتا



ہوا خون چلو میں لیا اور آسمان کی طرف اچھال کر عرض کیا۔ اے اللہ! میں اپنے  
نانا کی امت کا شکوہ تیری بارگاہ میں کرتا ہوں۔ پھر آپ نے دوسرا چلو پانی سے بھرا  
اور پینے کے لیے ہاتھ بلند کیا۔

حصین ابن نمیر نے باور بلند کیا۔ مجھے بیعت زید کی قسم ہے! اگر حسینؑ نے  
پانی کا گھونٹ پی لیا تو ابن زیاد تم تمام کو کتے کی موت مار دے گا۔ آگے بڑھو  
اور پانی سے روکو۔

ہم نے سوچا کہ کوئی تدبیر کریں کہ حسینؑ پانی نہ پئے۔ اتنے میں غولی آگے بڑھا  
اور کہا حسینؑ تو یہاں پانی میں ہے اور ادھر خیمہ کو آگ لگا دی گئی ہے۔  
امام حسینؑ نے جب یہ بات سنی گھوڑے کو دیر سے باہر نکالا۔ اور خیمہ کی  
طرف روانہ ہو گئے۔

## نویں مجلس

# امام حسین اور عمر سعد

تاریخ طبری کے مطابق امام حسینؑ نے عروا بن قرقہ انصاری کو عمر سعد کے پاس  
کہلا بھیجا کہ آج رات میرے اہل اپنے لشکر کے درمیان مجھ سے ملاقات کر لے۔  
عروا بن سعد میں سپاہیوں کو لے کر آیا امام حسینؑ بھی اتنے ہی آدمی لے کر آئے جب  
باہم ملاقات ہوئی تو امام حسینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم سب ایک طرف ہو جاؤ  
امام حسینؑ کو دیکھ کر عمر سعد نے بھی اپنے ساتھیوں کو ایک طرف بیٹھ جانے کو کہا  
دونوں طرف سے سپاہی اتنی دور چلے گئے کہ امام حسینؑ اور عمر سعد انہیں نظر تو  
آتے تھے لیکن بات نہیں سن سکتے تھے۔ کافی دیر تک مذاکرات ہوتے رہے رات کا  
کافی حصہ مذاکرات میں گزر گیا۔ جب واپس ہوئے تو عمر سعد کے لشکر میں مشہور  
ہو گیا کہ امام حسینؑ نے عمر سعد سے کہہ دیا ہے کہ مجھے زید کے پاس لے چلو۔

التبر القاب کے مطابق ملاقات کا پیغام عمر سعد نے بھیجا تھا۔ وقت ملاقات عمر سعد  
نے کہا۔ اے فرزند رسول! آپ یہاں کیوں آئے ہیں؟  
امام حسینؑ نے فرمایا۔ مجھے تمہارے شہر والوں نے بلایا ہے تو آیا ہوں اب اگر  
تم لوگ مجھے پسند نہیں کرتے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔



عمر سعد نے کہا۔ اے فرزند رسول! مجھے نہیں معلوم کہ ان لوگوں نے آپ سے کیا کہا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ ان لوگوں نے ہمیں اللہ کے نام پر دھوکہ دیا۔ اور ہم ان سے دھوکا کھا گئے۔

عمر سعد نے کہا اب تو معاملہ بہت بگڑ چکا ہے اب کیا خیال ہے؟  
امام حسینؑ نے فرمایا۔ میرا راستہ چھوڑ دو میں مکہ چلا جاؤں گا۔ اگر مکہ نہ جانے دو تو مدینہ واپس چلا جاتا ہوں۔ اگر مکہ اور مدینہ دونوں مقامات تمہیں پسند نہ ہوں تو میں کسی سرحدی علاقہ میں چلا جاتا ہوں۔

عمر سعد نے کہا۔ میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں۔ اس کے بعد یہ ملاقات ختم ہو گئی۔

عمر سعد نے ابن زیاد کو یہ خط لکھا۔

اما بعد!

فرزند رسول نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ واپس مدینہ جانے پر تیار ہیں اگر اس پر بھی حکومت راضی نہ ہو تو پھر امام حسینؑ کسی دور کے سرحدی علاقہ میں جانے کو تیار ہیں۔ اگر یہ بھی حکومت کی سیاسی مصالح کے خلاف ہو تو وہ یزید سے مذاکرات پر بھی تیار ہیں۔

والسلام

جب عمر سعد کا یہ خط ابن زیاد کو ملا تو وہ خاموش ہو گیا۔ شمر لحنہ بھی موجود تھا شمر نے پوچھا۔ عمرؑ نے کیا لکھا ہے؟

جب ابن زیاد نے اسے بتایا تو اس نصیحت نے کہا۔ عمر سعد یہ کیسی باتیں کرتا ہے

اس وقت حسین تیری گورنری کے علاقہ میں ہے وہ براہ راست یزید سے کیوں مذاکرات کرنا چاہتا ہے۔ گویا وہ تجھے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ اگر حقیقتاً حسینؑ اہل بصرہ سے تو وہ پہلے تیری اطاعت کا اعلان کرے۔ پھر اگر تو انہیں سزا دینا چاہے یا معاف کرنا چاہے تیری مرضی پر موقوف ہونا چاہیے۔ حسین واپسی کے راستے صرف اس لیے کھلوانا چاہتا ہے کہ وہ کسی طریقہ سے کسی دور پار کی سرحد پر چلا جائے۔ وہاں آرام سے بیٹھ کر تمہارے ساتھ جنگ کی تیاری کرے۔ کچھ عرصہ کے بعد انتہائی مضبوط قوت لے کر باہر نکلے اور تمہارے سامنے تمام راستے بند ہو جائیں۔

ابن زیاد نے کہا۔ واقعی تو نے بہترین مشورہ دیا ہے۔ اب تو جا اور عمر سعد کو میرا یہ خط جا کر دے دے  
ابن زیاد نے عمر سعد کو لکھا۔

اما بعد۔

حسینؑ اور اس کے ساتھیوں سے کہہ دے کہ اس وقت وہ میری حکومت کے حدود میں ہیں۔ لہذا سب سے پہلے وہ تمام میری اطاعت کا اعلان کریں بعد میں ہم جو مناسب سمجھیں گے ان سے سلوک کریں گے۔ اور اگر وہ اس پر راضی ہو جائیں تو انہیں میرے پاس لے کے آئے۔ اگر انہیں یہ قبول نہ ہو تو ان سے جنگ شروع کر دے مگر تو جنگ نہیں کرنا چاہتا تو پھر عامل رقعہ شمر امیر لشکر ہو گا۔ اور شمر سے کہا کہ اگر عمر جنگ نہ کرے تو تو امیر لشکر بن کر عمر کو قتل کر کے اس کا سر مجھے بھیج دینا۔

والسلام

شمر یہ خط لے کر عمر سعد کے پاس آیا۔ چار ہزار مزید سپاہی بھی ساتھ لایا۔



جب عمر سعد نے ابن زیاد کا خط دیکھا تو غم سے کہا۔ میں تجھے حکومت ری نہیں لینے دوں گا۔

چنانچہ عمر سعد نے آپ کے گرد گھیرائی کرنا شروع کر دیا۔ ہر طرف فوج پھیلا دی۔ امام حسینؑ نے آخری مطالبہ یہ کیا۔

اگر میرا حجاز میں رہنا تمہیں پسند نہ ہو تو پھر مجھے اجازت دے دو میں ہندوستان چلا جاتا ہوں۔ اور سرزمین عراق و حجاز تمہارے لیے فارغ کر دیتا ہوں۔

لیکن ان لوگوں نے تمام باتوں میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کیا اور اسی اصرار پر ڈٹے رہے کہ پہلے ابن زیاد کی اطاعت کا اعلان کرو پھر ابن زیاد کے سامنے حاضر ہو بعد میں ابن زیاد جو مناسب سمجھے گا وہی کرے گا۔ اگر یہ بات قبول نہ ہو تو پھر مع اہل و عیال کے پیاسی شہادت قبول کرنا ہوگی۔ امام حسینؑ نے ان کے اس جواب میں یہ شعر پڑھا۔

ابت الحمیۃ ان یفارق  
والی العزیز بان یعیش ذلیلا  
غیرت کبھی غمور سے جدا نہیں ہوتی اور معزز انسان کبھی ذلت کی زندگی گزارا نہیں کرتا۔

ابن زیاد نے جو آخری خط عمر سعد کو لکھا وہ یہ تھا۔

اما بعد!

میں نے نہ تو تجھے اس لیے بھیجا ہے کہ تو حسینؑ سے اپنا ہاتھ روک کر بیٹھ رہے۔ نہ اس لیے بھیجا ہے کہ حسینؑ کو زیادہ سے زیادہ ہمت دے۔ نہ اس لیے بھیجا ہے کہ حسینؑ کو زندہ و سلامت واپس جانے کی امید دلائے۔ نہ اس لیے بھیجا

ہے کہ تو حسینؑ کی طرف سے میرے سامنے کسی قسم کی معذرت کرے۔ اور نہ ہی اس لیے بھیجا ہے کہ تو حسینؑ کی مجھے سفارشیں لکھتا رہے۔ اگر حسینؑ اور اس کے ساتھی میری اطاعت کرتے ہیں تو انہیں میرے پاس بھیج دے۔ اور اگر وہ میری اطاعت سے انکار کرتے ہیں تو ان کے گرد گھیرائی کر دے انہیں قتل کر۔ ان کی لاشوں کا منہ کر۔ ان کے سر میرے پاس بھیج دے۔ قتل حسینؑ کے بعد جم حسینؑ پر گھوڑے دوڑا دینا تاکہ اس کا سینہ اور پشت بھی ایک ہو جائیں۔

کیونکہ تجھے معلوم ہے کہ شہادت کے بعد جم حسینؑ سے کسی قسم کا سلوک اس کے لیے باعث اذیت تکلیف نہیں ہوگا۔

اگر تو نے میرے ان احکام کی تعمیل کی تو تم مجھے ایک فرمانبردار کی جزا دیں گے اور اگر تجھے یہ قبول نہ ہو تو ہمارا علم چھوڑ دے۔ ہماری فوج سے بھی علیحدہ ہو جا۔ فوج کی کمان عمر کو دے دے۔ ہم نے اسے جو حکم دینا تھا وہ دے دیا ہے۔

جب عمر سعد نے خط عمر سعد کے پاس آیا اور خط ابن سعد کو دیا تو عمر سعد نے عمر کو بہت برا بھلا کہا۔

اور کہا کہ تو مبرص ہے۔ ظالم ہے۔ شیطان ہے اور میری ہر کوشش کو تباہ کر دیا ہے

غم کرنے کہا۔ ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔ کیا تو ابن زیاد کا حکم مانتا ہے یا نہیں؟

اگر مانتا ہے تو اس کی اطاعت کر اور اگر نہیں مانتا تو ایک طرف ہٹ جا



پھر میں جانوں اور میرا کام۔

عمر سعد نے کہا۔

تجھے ری کی حکومت تو میں نہیں کرنے دوں گا۔ جا اور پیادہ کی کمان کو  
سنجھالے اگر جنگ کر کے انعام لینا ہی ہے تو پھر تجھے کیوں انعام لینے دوں  
میں خود ہی وہ انعام وصول کروں گا۔

## فصل ۷

اس فصل میں چار مجالس ہیں



پہلی مجلس

## نویں محرم کا دن

امام صادق فرمایا کرتے تھے: تا سوا عاودہ دن ہے جس میں امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کا محاصرہ کیا گیا۔ شامی سپاہ نے آپ کے گرد گھیرا لنگ کیا۔ ابن زیاد اور عمر سعد خوشی سے پھوٹے نہ سہاتے تھے۔ حدنگاہ تک گھوڑے ہی گھوڑے اور انسان ہی انسان تھے ہر طرف سے ایسی ناکہ بندی ہو گئی کہ نہ ہوا زاد یوں کو یقین ہو گیا کہ اب اگر کوئی ان کی مدد کو آنا بھی چاہے تو نہیں آسکے گا۔

مقام میں سعد بن عبیہ سے مروی ہے کہ جب نو محرم کو شمر ابن زیاد کا خط لے کر عمر سعد کے پاس آیا۔ عمر سعد خط پڑھ کر گھوڑے پر سوار ہوا۔ سپاہیوں کو اسی وقت حکم جنگ دیا۔ شامی اور کوفی فوج نے ہر طرف سے خیام حسینؑ کی جانب یلغار شروع کی۔

امام حسینؑ اپنے خیمہ کے دروازے پر سر جھکائے خاموش بیٹھے تھے۔ ایک مستور جو عبائیں لپٹی ہوئی تھی آپ کے قریب آئی اور کہا بھیا آپ فدا سہراٹھا کر دیکھیں فوج خیام کے قریب آچکی ہے۔ امام حسینؑ نے سر اٹھایا اور ٹھنڈی سانس لے کر فرمایا: بہن! ابھی میں اپنے نانا۔ بابا۔ ماں اور بھائی کے پاس تھا۔ وہ تمام

فرما رہے تھے حسینؑ ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ سنکر اس مخدرہ نے داحینہا کہا اور امام حسینؑ کو گلے لگا کر خشک گلو اور خشک لبوں کا بوسہ لے کر روزا شروع کیا اتنے میں امام حسینؑ کی مختصر سپاہ کے سالار حضرت عباسؑ آپ کے قریب آئے اور آپ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔

آپ نے فرمایا: بھیا ان کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ اب کیا بات نئی ہو گئی ہے اور کیوں اتنی جلدی کر رہے ہو۔؟

جناب عباسؑ بیس ساتھیوں کو لے کر ان کے پاس آئے۔ حبیب ابن مظاہر اور زبیر ابن تین بھی ان میں موجود تھے۔ جناب عباسؑ نے ان سے پوچھا: کہ تم کیوں اس قدر تشدد پر اتر آئے ہو۔ کیا کوئی نئی بات ہے؟

امیر لشکر نے جواب دیا: ابن زیاد کا حکم ہے کہ اس کی اطاعت کرو اگر اس کی اطاعت نہیں کرو گے تو پھر ہم جنگ کریں گے۔

جناب عباسؑ نے فرمایا: پھر ذرا ٹھہرو۔ میں اس نئی صورت حال سے مطلع کر دوں۔ تمام فوج کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

جناب عباسؑ امام حسینؑ کو مطلع کرنے کی خاطر واپس آئے۔ حبیب ابن مظاہر اور زبیر ابن تین وہیں رک گئے۔

جناب حبیب نے زبیر سے کہا: کہ ان لوگوں میں سے اکثریت اس بات سے واقف نہیں ہے کہ انہیں کس مظلوم کا خون بہانے کی خاطر یہاں لایا گیا ہے۔ کم از کم انہیں آگاہ کر دینا چاہیے۔ آپ کریں گے یا میں کروں۔

جناب زبیر نے کہا میری نسبت آپ زیادہ اچھے انداز سے بتا سکیں گے آپ ہی بتائیں۔



جناب حبیب ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا۔

اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔ آج تک کسی امت نے اپنے نبی کی فریت کے خون سے شریخ نہیں کیے۔ کل روز قیامت جب نبی کو نبین کے سامنے جاؤ گے تو آپ کو کیا جواب دو گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا دن روزہ میں اور سات عبادت الہیہ میں گزرتی ہے۔

عروہ ابن قیس نے کہا۔ اے ابن مظاہر آپ جو چاہیں اپنے لیے کہہ سکتے ہیں۔

جناب زبیر نے فرمایا۔ اے عروہ شاید تو نہیں جانتا کہ یہ وہ نفوس طاہرہ ہیں جنہیں ایہ تطہر کے ذریعہ اللہ نے مزی کی اور مطہر کیا ہے۔ اے عروہ اللہ سے ڈر۔ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں۔ ان نفوس زکیہ کا خون بہانے میں کسی فاسق کی حمایت مت کر عروہ ابن قیس نے کہا۔ اے ابن مظاہر کل تک تو آپ معاویہ خواہ تھے اور شعیان معاویہ سے تھے آج کیا ہو گیا ہے۔

جناب حبیب نے فرمایا کیا اس وقت میں تجھے فرزند رسول کے ساتھ نظر نہیں آ رہا؟ کیا میرا یہاں کھڑا ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ میں نہ معاویہ کا شیعہ ہوں اور نہ شیعہ یزید، تم میں سے اکثر ایسے لوگ ہیں جنہیں میں جانتا ہوں کہ انہوں نے فرزند رسول کو یہاں آنے کی دعوت دی ہے وہ خود سے نہیں آئے۔

زبیر ابن عقیل نے کہا۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نہ تو خط کھنے والوں سے ہوں اور نہ امام حسین کو بلانے والوں سے۔ سفر حج سے واپسی پر راستہ میں میری ملاقات فرزند رسول سے ہوئی ہے۔ جو کچھ معاویہ نے انحضرت کے متعلق بتایا ہے وہی کچھ میں نے فرزند رسول میں دیکھا ہے۔ اسی بنا پر میں نے آل رسول کی حیات اور نصرت کا

اعلان کیا ہے اور اپنی جان عزیز کو آپ کے قدموں میں قربان کرنے کا فیصلہ کیا ہے میں تمہاری منت کروں گا کہ حق خدا اور حق رسول کو پامال نہ کر دو۔

جب جناب عباس نے اکرام حسین کو اس نئی صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا۔

عباس جاؤ ان سے کہو کہ اگر تمہیں جنگ کا اس قدر ہی شوق ہے اور فریت بنی کے خون سے ہاتھ رنگنے کی اتنی جلدی ہے تو پھر ایسا کر دو میں صرف آج کی رات مہلت دے دو۔ تاکہ ہم نماز بھی پڑھ لیں اور تلاوت قرآن بھی کر لیں۔ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ میں نماز اور تلاوت قرآن سے کتنی محبت رکھتا ہوں۔

جناب عباس نے اکرام کو پیغام دیا۔ عمر سعد نے اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہ کیا۔

ثمر سے پوچھا۔ بتاؤ اب کیا خیال ہے؟

ثمر نے کہا۔ اگر امیر لشکر میں ہوتا تو ایک گھنٹہ کی مہلت بھی نہ دیتا ایک رات تو بڑی طویل ہوتی ہے۔

عمر وہاں حجاج زبیدی نے کہا۔ اے ثمر تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اگر اس قسم کی مہلت ہم سے ترک و عہد کے مجبور مانگتے تو بھی ہم انکار نہ کرتے۔ یہ تو آل نبی سے انہیں ایک رات کی زندگی دینے سے تمہیں کیوں اتنی تکلیف ہو رہی ہے؟

قیس ابن اشعث نے کہا۔ جنگی حکمت عملی کا تقاضا تو یہ ہے کہ انہیں مہلت نہیں دینا چاہیے۔ یہ لوگ کل بھی اسی طرح کا کوئی ادب بہانہ کر لیں گے۔ اگر مجھے یہ یقین بھی ہوتا کہ یہ لوگ کل ابن زیاد کی اطاعت کا اعلان کر دیں گے تو بھی میں انہیں مہلت نہ دیتا۔ عمر سعد نے جناب عباس کے ساتھ اپنا ایک قاصد بھیجا جس نے امام حسین سے



دور کھڑے ہو کر عمر سعد کا یہ پیغام دیا کہ ہم نے تمہیں صرف آج رات کی مہلت دی ہے۔ گل اگر تم لوگوں نے اطاعت ابن زیاد کا اعلان کر دیا تو ہم تمہیں ابن زیاد کے ہاں بے چین گے اور اگر اعلان اطاعت نہ کیا تو پھر تمہیں کوئی اور مہلت نہیں دی جائے گی۔

پھر عمر سعد نے اپنے لشکر میں منادی کرائی۔ جاؤ اپنے اپنے خیام میں واپس چلے جاؤ ہم نے امام حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کو آج کی رات کے لیے زندہ رہنے کی مہلت دے دی ہے۔

امام حسینؑ نے جناب عباسؑ سے فرمایا۔ تمام خیام ایک مرتبہ پھر اس طرح نصب کرو کہ خیام کا باہمی فاصلہ کم سے کم ہو۔ مخدرات عصمت کے خیام درمیان میں ہوں صاحب کے خیام ارد گرد ہوں۔ خیام کی ترتیب اس طرح ہو کہ فرج یزید کو صرف سامنے کی طرف سے حملہ کرنے کا راستہ ملے تین طرف سے خندق کھود کر اس میں آگ جلا دو۔

## دوسری مجلس

## شب عاشور

بکار کی بیسیوں جلد میں امام صادقؑ سے مروی ہے کہ۔ عید الفطر عید النضیٰ محرم کی پہلی اور محرم کی دسویں تاریخ کی رات جاگنا کبھی نہ بھولا کرو۔ ان راتوں میں جس قدر ہو سکے دعا مانگا کرو۔ تلاوت قرآن کیا کرو۔

امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کو علم تھا کہ۔ ہماری زندگی کی یہ آخری رات ہے اور یہ رات انہوں نے عبادت الہیہ میں گزار دی دست بردار رہیں۔

یہ نبی کو زمین سے مروی ہے کہ جو شخص شب عاشور جاگ کر گنارے۔ گیا اس نے تمام ملائکہ کے برابر عبادت الہیہ کر لی ہے۔

خاندان حسینؑ میں ہے کہ جو شخص شب عاشور حرم امام حسینؑ میں عبادت خالق میں گزار دے۔ روز قیامت وہ انصار حسینؑ میں محشور ہو گا جو شخص شب عاشور کسی پیالے کو پانی پلانے سے اتنا ثواب ملے گا جتنا لشکر امام حسینؑ کو پانی پلانے والے کو ثواب ملے گا۔

یہ تمام رات امام حسینؑ اور آپ کے صحابہ نے عبادت خدا اور تلاوت قرآن میں گزار دی۔



انصار امین میں ہے کہ جب عمر سعد کے لشکر میں یہ خنزیر پہنچی کہ فرزند رسولؐ نے ایک رات کی بہت صرف عبادت خدا کرنے کی خاطر مانگی ہے تو ان میں سے کئی خوش نصیب افراد ایک ایک کر کے نکلتا شروع ہو گئے۔ کم و بیش تیس افراد وہاں سے نکل آئے جو صبح عاشور شکر امام حسینؑ میں شریک ہوئے اور آپ کے قدموں میں جام شہادت نوش کیا۔

دنت سحر امام حسینؑ تھوڑی دیر کے لیے سوئے پھر اٹا لشیر و انا البیر راجعون پڑھتے ہوئے اٹھے۔ صحابہ نے عرض کی آقا خیریت تو ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ ابھی عالم خواب میں میں نے دیکھا ہے کہ مجھے کتوں نے گھیر لیا ہے۔ ہر طرف سے مجھ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان تمام کتوں میں سے ایک سیاہ اور سفید داغوں والا کتا ہے جو سب سے زیادہ مجھ پر حملہ آور ہوتا ہے اور میرا گوشت کاٹ کاٹ کر صحرائیں بکھیرتا جاتا ہے۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں میرا تاقی ہر دم ہو گا۔

پھر میں نے اپنے نانا کو دیکھا ہے انہوں نے فرمایا ہے۔ بیٹے کل کا انتظار ہمارے ہاں آکر کرنا۔ ہم تیرے انتظار میں ہیں۔ میرے نانا نے مجھے بتایا ہے کہ کئی ملک آسمان سے اتریں گے جو تیرا خون شیشیوں میں بھر کے لائیں گے اور اسے آسمان پر بکھیر دیا جائے گا۔

اس کے بعد امام حسینؑ نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کیا۔ امام بجا دفناتے ہیں کہ میں بیمار تھا میرے بابا نے مجھے نہ بلایا میں اپنے خیمے میں بستر مرض پر پڑا تھا۔ میرا خیمہ میرے بابا کے قریب تھا۔ میں نے سنا تو میرے بابا نے اپنے اصحاب سے یہ فرمایا۔

ابا بعد۔ میں نے آج تک کسی نبی اور کسی ولی کے اہلیت اور صحابہ کو تم لوگوں سے زیادہ باؤنا نہیں دیکھا میری طرف سے اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ اب آخری وقت آپہنچا ہے۔ آپؐ نے حق و فدا ادا کر دیا ہے یہ لوگ میرے سوا کسی اور سے کوئی دشمنی نہیں رکھتے۔ آپؐ ایسا کریں۔ ایک ایک صحابی اٹھے میرے اہلیت کے ایک ایک فرد کا ہاتھ پکڑے اور رات کی اس تاریکی میں یہاں سے چلا جائے تم اپنی زندگی بچا لو۔ میں تو دیے بھی اب بوڑھا ہو چکا ہوں۔ مجھے ان لوگوں میں تنہا چھوڑ دو اور میں نے اپنی بیعت تم سے اٹھالی ہے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔

یہ سننا تھا کہ صحابہ کرام میں ایک کہرام مچ گیا۔ نبی جعفرؑ نے کہا۔

ہمارے آقا اگر ہم عربوں کے طعنے بہہ بھی لیں تو قیامت کے دن بنت رسول کے سامنے کس منہ سے جانیں گے؟

نبی عقیلؑ نے کہا۔ قبلہ! آپ کے بعد ہمارے صوبہ کچھ آپ ہی ہیں۔ ان کے بعد آپ ہمارا اہلدا تھے۔ اگر آپؐ نہ ہوئے تو پھر ہم اپنی زندگی کسے کار سچھتے ہیں۔ اب ہماری خواہش ہے کہ آپؐ بحیثیت امام ہمنے کے ہمیں جانے کا حکم نہ دیں آپؐ ہمیں ہماری مرضی پر چھوڑ دیں۔ ہم اپنی جان آپ کے قدموں میں رکھ کر اس دنیا سے جانا چاہتے ہیں۔ مسلم ابن عویمرؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ اگر مجھے یہ یقین ہو کہ آپؐ کی محبت میں میں ستر مرتبہ مارا جاؤں گا پھر زندہ کیا جاؤں گا۔ تو بھی آپ کے سے ہرگز سزا اٹھاتا اب جب کہ یقین ہے کہ صرف ایک مرتبہ کی موت ہوگی میں کیسے آپؐ کو چھوڑ سکتا ہوں۔

سعد ابن عبد اللہؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے زہرا زادے! میری تو صرف ایک خواہش ہے اور وہ یہ کہ میں روز قیامت نبی کو زمین کے سامنے اس حیثیت میں



جانا چاہتا ہوں کہ میرا چہرہ سرخ رہد ہو اور ان سے کہہ سکوں کہ آفا جس اہلیت کی  
آپ نے وصیت کی تھی ہم نے اپنی جان دے کر بھی ان کا تحفظ کیا تھا اور ان کے  
قدموں میں اپنے سر رکھ دیئے تھے۔

جذب حبیب ابن مظاہر نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ اے فرزند رسول! اگر  
مجھے آپ کی محبت میں ہزار مرتبہ قتل کے زندہ کیا جائے اور ہر قتل کے بعد جلا کر  
مجھے خاکستر کر دیا جائے اور میری راکھ کو ہوا میں اڑا دیا جائے تو بھی آپ کا ساتھ نہ  
چھوڑوں گا۔ آپ ہمارا امتحان نہ لیں۔ ہمارے سر آپ کے قدموں میں ہوں گے اور  
اشد میں آپ کا لاشہ نہ دکھائے گا۔

## تیسری مجلس

## شب عاشور

ایقانہ المقلب میں جذب سکینہ سے مروی ہے کہ شب عاشور جب میں  
شدت پیاس سے مجبور ہوئی اور اپنے غیر خواہجہ بھائی کو جان بلب دیکھا تو اپنے خیمہ  
سے اٹھی۔ چونکہ ہر خیمہ میں پانی کی تلاش کے لیے کئی مرتبہ جا چکی تھی اس لیے کسی خیمہ  
میں جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اور نہ ہی اپنے خیمہ میں بیٹھنے کو جی چاہ رہا تھا  
خیمہ سے نکل کر تمام خیام کے درمیان جو جگہ خالی رکھی گئی تھی اسی میں آئی اور کھڑی  
ہو کر ادھر دیکھنے لگی۔ مجھے ہر طرف سے آہ و بکا اور گریہ و زاری کی آواز سنائی  
دے رہی۔ پھر میں اپنے بابا کے خیمہ میں آئی دیکھا تو تمام اصحاب میرے بابا  
کے ارد گرد بیٹھے تھے رو رہے تھے۔ خود میرے بابا بھی رو رہے تھے اس وقت میرے  
بابا اپنے اصحاب سے فرما رہے تھے۔

”دیکھو تم لوگ میرے ساتھ اسی لیے شامل ہوئے تھے کہ میں ان لوگوں  
کے پاس آ رہا ہوں جنہوں نے زبان رول سے میری بیعت کر لی ہے  
لیکن اب تمہارے سامنے حالات واضح ہو چکے ہیں۔ جنہوں نے مجھے  
بلایا تھا اب وہ اہلیس کے قبضہ میں ہیں۔ اور مجھے بلانے والے اس



دقت میرے خون کے پیالے ہیں۔ اس دقت ان کا مقصد مجھے اور میرے ساتھیوں کو قتل اور میرے ساتھ ذریت رسول کو پابند رسن کرنے کے سوا کوئی نہیں ہے۔ میرے بعد یہ لوگ میرے خیام کو لوٹ کر نذر آتش کر دیں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تم ان حالات سے بے خبر نہ ہو۔ اگر ایسی بات ہے تو ہم اہلیت کے نزدیک دھوکا حرام ہے اس دقت میں نے تم کو کئے دلے تمام حالات سے باخبر کر دیا ہے بلذات میں سے جو شخص ہمارے ساتھ شہادت پر آمادہ نہ ہو تو وہ رات کی اس تاریکی سے فائدہ اٹھا کر چلا جائے۔ رات کا پردہ موجود ہے۔

جانے کاراستہ کھلا ہے۔ اور دقت میں گنہائش ہے۔ جو شخص اپنی جان ہم پر قربان کرے گا کل جنت الفردوس میں ہمارے ساتھ ہوگا۔ غضب الہی سے محفوظ ہوگا۔ قبل ازیں میرے بد معظیہ بتا چکے ہیں کہ۔۔۔ میرا حسین کر بلا کے ٹیلوں میں تنہا۔ مسافر اور پیاسا شہید ہوگا جو شخص میرے حسین کی مدد کرے گا اسے اتنا اجر ملے گا جتنا میری اور میرے بارہوی غرضند امام قائم کی نصرت کرنے والوں کو ملے گا۔ قیامت کے دن وہ ہمارے حزب میں شامل ہوگا۔

میرے بابائے حرمی اپنی بات ختم کی تو میں نے دیکھا دس دس اور میں میں ہو کر لوگ اٹھنے لگے۔ حتیٰ کہ بنی ہاشم سمیت کم و بیش ستر افراد بیچ گئے۔ یہ دیکھ کر میں گھبرائی۔ بے ساختہ میرے آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ روتی آنسو بہاتی میں اپنی ماں کے خیمہ میں آئی۔ میری پھوپھی بھی یہیں میرے کس بھائی کو گود میں لیے بیٹھی تھی۔ مجھے

روتا دیکھ کر پوچھا۔ بیٹی کیا بات ہے؟

میں نے تمام حالات سنائے۔ اس دقت میری پھوپھی نے۔ واجدہ۔ و احیاء۔ واحسنہ۔ واحسینہ و اقلہ ناصرہ۔ اب جانے کا کون سا راستہ ہے کے بین کے

اپنے نانا کا پڑوس چھوڑ کر آئے ہیں۔ اس صحرا میں ہماری فریاد کون سنے گا؟

اتنے میں میرے بابا بھی ہمارے خیمہ میں تشریف لائے۔ پھوپھی کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ کیا کوئی نئی بات ہے؟

پھوپھی نے بتایا کہ میں نے سنا ہے۔ آپ کے ساتھی آپ کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ کیا ہم واپس مدینہ نہیں جاسکتے؟

میرے بابائے فرمایا۔ زینب مدینہ سے روانگی کے بعد آج تک سفر میں قدم پر میرے ساتھ ہی ہے اور مجھے تمام حالات کا علم ہے اب وہ دقت قریب تر ہو رہا ہے جس کا وعدہ مجھ سے دم آخر میں لیا تھا۔ اور جس کے شوق نے بایاے خود اکیسویں ماہ رمضان کی رات تنہائی میں پوچھا تھا۔

دختر زہرا سے مروی ہے کہ جب جانے والے جاچکے تو میں اپنے بھائی کو تسلی دینے کی خاطر ان کے خیمہ میں آئی۔ بیرون خیمہ سے دیکھا تو میں حیران رہ گئی کہ آپ کے پاس عباس ہے۔ نہ اکبر ہے نہ قاسم ہے۔ جین تنہا بیٹھے تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔ میں نے سوچا ان کی تلاوت قرآن کرنے دوں اور جا کر عباس سے یہ پوچھوں کہ۔

بھلا آج کی رات بھی حسین کو تنہا چھوڑ دینا درست تھا؟



جب میں خیمہ عباس کے قریب آئی اور جھانک کر اندر دیکھا تو عباس درمیان میں بیٹھے تھے۔ تمام بنی ہاشم اس کے گرد بیٹھے تھے۔ اور عباس کہہ رہا تھا۔

ہاں اب بتاؤ کل کے دن تمہارے کیا ارادے ہیں؟  
تمام نے بیک زبان ہو کر کہا۔ آپ ہم سے نہ پوچھیں آپ ہی فرمائیں کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔

جناب عباس نے فرمایا۔ دیکھو یہ بہت بڑا بوجھ ہے۔ اور ہر بوجھ گھروالے ہی اٹھاتے ہیں۔ فرزند رسول اس وقت تنہا ہے۔ جو انصار بچ گئے ہیں۔ میری خواہش یہ ہے کہ کل پہلی قربانی ہماری ہی ہو۔ تاکہ بعد میں لوگوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ فرزند رسول نے اپنوں کو بچانے رکھا اور انصار کو پیٹے قربان کر دیا ہماری قربانی پیٹے ہوگی۔ ہمارے بعد اگر کسی کا جی چاہے گا تو فرزند رسول سے تعاون کرے گا۔

تمام نے بیک زبان کہا۔ ہماری بھی یہی خواہش ہے۔  
یہ سن کر میری ڈھلس بندھی۔ میں اندر جلنے کے بجائے واپس پلٹی۔ اپنے خیمہ میں آتے ہوئے میں نے بائیں طرف۔ خیام اصحاب پر نظر کی تو حبیب ابن مظاہر کے خیمہ پر پڑی۔ میں نے سوچا فردا یہیں کھڑے ہو کر۔ خیام اصحاب کی آواز سن لوں کہ ان کے خیالات کیا ہیں۔ ان خیام کی پشت ہمارے خیام کی طرف تھی۔ میں موقع مل کر آگے بڑھی تو ایک خیمہ سے آواز کر رہی تھی۔

دیکھو جو بد نصیب تھے وہ فرزند زہرا کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ میرے خیال میں ہم خوش نصیب ہیں۔ اللہ نے ہمیں فرزند رسول کی حمایت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔

اس لیے میرا خیال ہے کہ کل یوم عاشور ہم ذریت رسول کے کسی بچے یا جوان کا خون گستاخی آنکھوں سے نہ دیکھیں۔ وعدہ کر دو جب تک ہماری جان میں جان ہے ہمارے سامنے کوئی ہاشمی شہید نہ ہو۔ اس میں اللہ۔ رسول اللہ۔ بنت رسول۔ مولا علی اور خیام میں موجودان بے اسرا ہمزادیوں کی خوشنودی ہے جو پرویس میں ہمارے سہارا کو دیکھ رہی ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں اس دقت کوئی بی بی ایسی نہ ہوگی جو آپ کے لیے دعائے خیر نہیں کر رہی ہوگی۔

جب میں نے یہ آواز سنی تو مجھے تسلی ہوئی۔ میں وہاں سے چل کر اپنے خیمہ کی طرف آنے لگی۔ میرا حسین بھی میرے ہی خیمہ کی طرف آتا ہوا مجھے دکھائی دیا۔ حسین کو دیکھ کر جیسے مجھے سکون سا آگیا ہے۔ بھائی حسین نے مجھے مطمئن دیکھ کر پوچھا۔

زینب! مدینہ سے روانگی کے بعد آج تک میں نے تجھے اس قدر مطمئن نہیں دیکھا جیسے اس وقت دیکھ رہا ہوں؟

میں نے اہلیت اور اصحاب کے خیام کی تمام روداد سنائی۔ اور پوچھا کہ خیام اصحاب میں جو انصار کو یہ تلقین کر رہا تھا کون تھا؟  
بھیمانے بتایا کہ۔ حبیب ابن مظاہر کے سوا اور کون ہو سکتا ہے۔  
پھر فرمایا۔

ہن! ازل سے میرے ساتھی ہیں۔ میرے نانائے نامی کے نام مجھے بتایے تھے۔ اب ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو یہاں سے چلا جائے۔ اگر تجھے مزید اطمینان کرنا ہو تو اپنے خیمہ میں چلی جاؤ۔ خیمہ کے اندر مد خیمہ پر کھڑے ہو کر دیکھ لو کہ ان لوگوں کے کیا خیالات ہیں۔ میں خیمہ کے اندر چلی گئی۔ میرے بھائی نے آواز دی



یابی ہاشم اس آواز سے میں نے دیکھا ہر خیمہ سے ہاشمی نوجوان بیک بیک کہتے ہوئے دوڑ کر باہر آئے سب سے پہلے عباس نے جواب دیا اور باہر آیا۔ پھر فرمایا۔

اے صیب ابن مظاہر! زیر ابن تین۔ ایک ایک خیمہ سے ایک ایک صحابی بیک کہتا ہوا باہر آیا۔ تمام تلواریں علم کیے آپ کے گرد کھڑے ہو گئے۔ آپ نے تمام سے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ جب سب بیٹھ گئے۔ تو آپ نے فرمایا۔

دیکھو تم حالات دیکھو کچھ ہو۔ اور میں نے تم لوگوں کو حقائق سے آگاہ کر دیا ہے۔ اپنی زندگی بچا لو۔ زندگی روز بروز ہاتھ نہیں آتی۔ صرف میرے لیے راستے بند ہیں۔ تمہارے لیے راستے کھلے ہیں۔ میرے سوا ان کا کوئی مقصود نہیں ہے مجھے ان میں چھوڑ دو۔ اور چلے جاؤ۔

پہلے بنی ہاشم کھڑے ہوئے اور عرض کی۔ آقا! آپ ہمیں بار بار واپس جانے کو فرماتے ہیں۔ ہماری طرف سے پہلا اور آخری جواب یہ ہے کہ ہماری موت اور حیات آپ کے قدموں میں ہے۔ پھر انصار میں سے جناب صیب اٹھے۔ اور انہوں نے عرض کیا۔

میرے آقا! ہماری جانیں نہ تو آپ سے زیادہ معزز ہیں۔ اور نہ ہی زیادہ قیمتی۔ اگر خودکشی بائز ہوئی سے تو ہم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ کر اسی دقت آپ کے قدموں میں رکھ دیتے۔ آپ مزید ہمیں یہ فرما کر خرمندہ نہ کریں کہ ہم آپ کو تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ اچھا ایسا کرو۔ جن کے ساتھ مستورات ہیں وہ اپنی مستورات کو بنی اسد کے پاس چھوڑ آئیں۔ تاکہ وہ انہیں آپ کے گروں

تک پہنچادیں۔

علی ابن مظاہر کھڑا ہوا اور عرض کیا۔ آقا یہ کس لیے؟

آپ نے فرمایا۔ میرے بعد یہ خیم لوٹ لے جائیں گے۔ پھر انکو نذر آتش کر دیا جائے۔ اور بنات رسول کو پابند رسن کیا جائے گا۔

علی ابن مظاہر خاموشی سے چلا اپنے خیمہ میں آیا۔ اس کی بیوی نے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ اور مسکرا دی۔ علی نے پوچھا اس وقت مسکرانے کی کیا بات ہے؟

اس مخدہ نے جواب دیا۔ مسکرانے کی بات تو اب بنی ہے۔ کل یوم مختبریں جب دختر رسول سے ملوں گی تو آپ کو کیا معلوم ہے کہ میں کتنی خوش اور سرور ہوں گی۔ کیا میں ایسے شوہر کی بیوی نہیں ہوں گی جس نے اپنی جان دختر رسول کے فرزند کے قدموں میں قربان کی ہوگی۔

علی ابن مظاہر نے کہا۔ اچھا اب اٹھو اور چلو۔

اس مخدہ نے پوچھا کہاں چلوں اور کیوں چلوں۔

علی ابن مظاہر نے جب فرزند رسول سے سنی ہوئی تمام بات سنائی تو اس نے اپنا سر چوب خیمہ پر مارا اور کہا۔

اے علی ابن مظاہر! تو نے مجھ سے انصاف نہیں کیا۔ اس نے پوچھا وہ کیسے؟ اس پاک باندے نے کہا۔ جب تو مولا کی بات خود ہی سن رہا ہے تو پھر کیا تو یہ جانتا ہے کہ تم تو اپنے مولا کے قدموں میں اپنی جان قربان کر دو اور

اور میں اپنی آقا نادی کے قدموں میں اپنی صرف چادر ہی ڈالوں۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ دختر زہرا کا خیمہ لوٹ لیا جائے اور بنی اسد کی ایک معمولی مستور کا خیمہ



لٹنے سے بچ جائے۔ کیا تو یہ بھتا ہے کہ بنی اس کی ایک معمولی ستور کا پردہ بنت زہر کے پردہ سے زیادہ قیمتی ہے۔ زینب کے سر سے چادر اتر جائے اور تیری بیوی کے سر پر چادر رہ جائے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ کل روز قیامت تو خود سرخرو چہرہ سے کر نبی کو نبی کے سامنے جائے اور میں روسیہ ہو کر بنت رسول کے سامنے جاؤں۔ نہیں ابن مظاہر ایسا کبھی نہ ہوگا۔ میں اپنی جان دے دوں گی۔ لیکن اس وقت زہر زادیوں کو اس حالت غرمت میں چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گی۔

## پوتھی مجلس

## ہلال ابن نافع اور شب عاشور

مدینہ المعجزہ میں امام سجاد سے مروی ہے کہ شب عاشور جب غریب زہراؑ نے تمام اصحاب کو بلا کر فرمایا کہ میں اپنا وعدہ تم کو صاف کرتا ہوں۔ اپنی بیعت تم سے اٹھاتا ہوں۔ اگر چاہو تو تم بھی دوسروں کی طرح جا سکتے ہو۔ ہر ایک نے اپنی ہمت اور حوصلہ کے مطابق کچھ نہ کچھ عرض کیا۔ شہزادہ قاسم ابن امام حسینؑ نے عرض کیا۔

میرے آقا! میں تو صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ کل یوم عاشور آپ ہی اپنے اس کفن بھیتجا کا لاشہ اٹھائیں گے۔ میں آپ کو ہمیشہ نہ دیکھوں گا۔ میرے بابا نے ایک طویل آہ سرد بھری اور فرمایا۔ ہاں بیٹے تو نے سچ کہا ہے۔ کل تیرا لاشہ بھی مجھے ہی اٹھانا ہوگا۔

پھر آپ روئے اور اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو آپ کی ریش مبارک سے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ قاسم نے دو تین مرتبہ عرض کیا۔ چچا جان! خیریت تو ہے کیا میری بات سے آپ کو کوئی تکلیف ہوئی ہے؟

آپ نے فرمایا۔ نہیں بیٹے۔ پھر آپ نے بڑھ کر قاسم کو گلے لگایا اور فرمایا



بیٹے تفصیل میں نہ جاؤ مجھے تو نے کل کا وقت یاد دلادیا ہے۔ جب میں تیرا  
لاشہ اٹھانے کو جاؤں گا۔ تاسم بیٹے! میرا شیر خوار بھی کل کے شہدا کی نہرست  
میں ہے۔

یہ بات سنا کر تاسم نے عرض کی: چچا جان! بھلا شیر خوار کیسے شہید ہوگا  
ہم تو خود ان سے جا کر لڑیں گے وہ خود جا کر لڑنے والا تو نہیں کیا وہ لوگ خیا  
مک آجائیں گے؟

آپ نے فرمایا: بیٹے نہ پوچھو ہمارے بعد کیا ہوگا۔  
شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ نزول کر بلا میں آپ کے صحابہ میں سے  
نافع ابن بلال کو سب سے زیادہ آپ کی فکر رہتی تھی۔ چنانچہ نافع کی کوشش رہتی  
تھی کہ کسی وقت بھی امام حسینؑ تنہا نہ رہیں۔ نافع نے جناب امام سجاد کو بتایا کہ  
شب عاشور جب جلنے والے پے گئے۔ اور امام حسینؑ نے ہمیں بار بار آزمایا  
اور تمام اصحاب اپنے اپنے خیا میں تلاوت قرآن میں مصروف ہو گئے۔ تو میں  
نے امام حسینؑ کو ٹیلوں کے مابین تنہا جاتے دیکھا۔ میں بھی آہستہ آہستہ آپ کے پیچھے  
چلنے لگا۔ کچھ دور جا کر آپ نے پیچھے پلٹ کر دیکھا تو میں بھی آہستہ آہستہ چلا  
ہو رہا تھا۔ فرمایا: نافع

میں نے عرض کیا: ہاں قبلہ!

آپ نے فرمایا کہاں جا رہا ہے؟

میں نے عرض کیا قبلہ جانا کہاں ہے۔ میں آپ کو سات کی اس تاریکی میں تنہا  
اس طرف آتے ہوئے نہ دیکھ سکا۔ اور چلا آیا۔ آپ نے فرمایا: بلال اس وقت  
تنہا آنے کا میرا مقصد ایک تو یہ تھا کہ یہ اطمینان کر لوں کہ ان ظالموں نے نہیں ہمارے

خیام کے عقب۔ وائیں۔ بائیں یا سامنے کی طرف کہیں قریب ہی ایسی جگہ نہ  
بار کھی ہو جہاں سے کل عین وقت جنگ میں یہ خیام پہلے نہ بول دیں۔ اور  
دوسرے میں اپنی وہ جگہ بھی دیکھنا چاہتا تھا۔ جس کی مٹی میرے نانانے نانی ام سلمہ  
کے حوالہ کی تھی۔

پھر میرے ہاتھ سے پکڑ کر فرمایا۔

ہلال سمجھے۔ مجھ پر کتنا اعتماد ہے؟

میں نے عرض کیا۔ قبلہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔

آپ نے فرمایا: پھر ایسا کریں کہ اس وقت کچھ کوئی نہیں دیکھ رہا۔ ایسا  
کران ٹیلوں کی ادٹ میں یہاں سے نکل جاؤ زندگی بچائے کسی کو پتہ نہ چلے  
گا۔ کہ بلال کہاں گیا ہے۔

میں نے جو یہی بات سنی میرا جہم تھر تھر کانپنے لگا۔ میری ٹانگیں رزنے  
لگیں۔ میں چلنے کے قابل نہ رہا۔ زمین پر بیٹھ گیا۔ سر فرزند رسولؐ کے قدموں پر  
رکھ دیا۔ اور بے ساختہ دھڑلے مار کر رونے لگا۔

آپ نے میرا سر دونوں ہاتھوں میں لیا۔ اوپر اٹھایا اور فرمایا: ہلال کیا  
بات ہے؟

میں نے عرض کیا: آتا! کیا آپ کو یہ خلوص پر شک ہے؟ یا کیا شہادت میرے  
نصیب میں نہیں ہے؟

آپ نے فرمایا: یہ بات نہیں ہے۔ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ تیرے  
بچے یتیم نہ ہوں۔

میں نے عرض کیا: قبلہ مجھے یقین ہے میرے بچے یتیم ہو جائیں گے۔



لیکن مجھے یہ بھی یقین ہے کہ ہلال کے یتیم ہونے والے بچے آل رسول کے یتیم ہونے والے بچوں سے بہتر نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا۔ ہلال اندر کچھ جزائے خیر دے۔ پھر مجھے اٹھایا۔ گئے لگایا۔ اور واپس پلے آئے۔ واپسی پر آپ ثانیہ زہرا کے خیمہ میں تشریف لے گئے میں خیمہ کے ایک طرف اس امید میں کھڑا رہا کہ آپ ممکن ہے جلد ہی باہر تشریف لے آئیں۔ بی بی نے آپ کو بٹھایا۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ بھائی نے بہن سے کوئی بات کی یا بہن نے بھائی سے کچھ کہا۔ مجھے تو صرف یہی محسوس ہوا کہ دونوں بھائی بہن رو رہے ہیں اور صدائے گریہ باہر آرہی ہے۔

پھر ثانیہ زہرا کی آواز آئی۔  
بھیا آپ تو کل پلے جائیں گے۔ یہ یتیم اور بیوائیں کہاں جائیں گی؟  
آپ نے فرمایا۔ زینب میں تجھے اسی لیے ساتھ لایا ہوں کہ میرے بعد مجاہد بچا رہے ہوگا اور تو ان یتیموں اور بیواؤں کو سنبھالے گی۔  
ثانیہ زہرا نے پھر ایک سوال کیا۔ بھیا کل بنی ہاشم کے سب نوجوان شہید ہو جائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔  
ہاں صرف مجاہد اور باقر بچ جائیں گے۔  
ثانیہ زہرا نے پھر ایک سوال کیا۔ جس کے بعد میں وہاں کھڑا نہ رہ سکا۔ بی بی نے پوچھا۔

بھیا! میں نے سنا ہے کہ مدینہ مکہ اور راستہ میں تیرے ساتھ شامل ہونے والوں کی اکثریت آپ کی اجازت کے بعد چلی گئی ہے۔

بہت کم افراد بچ گئے ہیں۔ کیا ان کے متعلق یقین ہے کہ اب یہ تو آپ کو چھوڑ کر واپس نہیں جائیں گے؟

آپ نے فرمایا۔ زینب جو بچ گئے ہیں ان میں سے اب کوئی بھی واپس جانے والا نہیں ہے۔

میں وہاں سے صیب ابن مظاہر کے خیمہ میں آیا۔ دیکھا تو صیب تلوار صاف کر رہا تھا۔ صیب مجھے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ مر جا کہہ کر بٹھایا۔ جب میں میں بیٹھ گیا تو پوچھا۔

ہلال تو مجھے کچھ پریشان پریشان سا نظر آ رہا ہے۔ کیا بات ہے اگر واپس جانا چاہتے تو میں تجھے آٹا سے اجازت لے کر دوں۔

میں نے کہا۔  
صیب ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میری پریشانی کی وجہ سن کر تو بھی آرام سے نہیں بیٹھ سکے گا۔

صیب نے پوچھا کیا بات ہے۔

میں نے جب صیب کو ثانیہ زہرا کا وہ سوال بتایا جو بی بی نے امام حسین سے کیا تھا۔ صیب تلوار اٹھ میں لیے اٹھا خیمہ سے باہر آیا۔ اور مجھے کہا۔ تمام انصار کو بلا۔ ایک طرف سے صیب نے دوسری طرف سے میں نے جب یا انصار الحسین کی آواز دی تو بنی ہاشم کے تمام انصار خیام سے نکل کر آ گئے۔ اس وقت صیب نے بنی ہاشم سے کہا۔ آپ تو واپس اپنے اپنے خیام میں چلے جائیں۔ جب صرف ہم انصار بچ گئے اس وقت صیب نے کہا۔ اے انصاران حسین بنی زادیوں کو آپ کی نصرت پر شک ہے۔ یہیں اس بات سے گھبرا رہی ہیں



کہ کہیں ہم بھی انہیں چھوڑ کر پلے نہ جائیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سب میرے ساتھ آؤ۔ اپنی برہنہ تلواریں اپنی گردن پر رکھ لو۔ ثانیہ زہرا کے خیمہ کے باہر کھڑے ہو کر اجازت مانگو اگر ابھی اجازت مل جائے تو صبح عاشور سے پہلے ہم اپنے ہاتھ سے اپنی گردن کاٹ کر فرزند رسول کے قدموں میں ڈال دیں۔ جب ہم اس صورت میں ثانیہ زہرا کے درخیمہ پر گئے۔ اور مصیب نے باقاز بلند بتایا کہ اسے پروگان عصمت آپ کے بھائی کے جان نثار اب بھی حاضر ہیں اس وقت امام حسینؑ خیمہ سے باہر آئے اور فرمایا۔ مصیب میں تمہاری طرف سے تمام مخدرات عصمت کو یقین دلا جا چکا ہوں۔ پھر منت زہرا نے ہمیں دعا دی۔

## فصل ۹

اس فصل میں بائیس مجالس ہیں



## صبح عاشور

صبح عاشور ایک ہاتف نبی نے انصار حسین کا نام لے کر آواز دی۔

اے شہسوار ان رب قدیر سوار ہو جاؤ۔ امام حسین اٹھے اپنے ایک ایک ساتھی کا نام لے کر پکارا۔ ہر ایک دوڑ کر اپنے خیمہ سے نکلا۔ آپ نے فرمایا تجدید تیمم کر لو۔ جب تجدید تیمم ہو گئی تو آپ نے شبیر رسول بیٹے کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ مشکل نبی علی اکبر نے اذان کہی۔ امام حسین نے جماعت کرائی۔ نماز کے بعد فرزند رسول نے دائیں ہاتھ میں قرآن لیا۔ دونوں ہاتھ سولے آسمان بلند کیے اور بارگاہ خالقین میں عرض کیا۔

اے اللہ توبی ہمارا سہارا ہے ہر مصیبت میں توبی آخری پناہ گاہ ہے۔ ہر معاملہ میں تیرا ہی آسرا ہے۔ بارالہا آج وہ دن ہے جس میں ہر مضبوط دل کا دل بھی کمزور پڑ جاتا ہے۔ ہر دانش کی ہر تدبیر بے سود ہو جاتی ہے۔ اس جیسے دن میں دوست چھوڑ جاتے ہیں اور دشمن تالیلاں بجاتے ہیں۔ یہ امتحان تیرا عطا کردہ ہے۔ میں تیرا محب ہوں۔ ہر ایک کا دل تو میری کو تو قبول کرتا ہے اور

ہر غلوص کو تو پہچانتا ہے۔

اس کے بعد آپ اپنے اقربا اور انصار کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ آپ لوگ خوش نصیب ہیں۔ آج شام کو آپ میرے نانا کے ہاتھ سے کوثر پیئیں گے۔ ان بے داؤں اور یتیموں کے لیے صرف زین العابدین ہی بچے گا۔

ارشاد شیخ مفید کے مطابق یوم عاشور جمعہ کا دن تھا۔ عمر ابن سعد نے اپنے لشکر کو اس طرح مرتب کیا۔ میمنہ کا سالار عمرو ابن جراح زبیدی کو پھیر کا امیر شمر ابن ذی الجوشن۔ سواروں کا امیر عروہ ابن قیس الحمیری کو پیا کا سالار شہبث ابن ربیعہ کو تیرا نڈازوں کا امیر محمد ابن اشعث (حضرت ابو بکر خلیفہ اول کا بھانجا) کو اور علمبردار اپنے غلام درید کو بنایا۔

دوسری طرف امام حسینؑ تہ تیغ نامی گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اپنے انصار کو آمادہ جنگ کیا۔ آپ کے پاس تیس سوار اور چالیس پیادہ تھے آپ کے لشکر کی ترتیب یوں تھی۔

میمنہ - زہیر ابن قیس

میسرہ - حبیب ابن مظاہر

علمبردار - قمر بنی ہاشم

امام حسینؑ نے خیام کو اپنے عقب میں رکھا۔ شب عاشور کھودی ہوئی خفت میں آگ جلانے کا حکم دے دیا اس پیش بندی کا مقصد عرصہ اس منصوبہ کو ناکام بنانا تھا جو اس نے شب عاشور بنایا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ امام حسینؑ کے پاس نفرتی بہت کم ہے اور ہم لاکھوں کی تعداد میں ہیں۔ لہذا ہر چہار طرف سے آگ محمد کو گھیر کر جانے کا کچھ لوگ معروف جنگ ہو جائیں گے اور کچھ تاراجی خیام شروع کر کے



مخدرات عصمت کو قیدی بنالیں گے۔ تاکہ خیام کی غارت گری مخدرات عصمت کی رسن بنگی اور آل محمد کا قتل بیک وقت مکمل ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ دو یا اڑھائی گنتے کا کام ہے۔ اس کام سے فراغت کے بعد نسل وغیرہ کر کے نماز جمعہ ادا کی جائے گی پھر نماز جمعہ کے بعد جشن نفع منایا جائے گا جب صبح یہ لوگ اپنے پروگرام کے مطابق گردگیر اڑانے کے لیے آگے بڑھے تو انہیں خندق دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی اب ان کے پاس سوائے سامنے والی طرف کے جنگ کرنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا۔ شمر نے گھوڑے کو جوان دے کر انتہائی گستاخی سے فرزند رسولؐ کو مخاطب کیا۔ جناب سید الشہداءؑ صرف یہی فرمایا۔ شاید یہ شمر ہی بول رہا ہے۔ مسلم ابن موسیٰ نے عرض کیا قبلہ شمر میرے نشانہ پر ہے اگر اجازت دیں تو میں تیرا دم اسے حاصل جہنم کر سکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا۔ مسلم میں نو دونوں سے تمہیں بتا رہا ہوں کہ آغاز ہماری طرف سے نہیں ہوگا۔

جب فوج یزید آپ کے قریب آگئی تو آپ اپنے چند ساتھیوں کو لے کر آگے بڑھے اور بریر سے فرمایا۔ جنگ سے پہلے تمام جہت فروری ہے جاؤ اور اپنی طرف سے اتمام جہت کر لو۔

چنانچہ بریر آگے بڑھا اور فرمایا۔

اے لوگو! اللہ سے ڈرو۔

نبی کونین دو ثقل بطور امانت ہمارے پاس چھوڑ گئے تھے۔ ثقل

اصغر کے احکم کو تم پشت پیچھے چھوڑ چکے ہو اور ثقل اکبر جو فدیت

نبیؐ حضرت رسولؐ بنات رسولؐ اور حم نبیؐ پر مشتمل ہے وہ تمہارے

سامنے ہے..... اب بتاؤ تمہارے پاس میرے ان حقائق کا کوئی جواب ہے..... اب تم ان سے کیا سلوک کرنا چاہتے ہو..... لشکر یزید نے جواب دیا۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم امام حسینؑ کو اس کے ساتھیوں سمیت ابن زیاد کے پیش کریں خواہ طوعاً ہو یا کرہاً پھر جو ابن زیاد مناسب سمجھے گا ان سے سلوک کرے گا۔

جناب بریر نے فرمایا۔ کیا تم اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ فرزند رسولؐ جہاں سے آیا ہے واپس وہیں چلا جائے۔

اے اہل کوفہ! تمہارے لیے ہلاکت ہو۔ کیا تم اپنے وہ خطوط بھول گئے ہو جو تم نے سکھے تھے..... کیا تمہیں اپنے وہ عہد یاد نہیں ہیں جو تم نے اللہ کو گواہ بنا کر کیے تھے..... تم نے تو فرزند رسولؐ کو یہ کہہ کر بلایا تھا کہ ہم اپنے سر آپ کے قدموں میں رکھیں گے جب وہ آگئے تو اب اسے ابن زیاد کے پیش کرتے ہو..... تم نے فرزند رسولؐ کو پانی نہ دیا ہے تم نے اپنے نبیؐ کی فدیت سے بدترین سلوک کیا ہے..... مجھے سمجھ نہیں آتی تمہیں ہو کیا گیا ہے..... اللہ قیامت کے دن تمہیں میرا بدلہ کرے تم بہت ہی بد نصیب امت ثابت ہوئے ہو۔

کچھ لوگوں نے کہا۔ بریر تو جو کچھ کہہ رہا ہے ہمارے پے کچھ بھی نہیں پڑ رہا۔ اگر حسینؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابن زیاد کے پاس پیش ہونا چاہتا ہے تو معاملہ ختم ہے۔ اگر اسے انکار ہے تو پھر وقت ضائع نہ کرو۔ ہمیں ہر عصمت حکم امیر کی اطاعت کرنی ہے۔ اگر حسینؑ چل کر نہ گیا تو پھر ہم سر حسینؑ کو امیر کے پاس لے جانے پر



مجبور ہوں گے۔

جناب بریر نے فرمایا۔

اے اللہ کی حمد ہے جس نے تم لوگوں کے سلسلہ میں میری بصیرت میں اضافہ فرما دیا ہے۔ اے اللہ! گو اہرہنایں ان لوگوں کے کردار سے بری ہوں۔ اے اللہ! اپنا غضب ان پر نازل فرما۔ اے اللہ! یہی مفضوب علیہم ہیں۔ ہر مومن کو ان کی اقتدار سے محفوظ رکھ۔

فوج یزید کی طرف سے جناب بریر پر تیر اندازی شروع ہو گئی۔ جناب بریر خاموشی سے واپس آ گئے۔ زبیر ابن عقیل نے کھڑے ہو کر عرض کیا قبلہ اگر اجانت ہو تو میں بھی ان لوگوں سے بات کر لوں۔ آپ نے فرمایا۔ باؤ اور ضرور کرو۔

زبیر ابن عقیل نے فرمایا۔

اے لوگو! اللہ نے عبد اللہ کے لال کو ہمارے لیے بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا تھا۔ جو بشیر و نذیر بھی تھے۔ اور سراج منیر بھی تھے دیاے فرات پر تمہارا قبضہ ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ اس پانی سے ہر جاندار سیراب ہو رہا ہے۔ لیکن جس کے نانا کا تم کلمہ پڑھتے ہو اسی کا فاسدہ اپنے شیر خوار بچوں سمیت لب دیا پایا سلب ہے۔ اور تمہارے لیے قلوب جانے کا مقام ہے۔ کس منہ سے محمد رسول اللہ کہتے ہو۔

فوج یزید نے کہا۔

اے بریر عدا فی جہاں تک پانی کا تعلق ہے تو حسینؑ۔ اولاد حسینؑ اور انصار حسینؑ کے لیے ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا۔

جب امام حسینؑ نے ان کی یہ جہارت آمیز گفتگو سنی تو فرمایا۔

ان لوگوں پر شیطان کا مکمل قبضہ ہو چکا ہے۔ ذکر خدا اور انسانیت نام کی کسی چیز سے یہ واقف نہیں ہیں۔ یہی حزب شیطان ہے اور حزب شیطان کا انجام خسارہ کے سوا کچھ نہیں۔

فوج یزید نے پھر گھوڑوں کو آگے بڑھایا۔ آپ مرتجز پر سوار ہوئے۔ قرآن ان کے ماننے رکھا۔

اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

دیکھو جلدی نہ کرو۔ ہم کہیں نہیں جاسکتے۔ مجھے اتنی ہمت دے دو کہ میں اپنا وہ حق ادا کر دوں جو تمہاری طرف سے مجھ پر عائد ہوتا ہے۔ تم سے معذرت بھی کر لوں۔ اور تم سے انصاف بھی مانگ لوں۔ اگر تم لوگوں نے انصاف دے دیا تو اس میں تمہاری سعادت ہوگی۔ اور اگر تم نے انصاف نہ دیا تو پھر مجھے اتنا نادمہ ہو جائے گا کہ کل تم میں سے کوئی بھی یہ نہ کہہ سکے گا کہ میں لاعلم تھا۔ میں حقائق سے بے خبر تھا۔

حمد و ثنائے الہی کے بعد اپنے نبی کو نبی پر درود سلام پڑھا اور فرمایا۔

اما بعد۔

اے کوئیو! پہلے میرا نسب دیکھ لو کہ میں ہوں کون۔ پھر اپنے غیر سے



سوال کرو کہ کیا تمہارے لیے میرے خون سے ہاتھ نہ لگنا.....  
اور ناموس پیغمبر کی توہین کرنا جائز بھی ہے یا نہیں؟..... کیا  
میں تمہاری نبی زادی کا بیٹا نہیں؟..... کیا میں تمہارے نبی  
کے وحی کا فرزند نہیں؟..... کیا میں تمہارے نبی کے  
پچا زاد کا لخت جگر نہیں؟..... کیا میں اس کا جگر گوشہ  
نہیں جس نے سب سے پہلے اعلان ایمان کیا تھا؟.....  
کیا سید الشہداء حمزہ میرا چچا نہیں؟..... کیا جنت میں  
اڑنے والا جعفر طیار میرا چچا نہیں؟..... کیا تم نے نبیؐ  
کی یہ بات نہیں سنی جو انہوں نے میرے اور حسن بھائی کے لیے  
فرمائی تھی کہ: الحسن والحسین سید شباب اہل الجنۃ؟ جو کچھ میں  
نے کہا ہے یہ حق ہے۔ جب سے میں دنیا پر آیا بخدا کبھی جھوٹ  
نہیں بولا..... اگر تمہیں ذرا بھی شک ہو تو تم میں وہ لوگ اس  
وقت بھی موجود ہیں جنہوں نے میرے ناتانے سے الفاظ سنے  
تھے..... کیا اس حقیقت کے جاننے کے بعد بھی تم  
میرے بے گناہ خون سے اپنے ہاتھ سرخ کرو گے..... اگر  
اس بات میں تمہیں شک بھی ہو تو کیا اس بات میں بھی کوئی شک  
ہے کہ اس وقت کہہ راض پر میرے سوا کوئی بھی تمہاری نبی زادی  
کا فرزند نہیں ہے۔ علاوہ ازیں مجھے یہ بتا دو کہ کیوں میرے قتل  
کے درپے ہو۔ کیا میں نے کوئی قتل کیا ہے جس کا قصاص مجھ  
سے لیتے ہو؟..... کیا میں نے کسی کی جائیداد پر قبضہ کیا ہے

جس کا بدلہ مجھ سے چاہتے ہو؟..... کیا میں نے کسی  
کو زخمی کیا ہے۔ جس کا معادفہ مجھ سے مانگتے ہو؟.....  
پھر آپ نے قرآن کریم کو کھولا۔ سر پر رکھا۔ اور فرمایا۔ دیکھو  
یہ اللہ کی کتاب میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ اس کا لانے والا  
وہ نبی جو میرا نانا اور تمہارا رسولؐ ہے اور تمہارے درمیان ہے  
مجھے بس اتنا بتا دو کہ وہ کون سی وجہ ہے جس کی بنا پر تم نے میرا قتل  
حلال سمجھ رکھا ہے؟

شمر نے کہا۔ حسینؑ اب ان باتوں کا دقت ختم ہو چکا ہے۔ تمہاری زندگی کی  
سانسیں گنی جا چکی ہیں۔

آپ نے شمر کی طرف دیکھا اور فرمایا۔  
مجھے میرے جدا مجد کئی مرتبہ خواب میں فرما چکے ہیں کہ ایک سفید  
سیاہ کتا تیرے خون سے الودہ ہو رہا ہے۔ میرا خیال ہے تو یہ  
میرے خواب کی تعبیر ہے (یہ نصیحت مبرور تھا) لوف میں ہے کہ  
آپ نے فرمایا۔ بحق خدا یہ بتا دو کہ کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟...  
...تمام نے جواب میں کہا۔ ہم آپ کو کیسے نہیں پہچانتے، آپ  
فرزند رسولؐ اور سبط نبیؐ ہیں۔۔۔۔۔ آپ نے فرمایا۔ بحق خدا  
یہ بتاؤ کہ کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ رسول کو میںؐ میرا نانا ہے؟....  
سب نے جواب میں۔ ہاں۔ کہا۔

آپ نے فرمایا۔ اچھا براہ خدا یہ بھی جانتے ہو کہ میرا والد علی بن  
ابی طالب ہے؟..... تمام نے جواب دیا ہاں۔۔۔۔۔







اس کے بعد آپ نے اپنا خطبہ ان الفاظ پر ختم کیا۔

لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غَمَةً ثُمَّ  
أَقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تَنْتَظِرُونِ  
إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي  
وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا  
هِيَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِمَا نِ رَبِّي  
عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اللَّهُمَّ  
أَحْبِسْ عَنْهُمْ قَطْرَ السَّمَاءِ  
وَابْعَثْ عَلَيْهِمْ سَنَتَيْنِ  
كَسَتِي يُوسُفَ وَسُلْطَ  
عَلَيْهِمْ غِلَامَ ثَقِيفٍ  
فَيَسْقِيهِمْ كَأْسًا مَصْبُورَةً  
فَأَنَّهُمْ كَذَّبُونَا وَخَذَلُونَا  
وَأَنْتَ رَبُّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا  
وَالَيْكَ أُنَبِّئُكَ وَالْيَكِ  
الْمَصِيرَ

اب جب معاملہ تمہارے سامنے  
واضح ہے اب بے شک آؤ اور  
مجھے مہلت نہ دو میں اپنے اور  
تمہارے رب پر توکل کرتا ہوں  
کوئی ذی روح ایسی نہیں جو  
اللہ کے قبضہ قدرت میں نہ ہو  
یقیناً اللہ صراطِ مستقیم پر ہے  
اے اللہ! ان سے بارانِ  
رحمت روک لے۔ ان پر  
زمانہ حضرت یوسف مِیَا تَحْطِ  
مسلط فرما۔ نبی ثقیف کا نوجوان  
ان کا حکمران بنا جو انہیں تیغِ موت  
کے گھونٹ پلائے۔ ان لوگوں  
نے ہماری تکذیب کی ہے میں  
بلا کر تنہا چھوڑ دیا ہے تو ہمارا  
رب ہے۔ تجھ پر توکل ہے میرے  
حضور درخواست ہے ادبِ تیری  
طرف بازگشت ہے۔

مؤلف: قدس نے امام حسینؑ کی دعا قبول فرمائی۔ مختار ابن ابومعیدہ ثقفی کو

ان پر مسلط کیا۔ جس نے ان لوگوں کو بدترین قسم کے عذاب دے کر واصلِ جہنم  
کیا۔ میدانِ کربلا آنے والوں میں سے اس نے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑا۔ مختار کہا  
کرتا تھا۔

مَا مِنْ دِينَانِ مَنُورَ  
قَتْلَةِ الْحُسَيْنِ أَحْيَاءِ  
بُسْرُ نَاصِرِ آلِ مُحَمَّدٍ  
أَنَا إِذَا فِي الدُّنْيَا أَنَا  
أَسْتَعِينُ اللَّهَ عَلَيْهِمْ  
فَسَمَوْهُمْ لِي ثُمَّ  
اتَّبَعُوهُمْ حَتَّى تَقْتُلُوهُمْ  
فَأَنَّى لَا يُسَوِّغُ لِي الطَّعَامَ  
وَالشَّرَابَ حَتَّى أَطْهَرَ  
الْأَرْضَ مِنْهُمْ

میں اسے دین نہیں بھٹا کرتا کہ  
حسینؑ روئے ارض پر و فدا نہ  
پھریں۔ اگر ایسا ہوا تو نصرت  
آلِ محمد کے نام پر مجھ سے بد نصیب  
کوئی نہ ہو گا۔ ان لوگوں کے  
خلاف میں نے اللہ سے مدد  
مانگی ہے۔ مجھے ان لوگوں کے  
نام بتاؤ پھر انہیں تلاش کرو  
اور جہنم رسید کرو۔ میں اس وقت  
تک کھانے اور پینے کو اچھا  
نہیں سمجھوں گا جب تک روئے  
ارض کو ان کے نجس وجود سے  
پاک نہیں کر لوں گا۔



دوسری مجلس:

## امام حسینؑ کی احتجاج

ازدی کا بیان ہے کہ مجھے علی ابن خطلہ شامی نے بتایا ہے کہ میں میدان کو بلا میں موجود تھا۔ جب ہم نے فرزند رسول کے گرد گھیرا تنگ کیا تو زبیر ابن عقیل مسلح ہو کر ہمارے سامنے آیا اور کہا۔

اے اہل کوفہ و شام!

میں تمہیں عذاب خدا سے ڈراتا ہوں۔ جب تک ہمارے درمیان تلوار نہیں چلتی اس وقت تک ہم اسلامی اخوت کے رشتہ میں خشک ہیں۔ اور ہر بھائی کا حق ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کو نصیحت کرے۔ اللہ نے ہمیں اور تمہیں فریت نبیؐ سے بتلائے امتحان کیا ہے تاکہ وہ یہ دیکھے کہ ہم آل نبیؐ سے کیا سلوک کرتے ہیں ہم تمہیں نصرت آل محمدؐ کی دعوت دیتے ہیں۔ تمہیں بنی امیہ سے ظلم اور زیادتی کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ قبل ازیں تم لوگ اپنی آنکھوں سے حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کا انجام دیکھ چکے ہو۔ ان کی طرح تمہاری آنکھیں پھوڑ دی جائیں گی اور تمہارے ہاتھ

کاٹ دیے جائیں گے۔ تمہارا مثل کیا جائے گا۔ تمہیں درختوں پر سولی لٹکایا جائے گا۔

زبیر کی ان باتوں کے جواب میں اہل کوفہ و شام نے جناب زبیر کو گالی بکنا شروع کر دیا۔ اور کہا جب تک ہم حسینؑ اور اس کے ساتھیوں کو قتل نہیں کریں گے اس وقت ہمیں چین نہیں آئے گا۔

جناب زبیر نے فرمایا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ سیدہ کے بیٹے کی نسبت اولاد زہراؑ کو تمہاری مدد کی زیادہ ضرورت ہے اگر تم ان کی مدد نہیں کرنا چاہتے تو کم از کم اس کے خون میں شریک ہونے سے بچو۔

شمر نے کہا۔ اے زبیر اب خاموش بھی ہو جا۔ تیری ہر تقریر سے دوچار آدمی بددل ہو کر واپس چلے جاتے ہیں۔

جناب زبیر نے فرمایا۔ اور شمر! تجھے معلوم ہے کہ وہ تیرا ہی باپ تھا جو اپنی ایڑیوں پر پیشاب کرنے والے کے نام سے معروف تھا۔ میں تجھ جیسے حیوان زادے سے بات نہیں کر رہا۔ اگر اس بھرے مجمع میں تو قرآن کی دو آیتیں ہی سنا دے تو میں مان لوں گا کہ تو نے قرآن پڑھا ہوا ہے۔ ذلت اور رسوائی تیرا مقدر بن چکی ہے۔

شمر نے کہا۔ یہ فیصلہ ابھی تلوار کرے گی کہ کون مرنے والا ہے۔ اور کون جیتتا ہے! جناب زبیر نے فرمایا۔ جیسی قومیں نے کہا ہے کہ تو حیوان زادہ ہے۔ لیکن یہ بھی نہیں معلوم کہ موت کا نام ذلت نہیں ہے عزت کی موت سے بڑھ کر کوئی عزت نہیں ہے۔ اور نصرت آل محمدؐ کی موت ہی عزت ہے۔ ہمیں موت سے نہ ڈرا اور نہ ہی موت سے ڈر کر ہم اس جگہ آئے ہیں۔



پھر جناب نہیر شکرینہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

اے زندگان خدا! اس زندگوست کی باتیں نہ سناؤ ورنہ ہی اس کی باتوں سے دھوکا کھاؤ۔ بخدا وہ لوگ کبھی شفاعت نبی کا خواب بھی نہیں دیکھ سکے جنہوں نے ذریت نبویہ کے خون سے ہاتھ رنگے ہوں۔ یا ان کے خون سے ہاتھ رنگنے والوں کا ساتھ دیا ہو۔

اتنے میں پیچھے سے کسی نے آواز دی۔

اے زبیر فرزند رسول تجھے واپس بلا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں۔ تو نے حق نصیحت ادا کر دیا ہے۔

اس کے بعد خود امام حسین مرتبہ گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے۔ اور آپ نے عمر ابن سعد کو دیکھا جو دیگر دوسرے لشکر کے درمیان کھڑا تھا۔ اور فرمایا۔

اس اللہ کی حمد ہے جس نے دنیا کو دار فنا بنایا ہے۔ جو اہل دنیا کو ایک مال سے دوسرے مال میں گردش دیتا ہے۔ وہی فریب خوردہ ہے جو دنیا کے مال میں پھنس جائے۔ اور وہی فتنہ پرداز ہے جسے دنیا دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائے۔ اس دنیا میں دھوکات کھاؤ یہ دنیا اپنے ہر امیدوار کی امیدوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔ اور ہر حریف کو رو کر قتی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایک ایسے معاملہ پر جمع ہو چکے ہو جس میں اللہ کی ناراضگی ہے۔ اللہ کی نگاہ کرم کو تم اپنی طرف سے پھیر رہے ہو۔ غضب فدا الجلال کو دعوت دینے آگئے ہو گئے ہو۔ ہمارا رب رب کریم ہے۔ مگر تم بدترین بندے بن رہے ہو۔

تم نے ایک مرتبہ اطاعت رب کا اقرار کیا۔ اس کے نبی محمد کی نبوت کا کلمہ پڑھا۔ پھر اسی نبی کی ذریت کے دھپے قتل ہو گئے۔ اے لوگو! تم شریعت اسلام سے واقف ہو تم تلاوت قرآن کرتے ہو۔ تمہارا عقیدہ ہے کہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کسی گناہ اور کسی جرم کے بغیر ذریت رسول کو قتل کرنا چاہتے ہو۔ اے لوگو! ذرا اپنے پیچھے دیکھو۔ وہی پانی جسے ہرودی اور نصرانی پی سبے ہیں۔ تم نے اسی پانی سے اپنے نبی کی ذریت کے کم سن بچوں تک کو محروم کر رکھا ہے۔ شیطان تم پر غالب آچکا ہے۔ تم ذکر خدا بھول چکے ہو انا للہ وانا الیہ راجعون تم وہ لوگ ہو جو ایمان لانے کے بعد کفر کر چکے ہوں

عمر ابن سعد نے اپنے آدمیوں سے کہا۔ اس کی باتوں کا جواب نہ دو میں جانتا ہوں یہ علی کا بیٹا ہے۔ باپ کی طرح اس کی بات وزنی ہوتی ہے۔ اگر آج کا دن ختم ہو جائے اور کل کا دن آجائے تو بھی باتوں میں تم اس کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔

شمر نے آگے بڑھ کر کہا۔ اے حسین! تو کیا کہنا چاہتا ہے۔ بات وضاحت سے کرتا کہ ہمیں سمجھ آجائے۔

امام حسین نے فرمایا۔

میں تمہیں یہ بتا رہا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ مجھے قتل نہ کر دیر قتل تمہارے لیے جائز نہیں ہے نہ ہی میرے خیم کی غارت گری تمہارے لیے جائز ہے۔ میں تمہاری نبی زادی کا بیٹا ہوں۔ خدا بجز تمہارے



نبی کی زوجہ تھی وہ میری نانی تھی۔ تم نے نبی کریم کی یہ حدیث سن رکھی ہے۔ الحسن والحسین سید شباب اہل الجنتہ میں نے گئی، کو قتل نہیں۔ کوئی جرم نہیں کہیں نے دین نہیں چھوڑا۔

ابن زیاد کی اطاعت دین نہیں ہے۔ اللہ کی اطاعت دین ہے عمر سعد آگے بڑھا۔ چلے میں تیر چڑھایا۔ اور لشکر حسین کی طرف تیر پھینک کر کہا۔ لوگو! ابن زیاد کے روبرو شہادت دینا کہ لشکر حسین کی طرف پہلا تیر میں نے ہی چلایا تھا۔ اس کے بعد ہر طرف سے تیروں کی برسات شروع ہو گئی۔ امام حسین نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اب اٹھو اللہ کی رحمت تمہارے شامل حال رہے۔ یہ تیر تمہارے لیے جنت کا پیغام ہیں۔

اس کے بعد گھمان کارن پڑا۔ ایک حملہ ہوا۔ پھر دوسرا حملہ ہوا۔ پھر تیسرا حملہ ہوا۔ فوج یزید نے سمجھا کہ اب حسین اور اس کے تمام ساتھی ختم ہو چکے ہوں گے وہ پیچھے ہٹے۔ جب غبار چھٹا اور انہوں نے دیکھا تو ابھی تک لشکر حسین کافی تعداد میں موجود تھا۔

پھر ایک ایک کی جنگ شروع ہو گئی

کتب مقاتل کے مطابق شہدائے حسینی میں سے ایک ایک کی جنگ میں سب سے پہلا شہید حربہ۔ حر کے بعد بریر بن خضیر ہمدانی۔ بریر کے بعد وہب ابن عبد اللہ مکی شہید ہوئے۔ ہر ایک جانے سے پہلے جناب سید الشہداء سے رخصت مانگتے اور یوں سلام کرتا۔

السلام علیک یا ابا عبد اللہ السلام علیک یا بن رسول اللہ۔

آپ جواب میں فرماتے۔

اس کے بعد اس آیت کی تلاوت فرماتے۔

منہم من قضی نجبہ و کھراپنی منزل پاچکے ہیں اور  
منہم من ینتظر وما بدلوا کھراپنی منزل کے انتظار  
تبدیل۔ میں ہے ان میں کسی نے بھی  
دین میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

ان میں سے جو بھی میدان میں گیا۔ قلت تعداد اور شدت پیاس کے باوجود ہر جانے والے نے فوج یزید کے کچھ چھڑا دیے۔ دشمن حیران و سرسبز ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ بالآخر عروا بن جحاح زبیدی نے فوج یزید سے کہا۔

اواحقو! کچھ معلوم بھی ہے کہ تم کس سے جنگ کر رہے ہو۔ یہ کہہ ارض کے مشہور شہسوار ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو زندہ رہنے کے لیے نہیں بلکہ مرنے کے لیے لڑ رہے ہیں۔ اب کوئی ان کے مقابلہ میں تنہا نہ جائے۔ اگر ایک کر کے تم لڑتے رہے تو یہ لوگ کم تعداد اور پیاس کے باوجود تمہیں نابود کر دیں گے۔ حالانکہ تم تعداد میں اتنے ہو کہ اگر ایک ایک پتھر بھی مارو تو یہ مٹی بھر تعداد ان پتھروں کے ڈھیر سے نکل تک نہ سکے گی۔

عمر سعد نے کہا تو نے اچھا مشورہ دیا ہے۔ پھر عمر سعد نے اپنے پورے لشکر میں منادی کر دی کہ خبردار کوئی شخص تنہا ان میں سے کسی کے مقابلہ میں نہ جائے۔ اور اس کے بعد شامی لشکر نے گستاخیاں شروع کر دیں اور فہنی اذیت پر آمادہ ہو گئے۔



ابن حوزہ نامی ایک شخص نے امام حسینؑ کا نام لے کر کہا۔ اے فرزند رسول اب آتش جہنم کے لیے تیار ہو جاؤ۔

آپ نے پوچھا۔ کیا یہ ابن حوزہ ہے؟  
جواب دیا گیا ہاں قبلہ۔

آپ نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیے اور عرض کیا۔

بارالہا! اگر میں حق پر ہوں تو ابن حوزہ کو اس کا انجام دکھا۔ مسروق ابن دائل کہتا ہے کہ میں صف اول میں تھا۔ میں نے جب امام حسینؑ کی یہ دعا سنی تو میں نے ابن حوزہ کی نیگوانی شروع کر دی۔ جب امام حسینؑ نے اس کے حق میں بددعا کی تو وہ فصد میں گھوڑا دوڑا کر ایک طرف چلا گیا۔ گھوڑے کو ٹھوکر مگی۔ ابن حوزہ گھوڑے سے گرا لیکن اس کا ایک پاؤں رکاب میں اٹک گیا۔ گھوڑا نہ رکا۔ حتیٰ کہ ابن حوزہ کا آدھا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گیا اور ایک ٹانگہ رکاب میں اٹکی رہی۔ میں واپس لشکر میں آیا اور اپنے ساتھی کو بتایا کہ آج میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے بعد عہد کر رہا ہوں کہ آل محمدؐ کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اٹھاؤں گا۔

تیم ابن حصین نے کہا۔ اے حسینؑ یہ دیکھ رہا ہے اس فزرت کتنا میٹھا اور لذیذ ہے لیکن تجھے اور تیرے لشکر کو پانی کی جگہ موت پینا ہوگی۔ امام حسینؑ نے سرسوںے آسمان بلند کیا اور عرض کی بارالہا!۔

اس شخص کو پیاسا مار دے۔ راوی کہتا ہے کہ اسی وقت وہ شخص پیاسا ہوا اور پھر پانی پانی کتنا سر گیا۔ جب یہ بھی اسے پانی دیا جاتا تھا مانگتا تھا۔ لیکن پیتا نہیں تھا۔

اس قسم کے بیسوں واقعات ہیں جو کتب مقاتل میں موجود ہیں۔ محمد بن اشعث جو ابوبکر خلیفہ کا سکا بھانجا تھا اس نے انتہائی جسارت آمیز کلمات کہے امام حسینؑ نے بددعا کی جس کے نتیجہ میں اسی وقت فی الان والسقر ہو گیا۔

شدت جنگ میں بھی ان پیاسوں کا یہ عالم تھا کہ اگر امام حسینؑ کی طرف سے ایک شہید ہوتا تو فوج یزید سے بیسوں واصل جہنم ہو جاتے۔

اصحاب امام حسینؑ کی شجاعت کی تصویر خود دشمن عمر سعد نے یوں کھینچی ہے۔ ایک شخص نے عمر سعد پر طنز کیا کہ تمہیں فرزند رسولؐ کو شہید کرتے ہوئے جیا نہیں آتی تھی؟۔

عمر سعد نے جواب دیا اگر میری جگہ تو ہوتا تو تو بھی یہی کرتا جو میں نے کیا ہے۔

بخدا! ہم پر ایک گروہ نے حملہ کیا تھا جن کی تعداد کم تھی لیکن ان کے جوا تھ تو اموں کے دستہ پر تھے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ بھوکے شیر ہیں۔ جس طرف حملہ کرتے تھے بکشتوں کے پستے لگا دیتے تھے۔ اپنے کو موت کے منہ میں ڈال دیتے تھے نہ تو امان مانگتے تھے اور نہ ہی دولت کی لالچ رکھتے تھے۔ ان کے اور موت کے درمیان کوئی مہلج نہ تھا۔ اگر ہم ایک لمحہ کے لیے بھی سانس لیتے تھے تو ہماری صفوں کی صفیں تریخ کر دیتے تھے۔

عمر سعد نے حصین ابن نمیر کو پانچ سو تیر انداز کے ساتھ آگے بڑھایا یہ لوگ تیر اندازی کرتے ہوئے آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگے۔ حتیٰ کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا ابو قتادہ صہید اوی نے سامنے آکر عرض کیا۔ قبلہ۔ تیر بھی بارش کی طرح برس رہے ہیں



اور نماز کا وقت بھی ہو گیا ہے۔

آپ نے سوئے آسمان دیکھا اور فرمایا۔ تو نے اچھے وقت نماز کو یاد کیا ہے۔ اللہ تجھے نمازیوں سے محذور کرے۔ جاؤ عصر حد سے کہو کہ نماز کا اول وقت ہے۔ تیرا نمازی روک لو۔ تم بھی نماز پڑھ لو اور ہمیں بھی نماز پڑھنے دو۔

حسین ابن نیر نے کہا۔ تم جاؤ نماز پڑھ لو۔ اگر قبول ہو جائے۔ ہماری تیری ہی نماز ہے۔

امام حسین نے زبیر ابن عین اور سعید ابن عبد اللہ سے فرمایا۔ یہ لوگ تیرا نمازی نہیں روکیں گے تم دونوں میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ میں نماز پڑھ لوں۔ یہ دونوں ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ امام حسین مصروف نماز ہو گئے۔ نماز ختم ہوئی اور سعید ابن عبد اللہ ستر ہواں تیر کھا کر آپ کی گود میں آگرا۔ آخری الفاظ یہ تھے۔

اے اللہ! ان لوگوں پر قوم عاد و ثمود کی سی لعنت بھیج۔ اے اللہ! اپنے نبی کو میرے سلام پہنچا دے۔

اے اللہ! اپنے نبی کو میرے ان زخموں کی تعداد بھی بتا دینا جو میں نے اس کے راکب دوش کی حفاظت میں کھائے ہیں۔

مؤلف۔ یہ تو نماز ظہر تھی جو امام حسینؑ نے اپنے انصار کے تحفظ میں ادا کر لی لیکن نماز عصر کے وقت آپ تنہا تھے اور آپ نے بڑے عجیب انداز میں نماز عصر ادا کی

آپ نے وضو پیشانی کے لہو سے کیا۔ رکوع کے لیے زین فدا و الجناح سے دقت چکے جب سینہ میں تیر و موت ہو کر پشت سے جان نکلا اور آپ نے زین کے دباؤ سے

تیر کو پشت کی طرف سے نکالا۔ سجدہ اس وقت کیا جب زین فدا و الجناح سے خاک کربلا پر آئے۔ لیکن پیشانی کے زخم کی وجہ سے جبین زمین پر نہ رکھ سکے۔ ایک مرتبہ دایاں رخسار زین پر رکھا پھر بایاں رخسار رکھا اور تشہد اس وقت کیا جب دائیں پہلو میں تیر لگا اور دوزانو بیٹھ کر اسے دونوں ہاتھوں کی طاقت سے نکالا۔

جب آپ نماز ظہر سے فارغ ہوئے تو اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے تم نے اپنے نبی کی ذریت کی حفاظت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اب اٹھو۔

جنت کے دروازے تمہارے سامنے کھلے ہیں۔ میرا نانا۔ بابا۔ اور بھائی تمہارے استقبال کے لیے تیار ہیں۔



تیسری مجلس

## شہادتِ حر

جناب حر کا شجرہ نسب۔

حرا بن یزید بن ناجیہ بن قنبل بن قتیبہ بن حرمی ابن رباح۔  
صاحب دسائل شیخ حر عاملی کا شجرہ نسب از روئے درسلوک جناب حر ہی  
سے ملتا ہے۔

جب حر ایک ہزار کا شکر لے کر امام حسینؑ کے مقابلہ میں نکلا تو پیچھے سے  
کسی نے پکار کر کہا۔

ابشر یا حر بالجنة۔ اے حر تجھے جنت کی بشارت ہو۔  
حر کا بیان ہے کہ میں حیران تھا۔ اور سوچتا تھا کہ میں فرزند رسولؐ سے  
لڑنے جا رہا ہوں اور جنت کی بشارت مل رہی ہے۔ پھر جنت کی بشارت دینے  
والا نظر بھی نہیں آیا۔ انہی خیالات میں غلطان میں چلا آیا۔

ایک رات عالم خواب میں اپنے باپ کو دیکھا۔

اس نے پوچھا۔

حر کہاں جا رہا ہے؟

میں نے کہا۔ فرزند رسولؐ کا راستہ روکنے۔

میرے باپ نے کہا۔ اللہ تجھے ہدایت دے۔ ہمیشہ کیسے جہنم رہنا  
چاہتا ہے۔ تو بے شک چلا جا۔ اور اگر حسینؑ کی شفاعت حاصل کر کے جنت میں  
جانا چاہتا ہے تو پھر حسینؑ سے لڑنے مت جا۔ اگر ہو کے تو اپنی جان حسینؑ پر  
نثار کر دے۔

جب حر نے دیکھا کہ عمر سعد امام حسینؑ سے آمادہ جنگ ہے تو اس نے عمر سعد  
سے یوں بات کی۔

حر نے کہا! اے عمر سعد کیا تم لوگ واقعی فرزند رسولؐ کے درپے  
قتل ہو؟

عمر سعد نے کہا۔ بالکل یہ حقیقت ہے اور ہم ایسی جگہ لڑنا چاہتے ہیں جس میں  
سراڑتے نظر آئیں گے۔

حر نے کہا۔ جو باتیں فرزند رسولؐ نے کی ہیں ان میں سے تم کسی بات کو بھی  
قبول نہیں کرتے؟

عمر سعد نے کہا!۔ اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو یقیناً کوئی ایک بات  
مزدور قبول کر لیتا۔ تجھے معلوم ہے کہ میں قطعی طور پر بے بس ہوں۔ اوپر سے جو حکم ملا  
ہے میرے لیے اس کی تمہیں کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔

حر خاموشی سے واپس چلا۔ نبی رباح سے حر کا ایک رشتہ دار قرہ ابن تیس  
حر کے ساتھ تھا۔

قرہ نے قرہ سے پوچھا۔ کیا تو نے آج اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے۔

قرہ نے کہا۔ ابھی تک نہیں پلایا۔



حرنے کہا۔ کیا تو پانی پلانا بھی نہیں چاہتا۔

قرہ کتب سے کہ چونکہ میں عمر سے حر کی گفتگوں چکا تھا اس لیے میرا اندازہ یہ تھا کہ شاید حر پانی پلانے کے بہانے ایک طرف ہو جانا چاہتا ہے اور جنگ میں حصہ نہیں لینا چاہتا۔

چنانچہ میں اس خیال سے کہ حر کو الگ تھک ہوتا نہ دیکھوں ایک طرف ہو گیا۔ جاتے جاتے میں نے حر سے پوچھا کیا تو نے پانی پلایا ہے۔

حرنے کہا۔ اب پانی پلانے جا رہا ہوں۔

میں نے دیکھا حر آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے خیمہ میں آیا خیمہ سے باہر آیا تو اس کا بیٹا بکیر اور بھائی مصعب بھی حر کے ساتھ تھے۔

تینوں فوج حسینؑ کی طرف حملہ آور انداز میں بڑھے۔ جب فوج زید سے دور نکل آئے تو گھوڑے دوڑا کر امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے حرنے گھوڑے سے اتر کر دونوں ہاتھ سر پر رکھ لے اور بارگاہِ خالق میں عرض کیا۔

اللھم الیک انبت فتب اے اللہ! میں تیری بارگاہ

علیٰ فقد ارجعت قلوبہ۔ میں رجوع کرتا ہوں۔ میری

اولیائے اولاد بہت توبہ قبول فرما۔ میں نے تیرے

بنیک۔ اولیاء کو مرعوب کیا ہے۔ اور

نبی زادوں کو خوف زدہ کیا

ہے۔

اس کے بعد گھوڑے سے اتر کر جھک گیا۔ اپنا سر فرزند رسولؐ کے قدموں

پر رکھ دیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ کون ہے؟  
عرض کیا۔

جمعنی اللہ فداک اللہ! مجھے آپ پر قربان کر

یا بن رسول اللہ دے۔ اسے فرزند رسول! میں

انا صاحبک الذی وہی بد نصیب ہوں جس نے

حبستک عن الرجوع آپ کی واپسی کے تمام راستے

وسایرتک فی الطريق بند کیے تھے۔ اور تمام راستے

وحججعت بک آپ کے پہلو پر پہلو چلتا رہا

فی ہذا المكان میں وہ بقیعت ہوں جس نے آپ

وما ظننت ان کو اس مکان تک لانے پر

القوم یردون علیک مجبور کیا۔ لیکن اس وقت تک

ما عرضتہ علیہم مجھے ہرگز یہ خیال نہ تھا کہ یہ

ولا یبلغون منک لوگ آپ کی ہر جائز بات

ہذہ المنزلۃ کو مسترد کر دیں گے۔ میں توبہ

واللہ لو علمت سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ

انہم ینتھرون بک لوگ آپ کے معاملہ میں اس

الی ما اری ما مذکب پہنچ جائیں گے۔ بخدا

رکیت منک الذی اگر مجھے ان حالات کا علم ہوتا

رکبت وانا تا تو جس جرم کا ارتکاب میں نے

تبت الی اللہ مما کیا ہے ہرگز نہ کرتا۔ اب میں



صنعت فہدلی من  
ذلک توبۃ  
اشد کی بارگاہ میں توبہ کرتا  
ہوں کیا میرے لیے توبہ کی

کوئی گنجائش ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ اشد بڑا کریم ہے وہ یقیناً تیری مخلصانہ توبہ قبول کر  
ئے گا۔ تیرے ساتھ کرن ہے؟

حُرنے جواب دیا۔

بقہ ایہ مجرم زادہ میرا فرزند بکیر ہے۔ جو آپ کی نصرت میں جان دینا  
چاہتا ہے۔

امام حسین نے فرمایا۔ حر بیٹھ جاؤ۔ اشد تمہیں جزا دے۔

حُرنے عرض کیا۔ حضور! میری خواہش یہ ہے کہ اگر میری توبہ قبول ہے تو  
پھر چونکہ سب سے پہلی گستاخی کرنے والے ہیں تھا۔ اس لیے اب آپ کی طرف  
سے پہلی قربانی بھی میں ہی پیش کرنے والا ہوں جاؤں۔ پھر اپنے بیٹے سے فرمایا۔  
بیٹا اب آگے بڑھو اور میرے سامنے اپنی جان دو تا کہ تیرے بعد میں اطمینان سے اپنا  
سر اپنے آقا کے قدموں میں رکھ سکوں۔

بکیر آگے بڑھا۔ امام حسین کے قدموں پر سر رکھا۔ قدموں کا بوسہ لیا۔ پھر ہاتھ  
چمے اور باپ کو سلام کر کے میدان جنگ میں آیا۔ ستر یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے  
کے بعد واپس باپ کے پاس آیا۔ اور عرض کی۔ ابا جان! کاش ایک قطرہ پانی  
مل جاتا۔

جناب حُرنے فرمایا۔ بیٹے تو تو تمام رات تازہ پانی سے سیراب ہوتا رہا ہے  
ذرا آل محمد کے ان کمسن بچوں کے چہرے دیکھ جو تیرے دن سے پانی دیکھنے کو ترس

رہے ہیں۔ بار بار پانی کا نام لے کر اپنے باپ کو شرمندہ ذکر۔ نبی کو نبی کے ہاتھ  
سے کوثر پنی لینا۔ اب واپس جاؤ اور ذریت رسول کا دفاع کر۔

بکیر واپس آیا۔ کافی تعداد میں یزیدی واصل جہنم کیے۔ بالآخر خون کی تاب  
نہ لاکر گھوڑے سے زمین پر آیا۔ امام حسین کو آخری سلام کیا۔ اور جان جانِ آفرین  
کے سپرد کی۔ جناب حُرنے پاباکر میں لاش اٹھانے جاؤں۔

امام حسین نے فرمایا۔ نہیں حر۔ اب صرف تیرا بیٹا نہیں ہے۔ یہ میرا بیٹا بھی  
ہے۔ اب اس کی لاش تو نہیں میں خود بچاؤں گا۔ جب بکیر کا لاشہ آیا تو جناب حُرنے  
نے کہا۔

الحمد لله الذی من  
علیک بالشہادۃ بین  
یدی بنت رسول  
اللہ۔  
اس اشد کی حمد ہے جس نے  
تجھ پر فرزند رسول کے قدموں  
میں شہید ہونے کا احسان  
کیا ہے۔

بیٹے کے بعد باپ نے امام حسین سے اجازت لی اور فوج یزید کے سامنے  
آکر بد نصیبوں کو نصیحت کی۔

اے بد بختو!

تمہاری مائیں تمہارے غم میں روئیں۔ تم نے خود خط لکھ کر بعد اصرار  
فرزند رسول کو بلایا ہے۔ جب گھر چھوڑ کر یہ تمہارے پاس آگئے  
تو تم نے انہیں تنہا چھوڑ دیا ہے۔ پہلے تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اپنے  
سر آپ کے قدموں میں قربان کریں گے۔ اب تم واریں ہاتھ میں لے کر  
اسی کا خون کرنے پر تہی گئے ہو۔ تم نے اپنی زندگی بچالی ہے اور



فرزندِ رسولؐ کی جان خطرے میں ڈال دی ہے۔ تم نے فرزندِ رسولؐ کے تمام راستے بند کر دیے ہیں۔ وہ اس وقت تمہارے گھرے میں ایک بے بس قیدی کی طرح مجبور ہو کر رہ گئے ہیں۔ پھر تم نے کتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ آلِ محمدؐ کے کس اور شیرِ خوار بچوں کو بھی پانی کی ایک ایک بوند کے لیے تڑا دیا ہے۔ وہی پانی جو یہود و نصاریٰ اور مجوس و حیوانات پی رہے ہیں آلِ محمدؐ کے لیے بند ہے۔ کس بچے خشک لبوں سے خشک جامِ ہاتھ میں لے کر صحرائیں سرگردان ہیں۔ ذریتِ نبویہ کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کیا بد سلوکی ہو سکتی ہے جو تم کو رہے ہو۔ اللہ تمہیں کبھی میرا ب نہ کرے۔

فوجِ یزید کی طرف سے تیروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ جنابِ حرنے کہا۔ یزید ابنِ سفیان حارثی کتنا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا شدتِ جنگ میں حر کے گھوڑے کے کان کٹ چکے تھے۔ آنکھوں میں تیر پھوست تھے۔ جم حرسے خون پرنالے کی طرح ابل رہا تھا۔

حصین ابنِ تیم نے مجھے کہا کہ کیا حر سے مقابلہ کرے گا۔ میں نے انکار کر دیا۔ پھر عمر سعد نے حصین کو بلایا۔ اور کہا کہ اپنے تیر اندازوں سے کہہ دے کہ کوئی شخص تنہا حر کے مقابلہ میں نہ جائے۔ دور سے تیر اندازی کر دو۔ میں صفوان ابنِ حظلہ جو عرب کا معروف جنگجو ہے اسے آمادہ کرتا ہوں۔ عمر سعد نے صفوان سے کہا۔ جا۔ پہلے حر کو نصیحت کر کہ۔ اب بھی حسین کا ساتھ دینا چھوڑ دے۔ میں ابنِ زیاد سے معافی لے دوں گا۔ اور یزید کی مخالفت نہ کرے

اگر نہ مانے تو پھر اس سے جنگ کرنا۔

صفوان آگے آیا۔ تیر اندازی رک گئی۔

صفوان نے کہا۔

اے حر! اپنے امامِ زمانہ کی مخالفت چھوڑ دے۔ رشکِ حسین سے نکل۔ دنیا اور آخرت سنور جائے گی۔

جنابِ حرنے فرمایا۔ اللہ تجھ پر لعنت کرے۔ کیا وہی امامِ زمانہ ہے۔ جسے اسلامی اخلاقیات تک کا علم نہیں ہے اور جس کے حکم سے ذریتِ رسولؐ کا پانی بند ہے۔ وہ تو شراب میں نہا رہا ہے اور آلِ محمدؐ کے شیرِ خوار پانی کے ایک قطرہ کو ترس رہے ہیں۔

کیا تو مجھے یہ مشورہ دے رہا ہے کہ میں مظلوم کو چھوڑ کر ظالم کا ساتھ دوں۔ اور فرزندِ رسولؐ کو چھوڑ کر پسرِ معاویہ کے ساتھ ہو جاؤں؟

صفوان نے غصہ میں اگر نیزہ کا وار کیا۔ حرنے وار خالی دیا۔ اور اپنی طرف سے وار کیا۔ نیزہ صفوان کا سینہ چیر کر پشت کی طرف سے جا نکلا۔ صفوان اپنے خون میں لوٹ گیا۔

صفوان کے تین بھائی تھے جو حر کے ہاتھوں صفوان کا انجام دیکھ رہے تھے۔ یثیع بنِ غنم غصہ ناک ہو کر بیک وقت میدان میں آئے۔

حرنے ایک کے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے کی زین سے اٹھایا اور ہوا میں لہرا کر زین پر بیٹھ دیا اس کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ دوسرے پر تلواریں وار کیا۔ وہ بھی اپنے انجام کو جا پہنچا۔ تیسرے پر حمل کیا۔ وہ بھاگ کھڑا ہوا اور فوجِ یزید کی طرف چلا گیا۔

حرنے اس کا تعاقب کیا۔ اور رشکِ یزید میں جا کر اس کی پشت میں نیزہ مار کر اسے



بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ ملا دیا۔

ایوب ابن مشرح حیوانی کہتے ہیں کہ جب حرنے ہماری صف میں گھس کر صفوں کے بھائی کو قتل کیا۔ ہم تمام نے حُر کو گھیرے میں لے لیا۔ میں نے حُر کے گھوڑے کے قدم کاٹ ڈالے۔ حُر گرتے ہوئے گھوڑے سے اترا۔ تلوار سونٹ کر چل گیا۔ ایک ہزار ایک سو پچیس زیدیوں کو واصل جہنم کیا۔ بالآخر شہید ہوا۔ امام حسینؑ لاش پر پہنچے۔ اس کا سر گود میں لیا۔ حُر کے چہرہ سے غبار صاف کیا۔ حرنے انکھیں کھولیں۔

اور عرض کیا۔

میرے آقا! میری توبہ قبول ہو گئی ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔

بنح بئح لك يا حرا انت  
الحرا كما سمتك  
امك و انت الحرا  
في الدنيا والاخرة

حُر تجھے مبارک باد ہو۔ بیسا  
کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھا  
تھا ویسے ہی دنیا و آخرت میں  
حُر ثابت ہوا۔

جناب حُر کی پیشانی میں ایک تیر کا زخم تھا جس سے خون بند نہیں ہو رہا تھا۔

آپ نے اپنی بیب سے ایک رومال نکالا اور اسے حُر کی پیشانی پر باندھ دیا۔ حُر کا خون رک گیا۔ ساتھ ہی حرنے امام حسینؑ کی گود میں دم توڑ دیا۔ امام حسینؑ نے کھڑے ہو کر لاش حُر پر یہ مرثیہ پڑھا۔

لنعم الحرا حر بنی ریح  
صبور عند مختلف الرواح

بنی ریح کا حرا تہائی خوش  
نصیب تھا جہتوں کی

برسات میں بھی مبر سے لڑ

رہا تھا۔

لنعم الحرا اذ نادى  
حسين ف جاء بنفسه  
عند الصياح

خوش بخت تھا۔ جب حسینؑ نے  
اپنی مدد کے لیے بلایا تو فوراً  
بیک کہہ کر اپنی جان کا نذرانہ  
پیش کر دیا۔

فيا رب اضيقه في  
الجنان و زوجه مع  
الحور

اے اللہ! جنت میں حُر کو  
اپنا سماں بنا اور حور میں سے  
اس کی شادی کر۔

پھر آپ نے حُر کے جم میں پیوست تیروں کونکالا۔ زرہ اتاری اور لاش حُر کو گچ شہدائیں اس کے بیٹے بیکر کے پیلوں میں آکر رکھ دیا۔

عمر سعدؓ کو جب عمر سعدؓ نے تمام لاشوں کو پا مال کرنے کا حکم دیا۔ تو بنی ریح عمر سعدؓ کے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم لاش حُر کو پا مال ہوتا نہیں دیکھ سکیں گے۔

عمر سعدؓ نے حکم دیا کہ جاؤ اٹھا لو۔

جب وہ لاش لے کر پہلے تو موجودہ مقام جہاں جناب حُر کا مقبرہ ہے اس پر آکر لاش رک گیا۔ ان لوگوں نے ہزار کوشش کی لیکن لاش نہ اٹھا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ چونکہ اس جانب زمین کربلا کی وہ مدہ تھی جہاں تک امام حسینؑ نے زمین خرید کی تھی۔ اس لیے حرنے چاہتا ہو گا کہ میں مدد کر بلا سے باہر ہی دفن کیا جاؤں۔



جب شاہ اسماعیل مغوی کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ نے حر کی پیشانی پر اپنا رومال باندھا تھا تو اس نے جناب حر کی قبر کھدوائی دیکھا تو واقعی پیشانی حر پر رومال باندھا تھا۔ شاہ نے وہ رومال کھولنے کا حکم دیا۔ جب رومال کھولا گیا تو خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔ بڑی کوشش کی گئی لیکن خون بند نہ ہوا۔  
بالآخر شاہ نے اس رومال سے تبر کا ایک ٹکڑا اپنے پاس رکھ لیا اور بقیہ رومال جناب حر کی پیشانی پر باندھ دیا۔

## بیوتھی مجلس

## شہادت جناب حبیب ابن مظاہر

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن نبی کو نبیؐ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف لارہے تھے مدستہ میں چننے کے کھیل رہے تھے حبیب بھی انہی میں تھا۔ جناب سرور کو نبیؐ جب قریب آئے بیٹھ گئے۔ حبیب کو بلایا۔ گلے لگایا۔ پیشانی کا دوسرا لپٹا۔ پھر گود میں بٹھالیا۔ کافی دیر تک بیٹھے چرتے رہے۔ صحابہ نے عرض کیا۔ قبلہ کے تواد رہے تھے۔ صرف حبیب بنی کو نبیؐ خصوصیت تھی؟

آپؐ نے فرمایا۔ اسے میں نے ایک دن دیکھا ہے یہ میرے حسینؑ کے پیچھے چل رہا تھا۔ اور حسینؑ کے قدموں کی خاک اٹھا اٹھا کر اپنے چہرہ پر مل رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اسے میرے حسینؑ سے محبت ہے۔ اس دن سے حبیب مجھے بہت پیارا لگتا ہے۔ مجھے جبریلؑ نے بتایا ہے کہ حبیب میدان کربلا میں میرے حسینؑ کے انصار سے ہوگا۔ اپنی جان میرے حسینؑ پر قربان کرے گا۔

خداوند عالم نے حبیب کو ان خوش نصیبوں کی فہرست میں شامل کیا ہے جنہوں نے نبی کریمؐ کی نیابت کی تھی۔ ان حضرات کی وفات کے بعد حبیب اپنے باپ کے ساتھ کوفہ میں آگیا۔ مظاہر چونکہ صحابہ سے تھا اس لیے جب حضرت علیؑ کو فخر تشریف لائے



تو والد فوت ہو چکا تھا۔ حبیب حضرت علیؑ کے ہم رکاب رہا۔ تمام جگہوں میں آپ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضرت علیؑ کے خصوصی اصحاب اور مالین علوم علویہ سے تھا۔ ایک رات میں ختم قرآن کیا کرتا تھا۔

ایک دن جناب میثم اور جناب حبیب دونوں اپنے اپنے گھوڑے پر سوار دارالرزق آئے اور وہاں دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھ گئے۔ جناب حبیب نے فرمایا میثم میں آج بھی اپنی نگاہ معرفت سے دیکھ رہا ہوں کہ مجھے محبت اہلیت میں دارالرزق کے دروازہ پر رسولی پر لٹکا کر تیرا شکم پارہ پارہ کیا جا رہا ہے۔ جناب میثم نے کہا حبیب آپ نے سچ کہا ہے۔ اور میں بھی دیکھ رہا ہوں۔ آپ نہر ازادے کی نصرت میں گھر سے نکل رہے ہیں۔ اور پھر آپ کا سر کوفہ کی گلیوں میں نوک نیزہ پر سوار پھیرایا جا رہا ہے۔ دوسرے لوگ جو یہ باتیں سن رہے تھے پہلے تو دل میں ان کی تکذیب کرتے رہے۔ جب یہ دونوں اٹھ کر چلے گئے تو پھر کھل کر کہنے لگے کہ کیسے جھوٹے لوگ ہیں جو ہر وقت اسی قسم کی اوٹ پٹا لگ باتیں کرتے رہتے ہیں۔ کچھ دیر بعد جناب رشید بصری اسی جگہ آ گئے۔ ان لوگوں سے میثم اور حبیب کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ ابھی ابھی یہاں سے گئے ہیں۔ حبیب بتے کی باتیں کر رہے تھے جناب رشید نے پوچھا وہ کونسی باتیں تھیں جب انہوں نے دونوں کی باتیں بتائیں۔ تو رشید نے کہا۔ اللہ میثم پر رحم فرمائے ایک بات تو وہ چھوڑ گیا ہے۔ جو شخص حبیب کا سر لائے گا اس کے وظیفہ میں صرف ایک سو روپے کا اضافہ کیا جائے گا۔

علامہ نوری نے دارالسلام میں شیخ جعفر تتری کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں اللہ سے دعا کیا کرتا تھا کہ بارالہا مجھے علم و حکمت کے خزانوں سے مالا مال فرمادے ایک رات عالم خواب میں نے دیکھا کہ میں میدان کربلا میں ہوں۔ فوج یزید اور

اور لشکر حسینؑ ایک دوسرے کے آگے ملتے ہیں۔ میں خیمہ دیکھتا ہوا خیمہ امام حسینؑ میں آیا۔ وہاں دیکھا تو آپ اپنے اصحاب میں تشریف فرما ہیں۔ حبیب آپ کے قریب ہے۔ آپ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور فرمایا۔ حبیب جعفر بن ابی طالب کے ہے۔ اس وقت پانی تو ہمارے پاس نہیں ہے۔ کچھ ستو ہوں گے وہی جعفر کے سامنے پیش کر۔ جناب حبیب اٹھے۔ کچھ دیر بعد ستو گھی میں بنا کر لائے اور میرے سامنے رکھ دیے میں نے وہ ستو کھائے۔ جب بیدار ہوا تو ان کی برکت سے علم و حکمت کی دولت سے مالا مال تھا۔

علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے مکہ سے کربلا آتے ہوئے جناب حبیب کے نام خط لکھا۔ حبیب اور مسلم بن عوسجہ وہ افراد تھے جو جناب مسلم کے کوفہ آنے کے بعد اہل کوفہ سے امام حسینؑ کے لیے بیعت لیتے رہے تھے جب ابن زیاد وارد کوفہ ہوا تو ان دونوں کو اپنے قبائل نے پھینکا دیا تاکہ ابن زیاد کے ظلم و ستم کا نشانہ نہ بنیں۔ ویسے بھی ان کا موقف یہ تھا کہ ہم سیاسیات میں حصہ نہیں لیتے۔ یزید جانے اور فرزند رسولؐ۔ حکومت کے معاملات میں ہمیں غیر جانبدار رہنا چاہیے۔

جناب حبیب اپنے گھر اپنی بیوی کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ بیوی کے ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر گرا۔ اس محترمہ نے کہا۔ اللہ اکبر ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کسی کریم کا معزز خط آ رہا ہے۔

کچھ دیر بعد دق الباب ہوا۔ جناب حبیب دروازہ پر آئے تو دیکھا ایک شخص کھڑا تھا۔ پوچھا کون ہے؟

اس نے جواب دیا۔ فرزند رسولؐ کا قاصد ہوں۔



جناب حبیب نے کہا۔ اللہ اکبر صدقت الحشر شریف زادی نے کتنا سچ کہا ہے۔

خطے کر کھولا اور پڑھا لکھا تھا۔

من المحسنين ابن علي بن ابي طالب الى الرجل الفقيه  
حبیب بن مظاہر ابا بعد۔ اے حبیب  
یا حبیب فانت تعلم  
قربتنا من رسول الله  
وانت اعرف بنا من  
غيرك وانت ذو شیمه  
وغیره فلا تبخل  
علینا بنفسك یحاذیک  
جدی رسول الله یوم  
القیامه۔  
از حسین ابن علی ابن ابیطالب  
بنام۔ سر د فقیہ حبیب ابن  
مظاہر۔ ابا بعد۔ اے حبیب  
آپ نبی اکرم سے ہماری  
قربت سے بخوبی واقف ہیں  
اور دوسرے لوگوں کی نسبت  
آپ ہمارے حقوق سے بھی  
زیادہ واقف ہیں۔ اس معرفت  
کا تقاضا یہ ہے کہ اپنی جان  
کی قربانی کرنے سے دریغ نہ  
کر۔ قیامت کے دن اس نصرت  
کی جزا میرا نانا ہی ملا کرے  
گا۔

خط پڑھ کر اندر آیا۔ بیوی نے پوچھا کون تھا؟

حبیب نے بتایا۔ امام حسینؑ کا نام تھا۔

بیوی نے پوچھا۔ کیا کہتا تھا؟

جناب حبیب نے بتایا۔ امام حسینؑ کا خط لایا تھا۔

بیوی نے پوچھا۔ امام حسینؑ نے کیا لکھا ہے؟

جناب حبیب نے کہا۔ امام حسینؑ اپنی نصرت کے لیے بلاتے ہیں۔

بیوی نے پوچھا۔ پھر تیرا کیا ارادہ ہے؟

جناب حبیب نے بیوی کے امتحان کی غرض سے کہا۔

ارادہ کیا ہے یہ سیاسی معاملات ہیں اور میں ان حالات میں غیر جانبدار رہنا چاہتا ہوں۔

بیوی نے کہا۔ حبیب مجھے معلوم ہے کہ جب سے تیرے رشتہ زوجیت میں آئی ہوں اس دن سے لے کر آج تک میں نے کوئی جھلٹ نہیں کی لیکن آج تجھے صاف بتا رہی ہوں کہ اگر یہی حقیقت ہے جو تو کہہ رہا ہے تو پھر تجھ سے زیادہ ابن الوقت کوئی نہ ہو گا۔ میں تو حیران ہوں کہ تو نے کتنی آسانی سے کہہ دیا ہے کہ یہ سیاسی معاملات ہیں۔ بھلا ایک طرف فرزند رسولؐ اور دوسری طرف ابوسفیانؑ کا پوتا ہو، اور تو کہے کہ یہ سیاسی معاملات ہیں۔ یوں کیوں نہیں کہتا کہ یہ حق و باطل کی جنگ ہے۔ یہ ابوسفیانؑ اور بنی عمری کی جنگ ہے یہ حضرت علیؑ اور معاویہ کی جنگ ہے۔ کیا تو نے مجھے یہ حدیث رسولؐ نہیں سنائی تھی کہ حسنؑ اور حسینؑ جو انان جنت کے سردار ہیں؟

کیا تو نے مجھے یہ ارشاد نبویؐ نہیں سنا یا تھا کہ حسنؑ اور حسینؑ حالت جنگ اور صلح ہر حالت میں امام ہیں۔ ان ارشادات نبویہ کے ہوتے ہوئے تو کیسے کہہ سکتا ہے کہ برید اور حسینؑ کا معاملہ برابر ہے۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ مجھے تیری بیوگی اور بچوں کی یتیمی کی فکر ہے میرے بعد تمہارا پرسان حال کون ہو گا؟



بیوی نے کہا۔ حبیب مجھے سمجھ نہیں آتی کہ آج تو کیسی باتیں کر رہا ہے۔ کیا تو نے نہیں بتایا تھا کہ امام حسینؑ اہل دعیال کے ساتھ تشریف لارہے ہیں۔ اگر فرزند رسول شہید ہو گیا تو ان کے اہل دعیال کا پرسان حال کون ہو گا۔ اگر ذیت رسولؐ کے یتیم بچے چل جائیں گے تو کیا تیرے بچے بھوکوں مر جائیں گے۔

جب جناب حبیب نے اپنی بیوی کی ہمت دیکھی تو مسکرا کر فرمایا۔ اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ میرے دسیوں بچے بھی ہوتے تو میں انہیں چھوڑ کر چلا جاتا میں تو صرف تیری ترکل دیکھ رہا تھا۔

بیوی نے کہا۔ اگر واقعی تو پہنچ کہہ رہا ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ تیرے قدم چوم لوں۔ اگر آج تو نے ذیت رسولؐ کی مدد نہ کی تو پھر احساس ندامت سے ہم کہیں سر بھی نہ اٹھا سکیں گے اور نہ ہی قیامت کے دن نبی اکرمؐ کو منہ دکھانے کے قابل رہ جائیں گے۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ یقین رکھ میں ابھی ابھی جانے والا ہوں۔

بیوی نے کہا۔ میری بھی ایک درخواست ہے اگر آپ قبول کر لیں؟

جناب حبیب نے فرمایا۔ کیا درخواست ہے؟

بیوی نے کہا۔ جب مولا کی خدمت میں جانا تو میری طرف سے امام حسینؑ کے ہاتھوں اور پاؤں کا ایک بوسہ کر کے میرے نیاز عرض کر دینا۔ جناب حبیب نے چپکے سے نکلنے کا پروگرام بنایا۔ غلام کو گھوڑا دیا۔ اور اسے ایک جگہ کے متعلق بتایا کہ وہاں جا کر میرا انتظار کرنا کسی کو نہ بتانا۔ غلام گھوڑے کے بیرون کوڑھ آیا۔ جناب حبیب تاریکی کے انتظار میں بیٹھے رہے۔ جب جناب حبیب کو آنے میں دیر ہوئی تو غلام نے گھوڑے سے مخاطب ہو کر کہا۔

پریشان نہ ہونا اگر مالک نہ کیا تو تیری پشت پر سوار ہو کر میں اپنے آتما کی نصرت کو جاؤں گا۔ غلام کی یہ باتیں سن کر گھوڑے کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اتنے میں جناب حبیب آگئے انہوں نے غلام کی باتیں سن لی تھی۔ غلام کو شاباش دی اور کہا۔

اے غریب زہرا آج غلام بھی آپ کی مدد پر کمر بستہ ہیں پھر آزاد ہو کر پیچھے رہ سکتے ہیں۔ پھر غلام سے فرمایا۔ جانتے تھے قرۃ العینؑ آزاد کیا ہے۔ غلام نے قدم بوسی کر کے عرض کیا۔ اگر آپ نے مجھے آزاد کیا ہے تو میں اس وقت تک آپ کی رکاب نہیں چھوڑوں گا جب تک اپنی جان اپنے آقا کے قدموں میں قربان نہ کر دوں۔ جناب حبیب نے غلام کو ساتھ لیا اور امام حسینؑ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر امام حسینؑ نے ایک مقلم پر اپنی مختصر سی فوج کے لیے بارہ علم تیار کیے اور بارہ حصوں میں تقسیم کر کے ہر حصہ کا ایک علمبردار مقرر فرمایا۔ ایک علم بچ گیا۔ جناب عباسؑ نے عرض کیا آقا ایک علم بچ گیا ہے؟

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اس کا علمبردار آنے والا ہے۔

جناب عباسؑ نے عرض کیا دھوپ چڑھ رہی ہے۔ موسم گرم ہے۔ اور ہمارے ساتھ کسں بچے ہیں اگر ابھی روانہ ہو جاتے تو بہتر ہوتا۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ مجھے ایک ساتھی کا انتظار ہے۔ جو یہ علم اٹھائے گا۔ انہی باتوں میں کوفہ کی طرف سے گرداٹھی۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ بس اب انتظار ختم ہو گیا جب گرد چھٹی تو جناب حبیب آتے دکھائی دیے۔

جناب حبیب کافی فاصلہ سے پیدل ہوئے۔ قریب آئے امام حسینؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ پھر قدموں پر جھک کر پاؤں چومے پھر بیوی کی طرف سے پاؤں چوم کر۔



سلام عرض کیا۔

امام حسینؑ نے دعائے خیر دی

تائید نہر اے پور چھایہ کون آیا ہے؟

نبی کو بتایا گیا کہ حبیب ابن مظاہر ہے۔

نبی نے فرمایا۔ حبیب کو میری طرف سے بھی خوش آمدید کہہ دو۔

جب جناب حبیب نے یہ سنا تو رخ پلٹا کر کہا۔ میرے امیڈ کیا آج اولاد

نہر اتنی غریب ہے کہ آج مجھ سے کوئی بھی نہر خوش آمدید کہتی ہیں۔

اس کے بعد جناب حبیب امام حسینؑ کے ہم رکاب رہے۔ درود کربلا کے بعد

ایک دن جناب حبیب نے امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہاں قریب بنی اسد

کی ایک شاخ ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں جا کر ان سے بات کر دوں ممکن ہے

ان میں کچھ خوش نصیب ایسے ہوں جن کی قسمت میں آپ کی نصرت لکھی ہوئی ہو آپ

نے اجازت دی۔ جناب حبیب چھپ چھپ کر اس قبیلہ میں پہنچے اس قبیلہ کے نوجوانوں

نے جب جناب حبیب کو دیکھا تو آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ جب جناب حبیب نے

انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا تو نوے نوجوان غریب نہر کی نصرت پر کمر بستہ

ہو گئے۔

مگر انہی میں سے ایک بد نصیب عمر سعد کے پاس آیا اور اس نے عمر سعد کو

تمام حالات سے مطلع کر دیا۔ عمر سعد نے ارنق اسدی کو چار سو سوار دے کر

بنی اسد کے ان نوجوانوں کو آنے سے روکے۔

یہ لوگ جناب حبیب کے ساتھ رات کی تاریکی میں آ رہے تھے کہ سانس سے

ارنق نے لاکار کافی دیر تک باہمی تیر اندازی ہوتی رہی جب ان لوگوں نے دیکھا

کہ تعداد میں ہم قلیل ہیں اور فوج یزید زیادہ ہے ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے تو یہ

واپس پلٹ گئے اور جناب حبیب تنہا امام حسینؑ کی خدمت میں واپس آ گئے اور

آکر آپ کو تمام حالات سے مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا۔ حبیب۔ لا حول ولا قوۃ

الا باللہ العلیٰ العظیم۔

جناب حبیب اس وقت شہید ہوئے جب امام حسینؑ نے نماز ظہر کے لیے جنگ

بند کرنے کی اجازت مانگی اور حصین ابن نمیر نے کہا۔ اے حسینؑ اگر نماز تجھے فائدہ دیتی

ہے تو پڑھ لے۔

جناب حبیب نے فرمایا۔ اے شرابی کیا تجھے نماز فائدہ دیتی ہے۔ اور

فرزند رسولؐ کو فائدہ نہیں دیتی۔ حصین نے غصہ میں آکر ان نئے نمازیوں پر حملہ کر

دیا۔ حبیب سامنے آیا اور حصین کے گھوڑے پر تلوار سے وار کیا گھوڑا سیخ پا ہو گیا

حصین گھوڑے سے گر گیا۔ حبیب نے حملہ کیا لیکن حصین کے ساتھیوں نے حبیب کے

حملہ سے بچالیا۔

حبیب حصین پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا اور ان تمام پر حملہ کر دیا اور

امام حسینؑ کو سلام کر کے عرض کیا۔

آقا۔ اب میں تو نماز بنت میں جا کر ادا کروں گا۔ اور آپ کی طرف سے

آپ کے بعد امجد والد محترم اور آپ کے بھائی حسنؑ کو سلام بھی عرض کروں گا۔

اس کے بعد مصروف جنگ ہو گیا باسٹھ سواروں کو داصل جہنم کیا۔ بدیل ابن

حریم تمیمی نے جناب حبیب کے سر پر تلوار سے وار کیا جس سے آپ زمین بوس ہو

گئے۔ ابھی اٹھ ہی رہے تھے کہ ایک اور ظالم نے پہلو میں نیزہ کا وار کیا۔ ابھی نیزہ

کے وار سے نہ سنبھلے تھے کہ حصین ابن نمیر نے سر پر تلوار کا وار کیا۔ بدیل نے گھوڑے



نے چھلانگ لگائی اور جناب حبیب کا سر کاٹ لیا۔

حصین نے بدیل سے کہا کہ۔ حبیب کو تنہا تو نے قتل نہیں کیا میں بھی شریک قتل تھا۔

بدیل نے کہا تو غلط کہہ رہا ہے میں نے تنہا حبیب کو قتل کیا ہے۔

حصین نے کہا ایسا کر مجھے اس انعام سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو تجھے قتل حبیب کے سلسلہ میں ملے گا۔

میری صرف یہ خواہش ہے کہ اہل کوفہ کو یہ پتہ چل جائے کہ حبیب کے قتل میں میں بھی شریک ہوں۔ اس لیے ایسا کر یہ سر چند گھنٹوں کے لیے مجھے دے دے میں اسے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر پورے لشکر میں چکر لگاؤں پھر سر تجھے دے دوں گا۔ ابن زیاد کے پاس تو لے جانا۔

کافی نزاع کے بعد بدیل نے جناب حبیب کا سر حصین کے حوالہ کیا۔ حصین نے اس شہید راہ خدا کے سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا اور پورے لشکر میں گھوڑا دوڑا کر دکھایا۔ حبیب کا سر پھر سے بدیل کے حوالے کر دیا۔

بدیل عمر سعد کی اجازت سے سر لے کر ابن زیاد کی طرف روانہ ہوا۔ جب دارالامارہ کے دروازہ پر آیا جناب حبیب کے مکن فرزند قاسم نے اس کے گھوڑے کی گردن میں اپنے باپ کا سر دیکھ کر پہچان لیا۔ یہ مکن شہنشاہ اس کے ساتھ ہو گیا۔

یہ جہاں بیٹھتا تھا قاسم وہیں جا کر بیٹھتا تھا۔ جب بدیل نے دیکھا کہ جہاں میں جاتا ہوں یہ بچہ بھی ساتھ آتا ہے۔۔ جہاں میں بیٹھتا ہوں یہ بچہ بھی

وہیں بیٹھتا ہے۔

بدیل نے پوچھا۔

بچہ کیا بات ہے؟

قاسم نے کہا کوئی بات نہیں۔

بدیل نے کہا۔ کوئی بات تو ضرور ہے تو میرا بیچا کیوں نہیں چھوڑتا؟ قاسم نے کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سر میرے بابا کا ہے میری درخواست ہے اگر یہ سر تو مجھے دے دے تو میں اسے دفن کر دوں۔

بدیل نے کہا۔ ابن زیاد اس کے دفن پر راضی نہیں ہوگا علاوہ ایں میں چاہتا ہوں کہ ابن زیاد سے اس کا انعام حاصل کروں۔

قاسم نے کہا بے شک ابن زیاد سے جو کچھ ملتا ہے وصول کرے اللہ کی طرف سے تو تجھے لعنت اور عذاب کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ یہ کہہ کر قاسم چلا گیا۔

جب قاسم جوان ہو گیا تو اس کی صرف ایک ہی نگر تھی کہ موقع ملے تو باپ کے قاتل کو واصل جہنم کروں۔ ہر وقت اسی فکر میں پریشان رہتا تھا۔ جب مصعب ابن زبیر نے مختار کے خلاف کوفہ پر حملہ کیا تو قاسم نے دیکھا کہ بدیل میرے باپ کا قاتل مصعب کے لشکر میں ہے۔ قاسم بھی لشکر مصعب میں شامل ہو گیا۔

آخر قدرت نے ایک دن قاسم کو موقع فراہم کر دیا۔ یہ ظالم اپنے خیمہ میں دوپہر کے وقت آرام سے سو رہا تھا قاسم نے موقع پا کر تلوار کا وار کیا اور اسے واصل جہنم کر دیا۔



پھر قائم کو بھی شہید کر دیا گیا۔

مصیب کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

اور فرمایا۔ اے اللہ میں اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو تیری پناہ

میں سونپتا ہوں۔

پانچویں مجلس:

## جناب مسلم ابن عویصہ کی شہادت

مسلم ابن عویصہ ابن سعد ابن ثعلبہ اسدی کو قرہ کے معروف شرفا نامور بہادروں  
مابد شب زندہ داروں اور مشہور شہسواروں سے ایک تھا۔ بہت کا پکا۔ عقیدہ میں  
پختہ اور محب آل محمد تھا۔ یہ بھی ان خوش قسمت افراد سے تھا جنہوں نے نبی اکرمؐ  
کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا۔ اور ان لوگوں میں بھی شامل تھا جنہوں نے امام  
حسینؑ کو خطوط لکھے تھے۔ جناب مسلم کی آمد کے بعد امام حسینؑ کے یہ لوگوں سے  
بیعت بھی لیتا تھا۔ اسلام بھی جمع کرتا تھا۔ جب ابن زیاد نے جناب مسلم اور جناب  
بانی کو شہید کر دیا تو مسلم کچھ دن روپوش رہنے کے بعد اپنے اہل و عیال کے ساتھ  
امام حسینؑ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔

جب امام حسینؑ نے شب عاشور رخصت مام دے کر بیعت اٹھائی اور فرمایا  
کہ چلے جاؤ یہ مسلم پہلا شخص ہے جس نے کھڑے ہو کر کہا تھا۔

عن غلیک هكذا وتنصرف کیا ہم آپ کو اس حالت میں  
عنک وقد احاط بک چھوڑ کر چلے جائیں۔ اور یہ



هَذَا الْعَدُوُّ لَا وَاللَّهِ لَا يَرَانِي  
 اللَّهُ أَبَدًا وَأَنَا فَعَلْتُ  
 ذَلِكَ حَقِّي أَكْسَرُ فِي  
 صَدْرِهِمْ مَحْيٍ وَاحِنًا  
 رَبِّهِمْ بِسَيْفِي مَا ثَبِتَ  
 قَائِمُهُ بِيَدِي وَلَوْلَمْ  
 يَكُنْ لِي سِلَاحٌ أَقَاتَلَهُمْ  
 بِهِ لَقَدْ فَتَهُمْ بِالْحِجَابَةِ  
 وَلَمْ أَفَارِقْكَ وَأَمُوتَ  
 مَعَكَ .

دشمنان خدا آپ کو یہ نہی  
 گھیرے رہیں۔ بخدا ایسا ہرگز  
 نہ ہوگا۔ اللہ ہمیں کبھی نگاہِ رحمت  
 سے نہ دیکھے مجھ سے تو یہ کبھی  
 نہ ہوگا۔ میں تو آپ کے سامنے  
 اس وقت تک نیزہ زنی کروں  
 گا جب تک نیزہ ٹوٹ نہ جائے  
 گا۔ اس وقت تک ان کے  
 ساتھ تلوار سے لڑوں گا جب  
 تک اس کا دستہ میرے ہاتھ  
 میں رہے گا اگر میرے پاس  
 لڑنے کے لیے کوئی ہتھیار نہ  
 رہا تو پھر میں ان پر پتھر برسائوں  
 گا۔ مرتے دم تک آپ کا ساتھ  
 نہ چھوڑوں گا۔

مسلم نے جو کہا تھا وہی کر دکھایا۔ عمرو بن حجاج نے امام حسینؑ کو سنانے کی  
 خاطر اپنے سپاہیوں سے کہا۔

اے کو نہ والو! کبھی نیزہ یا بیسے امام حق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ اور اس  
 کی خاطر اس کے حکم کی تعمیل میں جان کی بازی لگا دو یہ نہ دیکھو کہ ہمارے مقابل کون  
 ہے بس یہ دیکھو کہ ہم امام حقؑ کی اطاعت کر رہے ہیں

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اے عمرو! اللہ سے ڈر۔ اگر یہ ذیہ امام حقؑ ہے تو پھر  
 امام باطل کون ہوگا۔ جو یہودیوں کا پروردہ اور لہو و لعل کا دلدادہ ہے میرے  
 لیے لوگوں کو لڑائی پر آمادہ کر لیکن اسلام اور اخلاق کا دامن تو نہ چھوڑ۔ جو شخص  
 آج تک دین کے نام سے واقف نہیں تو اسے امام حقؑ کہہ رہا ہے۔

عمرو کو غصہ آگیا اس نے اپنی فوج کو امام حسینؑ کے مہینے پر حملہ کا حکم دیا۔ زبیر  
 ابن عقیل اور مسلم بن عیسیٰ مہینہ ہی میں تھے ایک گھنٹہ گھمان کی جنگ کے بعد جب  
 عمرو بن حجاج اپنے سپاہیوں کی بے شمار لاشیں چھوڑ کر واپس ہٹا اور غبارِ جنگ  
 بیٹھ گیا تو امام حسینؑ نے جناب مسلمؑ کو زمین پر اڑیاں رگڑتے دیکھا۔ آپ صیبؑ کو  
 لے کر مسلم کے پاس آئے۔ آپ نے جناب مسلمؑ کو دعائے خیر دی اور فرمایا مسلمؑ ہم  
 بھی تیرے پیچھے آ رہے ہیں۔ پھر جناب صیبؑ جناب مسلمؑ کے قریب ہوئے اور فرمایا  
 مسلمؑ اگر مجھ پر یقین نہ ہو تا کہ اپنے وقت پر میں بھی آپ کے پیچھے آنے والا ہوں۔ تو  
 ضرور تجھ سے وصیت کرنے کو کہتا۔

جناب مسلمؑ نے کہا۔ صیبؑ اگر سنا اور عمل کرنا چاہتے ہو تو جو وصیت میں  
 اس وقت کرتا جب مجھے یقین ہوتا ہے کہ آپ زندہ بچ جائیں گے وہی وصیت یہ  
 اب بھی کروں گا۔

جناب صیبؑ نے کہا۔ مسلمؑ تیرے چہرہ کا رنگ بتا رہا ہے کہ وقت بہت کم ہے  
 اگر ایسی کوئی وصیت ہے تو بلدی سے کرے میں وعدہ کرتا ہوں۔ تجھے بائوس نہیں  
 کروں گا۔

جناب مسلمؑ نے امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

صیبؑ۔ حبیبؑ اوصیک با بن بنت رسول اللہؐ فقاتلہ و نہ حقؑ

صیبؑ۔ حبیبؑ اوصیک با بن بنت رسول اللہؐ فقاتلہ و نہ حقؑ



جگہ پارہ زہرا کی وصیت کرتا ہوں زندگی کی آخری سانس تک اس کے یہاں کے قدموں میں لڑتے رہنا۔

جناب مسلم کو تشہید کرنے والے دو بد نصیب تھے ایک عبداللہ جانی اور دوسرا عبدالرحمن ابن ابی خشکامہ۔

مؤلف!

مجھے اس مقام پر سعد بن ربيع کی وصیت یاد آتی ہے جو اس نے جنگ امدین کی تھی۔ جنگ امد جب اپنے انجام کو پہنچی تو نبی کو نبیؐ نے فرمایا: کوئی ہے جسے سعد کا علم ہو؟

ایک شخص نے کہا: قبلہ میں جا کر معلوم کرتا ہوں۔

انھوں نے فرمایا: ذرا نکلاں جگہ جا کر دیکھ میں نے سعد کو بارہ سنگدل نیزہ برداروں سے نبردازاد کیا تھا۔

اس شخص کا بیان ہے کہ جب میں اس مقام پر آیا تو سعد مجھے مقتولین میں مل گیا۔ ابھی تک رتق جان باقی تھی۔

میں نے آواز دی: سعد۔

اس نے جواب نہ دیا۔

میں نے دوسری مرتبہ کہا: سعد سرور انبیاء! تیرے متعلق پوچھ رہے ہیں جب میں نے انھوں کا نام لیا تو سعدیوں نے تیرا پیسہ بچہ بے چین ہوتا ہے۔

سعد نے پوچھا: کیا سرور انبیاء زندہ ہیں؟

میں نے بتایا ہاں وہ زندہ ہیں اور انہی نے مجھے اس جگہ کی نشاندہی کر کے بتایا ہے کہ سعد بارہ نیزہ نفلوں سے برس پر پکار تھا۔

سعد نے کہا: اللہ کی حمد ہے کہ انھوں نے زندہ ہیں اور ان کی صداقت بھی زندہ ہے واقعی بارہ نیزے میرے گرد تھے اور بارہ کے بارہ نیزے میرے پیٹ میں اترے ہیں۔ پھر کہا:

میری قوم کو جا کر میرا پیغام دے دینا کہ سعد سلام کے بعد کہہ رہا تھا اگر سردارانِ نبیاء کو ایک کانٹا بھی چبھ گیا تو تمہارے پاس بارگاہِ خالق میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔

اس کے بعد سعد نے ایک سرور آہ بھری اور جانِ جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

اندازہ کیجئے۔

سعد بن ربيع کی انھوں نے یہ وصیت اور مسلم بن عوف کی فرزند سولہ کے یہ وصیت میں کتنی شہادت ہے۔

جناب مسلم کی شہادت کے بعد عمر سعد کی فوج نے ایک دوسرے کو مبارک بادیاں دیں اور بنفلیں بجا بجا کر کہنے لگے: ہم نے ابن عوف کو قتل کر دیا ہے۔

یہ سن کر شبث ابن ربعی نے اپنے سپاہیوں سے کہا: تمہاری مائیں تمہارا ماتم کریں۔ اپنے آدمی اپنے ہاتھ سے قتل کرتے ہو اور پھر خوش ہوتے ہو اپنی جان چند لمحوں کے عوض فروخت کر کے تالیاں بجاتے ہو۔ کاش تمہارے اندہ تھی بھر خیر ہوتا کیا تم ابن عوف کی موت پر تالیاں بجا رہے ہو۔ جس اللہ کا میں مکہ پڑھتا ہوں اس کی قسم! ابن عوف عرب کے نامور شرفا سے تھا ابن عوف اسلام کا بے باک سپاہی تھا۔ لعنت ہو تم پر کہ تم ابن عوف کی موت پر خوشی منا رہے ہو۔



جناب مسلم کی شہادت کے بعد پہلا بین جناب مسلم کی کینز نے۔ واسلماء اور یابن عویمہ سے کیا۔ اور دوسرا بین ثانیہ زہرانے داغہ واسیدہ سے کیا۔

### فرزند مسلم ابن عویمہ کی شہادت:

شیخ عباس قمی نے نفس الممومین میں بحوالہ سے لکھلے کہ جناب مسلم کی شہادت کے بعد ایک توخیز بچہ کمر سے تلوار نکالے خیاام سے برآمد ہوا امام حسین نے فرمایا۔ اس بچہ کو روکو۔ اس کی ماں ابھی تک اس کے باپ کے غم سے نہ سنبھلی ہوگی۔ بچہ نے اگر امام حسین کے قدم چومے اور اجازت مانگی۔ امام حسین نے فرمایا بیٹے تو کس بے باپ کے بعد ماں کا ہمدرد ہے۔ اپنی ماں کو دوبرے غم سے دوچار نہ کر۔

بچے نے عرض کیا آقا میری آنکھوں میں سرمہ میری ماں نے لگایا ہے۔ اور میری کمر سے تلوار میری ماں نے باندھی ہے۔ اور مجھے ہم دیا ہے کہ فرزند زہرا پر قربان ہو جا۔

اتنے میں جناب مسلم ابن عویمہ کی بیوی خیمہ سے باہر آئی اور بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا۔

بیٹے اپنے امام پر جان قربان کرنے کی خاطر اجازت نہیں لی جاتی اگر قیامت کے دن ماں کو سر خود اور راضی دیکھنا چاہتا ہے تو اپنی جان اپنے آقا پر قربان کر دے۔ میرے بچے تو بہت پیاسا ہے اور میں پیاسی ہوں کہ باپ کے ساتھ ساتی کوڑکے ہاتھ سے کوڑھنی لے۔ اس توخیز نے بیس یزیدیوں کو داصل جھم کیا۔

بالآخر یہ بچہ شہید ہوا۔ یزیدیوں نے بچہ کا سر کاٹ کر خیاام امام حسین کی طرف پھینک دیا۔ اس کی ماں آگے بڑھی سر کو اٹھایا سینہ سے لگایا۔ پیاسے بیٹے کے خشک لبوں کا بوسہ لیا۔ اور کہا۔

احسنت یا بنی - تو نے بہت اچھا کیا میرے بیٹے  
یا سرور قلبی یا قرۃ عینی - تو نے ماں کا سر بلند کر دیا میرے  
دل کو ٹھنڈا کر دیا اور آنکھوں کو سرور دے دیا۔

یہ کہہ کر سرفوج یزید کو واپس کر دیا۔ اور کہا۔ یہ لو میں نے جگر گوشہ زہرا کے قدموں کا صدقہ دیا تھا اور دی ہوئی چیز واپس نہیں لی جاتی۔



چھٹی مجلس

## شہادت زہیر ابن قین

زہیر ابن قین ابن قیس انصاری اپنی قوم کا سردار تھا۔ کوفہ میں رہتا تھا۔ کافی جگہوں میں حضرت علیؑ آغاز میں معاویہ پرست تھا۔ بعد میں اللہ نے ہدایت دی اور باہریت ہو گیا۔ سترہ عیدیں حج کو گیا۔ جب امام حسینؑ احرام حج توڑ کر مکہ سے روانہ ہوئے تو زہیر اپنا حج مکمل کرنے کے بعد انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ امام حسینؑ کو پیچھے سے آکر ملا۔ بنی بجید اور بنی فزارہ کے موثق افراد کا کہنا ہے کہ ہم زہیر کے ساتھ تھے۔ امام حسینؑ سے کافی فاصلہ پر اپنے نیچے لگائے تھے۔ ہم حیران تھے کہ نہ تو زہیر امام حسینؑ سے آگے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور نہ ہی امام حسینؑ کے ساتھ شامل ہو رہا تھا۔ نہ اتنا دور رہتا تھا کہ رابطہ کٹ جائے اور نہ اتنا قریب ہوتا تھا کہ رابطہ کی ضرورت نہ رہے۔ ایک دن امام حسینؑ نے اپنے خیام ایسی جگہ نصب کیے کہ ہمارے پاس امام حسینؑ کے بالکل قریب پڑوس میں خیمہ زنی کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔

ہم کھانا کھا رہے تھے کہ ایک نوجوان نے آکر زہیر سے کہا۔ تجھے فرزند رسولؐ نے بلایا ہے۔

اس وقت جس جس کے ہاتھ میں لقمہ تھا غیر شعوری طور پر ہاتھ سے چھت گیا ہم سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اس نوجوان نے پھر سوال کیا کہ میں فرزند رسولؐ کو کیا جواب دوں؟ کسی سے جواب نہ بن پڑا۔

اس جوان نے تیسری مرتبہ کہا۔ ہاں یا نہ کرنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں تو صرف قاصد ہوں۔ جو کہو گے آقا کو پہنچا دوں گا۔

جب زہیر کی بیوی دیلم نے ہماری خاموشی دیکھی تو ناراض ہو کر کہا۔ مقام حیرت اور افسوس ہے زہیر فرزند رسولؐ بلاتا ہے اور جواب تک نہیں دیتا۔ آخر جا کر بات سن لیتے ہیں کیا حرج ہے۔

زہیر نے کہا میں ابھی آ رہا ہوں۔ زہیر گیا اور کچھ دیر بعد شاداں و قریناں آپس میں ملے اور حکم دیا کہ میرا خیمہ یہاں سے اٹھا کر فرزند رسولؐ کے خیمہ کے پاس لے جاؤ۔ جہاں وہ حکم دیں لگا دو۔ بیوی سے کہا کہ میں نصرت غریب زہرا کا ارادہ کر چکا ہوں اگر تو یکے جانا چاہے تو مجھے مجھواؤں۔ اس خوش نصیب نے جواب دیا۔

سبحان اللہ اتحب  
ان تکون مع ابن المرتضى  
ولا احب ان اکون مع  
بنت المصطفى  
سبحان اللہ کیا آپ محنت  
دل مرتضیٰ کے ساتھ بنایا ہے  
میں اور میں بنت مصطفیٰ کے  
ساتھ رہنا پسند نہیں کروں  
گی۔

یہ کہے ہو سکتے ہیں کہ میں زہرا زاریوں کو ان محروموں میں دیکھ کر اپنے گھر



چلی جاؤں۔

پھر زہیر نے اپنے ساتھیوں سے کہا تم میں سے جو شخص میرا ساتھ دینا چاہے اسے اجازت ہے اور جو واپس گھر جانا چاہے اسے بھی اجازت ہے۔ میں اپنی جان امام حسینؑ پر قربان کرنے کا عہد کر چکا ہوں۔

ایک شخص نے پوچھا زہیر ہم کافی عرصے سے آپ کے ساتھ رہتے آ رہے ہیں۔ تو نے اپنا ارادہ اتنا جلدی کبھی تبدیل نہیں کیا۔ آج تجھے کیا ہو گیا ہے۔ مکہ سے چلتے وقت تو کہہ رہا تھا کہ ہم غیر جانبدار رہیں گے اور دور سے اس جنگ کا انجام دیکھیں گے۔ اب تو خود اس جنگ میں کود رہا ہے۔ مکہ سے اس جگہ تک تو نے کبھی یہ بھی گوارا نہیں کیا اپنے خیاں امام حسینؑ کے قریب نصب کیے جائیں پھر جب امام حسینؑ کا نام بلند ہوا تو تو نے پیسے کوئی جواب نہ دیا۔

جناب زہیر نے کہا۔ میری بد قسمتی اور خوش قسمتی میرے ساتھ ساتھ چلتی رہی لیکن بد قسمتی مجھ پر غالب رہی۔ اب جب خوش نصیبی نے ساتھ دیا ہے تو میں اسے گنانا نہیں چاہتا۔ تمہیں کیا معلوم تھا کہ جو شخص مجھے بلانے آیا وہ کون تھا؟ ہم بد نصیب تھے۔ ہم نے نہ تو اسے بیٹھنے کو کہا نہ اسے عرب افلاق کے مطابق کھانے کو کہا۔ اب جب میں وہ وقت یاد کرتا ہوں تو اسے شرم کے میرا سر جھک جھک جاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو مہربان فرمائے۔

مجھے بلانے مشکل بنی فرزند حسینؑ آیا تھا۔ وہ کھڑا ہمارا منہ دیکھتا رہا اور ہم اپنی بد نصیبی کے مرق میں ڈوبے رہے۔ مجھے امام حسینؑ نے ایک واقعہ یاد دلایا ہے جس سے ایک طرف مجھے امام حسینؑ کے حق ہونے کا یقین ہو گیا ہے اور دوسری طرف میرے سونے ہوئے بخت جاگ گئے ہیں۔ حادثات زمانہ جس طرح واقعات کو ذہن

سے مٹا دیتے ہیں اسی طرح بھولی ہوئی باتیں از سر نو یاد بھی کر دیتے ہیں۔ آج جب امام حسینؑ نے وہ واقعہ یاد دلایا تو میں اپنے کو کوس رہا ہوں کہ آج تک میں فرزند رسولؐ سے دور کیوں رہا۔

امام حسینؑ نے مجھے یاد دلایا ہے کہ

جب تم غزوہ بدر میں تھے فتح کے بعد تمہیں بہت سالانہ نعمت میں ملتا تھا۔ اور تم خوشی سے پھولے نہیں سمارہے تھے تو کچھ یاد ہے کہ اس وقت جناب سلمان فارسی نے تمہیں کیا کہا تھا۔

اس وقت مجھے وہ سب کچھ یاد آگیا اس جنگ کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اور میں نے دیکھ لیا کہ جناب سلمان مہدی ہمیں فرما رہے ہیں۔ کیا تم اس دولت کو دیکھ کر خوش ہو رہے ہو۔

ہم کہہ رہے ہیں ہاں دولت پر بھی خوشی ہوئی ہے۔ ہمیں سلمان کہہ رہا ہے۔

جب تم سید شباب اہل جنت کو کہیں تنہا دیکھو تو اس کی نصرت کر کے اس دولت سے زیادہ خوش ہونا نصرت حسینؑ کی دولت کی قیمت اس فانی دولت سے کہیں زیادہ ہوگی۔

اس واقعہ کی یاد کے بعد اب میرے لیے یہ ناممکن ہے کہ میں فرزند رسولؐ کو چھوڑ دوں۔ پھر امام حسینؑ کے پاس آگیا اور دم آخر تک آپ کے پاس رہا۔ ایک مرتبہ جب امام حسینؑ نے رخصت عام کا اعلان کیا تو زہیر نے جواب میں عرض کیا تھا۔

قد سمعنا یا بن رسول اے فرزند رسول! ہم نے



اللہ مقاتلک - اللہ لو  
کانت الدنیا بافیتہ  
وکنافہما محمدین لاثرنا  
النهوض معک علی الاقامۃ  
امام حسینؑ نے اسے دے کر فرمایا۔

پھر جب شب عاشور امام حسینؑ نے دوسری مرتبہ رخصت عام کا اعلان کیا تو  
مسلم ابن عوجہ کے بعد زہیر نے اٹھ کر کہا۔

واللہ یا بن رسول اللہ  
لو ددت انی قتلت  
ثم نشرت ثم الف مرة  
وان الله قد دفع  
القتل عنک وعن  
هؤلاء الفقیۃ من اخوانک  
وولدک واهل بیتک  
سبحہ! اے فرزند رسول میری  
یہ خواہش ہے کہ اگر میری  
قربانی سے آپ کی، آپ کے  
بھائیوں کی، آپ کی اولاد  
کی اور آپ کے اہلبیت کی  
جان بچ جائے۔ تو میں اگر  
ہزار مرتبہ بھی قتل کیا جاؤں  
میری لاش کو جلایا جائے  
اور راکھ کو فضا میں بکیر دیا  
جائے تو بھی میں قبول کر  
لوں گا۔

جناب زہیر نے یوم عاشور کوئی حملہ کیے۔

پہلا حملہ تو اس وقت کیا جب شریین نے امام حسینؑ کے خیمہ میں نذرہ ملا۔

اور کہا کہ۔

جاؤ گا لاؤ تاکہ میں ان خیمہ کو آگ لگا دوں۔

شمر کی یہ آواز سن کر خیمہ میں موجود تمام مستورات اور بچے و امجد کی فریاد  
کرتے ہوئے باہر آئے۔

حمید ابن مسلم کتاب ہے کہ میں نے شمر کو ملامت کی اور کہا۔

تجھے جیانیں آتی۔ کیا تیرا میرے مردوں کے قتل سے تجھ سے راضی  
نہیں ہوگا۔

ان مستورات اور بچوں کو جلانے میں کون ظالم حکمران ہے جو راضی ہو  
جائے کیا دو عذاب لینا چاہتا ہے۔ اتنے میں مثبت ابن ابی آگیا۔ اس نے  
شمر سے کہا۔

خبردار اگر خیمہ کو آگ لگائی۔ اللہ تجھے رسوا کرے کیا تو ہمیں دنیا میں  
جینے کے قابل نہیں چھوڑتا۔ کیا بچوں اور عورتوں کو ڈرانے سے تجھے کچھ مل  
جائے گا۔

اس وقت جناب زہیر نے اپنے دس ساتھیوں کو لے کر شمر پر حملہ کیا اور  
شمر کو خیمہ سے دور دھکیں دیا۔

جب امام حسینؑ نماز سے فارغ ہوئے تو نہ میرے فوجی زہیر پر حملہ کیا۔  
ایک سو بیس یزیدیوں کو داخل جہنم کیا۔ کثیر ابن عبد اللہ اور ہاجر ابن اسد نے  
مل کر جناب زہیر کو شہید کیا۔

جناب زہیر کی شہادت کے بعد امام حسینؑ لاش پر آکر کھڑے ہوئے  
اور فرمایا۔



یا زہیر لعن اللہ اسے زہیر! اللہ تیرے قاتلوں  
 قاتلك لعن الذین پر ویسی لعنت کرے جیسی  
 مسخو اقرده و اس نے ان لوگوں پر لعنت  
 خنازیر۔ کی تھی جو بندہ اور خنزیر  
 کی صورت میں مسخ ہوئے  
 تھے۔

ساتویں مجلس:

## شہادت ہلال ابن نافع جملی

نافع ابن ہلال ابن نافع ابن جملی ابن سعد جملی۔

بعض مورخین نے ہلال ابن نافع لکھا ہے جو اشتباہ ہے۔ چونکہ نافع کا نام  
 اپنے دادا کے نام پر تھا اس لیے ان مورخین نے نافع ابن ہلال ابن نافع میں اصل  
 نام نافع کو محو کر اسے کاٹ دیا اور ہلال ابن نافع بتایا۔

اسی طرح بعض مورخین نے جملی کے بجائے بجلی لکھا ہے یہ بھی اشتباہ ہے  
 جملی بنی مذحج کی ایک شاخ ہیں۔

یہ شخص قوم کا سردار معروف بہادر۔ قاری قرآن۔ کاتب اور عامل حدیث  
 تھا۔ حضرت علیؑ کے صف اول کے صحابہ سے تھا۔ عراق میں ہونے والی ہر جنگ میں  
 حضرت علیؑ کے ساتھ رہا تھا۔ جناب مسلم کی شہادت سے پہلے نافع مکہ سے کتے ہوئے  
 راستہ میں امام حسینؑ سے آ ملا تھا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے امام حسنؑ کی رخصت عام  
 کے جواب میں عرض کیا تھا۔

واللہ ما اشفقنا من بھخانہ تو ہمیں تفنائے الہی کا  
 قضاء اللہ ولا کرھنا ڈر ہے۔ اور نہ ہمیں دراز خالق



لقاء ربنا وانا على نيائنا  
وبصائرنا فوالحي من  
والالك ونعادي من  
عاداك

میں ماضی ناگوار ہے۔ ہم  
اپنی نیت اور بصیرت کے  
مطابق سب کچھ سمجھ کر آپ  
کے ساتھ شامل ہوئے ہیں آپ  
کے موالیوں کے محب اور  
آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں

یہ بلال ان افراد میں سے ایک تھا جنہیں امام حسینؑ نے نزیں محرم کی شب میں  
مشکین دے کر پانی لینے کے لیے بھیجا تھا۔ نافع نزیبا اور نوخیز نوجوان تھا۔ شادی  
کے فوراً بعد اپنی بیوی کے ہمراہ امام حسینؑ سے آگیا تھا۔ جب نافع میدان میں جانے  
لگا تو بیوی نے عرض کیا۔

نافع! تجھے معلوم ہے کہ میرا یہاں کوئی نہیں ہے۔ آپ جہاں جا رہے  
ہیں۔ وہاں سے کوئی بھی زندہ واپس نہیں پلٹا۔ آپ مجھے کس کے حوالہ کر  
رہے ہیں؟

جناب نافع نے فرمایا: اللہ تیرا انجام بخیر کرے۔ میں اس اطمینان سے  
جا رہا ہوں کہ تو ذریت آل محمدؐ کی پناہ میں ہے اور ان کی پناہ میں رہنے والا کبھی  
مایوس نہیں ہوا۔ نہ ہی میں اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ اپنے آقا کو  
تیرے متعلق کچھ وصیت کروں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ خود بھی کریم ماں کی کریم  
بیٹیاں ہیں۔ اگر ان کے خیام بچ گئے تو تیرا خیمہ بھی بچ جائے گا اگر ان کے پردے  
بچ گئے تو تیرا پردہ بھی بچ جائے گا۔ البتہ میں تجھے یہ وصیت کروں گا کہ تیرا زہرا  
کے قدم نہ چھوڑنا۔

نافع جب میدان جنگ میں آیا تو مزاحم ابن حریث نے کہا۔ میں دین معاریہ  
پر ہوں۔ نافع نے کہا اور میں دین علی دینی پر ہوں۔ اس کے بعد نافع نے تلوار  
سوت کر مزاحم پر حملہ کر دیا۔ مزاحم نے پچھنے کی کوشش کی لیکن نافع کی تلوار سبقت  
کر چکی تھی۔ اس کے بعد کوئی ایک لڑنے کو نہیں آ رہا تھا۔ نافع نے رکش نکالا  
اور فوج یزید پر تیر برساتے شروع کیے۔ نافع نے اپنے ہر تیر پر اپنا نام لکھا ہوا  
تھا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نافع تلوار لے کر حملہ آور ہوا بے شمار یزیدیوں کو مائل  
جہنم کرنے کے بعد گرفتار ہو گیا شمر اسے لے کر عرسعد کے پاس گیا۔ جب نافع عمر  
کے سعد کے پاس پہنچا تو۔

عرسعد نے کہا۔ نافع یہ تو نے کیا کیا ہے۔ ہمیں تجھ سے یہ توقع نہ تھی۔  
نافع نے کہا۔ اس میں شک نہیں کہ میں نے تمہاری توقع کے خلاف عمل کیا  
ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں نے بنی کونین کی توقع اور حکم کے مطابق عمل کیا ہے  
اور میں اس پر نادم نہیں ہوں۔

ایک اور یزیدی نے نافع کے بہتے ہوئے خون کو دیکھ کر کہا۔ بھلا اپنی حالت  
تو دیکھا ابھی تک تیری عمر موت کے قابل نہ تھی۔

نافع نے کہا۔ میری یہ حالت اس وقت ہوئی ہے جب میں نے تم یزیدیوں  
کے بے غلہ آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہے۔ اور میں اپنے اس انجام سے باخبر  
تھا۔ اپنی طرف سے جو ممکن ہوا کر لیا۔ جہاں تک جوانی کا تعلق ہے تو یہ ویسے بھی  
چار دن رہتی ہے۔ تم میں سے کتنے بوڑھے ہیں جنہیں جوانی یاد ہو۔ میں تو اپنی جوانی  
کو خوش نصیب سمجھ رہا ہوں کہ میری جوانی ذریت رسولؐ کے قدموں میں قربان  
ہوئی ہے۔



شمر نے عمر سعد سے کہا۔ اسے فوراً قتل کر دینا چاہیے۔ اس کی باتیں ہمارے سپاہیوں میں اضطراب کا باعث بنیں گی۔

نافع نے کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار رہی اس وقت تمہیں میرے قریب آنے کی ہمت نہ تھی۔ اب جو چاہو کرو مجھے کوئی افسوس نہیں ہے میری خواہش بھی یہی ہے کہ مجھے جلد از جلد قتل کر دو تاکہ بنی کونین کو میرا زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے۔

عمر سعد نے شمر سے کہا۔ چونکہ اسے تو ہی گرفتار کر لیا ہے اس لیے تجھے اس کا حق ہے۔

شمر نے تلوار کھینچی۔ نافع نے شمر سے کہا۔ اگر تو مسلمان ہوتا تو یقیناً ہمارے خون سے ہاتھ سرخ کر کے موت پسند نہ کرتا۔ اللہ کی حمد ہے کہ اس نے ہمارے خون اپنی بدترین مخلوق کے ہاتھوں ہائے میں اس کے بعد شمر نے جناب نافع کا سر تن سے جدا کر دیا۔

## آٹھویں مجلس

# شہادت وہب ابن عبد اللہ کلبی

وہب ابن عبد اللہ کلبی ۲۵ سالہ نوجوان مذہباً نصرانی تھا۔ اس کی شہادی کو متروہ دن ہوئے تھے اپنی ماں اور بیوی کے ساتھ سسرال سے واپس آ رہا تھا۔ ایک مقام پر یک محرم کو کربلا کے قریب امام حسینؑ کو حرکی گھرائی میں چلتے دیکھتا تو۔

ایک شخص سے سوال کیا۔ یہ کون ہے جس کی مستورات کے ساتھ گھرائی کی جا رہی ہے۔

اس نے بتایا۔ یہ حسینؑ ابن فاطمہ زہراؑ کی بیوی ہے۔

وہب نے کہا۔ کیا یہ وہی فرزند رسولؐ ہے جسے مباہرہ میں بنی کونین اٹھا کر لائے تھے؟

اس نے کہا۔ وہی نوجوان ہے۔ تجھے کیسے معلوم ہے؟

وہب نے کہا۔ ہمارے پادری آج تک جب اس مباہرہ پر شکست کا ذکر کرتے ہیں تو حسینؑ کا نام ضرور دیتے ہیں۔

سپاہی نے کہا۔ ہاں یہ مری ہے۔



وہب نے کہا۔ یہ اس کی گھڑائی کیوں ہو رہی ہے؟

سپاہی نے کہا۔ ہمیں اپنے خلیفہ کا حکم بھی ہے

وہب نے کہا۔ کیا اس نے خلیفہ کا کوئی جرم کیا ہے؟

سپاہی نے کہا۔ یہ اسے خلیفہ ہی نہیں مانتا اور وہی جھگڑا ہے۔

وہب نے پوچھا۔ وہ کون خلیفہ ہے جسے یہ نہیں مانتا؟

سپاہی نے کہا۔ یزید ابن معاویہ ابن سفیان۔

وہب نے کہا۔ کیا یہ وہی یزید ہے جس کی ماں میمونہ ہے؟

سپاہی نے کہا۔ ہاں وہی یزید ہے۔

وہب نے کہا۔ کیا میمونہ کا بیٹا اس لائق ہے کہ ناظرہ نہرا کا بیٹا اس کی

بیعت کرے۔ مجھے تمہارے دین کے احکام تو معلوم نہیں ہیں میں تو اپنے دین کی

بات کر رہا ہوں۔ ہمارے دین میں تو یزید بیسے کو کوئی پادری گرجا کا خاکروب

مقرر کرنے پر بھی راضی نہ ہوگا۔ وہ کون شخص ہے جو یزید کے کردار سے واقف

نہ ہو۔

کیا تم لوگوں نے یزید کو اپنا خلیفہ مان لیا ہے؟

اگر تم لوگ یزید کو خلیفہ مانتے ہو تو پھر میں کہہ سکتا ہوں کہ جس اسلام

کا خلیفہ یزید ہو اس دین سے ہمارا نظرائی مذہب بدرجہا اچھا ہے اس کے بعد

وہب نے یہ تمام حالات اپنی ماں قمر کو بتائے اس کی زوجہ جس کا نام مانیہ تھا یہ

سب سن رہی تھی۔

ماں نے کہا بیٹی میں نے کبھی تجھے نہیں بتایا تین مدت سے مسلسل ایک

خواب دیکھ رہی ہوں اور میں حیران تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ اب کچھ کچھ سمجھ آ رہی

ہے۔ اگر میری بات مان لے تو پل اور فرزندِ ناظرہ سے ملاقات کر لے۔

وہب نے عرض کیا۔ ماں! میں تو چلا جاؤں گا لیکن آپ کو معلوم ہے کہ مسلمان

ہمیں نجس سمجھتے ہیں۔ اگر فرزندِ نہرا نے توجہ نہ کی تو میری دل شکنی ہوگی۔ جسے میں

برداشت نہ کر سکوں گا۔

ماں نے کہا۔ بیٹے ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ تیرا کننا درست ہے کہ مسلمان

ہمیں نجس سمجھتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود تو نے کبھی ال محمد کے متعلق نہ سنا ہے

کہ ان کے پاس کوئی یہودی گیا ہو۔ نصرانی گیا ہو یا مجوسی گیا ہو اور انہوں نے

اس سے اچھا سلوک نہ کیا ہو۔

وہب نے عرض کیا۔ ٹھیک ہے ماں پلٹتے ہیں۔ لیکن آپ خواب کی بات

کر رہی تھیں وہ خواب کیا ہے۔

قرآن بتایا۔ بیٹے تیری رات ہے کبھی خواب میں جنابِ مریم کو دیکھتی ہوں

اور وہ فرماتی ہیں۔ تجھے جنت کی بشارت ہو مجھے بنتِ محمد کے سامنے سرخو کرنا

اور کبھی جنابِ ناظرہ نہرا کو دیکھتی ہوں فرماتی ہیں۔ تجھے جنت کی بشارت ہو میری

بہن مریم کی بات کا خیال رکھنا۔

اس کے بعد کافی دیر تک تیموں بیٹھے خواب پر تہوہ کرتے رہے۔

جب مغرب کے وقت لشکرِ حرا اور امام حسینؑ نے کربلا سے کچھ فاصلہ پر

نہیں گئے تو وہب امام حسینؑ کی خدمت میں آیا۔ امام حسینؑ نے مسکرا کر وہب کو

دیکھا اور فرمایا۔

وہب اپنی ماں سے خواب سن چکا ہے۔ اگر اپنی مقدس مریم کو میری ماں

کے سامنے سرخو کرنا چاہتا ہے تو اسلام قبول کرے اور میرا ساتھ دے۔ وہب



یہ سنکر حیران رہ گیا۔ کچھ بول نہ سکا۔ واپس اپنی ماں کے پاس آیا اور امام حسین کے فرمائے ہوئے جیسے ماں کو سنا دیے۔ جناب قرآن فرمایا بیٹے۔ اسلام دین حق ہے اور فرزند زہرا اسلام کا حقیقی وارث ہے۔ اب مزید وقت کفر پر گزارنا اچھا نہیں ہے۔ ابھی چل اور اسلام قبول کرتے ہیں۔

تینوں نے اگر اسلام قبول کیا اور امام حسین کے ساتھ ہو گئے یوم عاشور جب انصار حسین میدان میں جانے لگے تو ماں نے دہب سے کہا بیٹے اٹھ اور آل محمد کی نصرت کر۔ جناب دہب اٹھا تلوار لی اور میدان جنگ میں گیا۔ کافی یزیدیوں کو فی النار کرنے کے بعد واپس ماں کے پاس آیا۔ اور پوچھا ماں اب راضی ہے؟

جناب قرآن فرمایا۔ بیٹے تجھے زندہ دیکھ کر کیسے راضی ہو سکتی ہوں میں تو جناب مریم کے مانتے اس وقت سرخرو ہوں گی جب جناب مریم بنت رسول کے سامنے سرخرو ہوں گی اور جناب مریم اس وقت سرخرو ہوں گی جب تو ساقی کو شر کے ہاتھ سے پانی پئے گا۔ جب تک تیرا سر غریب زہرا کے قدموں میں نہیں دیکھوں گی کیسے راضی ہو سکتی ہوں۔ اس وقت جناب دہب کی بیوی جناب دہب کے دامن سے لپٹ گئی اور کہا کہ میں نہیں جانے۔

دوں گی۔ جناب دہب نے کہا۔ تجھے کیا ہو گیا ہے۔ اگر تو ضد کرے گی تو میں تجھے طلاق دے دوں گا۔ ہانیز زوجہ دہب بیٹھ گئی جناب دہب کے قدموں پر سر رکھ کر کہا۔ دہب میں تجھے کب جانے سے روکتی ہوں میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ مولا حسین کے روبرو تجھ سے ایک عہدے لوں۔ جناب دہب نے پوچھا کس

بات کا عہد؟ ہانیز نے کہا۔ یہاں نہیں مولا کے سامنے بتاؤں گی جناب قرآن دونوں کو لے کر امام حسین کی خدمت میں آئی۔ ہانیز زوجہ دہب نے امام حسین کے قدم چوم کر عرض کیا۔ آتا میری دوا رزویں ہیں۔ ایک آپ سے متعلق ہے اور ایک کا تعلق دہب سے ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ میری شادی کو آج ستر ہواں دن ہے۔ اور آج میں بیوہ ہو رہی ہوں۔ یہ بھی آپ کو معلوم ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد اب دہب اور اس کی ماں کے سوا میرا کوئی نہیں رہا۔ دہب کے بعد میں بے بہارا ہو جاؤں گی۔ دہب کے جانے سے پہلے آپ مجھے اپنے اہلیت میں بھیج دیں تاکہ مجھے اطمینان ہو جائے کہ میرا کوئی بہارا موجود ہے۔ امام حسین یہ بات سنکر بے ساختہ رو دیے اور فرمایا۔ ٹھیک ہے اگر تجھے میرے اہلیت کا ساتھ منظور ہے تو تو وہاں چلی جا۔ ہانیز نے عرض کیا مولا دوسری آرزویہ ہے کہ آپ دہب سے وعدہ لیں گے شہادت کے بعد جب یہ جنت میں جائے گا تو مجھے نہ بھولے گا۔

دہب میدان جنگ میں آیا اس نے سترہ سوار اور بیس پیدل یزیدیوں کو داصل جہنم کیا۔ یزیدیوں نے ہر طرف سے سنگباری شروع کی بالآخر زخموں کی تاب نہ لا کر زین سے زمین پر آیا۔ زندہ گرفتار کیا گیا۔ جب عمر سعد کے سامنے لایا گیا تو عمر سعد نے حکم قتل دیا۔ دہب نے شکر خالق ادا کیا جب سرتن سے جدا ہوا ان سنگ دلوں نے دہب کا سراٹھا کر درخیمہ پر کھڑی ہوئی دہب کی ماں اور بیوی کی طرف اچھال دیا۔ زوجہ دہب جناب ہانیز نے آگے بڑھ کر سر کو اٹھایا زمین پر بیٹھ گئی۔ سر کو زمین پر رکھا۔ خون صاف کیا۔ چہرہ سے گرد صاف کی۔ کچھ خون کے کر آنکھوں میں بطور سرمہ لگایا اور کہا۔

ہینا۔ لک الجنتہ دہب تجھے جنت مبارک ہو۔



جب شمر نے زوجہ وہب کو اس حالت میں دیکھا تو اس نے اپنے غلام  
رتہ سے کہا جا اس عورت سے سرے کے آ۔ جب رتہ نے سرانگہا نہیہ نے  
سر دینے سے انکار کیا۔ اس ظالم نے ڈنڈے سے اس مخدرہ کے سر پر وار کیا  
جن سے سر چھوٹ کر زمین پر پڑا۔ اور یہ مخدرہ جام شہادت نوش کر کے  
اپنے وارث کے ساتھ جاملی میدان کر بلا میں انصار حسینؑ میں سے یہ پہلی  
شہیدہ مشہور ہے۔

## نویں مجلس

# شہادت عابس ابن ابی شیبہ شاکری

عباس ابن ابی شیبہ ابن شاکر ابن ربیعہ ابن مالک۔ بنی شاکر بنی ہمدان  
سے ایک شاخ ہے۔ عباس مہمان آل محمدؐ میں معروف تر تھا۔ اپنے قبیلہ کا  
سرور۔ نامور شجاع۔ لاجواب خطیب۔ پرہیزگار اور عابد شب زندہ دار تھا  
غالباً اسی کی وجہ سے تمام قبیلہ بنی شاکر مخلص موالیان حضرت علیؑ سے تھا۔ انہی کے  
متعلق جنگ صفین میں حضرت علیؑ نے فرمایا تھا۔

اگر بنو شاکر کی تعداد ایک ہزار تک ہو جاتی تو خلاق عالم کی اس طرح  
عبادت کی جاتی جس طرح اس کی عبادت کا حق ہے۔

جب جناب سلم کو فہم تشریف لائے اور امام حسینؑ کے بیعت  
لینے کی غرض سے جناب مختار کے گھر میں آپ تشریف فرما ہوئے تھے تو  
جمع ہونے والوں کے سامنے امام حسینؑ کا خط پڑھا۔ کچھ لوگ یہ خط سنکر  
رونے لگے

جناب عباس نے کھڑے ہو کر فرمایا۔



ابا بعد -

مجھے یہ علم نہیں کہ لوگوں کے دلوں میں کیا ہے۔ نہ میں آپ کو لوگوں کے متعلق کچھ بتانا چاہتا ہوں اور نہ ہی دوسروں کے سلسلہ میں میں آپ کو کوئی فریب دینا چاہتا ہوں۔ میں تو صرف اپنے متعلق عرض کر سکتا ہوں بخدا جو کچھ میرے دل میں ہے اور جس نظریہ پر میں خود مطمئن ہوں۔ وہ یہ ہے کہ بخدا اگر آپ نے پکارا تو میں بیک کھوں گا میں آپ کے سامنے آپ کے دشمن سے لڑوں گا۔ اور لڑتے لڑتے دربار خالق تک پہنچنے کی خاطر اپنی تلوار توڑ ڈالوں گا۔ اس سے میرا مقصد نہ دنیا ہوگی اور نہ جلب شہرت بلکہ صرف اور صرف تمہاری خوشی اور اللہ کی رضا میرا نصب العین ہوگی۔

یہ سنکر جناب حبیب نے فرمایا۔ اللہ کی رحمت کا سایہ ہوا آپ نے اپنا حق ادا کر دیا ہے۔ میرا بھگد ہی نظریہ ہے جو آپ کا ہے۔

طبری کے مطابق جب جناب مسلم نے اٹھارہ ہزار افراد سے بیعت لے کر امام حسینؑ کو کوثر تشریف لانے کا خط لکھا تو یہ خط جناب عابس اور آپ کے شاگرد جناب شوزب کو دے کر امام حسینؑ کی خدمت میں بھیجا۔ اس کے بعد شوزب اور جناب عابس اپنے آخری دن تک امام حسینؑ کے ساتھ رہے۔

جب کہ بلا میں یوم عاشور بازار موت گرم ہوا۔ امام حسینؑ کے کافی ساتھی ہام شہادت نوش فرما چکے تو عابس اپنے اس شاگرد شوزب کے ہمراہ امام حسینؑ کی خدمت میں آکر ہاتھ راستہ میں جناب عابس نے جناب شوزب

سے فرمایا۔

دیکھ شوزب! اب تک میں نے اس سلسلہ میں تجھ سے کوئی بات نہیں کی اب بتا تیرا کیا خیال ہے۔ جناب شوزب نے عرض کیا۔

سرکار! بھلا اب پوچھنے کی کوئی بات رہ گئی ہے یا کوئی کہنے والی بات ابھی ہے۔

جناب عابس نے فرمایا میں سمجھا نہیں تو کیا کہنا یا بتانا دشنامت سے بتا۔

جناب شوزب نے عرض کیا۔ مقصد تعلیم آخرت کی اصلاح ہوتی ہے اور آج جنت کو سامنے دیکھ کر کوئی بد نصیب بھی اسے تھوڑے پر راضی نہ ہوگا۔

جناب عابس نے فرمایا۔ دیکھ تو ابھی بالکل نوجوان ہے تیری امیدیں بھی ہوں گی اور خواہشات بھی ہوں گی۔ اگر جانا چاہے تو اس بات میں نہ رہنا کہ اپنے استاد کے ہمراہ ہوں۔ مجھے استاد نے اجازت نہیں دی۔ میری طرف سے کبھی کبھی اجازت ہے اگر جانا چاہے تو نہ صرف میں خود کبھی اجازت دیتا ہوں کہ بلکہ فرزند رسولؐ سے کبھی اجازت بھی لے کے دیتا ہوں اور دعا بھی۔ جناب شوزب نے کہا۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہر نوجوان کی آرزو نہیں ہوتی ہیں۔ اور یہ ایک فطری بات ہے۔ لیکن یقین کیجئے میری خواہشات ہم شکل نبیؐ سے زیادہ نہیں ہوں گی۔ نہ میری جوانی ہم شکل پیغمبرؐ سے زیادہ ہے۔ اور نہ میری صورت شبیر رسولؐ سے زیادہ

سے فرمایا۔

دیکھ شوزب! اب تک میں نے اس سلسلہ میں تجھ سے کوئی بات نہیں کی اب بتا تیرا کیا خیال ہے۔ جناب شوزب نے عرض کیا۔

سرکار! بھلا اب پوچھنے کی کوئی بات رہ گئی ہے یا کوئی کہنے والی بات ابھی ہے۔

جناب عابس نے فرمایا میں سمجھا نہیں تو کیا کہنا یا بتانا دشنامت سے بتا۔

جناب شوزب نے عرض کیا۔ مقصد تعلیم آخرت کی اصلاح ہوتی ہے اور آج جنت کو سامنے دیکھ کر کوئی بد نصیب بھی اسے تھوڑے پر راضی نہ ہوگا۔

جناب عابس نے فرمایا۔ دیکھ تو ابھی بالکل نوجوان ہے تیری امیدیں بھی ہوں گی اور خواہشات بھی ہوں گی۔ اگر جانا چاہے تو اس بات میں نہ رہنا کہ اپنے استاد کے ہمراہ ہوں۔ مجھے استاد نے اجازت نہیں دی۔ میری طرف سے کبھی کبھی اجازت ہے اگر جانا چاہے تو نہ صرف میں خود کبھی اجازت دیتا ہوں کہ بلکہ فرزند رسولؐ سے کبھی اجازت بھی لے کے دیتا ہوں اور دعا بھی۔ جناب شوزب نے کہا۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہر نوجوان کی آرزو نہیں ہوتی ہیں۔ اور یہ ایک فطری بات ہے۔ لیکن یقین کیجئے میری خواہشات ہم شکل نبیؐ سے زیادہ نہیں ہوں گی۔ نہ میری جوانی ہم شکل پیغمبرؐ سے زیادہ ہے۔ اور نہ میری صورت شبیر رسولؐ سے زیادہ



حسین ہے۔

آپ مجھے امام حسینؑ سے رخصت اور دعا کے بجائے قربانی کی اجازت دے کے دیں تو میں آپ کا ہت بڑا احسان سمجھوں گا۔ البتہ ایک شرط ہے کہ مجھے اجازت آپ کے ساتھ ملے، آپ کے ساتھ میدان میں جاؤں گا۔ آپ کے زیر سایہ دشمنان آل محمدؑ سے جنگ کروں۔ اور آپ سے پہلے جنت میں پہنچوں تاکہ جنت میں آپ کا استقبال کر سکوں۔

جناب عابس نے مسکرا کر اپنے اس عزیز شاگرد کو گلے لگایا۔ اور فرمایا پھر ایسا کر۔ اس وقت تک تو نے اپنی ذات کو مٹا کر میری اقتدار اور پیروی میں اپنے کو وابستہ رکھا ہے۔ اس لیے اب اپنی حیثیت کو مجھ سے جدا کر کے اپنی منفرد حیثیت بنائے تاکہ بعد میں تاریخ تیرے متعلق یہ نہ کہے کہ شہید اپنی مرضی سے نہیں عابس کی مرضی سے شہید ہوا تھا۔

شہید نے عرض کیا۔

میرے آقا!۔

میرے لیے یہ سربایہ کافی ہے اور میں اس پر فخر کروں گا کہ تاریخ مجھے آپ کے شاگرد کے بطور رکھے دے کوئی بھی شریف شاگرد اپنی ذات کو استاد سے جدا کرنے پر خوش نہیں ہوتا۔

اتنے میں امام حسینؑ تک پہنچ گئے۔ جناب عابس نے امام حسینؑ پر سلام کیا۔ اور عرض کیا۔

اے فرزند رسول!۔

خدا جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے میری نظریں دوردزدیک

آل محمدؑ کی نسبت کوئی نہ زیادہ معزز رہا ہے اور نہ محترم۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں یہ ظلم وجود آپ کی ذات سے دور کر دیتا لیکن اس وقت جو کچھ میرے بس میں ہے وہ صرف یہ ہے کہ میں اپنی جان آپ کے قدموں میں قربان کر دوں۔ تاکہ جب تک میں زندہ رہ کر آپ کے لیے لڑتا رہوں گا اس وقت تک تو کم از کم آپ کی ذات محفوظ رہے گی۔

السلام ۛ لیک یا بے

رسول اللہ۔ اشد سلام! گواہ رہنا کہ میں آپ

افی علی ہدایک و ہدای

کی اور آپ کے والد گرامی

ابیہک کی ہدایت پر کاربند رہا ہوں۔

اس کے بعد عابس میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ ساتھ ہی جناب شہید

نے امام حسینؑ کی قدم بوسی کی اور عرض کیا۔ تبدمیرے استاد میں اور جس استاد

نے مجھے محبت آل محمدؑ جیسی نعمت سے نوازا ہے میں اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا

مجھے بھی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ میں بھی ان کے قدموں میں اپنی جان قربان

کر سکوں۔

ربیع بن تیمہمدانی نے بتایا ہے کہ جب میں نے عابسؑ کو اُتے دیکھا۔ تو

چو کہ میں عابسؑ کی شجاعت اور حرارت سے واقف تھا اس لیے میں نے حج مکرور

کو بتایا کہ۔

جس شخص کو اپنی جان عزیز ہو وہ عابسؑ کے مقابلہ میں نہ جائے میں اسے

متعدد جگہوں میں دیکھ چکا ہوں آج تک کسی نے اسے زیر نہیں کیا۔ اور جو اس کے



مقابل گیا وہ بچ کر واپس نہیں آیا۔

جناب عابد نے اگر اہل من مبارزہ کا نعرہ لگایا۔ کوئی مقابل نہ ہوا۔ کافی دیر تک جناب عابد دعوت مبارزت دیتے رہے لیکن کوئی مقابلہ نہ آیا۔ بالآخر عمر سعد نے حکم دیا۔ ظالمو تم لاکھوں کی تعداد میں ہو اور ایک شخص نہیں دعوت دے رہا ہے اگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو سنگ باری اور تیر اندازی کرو۔ جب جناب عابد نے دیکھا کہ ہر طرف سے تیر اندازی اور خشت بازی شروع ہو گئی ہے تو خود بھی اتار دیا اور زہر بھی ایک طرف کر دی اور پھر حملہ کر دیا۔ آگے جناب عابد آپ کے پیچھے آپ کا شاگرد جناب غوزب تھا دونوں کشتوں کے پشتے لگتے ہوئے گمبھی وائیں اور گمبھی بائیں لشکر میں گھس جاتے۔

ربیع کہتا ہے میری عابد سے خاصی دوستی تھی جب میں نے عابد کو اس بے جگری سے لڑتے دیکھا تو کہا۔ بندہ خدا کبھی کوئی خود اور زہر کے بغیر بھی لڑا ہے۔ یہ تو نے کیا کیا ہے؟

جناب عابد نے جواب دیا۔

ما اصاب المحب في  
طريق حبيبہ سهل۔  
محب کو اپنے محبوب کی خاطر  
جو کچھ بھی برداشت کرنا پڑے  
آسان ہوتا ہے

غوزب جو کچھ جناب عابد کے عقب میں لڑ رہا تھا۔ اس لیے جناب غوزب پیچھے شہید ہوئے۔ جب جناب عابد زخموں سے نڈھال ہو گئے تو زمین پر بیٹھ گئے ہر طرف سے فوج ٹوٹ پڑی نیزوں اور تلواروں سے جناب عابد کی لاش پارہ پارہ ہو گئی۔ ظالموں نے سر کاٹ لیا۔ جب یہ لوگ سرے کر عمر سعد کے پاس گئے تو ایک

کہتا تھا اسے میں نے قتل کیا ہے اور دوسرا کہتا تھا میں نے قتل کیا ہے۔

عمر سعد نے کہا۔ سر یہیں رکھ دو اور یہ بک بک نہ کر دیا میں اندھا تھا نہیں دیکھ رہا تھا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے۔ جب وہ اہل من مبارزہ کہہ رہا تھا اس وقت تم سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ کسی میں اس کے مقابلہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔ اب جب قتل ہو گیا ہے تو سب کہتے ہو کہ میں نے مارا ہے۔ یہ کسی ایک کا مقتول نہیں ہے تمام فوج کو قتل عابد کے نام پر علیحدہ انعام ملے گا۔ کیونکہ قتل عابد میں ہر سپاہی شریک ہے۔



## شہادت جناب جون

جناب جون کے والد کا نام حوی تھا۔ جون کا والد جناب ابوذر غفاری کا غلام تھا۔ جناب جون کی کنیت ابوالک تھی۔ رنگ میں سیاہ تھا جناب ابوذر کی بے رحمانہ وفات کے بعد جناب جون آل محمد سے منسلک ہو گیا تھا۔ حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کی خدمت میں آیا۔ یوم عاشور جب میدان جنگ گرم ہوا تو۔ جناب جون نے امام حسینؑ سے اجازت مانگی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ دیکھ جون! میں تجھے مشورہ دیتا ہوں کہ جنگ کی اس جلتی ہوئی آگ سے اپنے کو بچائے۔ جب سے تو نے ہمارا ساتھ دیا ہے کبھی چین کا منہ نہیں دیکھ سکا۔ ہمیشہ روحانی اور ذہنی طور پر پریشان اور مبتلائے مصائب رہا ہے۔ اب بہتر ہوگا کہ یہاں سے چلا جا اور بقیہ زندگی سکھ سے گزارے۔

جناب جون آپ کے قدموں پر گرا اور عرض کی۔ قبلہ کیا ایسا بد نصیب بھی کوئی

ہوگا جو خوشحالی میں اپنے آقا کے پاؤں چاٹے اور مصیبت کے وقت چھوڑ کر چلا جائے۔

میرے آقا! کہیں آپ اس لیے تو مجھے جانے کا مشورہ نہیں دے رہے کہ میرا رنگ کالا ہے۔ میرا پسینہ بدبودار ہے اور میرا نسب غلامانہ ہے۔ آپ مجھے شہادت کی عزت بخشیں تاکہ میرے رنگ کی سیاہی آپ کے نور سے سفید ہو جائے۔ میرے پسینہ کی بدبو آپ کے خون سے مل کر معطر ہو جائے اور میرا نسب آپ کے شرف سے شرف ہو جائے۔

جناب جون کے ان فقرات نے امام حسینؑ کو اس قدر متاثر کیا کہ بے ساختہ آنسو بہہ پڑے اور فرمایا۔ جون یہ تو نے کیا کہہ دیا ہے۔ اب تو میں خود تجھے اس طرح بھیجتا ہوں جس طرح اپنے قریبی یا شہم بھائی اور ہم شکل بنی بیٹے کو روانہ کیا تھا۔ اور پھر تیرا لاشہ انہی ہاتھوں سے اٹھا کر لاؤں گا جن ہاتھوں سے لاشہ تاملو اصفیٰ کے آؤں گا۔

جناب جون میدان جنگ میں آیا۔ رجز پڑھے۔ فوج یزید پر حملہ کیا۔ پچیس یزیدی دامنِ جنم کیے۔ ابو مخنف نے بتایا ہے کہ ستر یزیدیوں کو جہنم رسید کیا۔ اپانک ایک ظالم نے پیشانی پر نیزے کا مار کیا۔ دوسرے نے گھوڑے کے قدم پر مار کیا۔ گھوڑے کو ڈنگانے سے جاب جون زمین پر آئے ہر طرف سے فوج یزید نے گھیر لیا۔ اور لاشہ جناب جون کھٹے کھٹے کر دیا۔

امام حسینؑ لاشہ جناب جون پر آئے اور ایک طرف کھڑے ہو کر عرض کیا۔

اللہم بیض وجهہ وطیب

ریحہ واحشرہ مع الابرار

اے اللہ! روئے جون کو

سفید فرادے۔ اس کے ہم



و عرف بیتہ و کو خوشبودار نامے اسے  
محمد و آل محمد۔ ابرار کے ساتھ محض رفرمانا۔

اسے اور آل محمد کو ایک  
بگڑ رکھنا۔

امام باقرؑ سے مروی ہے کہ کچھ شہداء کے لاشے دس دن بعد دفن کیے  
گئے۔ دسویں دن بھی جناب جن کے لاشے سے مشک کی خوشبو محکم رہی تھی۔

جناب اسلم ابن عمروؓ:-

ابصار اعیان کے مطابق اسلم ابن عمروؓ امام حسینؑ کا غلام تھا۔ کاتب بھی  
تھا اور تاری قرآن بھی تھا۔ جناب جن کی شہادت کے بعد اس نے امام حسینؑ  
سے اجازت مانگی۔

آپ نے فرمایا۔ اسلم میں تجھے امام سجادؑ کو بہہ کرتا ہوں۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ  
مکن ہے اسلم شہادت سے بچ جائے۔

اسلم امام سجادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت عالم غش میں تھے۔  
آپ کے خیمہ میں آکر آپ کے قدموں کی طرف بیٹھ گیا اور دونوں آنکھوں سے  
پاؤں کو بوسے دینے لگا۔ کافی دیر بعد جناب سجادؑ کو غش سے افاقہ ہوا۔ دیکھا تو اسلم  
اپنی آنکھیں آپ کے پاؤں پر رکھے معترف گریہ ہے۔

جناب سجادؑ نے فرمایا۔ اسلم کیا بات ہے خیریت تو ہے۔ کہیں بھوک  
اور پیاس سے تنہ نہیں گھبرا گیا۔ اگر بہت مجبور ہو گیا ہے تو بتا یہ امتحان ہم اہل محمدؐ کا  
ہے تمہارا نہیں ہے۔ اگر چاہے تو میں تجھے میرا ب کر دوں؟

اسلم نے عرض کیا۔ قبلہ اگر تم شکل نبیؐ بھوکا اور پیاسا مارا کتابے اگر آل  
محمدؐ کے کفن اور معصوم بچے بھوکا اور پیاسا کا پرچہ مل کر سکتے ہیں تو ہم کیوں  
نہیں کر سکتے۔

آپ نے فرمایا۔ پھر کیا بات ہے۔ روتا کیوں ہے؟

اسلم نے عرض کیا۔ قبلہ اپنی قسمت پر روتا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے میں آپ  
کے والد کا غلام تھا۔ اب میں ان سے اجازت جنگ لینے گیا تو انہوں نے مجھے  
آپ کو میرہ کر دیا ہے شاید وہ نہیں چاہتے کہ میں ان کے قدموں میں قربان ہو جاؤں  
جناب سجادؑ نے فرمایا۔ نہیں اسلم ایسی بات نہیں ہے۔ ہم اہلیت کو نخل چھو کر  
بھی نہیں گیا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں خود بیمار ہوں اور میرا ایک ہی بیٹا ہے جو  
میرے بعد نسل امامت کا زین ہے۔ میرے بایا نے مجھے اس لیے مجھے میرہ کر دیا  
ہو گا کہ میرا بھی جنگ کر لائیں حصہ ہو جائے۔ کیا تجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ تو یوم  
حشر میرے حصہ میں آئے؟

اسلم نے عرض کیا۔ قبلہ اس سے زیادہ میری خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے۔ تو  
کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں شریک جنگ ہو جاؤں؟

آپ نے فرمایا۔ ہاں اسلم شریک جنگ ہونے کی اجازت تو دوں گا لیکن ابھی  
نہیں پہنچے ایسا کہ میرے بھائی علیؑ اکبر کو ایک مرتبہ میرے خیمہ میں آئے۔  
اسلم دوڑ کر گیا شہزادہ علیؑ اکبر کو خیمہ میں لے کر آیا۔

جناب سجادؑ نے فرمایا۔ تم شکل نبیؐ بھائی۔ دیکھا اسلم بایا نے مجھے میرہ کر دیا ہے  
میں تیری موجودگی میں اسلم کو آزاد کرتا ہوں۔ میری طرف سے بابا کو سلام عرض کر کے کہ  
دینا کہ اسلم میری قربانی ہے۔ اسے اس طرح میدان جنگ میں روانہ فرمائیں جس طرح



غزویوں کو بھیجا جاتا ہے

اسلم فدا جناب مجاہد کے قدموں پر گر گیا۔ پاؤں کا بوسہ لیا اور عرض کی  
تبد آپ نے مجھے آزاد کر دیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں اسلم تجھے لٹہ آزاد کر دیا  
ہے۔ اسلم نے عرض کیا۔ تبد! آپ نے میری ساری خوشیاں چھین لی ہیں۔ میرے  
بچے آپ کا غلام ہو کر رہنا اور آپ کے نانا کی خدمت میں آپ کے غلام کی حیثیت  
سے جانا آزاد ہو کر جانے کی نسبت زیادہ باعث فخر تھا۔  
اس کے بعد اسلم میدان جنگ میں آیا۔ یزیدیوں کی ایک خاصی تعداد کو  
داصل جہنم کر کے شہید ہوا۔

عمر ابن خالد نے عرض کیا تبد!

جعلت فداک قد همت  
ان الحق باصحابک  
وکرهت ان اتخلف  
واراک وحينئذ من اهلك  
قتیلا۔  
آپ نے فرمایا۔

تقدم رحمک اللہ انا  
لاحقون ملک۔  
عمر میدان میں آیا۔ رجز خوانی کی۔ یزیدیوں کوئی انار کیا اور  
شہید ہو گیا۔

گیارہویں مجلس

## شہادت عمر ابن خالد از دی حیداوی



شہادت خالد ابن عمرو از دی :-

عمر کے بعد اس کا بیٹا خالد آگے بڑھا۔ اجازت لی۔ جگ کی اور  
شہید ہو گیا۔

شہادت حنظلہ ابن اسعد شبالی :-

جب حنظلہ آگے بڑھے اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دی۔ میدان  
میں آیا۔ رجز خوانی کی۔ کچھ دیر جنگ کے بعد امام حسینؑ کی خدمت میں آیا اس  
کے سینہ پر تیروں کے زخم، چہرے اور گلے پر نیزوں اور تلواریں کے زخم تھے  
مرض کی تبدل میں شہید ہونے کی کوشش کرتا ہوں اور موت مجھ سے دور بھاگتی  
ہے کیا وجہ ہے؟

آپ نے فرمایا۔ حنظلہ شہادت تو تیرا مقدر ہے لیکن موت قیامت تک  
تیرے قریب نہیں آئے گی۔

دوسری مرتبہ پھر میدان میں آیا اور یزیدیوں سے یوں مخاطب ہوا۔

اخاف علیکم مثل یوم	مجھے تمہارے لیے یوم احزاب
الاحزاب مثل داب	جیسا ڈر ہے۔ مجھے وہی ڈر
قوم نوح و عاد و ثمود	ہے کہ تمہارا انجام قوم نوح
والذین من بعدہم	قوم عاد قوم ثمود اور ان کے
وما اللہ یرید ظلما	بعد والی قوموں جیسا ہوگا
للعباد یا قوم انی	اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں

اخاف علیکم یوم التناد کرتا۔ اسے لوگو! مجھے قیامت

یوم تولون مدبرین کا ڈر ہے جس دن تم اللہ

مالکم من اللہ من کے دربار سے بھاگنے کی

عاصم یا قوم لا تقتلوا کوشش کرو گے لیکن عذاب

حسینا فیسحتکم اللہ خدا سے تمہیں پہچانے والا

بعذاب وقد خاب کوئی نہ ہوگا۔ اسے لوگو!۔

من افتتری۔

فرزند رسولؐ کے قتل سے باز

آ جاؤ ورنہ اللہ تمہیں بتلائے

عذاب کرے گا۔ جھوٹا ہمیشہ

رسوا ہوتا ہے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ اسے فرزند اسعد!

یہ لوگ تو اس وقت سے مستحق عذاب ہو چکے ہیں جب انہوں نے

تیرے اور تیرے ساتھیوں کے خلاف تلوار علم کی ہے۔ اب ان باتوں سے انہیں

کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

حنظلہ نے عرض کیا۔

قبل آپ نے درست فرمایا ہے۔ کیا اب ہم ان سے نکل کر آخت کی

طرف قدم نہ بڑھائیں۔

آپ نے فرمایا۔ ہاں اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔

حنظلہ نے عرض کیا۔ السلام علیک یا ابا عبد اللہ صلی اللہ علیہ

وعلی اہل بیتک۔ اس کے بعد آگے بڑھا۔ ہر طرف سے تیرا ہی شروع



ہو گئی۔ زخموں سے چدر ہو کر زمین پر آیا اور امام حسینؑ جب تشریف لائے تو یہ خوش نصیب حوض کوثر پر پہنچ چکا تھا۔

**شہادت سعد ابن حنظلہ تمیمی :-**

فرزند رسولؐ کے لشکر میں اسے انتہائی بہم مقام حاصل تھا۔ اجازت جنگ لے کر میدان میں آیا۔ رجز خوانی کی۔ ان بد نصیبوں کو ہدایت کی جب دیکھا کہ ان لوگوں پر کسی قسم کی ہدایت اثر انداز نہیں ہوتی تو پھر بہادروں کی طرح جنگ کی اور شہید ہو گئے۔

**سعود ابن عمرو ابن ابی المطاع :-**

اپنے وقت میں بہت زیادہ معروف نمازیوں سے تھا۔ بہت کم افراد نے اسے رات کو سوتے دیکھا ہو گا۔ فرزند رسولؐ کی نصرت میں ہر شدت کو بخوشی قبول کیا۔ اجازت لے کر میدان جنگ میں آیا۔ شدید زخمی ہو کر خیم حسینؑ سے بہت دور جا کر گھوڑے سے اترا اور وہیں خاموشی سے اپنے وقت کا انتظار کرنے لگا۔ حتیٰ کہ اس انتظار میں وہ وقت آگیا جب سرخ آندھی مچی۔ زمین کر بلا میں زلزلہ آیا۔ اور جبریلؑ نے زمین و آسمان کے مابین۔ الا قتلت الحسین کی تہادی اس وقت اسے اپنے زخم اور پیاس سب کچھ بھول گیا اس کے پاس صرف ایک خنجر رہ گیا تھا۔ خنجر بدست ہو کر اٹھاڑ کھڑا ہوا اور ڈنگا تا جس طرف سے زیدی نظر آیا اس پر بھینٹ پڑا اس حالت میں بھی پندرہ بیس واصل جہنم کیے پھر عام شہادت نوش کیا۔

**عمرو ابن قرظہ انصاری :-**

یہ وہ ماہنا زاور بانپار ہے جس نے اسی وقت تک جب تک موجود رہا نہ کوئی تیرجم فرزند رسولؐ تک آنے دیا اور نہ کوئی تہوار جس طرف سے تیر آتا تھا یہ اپنے ہاتھوں سے جب ہاتھ جواب دے گئے اپنے سینہ پر روک لیتا تھا اسے میدان میں جلنے کی فرصت ہی نہیں ملی امام حسینؑ کی ڈھال بنے رہنے کی بدولت آپ کے قدموں ہی میں زمین پر گرنا اور عجب سے انداز میں پوچھا۔

یا بن رسول اللہ اوفیت :- اسے فرزند رسولؐ! کیا میں نے وفات تو کی ہے؟

آپ نے فرمایا۔

نعمانت اما می فی الجنة تو نے حق وفادہ کر دیا ہے  
فاقرأ رسول اللہ عنی مجھ سے پہلے جنت میں جائے  
السلام واعلمہ انی فی گار رسولؐ کو نہیں کو میرے  
الاثر۔ سلام عرض کر دینا اور بتا  
دینا کہ میں بھی بس آنے ہی  
والا ہوں۔

غالباً ہم شکل نبیؐ نے دم آخر نواسہ رسولؐ کو آنحضرتؐ کی طرف سے جو سلام عرض کیے تھے اسی عمرو ابن قرظہ انصاری کے ہاتھ بھیجے گئے سلام کا جواب تھا۔ عمرو کا بھائی علی ابن قرظہ قریب زید میں تھا۔ اس نے اپنے بھائی کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کے ساتھ بڑے گستاخانہ انداز میں کواکس کی اور کہا۔ تو نے میرے



بھائی کو گمراہ کیا ہے۔ اسے دھوکا دیا ہے۔

آپ نے فرمایا۔ اے علی تیرا بھائی گمراہ نہیں ہدایت یافتہ تھا۔ اور اللہ نے اسے بہترین انعام سے نوازا ہے۔

گمراہ اس پر کوئی اثر نہ ہوا اس نے کہا۔ اگر میں آپ کو قتل نہ کر سکا تو پھر اپنے کو قتل کر ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر اس ظالم نے امام حسینؑ پر حملہ کیا۔ ہلال ابن منافع نے اسے روکا۔ ہلال نے اسے نیزہ مارا پھر اس کے ساتھی آئے اور اسے لے گئے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ بعد میں شفیاب ہو گیا تھا۔

جابر ابن عروہ غفاری :-

یہ وہ خوش قسمت ہے جو صحابی رسولؐ ہے۔ جنگ بدر اور جنگ خنین میں آنحضورؐ کے ساتھ تھا۔ آنحضورؐ کے بعد ایک طرف ہو کر گوشہ نشین ہو گیا غالباً یہ بھی ان افراد سے ہے جنہیں امام حسینؑ نے بلایا تھا۔ ابرو آنکھوں پر گر چکے تھے اس مرد مجاہد نے سن رسیدگی کے اس عالم میں کمر کو کس کر کر بند باندھ کر سیدھا کیا۔ ایک پٹی لے کر دونوں ابرؤں پر باندھ کر انہیں آنکھوں سے ہٹایا پھر امام حسینؑ سے اجازت مانگی۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ شکر اللہ سعدی یا شیخ اے سن رسیدہ اللہ آپ کی کوششوں پر آپ کا شکر یہ ادا کرے گا۔

پھر میدان جنگ میں آیا۔ رجز خوانی کی۔ اسی سے نامہ نریزیوں کو مائل بہم کر کے جام شہادت نوش کیا

عبداللہ غفاری ۔

اور

عبدالرحمن غفاری :-

یہ دونوں ایک ساتھ امام حسینؑ سے اجازت لینے آئے۔ اور اس طرح درخواست مانگی۔

اے فرزند رسولؐ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے بچوں سے ان طاہین کو دور کریں اور اپنی جان قربان کر دیں۔

آپ نے فرمایا۔ اللہ آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب فرمائے لیکن ذرا میرے قریب آؤ۔ جب دونوں آپ کے قریب ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ دونوں کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

امام حسینؑ نے فرمایا۔ کیا شدت پیاس سے گھبرا گئے ہو۔

دونوں نے عرض کیا۔ نہیں فرزند رسولؐ۔ ہم آپ اور آپ کی اولاد سے زیادہ نازک نہیں ہیں۔ ہمیں آپ کی تنہائی اور آپ کے بعد ان مخدعات عصمت کی بے چارگی رلا رہی ہے۔ ہم نے عمر سعد کا پروگرام سن لیا ہے اس کا اسادہ سے کہ آپ کے بعد ان خیام کو لوٹ کر نذر آتش کر دیا جائے گا۔

امام حسینؑ بھی بے اختیار رو دیے اور فرمایا۔ ہماری طرح ان کا بھی اللہ محافظ ہے۔ نعداند عالم شہادت کے علاوہ تمہیں ہماری اس فم گساری پر جزائے خیر دے۔



یہ دونوں آگے بڑھے۔ باری باری امام حسینؑ کی قدم بوسی کی اور عرض کیا۔  
السلام علیک یا بن رسول اللہ آپ نے فرمایا۔ وعلیکم السلام ورحمة  
اللہ وبرکاتہ۔ دونوں وارد میدان ہوئے یزیدیوں کی ایک خاصی تعداد کو واصل جہنم  
کر کے جام شہادت نوش کیا۔

### شہادت بریر ابن خضیر ہمدانی :-

جناب بریر تابعین صحابہ سے تھے۔ سن رسیدہ قاری قرآن اور عابد شب  
زندہ دار تھے۔ کوفہ کے اکثر قاری جناب بریر کے شاگرد تھے۔ نبی ہمدان کے سرداروں  
سے تھے۔ ابواسحاق سلیمی ہمدانی کا ماں تھا۔ جب پورے کوفہ کے سردار گئے جلتے  
تھے تو ان میں جناب بریر کا نام سرفہرست ہوتا تھا۔ ان لوگوں میں سے تھا جنہوں  
نے امام حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔ کہ میں آپ کو لینے کی خاطر گیا تھا  
اس کے بعد تا شہادت آپ کے ساتھ رہا۔ یہی وہ جانا ہے جس نے امام حسینؑ  
کی خدمت میں عرض کیا تھا۔

لقد من اللہ علینا ان  
نقاتل بین یدیک  
وتقطع فیک اعضاؤنا  
ویکون جدک شفیعنا  
یوم القیامة۔  
اللہ نے ہم پر احسان فرمایا  
ہے کہ آپ کے ساتھ سے  
نوازا ہے ہماری خواہش ہے  
کہ آپ کے سامنے آپ کے  
دفاع میں لڑیں ہمارے اعضاء  
ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور  
پھر آپ کے جدا مجد قیامت میں

ہمارے شفیع ہوں۔

یہ بریر ہی تھا جس نے شب عاشور عبدالرحمن ابن عبداللہ انصاری  
صحابی رسول سے امام حسینؑ کے خیمہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر پہرہ دیتے ہوئے  
مزاح کیا تھا۔

عبدالرحمن نے کہا۔ بریر عمر کے اس مقام پر اور پھر حالات کی اس سنگینی  
میں آپ جیسے شخص سے مزاح اچھا نہیں لگ رہا۔

جناب بریر نے فرمایا۔ عبدالرحمن بریری قوم کا ہر بوڑھا اور جوان جانتا  
ہے کہ جب سے میں نے شعور سنبھالا ہے اس وقت سے لے کر آج تک  
کسی نے مزاح کرتے ہوئے تو بچلے خود مجھے مسکراتے بھی نہ دیکھا ہوگا۔ میرا  
دن تعلیم قرآن دیتے ہوئے اور رات نوافل پڑھتے ہوئے گزری ہے۔ لیکن  
آج میں نہ صرف مسکرا رہا ہوں بلکہ آپ سے مزاح کے موڈ میں ہوں جس کی  
وجہ صرف یہ ہے کہ آج مجھے اپنی زندگی بھر کے اعمال کی مقبولیت کا یقین ہو چکا  
ہے۔ آج میں اپنی عرض نصیبی پر نہ صرف مسکرا رہا ہوں بلکہ فخر کر رہا ہوں۔ آپ  
جانتے ہیں اس وقت جنت اور ہمارے درمیان صرف اس رات کی تاریکی حائل  
ہے۔ صبح عاشور نمودار ہوگی۔ یہ بد نصیب قوم ہم پر حملہ آور ہوگی۔ ہم شہید ہوں گے  
ہمارا آخری قدم دنیا میں ہوگا۔ اور پہلا قدم جنت میں ہوگا۔

بھاری علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ کوفہ کے صالحین اور متقین میں بریر کا  
نام حر کے بعد دوسرے نمبر پر لیا جاتا تھا۔ صبح عاشور جب جنگ شروع ہوئی اور  
جناب بریر اپنی باری پر میدان میں آئے تو فوج یزید سے مخاطب ہو کر کہتے  
تھے۔



اقتربوا منی یا قتلة  
امیر المؤمنین  
اقتربوا منی یا  
قتلة اولاد البدرین  
اقتربوا منی یا قتلة  
اولاد رسول رب  
العالمین  
اے علیؑ کے قاتلو! آؤ  
میرے قریب آؤ اے اصحاب  
ہد کی اولاد کے قاتلو! آؤ  
آگے بڑھو میرے قریب  
ہو جاؤ۔ اے اولاد رسول کے  
قاتلو! آؤ خدا میرے قریب  
تو آؤ۔

ابو مخنف کے مطابق زید بن عقیل فوج زید سے جناب بریر کے مقابلہ  
میں آیا۔ اور جناب بریر کو کہتے لگا۔

اے بریر کیا دیکھ رہے ہو اللہ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے  
جناب بریر نے فرمایا۔ اللہ نے میرے ساتھ اتنی عمدہ سلوک کیا ہے لیکن  
تو سوچ تجھے شیطان کہاں کھینچ لایا ہے؟

زید بن عقیل نے کہا۔ آپ غلط سمجھ رہے ہیں میں صبح جگہ کھڑا ہوں آپ  
بھی تو آج سے پہلے ٹھیک تھے۔ کیا تجھے وہ دن یاد ہے جب سک بنی ذوران  
میں ہم دونوں اکٹھے چل رہے تھے اور تو نے مجھے کہا تھا کہ۔ فلاں فلاں اور  
فلاں کا کردار یہ تھا۔ معاویہ ضال و مضل تھا۔ اور علی ابن ابی طالب امام حق و امام  
ہدایت تھے۔

جناب بریر نے فرمایا۔ بالکل مجھے یاد ہے جو کچھ میں نے اس دن کہا تھا  
آج بھی اسی پر قائم ہوں اور اپنے اس عقیدہ حق پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں میں  
اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا عقیدہ آج بھی وہی ہے جو اس دن تھا جس دن کی تر

مجھے یاد دل رہا ہے۔

زید بن عقیل نے کہا۔ میں اللہ کو گواہ کہتا ہوں کہ تو ضالین  
سے ہے۔

جناب بریر نے کہا۔ کیا تو مجھ سے مباہلہ کرتا ہے۔ جھوٹے پر لعنت کریں  
اور اللہ سے دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اسے حق پرست کے ہاتھوں  
ماصل جہنم کر دے؟۔

زید نے اس مباہلہ کو قبول کر لیا۔ دونوں آگے بڑھے ایک دوسرے کے  
ہاتھ میں ہاتھ ڈالا ایک دوسرے پر لعنت کی پھر دعا مانگی۔ علیحدہ ہوئے اور جنگ  
شروع ہو گئی۔ زید نے وار کیا۔ جناب بریر نے وار دیا۔ پھر اپنی طرف سے  
وار کیا جو خود سے گزر کر زید کے دماغ میں پہنچا، راوی کا بیان ہے کہ مجھے آج  
بھی نظر آ رہا ہے کہ بریر زید کے سر میں پھنسی ہوئی تلوار کو نکلانے کی خاطر آگے  
پہنچے کر رہا ہے۔ پھر بریر نے زید کو کچھ لٹا اور اس کے سینہ پر چڑھ گئے۔ زید  
نے اپنے ساتھیوں کو بلایا۔ زید کے ساتھیوں میں سے کعب ابن جابر زیدی آگے  
بڑھا اور جناب بریر کی پشت میں نیزہ سے وار کیا۔ جب جناب بریر نے محسوس کیا  
کہ نیزہ کا وار کیا گیا ہے تو آپ نے زید کی ناک کاٹ ڈالی پھر کعب نے تلوار سے  
جناب بریر کو شہید کر دیا۔ زید جب جناب بریر کے بچنے سے نکلا تو کٹنا ہو چکا تھا  
جب کعب بعد از جنگ واپس آیا اور اس نے حالات جنگ اپنی بہن نوار کو سنائے  
تو اس خوش نصیب نے بھائی سے کہا۔

ظالم اگر تجھے فرزند ہرا کی مخالفت کرتے ہوئے شرم نہیں آئی تھی۔ تو  
کم از کم سید القراء کے خون سے تو ہاتھ سرخ نہ کرتا آج کے بعد آج تک میری



زندگی ہے کبھی مجھ سے بڑے کی کوشش نہ کرنا۔ کاش اگر تو پیدا نہ ہوتا۔  
کل قیامت کے دن اگر بنت رسول سے ملاقات ہوئی تو میں اسے کیا جواب  
دوں گی۔

مؤلف۔

چونکہ ہماری کتاب مختصر ہے اس لیے اختصار کے پیش نظر ہم امام حسینؑ  
کے صحابہ میں سے صرف انہی کے تذکرہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر ہم تمام صحابہ کے  
تمام حالات کا تفصیلی تذکرہ کریں تو ایک مستقل کتاب بن جائے گی۔ شائقین ہمار  
اور ناخ و غیرہ جیسی مفصل تاریخوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

ایسے کم نصیب بھی تاریخ میں بہت ہیں جو یوم عاشور میں حالت جنگ میں  
فرزند رسولؐ کو تنہا چھوڑ کر چلے گئے۔ مورخین کے مطابق فوج یزید کی طرف سے پہلے  
حملہ میں پچاس انصار حسینؑ شہید ہوئے تھے۔ ان میں عمرو حق خزامی کا غلام زاہر  
بھی تھا۔ زاہر کا تذکرہ حضرت حجت نے بالخصوص دو مقامات پر کیا ہے زیارت  
ناجیہ میں اور زیارت رجبہ میں امام زمانہؑ نے زاہر پر بالخصوص سلام کیا ہے۔

عمرو ابن حق خزامی نبی اکرمؐ کے ان صحابہ سے تھا جنہیں آنحضورؐ نے جنت  
کی بشارت دی تھی۔ اور حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کرنے والوں میں۔ بھی یہ صحابی رسولؐ  
دیگر صحابہ کے ساتھ شامل تھا۔ اور محمد ابن حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کے  
گھر میں داخل ہونے والا تھا۔ حضرت علیؑ کے ساتھ تمام جنگوں میں شامل رہا آپ کی  
شہادت کے بعد حضرت علیؑ کی ہدایات کے مطابق موصل کی طرف چلا۔ رات کے  
وقت بیرون موصل ایک غار میں داخل ہوا اور اپنے زاہر غلام سے فرمایا کہ مجھے  
میرے حبیب صادقؑ نے جس مقام شہادت کی اطلاع دی تھی میرے خیال میں یہی

وہ غار ہے۔ اور بقول حبیب صادقؑ قتل میں انسانوں کے ساتھ جن بھی  
شامل ہوں گے میں سمجھتا ہوں کہ مجھے پہلے سانپ ڈسے گا پھر مجھے قتل کیا جائے گا۔  
معاویہ کی فوج میری تلاش میں آ رہی ہوگی تو یہیں کہیں چھپ جا۔ جب وہ  
لوگ مجھے قتل کر کے چلے جائیں تو میرا سر ساتھ لے جائیں گے اور صادقؑ و امی  
نہج کے بقول اسلام میں سب سے پہلا سر میرا ہی ہوگا جسے لوگ نیزہ میں پرو کر  
بلند کیا جائے گا۔ مجھے دفن کر دینا۔

زاہر نے بڑی کج بختی سے لڑنے کی اجازت مانگی۔ لیکن عمروؑ نے اسے اجازت  
نہ دی جب یہ لوگ جناب عمروؑ کو شہید کر کے چلے گئے تو جناب زاہر نے اپنے  
آقا کو دفن کیا۔ پھر آل محمدؑ سے مل گیا سندھ۔ ہمیری میں حج کو آیا اور فرزند رسولؐ کے  
ساتھ شامل ہو گیا۔ اور تا شہادت انہی کے ساتھ رہا۔

تبیب ہے جو تھے وہ شہید نہیں ہوئے اور جو وہاں موجود نہ تھے انہیں ان  
کے بخت کھینچ کر لائے۔ سچ کہا تھا ابن عباسؓ اور جناب محمد حنیفؑ نے جب جناب  
ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا کہ آپ نے امام حسینؑ کی نصرت کیوں نہیں کی۔

تو جناب ابن عباسؓ نے فرمایا۔ تمہیں کیا معلوم ہے؟ ہم جانتے ہیں کہ  
اصحاب و انصار حسینؑ کی نصرت حضرت آدمؑ کی تخلیق سے بھی قبل مرتب ہو چکی تھی  
جناب محمد حنیفؑ نے ان الفاظ میں اپنے انفسر کا اظہار کیا۔

ان اصحابہ مکتوبون عندنا باسمائہم واسماء ابائہم بابی ہم  
وامی فی الیتنی کنت معہم فاز فوزا عظیمما۔

انصار حسینؑ اور ان کے آباء کے نام کی پوری نصرت ہمارے پاس پہلے سے موجود  
تھی۔ میرے والدین ان پر قربان ہوں۔ کاش میرا نام بھی ان میں ہوتا اور اپنی جان



جان قربان کر کے فوز عظیم سے شرف ہوتا۔

ان خوش نصیبوں میں ہنماف ابن ہندراسی بھی تھا۔ جو بصرہ کے بہادر شہسواروں میں شمار ہوتا تھا۔ حضرت علیؑ کے مخلص صحابہ سے تھا۔ ہر جنگ میں آپؐ کا ہم رکاب رہا تھا۔ جنگ جمل میں حضرت علیؑ کی طرف سے ایک حصہ لشکر کا علمبردار تھا۔ جب اسے امام حسینؑ کا درود کر بلا معلوم ہوا تو بصرہ سے آپؐ کی نصرت کی خاطر روانہ ہوا۔ کہ بلا میں عصر عاشور کو پہنچا۔ فوج یزید میں گیا اور ان سے پوچھا کہ فرزند رسولؐ کہاں ہے۔

انہوں نے بتایا کہ تو شاید نیا آیا ہے۔ فرزند رسولؐ اپنے ساتھیوں سمیت شہید ہو چکا ہے۔ اور وہ دیکھا اب ان کے خیم لوٹے جا رہے ہیں۔ یہ سنتے ہی ہنماف آیا۔ اور ان لوٹنے والوں سے جنگ میں مصروف ہو گیا۔ اور اسی جنگ میں ہی شہید ہو گیا۔

بارہویں مجلس

## شہادت بنی ہاشم

محققین آج تک اس بات پر متفق نہیں ہو سکے کہ میدان کہ بلا میں مقتولین کی تعداد کیا تھی۔

(بقول آملے ہمدی ازند رانی جب محقق مورخین آج تک فیصلہ نہیں کر سکے کہ بنی ہاشم شہدائے کہ بلا کی کل تعداد کتنی ہے تو پھر اگر کوئی نام نہاد اور بقم خود علامہ یہ کہہ دے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں بس یہی حرف آخر ہے تحقیق سے مذاق نہیں تو اور کیا ہوگا۔ مترجم)۔

بقول بعض مورخین اولاد حضرت علیؑ سے شہد ادراسات تھے۔ اور بقول بعض سات سے زائد تھے۔

جناب عبداللہ ابن جعفر طیار کی اولاد سے مقتولین کی تعداد میں اختلاف نہ ہونے کے برابر ہے اکثر مورخین نے دو بتائی ہے۔

بقول بعض جناب عقیل ابن ابی طالب کی اولاد سے شہد اپانچ بقول بعض سات اور بقول بعض نو تھے۔



سیمان ابن قتہ نے شعر میں تعدادیوں بیان کی ہے۔

عین بکی بعبرة وعویل واندبی ان ندبت ال الرسول  
اسے آنکھ آہ دبکا سے آنسو بہا۔ اگر رونابے تو پھر آل رسول  
پر رور۔

سبعة منهم لصلب علی قد ابید واسبعة لعقیل  
سات شہدا اولاد علی سے تھے اور سات ہی آل عقیل سے شہید  
کیے گئے۔

لعن الله حیث حل زیاد وابنه والعجوز ذات بعول  
انشا اس جگہ پر بھی لعنت کرے جہاں زیاد اس کا بیٹا اور بے شمار  
شہدوں والی بڑھیا رہتی تھی۔  
بہر صورت جو کچھ ہمیں میرا سکا ہے اس کے مطابق کچھ عرض کرتے ہیں۔

ارشاد عبد اللہ ابن مسلم ابن عقیل :-

مہر ابن ابوطالب کے مطابق بنی ہاشم میں سے سب سے پہلا شہید عبد اللہ  
ابن مسلم ہے۔ یہ شہزادہ اپنے والد محترم جناب سلم کی طرح بہادر اور تلوار  
کا دھنی تھا۔ جناب رقیہ بنت علی کا بٹا فرزند تھا۔ اولاد عقیل میں سے اس شہزادہ  
کو حضرت حجت نے بالخصوص سلام کیا ہے فرماتے ہیں۔

السلام علی القتیل ابن القتیل عبد اللہ بن مسلم ابن  
عقیل لعن الله قاتله۔

شہید ابن شہید عبد اللہ ابن مسلم ابن عقیل پر میرا سلام ہو اور اس کے قاتل

پر اللہ کی لعنت ہو۔

جب اس شہزادہ نے جنگ کی اجازت مانگی تو جناب سید الشہداء  
نے کافی دیر تک اسے اجازت دینے میں تامل فرمایا آپ نہیں چاہتے تھے کہ جناب  
سلم کی شہادت کے بعد جوں مال شہزادہ مال کے لیے باعث غم بن جائے چنانچہ  
ایک مرتبہ آپ نے فرمایا بیٹے ایسا کر اپنی ماں کو ساتھ لے لو اور میدان جنگ سے  
باہر چلے جاؤ۔

لیکن اس غش نصیب نے عرض کیا۔

لست والله ممن یؤثر دنیاہ علی  
یؤثر دنیاہ علی بھلا امین ان افراد سے نہیں  
ہوں جو آخت پر دنیا کو  
آخرتہ۔ ترجیح دیتے ہیں۔

ناچار جناب سید الشہداء نے اجازت دی اس تشناب نے رجز خوانی  
کے بعد حملہ کیا اور اٹھانوے یزیدیروں کو داس جہنم کیا۔

زید ابن قتہ نے تیر مارا۔ جو اس شہزادے کی پیشانی کی طرف آ رہا تھا۔  
شہزادے نے پیشانی کو بچانے کی خاطر ہاتھ کو ڈھال بنایا۔ لیکن تیر اتنی قوت سے  
چھوٹا گیا تھا کہ ہاتھ سے پار ہو کر پیشانی میں پیوست ہو گیا۔ اور اس طرح ہو گیا  
جس طرح ہاتھ کو پیشانی پر بیٹھنے سے جوڑ دیا گیا ہو۔ ابھی تک اس تیر سے شہزادہ  
نہیں بے ہلکا تھا۔ اور ہاتھ کو پیشانی سے جدا کرنے کی کوشش ہی میں مصروف تھا  
کہ اس ظالم نے دوسرا تیر مارا جو گھونٹے نازنین پر آکر گرا۔ شہزادہ زین پر نہ سنبھل  
سکا اور علیک السلام علی عبد اللہ - کہہ کر زمین پر آیا۔

جب جناب سید الشہداء نے شہزادے کی آواز سنی تو جلدی سے تشریف



لے گئے لیکن گھیرا توڑنے میں کافی دیر لگی۔ اتنے میں تیر نکالا جا چکا تھا۔ اب اس شہزادے کی شہادت کا واقعہ ظالم زید ابن دتار قاتل کی زبانی ہے۔

جناب مختار نے جب اسے گرفتار کر لیا۔ اور یہ ماضی ہوا تو جناب مختار نے اس سے پوچھا کہ بتاؤںے کس طرح شہید کیا تھا۔

اس نے جواب دیا۔ میں نے جب دیکھا کہ شہزادہ پر کوئی بھی قابو نہیں پاسکتا جس طرف رخ کرتا تھا۔ کشتوں کے پشتے لگ جاتے تھے۔ میں نے اپنے کو ایک ٹیپے کی ادٹ میں چھپا لیا۔ جب شہزادہ میرے تیر کی زد میں آیا تو میں سینے کا نشانہ لیا۔ اور تیر چھوڑا۔ اتنے میں شہزادہ اپنی جگہ سے چل کر چند قدم میری طرف بڑھا تھا کہ تیر سینے کی بجائے پیشانی پر لگا۔ میں نے دیکھا شہزادے نے تیر سے پیشانی کو بچانے کی خاطر ہاتھ کو ڈھال دیا۔ لیکن چونکہ میں اپنی پوری قوت سے تیر چھوڑا تھا اور زیادہ فاصلہ بھی نہ تھا اس لیے ہاتھ تیر کو روک نہ سکا بلکہ تیر نے ہاتھ میں سوراخ کیا اور پیشانی میں جا لگا۔ ہاتھ پیشانی سے بیہوش ہو گیا۔ میں نے شہزادہ کو دیکھا بہت کوشش کر رہا تھا کہ تیر نکل جائے اتنے میں دوسرا تیر چلا پر چڑھا چکا تھا۔ ابھی تک شہزادہ اپنی کوشش میں مصروف تھا کہ سینہ پر نشانہ لے کر میں نے دوسرا تیر بھی چھوڑ دیا۔ دوسرا تیر ٹھوڑی سے نیچے گئے پر جا لگا۔ شہزادہ زین پر نہ سنبھل سکا زمین پر آیا۔ امام حسین کا نام لے کر سلام کیا۔ اتنے میں میں تیر نکالنے کی خاطر قریب پہنچ چکا تھا۔ شہزادے نے تین مرتبہ داناہ کہا۔ اور آخری مرتبہ داراہ کہا۔ اتنے تک میں پہنچ گیا۔ مجھے محسوس کر کے شہزادہ خاموش ہو گیا۔ میں نے گلے کا تیر نکال لیا۔ میں نے دیکھا کہ گلے کے تیر کے ساتھ شرر لگ کٹ گئی شہزادے کی گردن ایک طرف ڈھل گئی۔ پھر میں نے پیشانی کا تیر بڑی مشکل سے

نکالیں وہ تفصیل نہیں بتا سکتا جیسے میں نے تیر نکالا۔ مختار نے کہا۔

کچھ تو بتا دے۔

اس نے کہا۔ پہلے تو میں نے یونہی تیر کو آگے پیچھے بلا یا لیکن تیر نہ نکلا پھر میں نے ایک ہاتھ سے سر کو پکڑا دوسرے ہاتھ سے تیر کو کھینچا۔ لیکن تیر نہ نکلا۔ پھر میں نے اپنا گھٹنہ شہزادے کے سینہ پر رکھا اور دونوں ہاتھوں سے کبھی دائیں بائیں اور کبھی آگے پیچھے ہلا کر تیر کو نکالنے کی کوشش کی۔ آخر تیر کا پھل ٹوٹ کر سر میں رہ گیا اور جو حصہ میرے ہاتھ میں تھا۔ وہ میرے ہاتھ میں آ گیا۔

تمام اہل بزم بے ساختہ رونے لگے۔ مختار نے اس پر تیر اندازی کرنے کا حکم دیا۔

پھر اسے ہلا دینے کا حکم دیا۔

۲۔ عبد الرحمن ابن عقیل :-

یہ بھی جناب رقبہ ہی کا فرزند تھا۔ متر و زیدی دامل جہنم کے۔ عثمان ابن خالد جہنی کے ہاتھوں شہید ہوا۔

۳۔ جعفر ابن عقیل :-

یہ جناب مسلم کا بھائی تھا۔ اس کی والدہ ام الشہر بنت عامر کلابیہ تھیں۔



کافی زیادہ یزیدیوں کو داصل جہنم کرنے کے بعد ایک ہمدانی اور عثمان ابن خالد جہنی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۴۔ محمد ابن سعید ابن عقیل :-

یہ شہزادہ سات برس کی عمر میں تھا۔ حمید ابن مسلم ازدی سے مروی ہے کہ جب امام حسینؑ زین ذوالجناح سے اتر کر زمین کو بلا پر آگئے تو میں نے ایک کمن شہزادے کو دیکھا جو انتہائی پریشانی کے عالم میں شدت پیاس سے بیتاب خیمہ سے نکلا کبھی دائیں اور کبھی بائیں دیکھ رہا تھا۔ انتہائی ڈرا اور سہما ہوا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا ایک مقام پر دس شہسوار کھڑے تھے۔ بچے کے کانوں میں درجہ تک رہے تھے۔ جب یہ بچہ ان دس سواروں کے قریب سے گزرا تو میں نے دیکھا ایک سنگدل آگے بڑھا زین سے جھکا اور ایک ہی وار سے شہزادے کو خون میں نہلا دیا۔

خیام کی طرف تو ایک مستور کھڑی ہوئی نظر آئی جس کی نگاہیں بچے ہی پر تھیں مجھے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ بچہ جناب عقیل کا پوتا جناب مسلم کا بیٹا اور سعید کا بیٹا تھا۔ تاتل لفظ ابن ایاس تھا اور درخیمہ پر کھڑی مستور بچے کی ماں تھی۔ اختصار کو پیش نظر رکھتے ہوئے جناب عقیل کی اولاد کا تذکرہ ہم اسی جگہ ختم کرتے ہیں۔ شائقین مزید تفصیلات مفصل کتب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

تیرہویں مجلس

## اولاد علیؑ کے شہداء

مورخین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ نبی ہاشم میں سے شہید اول عبداللہ ابن مسلم ہے یا علی ابن حسین اکبر ہے۔ بہر نوع اس اختلاف سے ہٹ کر اس وقت ہم فرزند جناب شبیر ام شکل بنی علی اکبر کی شہادت پیش کر رہے ہیں۔

راس المعقین شیخ مفید کے مطابق امام حسینؑ کے چار فرزند تھے۔

۱۔ علی اکبر یعنی جناب سجاد۔ ماں شہربانو

۲۔ علی ادسط یعنی شہید کربلا۔ ماں ام لیلی بنت عروہ بن مسعود ثقفی

۳۔ جعفر ماں قضا عیسیٰ شہزادہ امام حسینؑ کی زندگی ہی میں مدینہ میں فوت ہو گیا تھا۔

۴۔ علی اصغر یعنی عبداللہ رضیع۔ ماں رباب بنت امرأ القیس۔

چونکہ کربلا میں شہید ہونے والے فرزندان امام حسینؑ دونوں علی تھے۔ اور علی ادسط اپنے کمن بھائی سے بڑا تھا۔ اس لیے کربلا میں شہادت کی نسبت سے آپ کو علی اکبر کہا جاتا ہے اور آپ کا تعارف علی اکبر ہی کے نام سے ہوتا ہے۔



اس شہزادہ کی عمر ٹھارہ یا انیس برس تھی۔ آپ کی کنیت ابو الحسن تھی۔

آپ کا دادا۔ حضرت علی ابن ابی طالب

دادی۔ فاطمہ بنت اسد

نانا۔ عروہ بن مسعود ثقفی

نانی۔ میمونہ بنت ابوسفیان۔ معاویہ کی بہن

عرب کے معروف ترین خاندان ہیں۔ حضرت علیؑ۔ فاطمہ بنت اسد اور میمونہ

بنت ابوسفیان سے تو آپ کسی قدر آشنا ہوں گے۔

عروہ ابن مسعود کا انتہائی مختصر تعارف کرائے دیتے ہیں۔ یوں تو جناب عروہ

بنی ثقفی کے سردار تھے۔ لیکن فی الواقع پورے عرب پر چھائے ہوئے تھے

اور زنا جہالت میں ان دو افراد میں سے ایک تھے جن کی عظمت کا لوہا پورا عالم

عرب مانتا تھا۔ وہی افراد تھے جنہیں کسی کو زمانے والے عرب بھی عظیم مانتے

تھے اور سردار کوئین پر جو اعتراضات کرتے تھے ان میں سے ایک اعتراض یہ بھی

تھا کہ اللہ نے آپ کو قرآن کیوں دیا ہے۔

لولا نزل هذا القرآن علی

رجلین من القریتین

عظیم۔

فات حدیث نے بھی مذکورہ آیت میں عربوں کے اسی اعتراض کو دہرایا

ہے۔ جناب عروہ انہی دو افراد میں سے تھے جنہیں عرب عظیم مانتے تھے اور

فات حدیث نے بھی عظمت جناب عروہ کا تذکرہ قرآن میں فرمادیا ہے۔

بحالت کفر بھی معتدل مزاج اور شریف تھے۔ صلح حدیبیہ میں قریش کی نمائندگی

جناب عروہ ہی نے کی تھی۔ شہ۔ ہجری میں مشرف بالاسلام ہوئے۔ کچھ دن مدینہ

ہی میں آنحضرت کے پاس رہے پھر آپ کی اجازت سے واپس اپنی قوم میں آئے

انہیں دعوت اسلام دی کچھ لوگوں نے دعوت اسلام قبول کر لی اور کچھ اپنے کفر

پر ڈٹے رہے انہی کافر ثقیفوں میں سے ایک بدر نصیب نے جناب عروہ کو ایک

دن ایسے وقت تیر سے شہید کر دیا جب آپ نماز کی خاطر اذان کہہ رہے تھے

سرد کوئینؑ فرمایا کرتے تھے۔ عروہ جیسا خوش نصیب کون ہو گا جسے شہادت

نے گھر کر تلاش کر لیا اور اپنے ہی گھر میں فی سبیل اللہ شہید ہو گئے۔ آنحضرتؐ ہی

فرمایا کرتے تھے کہ جناب عروہ خلیفہ جناب علیؑ کے سب سے زیادہ

مشابہ تھے۔

بنی کریم کے جم زلف تھے۔ ام المومنین ام حبیبہ کی دوسری بہن میمونہ بنت

ابوسفیان جناب عروہ کی بیوی تھی اور اسی کے شکم سے شبیر رسولؐ علی اکبرؑ کی

فائدہ گرامی قدر جناب ام یسٰی نے جنم لیا تھا۔ معاویہ شہزادہ علی اکبرؑ کا ماموں اور

یزید ماموں زاد بھائی تھا۔

شاید یہی وجہ ہے کہ جب ہم شکل رسول میدان کر بلا میں برائے جنگ آئے

تو کسی یزیدی نے کہا۔

اے فرزند حسینؑ آپ ہمارے بادشاہ یزید کے رشتہ دار ہیں۔ اگر آپ

ہمارے پاس آجائیں تو آپ کو قربت یزید کی بدولت امان دی جاسکتی ہے۔ مگر

اس غیور نے اسی شقی کو جواب دیا۔

جن لوگوں کے دل میں قربت رسولؐ کا لحاظ نہیں ہے۔ میں ان لوگوں کی

امان کو بھی سمجھتا ہوں۔



معاویہ بنی ہاشم میں سب زیادہ تعریف جناب علی اکبر کی کیا کرتا تھا۔ ایک دن اپنے حواریوں سے پوچھا۔

بصلواتہ خلافت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

تمام دسترخوانیوں نے کہا۔ آپ سے زیادہ حقدار کون ہوگا۔

معاویہ نے کہا۔ نہیں میں نہیں۔ حقیقی حقدار خلافت علی ابن حسی ہے۔ جس میں ہاشمی شجاعت، اموی سیاست اور ثقی جلال ہے۔

ولادت سلمہ یا سلمہ بصری میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ کسبی ہی میں اخلاق و اطوار میں شبیہ رسول معروف ہو گئے تھے۔ شکل و صورت تو اللہ نے قائم الانبیاء جیسی دی ہی تھی لیکن اس شہزادے کے عادات و خصائل کا تذکرہ سید الشہداء نے یوں کیا ہے۔

انہ اشبه الناس برسول اللہ

خلقاً وخلقاً و منطقاً۔

گفتار میں شبیہ رسول ہے اگر ہمارے ہاتھ میں کتاب بنوہ ثابت کرنا شروع کر دیں تو نہ صرف بات بہت طویل ہو جائے گی بلکہ کتاب کا حجم بھی اتنا زیادہ ہو جائے گا کہ اس کی اشاعت ہمارے بس سے باہر ہو جائے گی۔

جب لوگوں کو علم ہوا کہ نواسہ رسول کا ایک بیٹا شبیہ رسول ہے تو بڑی دور سے چل کر لوگ صرف اس شبیہ رسول کی زیارت کو آتے تھے۔ کسبی ہی میں جہان نوازی کا اس قدر شوق تھا کہ رات کے وقت اس دور کے دستور کے مطابق اپنے مکان کی چھت پر آگ جلا کر رکھتے تھے تاکہ کوئی بھولا بھٹکا سا سفر ہو تو وہ آگ کو دیکھ کر میں آجائے۔ دن کے وقت غریب اور مساکین کو تلاش کر کے لاتے اور

انہیں کھانا کھلاتے تھے۔

ابن شہر آشوب نے میدان کربلا میں آپ کی عمر اٹھارہ برس بتائی ہے فخر المحققین شیخ مفید نے میدان کربلا میں شہزادہ کی عمر انیس برس لکھی ہے دیگر غیر محقق مورخین بلکہ اموی مورخین سے متاثر یا مرعوب یا ناسمجھ کار حالات میں کھنکھے والے مورخین نے میدان کربلا میں اس شہزادہ کی عمر پچیس برس بتائی ہے۔

دمتہ الساکبہ کے مطابق جب انصار جام شہادت نوش فرما چکے اور صرف اہلیت پنج رہے تو مشکل بنی اپنے بابا کی خدمت میں اجازت کی خاطر حاضر ہوا تمام ہاشمیات جمع ہو گئیں اور کہنے لگیں۔

اے شبیہ رسول! ہمیں زیارت بنوہ سے محروم نہ کریں۔ شکل رسول کو خاک و خون آلود نہ کریں۔

شہزادہ نے تمام کو دونوں ہاتھوں سے سلام کیا۔ اور کہا۔ دیکھیں اس وقت میرے بابا کا نہ کوئی ناصر رہا ہے اور نہ کوئی حامی آخر ہم کب تک رہ سکتے ہیں فوج یزید میں ایسے شریف نظر نہیں آتے جو آرام سے بیٹھے ہیں انہیں انعام لینے کی بہت جلدی ہے۔

شہزادے نے گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ امام حسینؑ نے انگشت شہادت کو سوئے آسمان بلند کیا۔ بایاں ہاتھ اپنی ریش مبارک پر رکھا اور عرض کیا۔

اللہم اشہد علی ہولاء

اے اللہ! گواہ رہنا۔ ان کے

القوم فقد بیز الیہم

ساتنے میرا وہ بیٹا جلا رہا ہے

غلام اشبه الناس خلقاً

جو سیرت کردار اور گفتار



وخلقاً ومنطقاً برسولك  
 كذا اذا اشتقنا الى  
 نبك نظرنا الى وجهه  
 اللهم امنعهم بركات  
 الارض وفرقهم بفرقنا  
 ومن قهم تمزيقنا  
 واجعلهم طراشق  
 قددا ولا ترض  
 الولاة عنهم ابدا  
 فانهم دعونا ليتفرقا  
 ثم عدوا علينا  
 يقاتلوننا  
 میں تیرے نبی کے شاہ ہے  
 ہمیں جیب بھی زیارت نبی  
 کا شوق ہوتا تھا تو ہم اس کی  
 زیارت کر لیتے تھے۔ اے اللہ  
 زمین کی ہر برکت ان سے  
 روک لے۔ انہیں تقسیم کر  
 دے۔ انہیں ایک ایک کر  
 دے۔ انہیں منتشر کر دے۔  
 ان کے حکمران کبھی ان سے  
 راضی نہ رہیں ان لوگوں نے  
 ہمیں اس لیے بلایا تھا کہ  
 ہماری مدد کریں۔ اور اب  
 ہمارے دشمن بن کر ہمیں قتل  
 کر رہے ہیں۔

پھر آپ عمر سعد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔

مالك قطع الله رحمة  
 ولا بارك الله لك  
 في امرك وسلط عليك  
 من يذبحك بعدى  
 كما قطعت رحمى ولم  
 اے ابن سعد تجھے کیا گیا  
 ہے۔ اللہ تیرا سلسلہ نسب  
 منقطع کر دے اللہ کبھی تیرے  
 معاملات کو برکت نہ دے اللہ  
 میرے بعد تجھ پر کسی ایسے کو

تحفظ قرباتى من  
 رسول الله  
 مسلط کر دے جو تجھے فوج کر  
 ڈالے۔ تو نے میری نسل کو ختم  
 کرنے کی کوشش کی ہے اور  
 تو نے نبی کریم سے میرے رشتہ  
 کا خیال نہیں کیا۔

شہزادہ آگے بڑھا۔ رجز خوانی کی۔ مبارز طلب کیا۔ لیکن فوج یزید سے کوئی  
 شخص مقابلہ پر نہ آیا۔ بلکہ دور سے تیر اندازی شروع کیے رکھی۔ شہزادہ نے حملہ کیا۔  
 سیکڑوں یزیدیوں کو داصل جہنم کیا۔ شدت پیاس سے ایک مرتبہ واپس پٹا اور  
 اپنی پیاس کا تذکرہ یوں کیا۔

يا بة العطش قد قتلتى  
 وثقل الحديد اجهدنى  
 فهل الى شربة من  
 الماء سبيل التقوى  
 به على الاعداء  
 عزادارو!  
 اباجان! پیاس نے مار دیا  
 ہے۔ اسلحہ کے وزن نے  
 جھکا دیا ہے۔ اگر ایک گھونٹ  
 پانی مل جاتا تو کوئی دشمن  
 آپ تک نہ پہنچ سکتا۔

ایک باپ کے لیے کتنا سنگین لمحہ ہوتا ہے جب  
 اور باپ نہ دے سکے۔ پھر فرزند حسین نے انکا بھی تو کیا پانی کا ایک گھونٹ۔  
 فرزند رسول نے اہ سرد کے ساتھ یہ جواب دیا۔

واغوثاه يا بنى يعز على  
 محمد المصطفى وعلى  
 اے کاشل کوئی مددگار ہوتا  
 بیٹے نبی اکرم علی مرتضیٰ اور



علی المرتضیٰ وعلی ان میرے لیے آج اتنا گراں  
تدعوهم فلا یجیبوک ہے کہ تو پکارے اور تجھے  
و تستغیث بهم فلا جواب نہ دیا جا سکے۔ تو فریاد  
یغیشوک یا بنی قاتل کرے اور تیری فریاد رسی نہ  
قلیلا فی اسرع ما تلقی کی جائے۔ بس تھوڑا اور  
جدک محمد افسیقیک لڑے بہت جلد تجھے تیرے  
بکاسہ الاو فی شربہ جدا محمد عرض کوثر سے پانی  
لا تظما بعدھا ابدًا کے ایسے جام سے سیراب کریں  
گے جس کے بعد آپ کو کبھی  
پیاں محسوس نہیں ہوگی۔

شہزادہ واپس میدان جنگ میں پلٹا۔ حملہ کیا کشتوں کے پستے لگائے حتیٰ کہ  
فوج یزید کو محسوس ہونے لگا کہ ہماری تعداد کم ہونے لگی ہے۔ منقاد بن مرہ نے  
چھپ کر نیزہ سے وار کیا۔ جو عین مقام دل پر لگا۔ شہزادہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکا۔  
دونوں بازو گھوڑے کی گردن میں جائل کئے۔ گھوڑے نے واپسی کی راہ تلاش کی لیکن  
گھوڑے کو خیام کا راستہ نہ ملا۔ تو فوج یزید میں گھس گیا۔ ہر طرف سے نیزوں کی بارش  
ہو گئی۔ زمین پر آتے ہوئے شہزادے باواز بلند کہا۔

یا ابتاہ علیک السلام اباجان! امیرا آخری سلام قبول  
ہذا جدی رسول فرمائیے یہ ہمارے جدا محمد بنی کریم  
اللہ یقرنک السلام یوں جن کے ہاتھ میں اب کوثر کا  
و یقول عجل ہمام ہے۔ آپ کو سلام کہہ رہے

القدوم علینا۔ میں اور نواسے ہیں۔ بیٹے  
جلدی آؤ۔

بجلد کے مطابق امام حسینؑ چوالس سال بیٹے کے پاس آئے۔ سر کو گود میں لیا۔  
اور فرمایا۔

قتل اللہ قوما اشدان لوگوں کو قتل کرے جنوں  
قتلک نے تجھے شہید کیا ہے۔

پھر آپ بچے اور اپنا رخسارہ بیٹے کے رخسارہ پر دکھا اور آواز بلند کر دینے  
روضۃ الصفا کے مطابق اس سے قبل کبھی کسی نے آواز بلند آپ کے رونے کی آواز  
نہیں سنی تھی۔ اور فرمایا۔

بنی بعدک العفا۔ اگر تیرے بعد دنیا خاک نظر  
آتی ہے۔

پھر اپنے جوان بیٹے کے چہرہ سے خاک و خون صاف کیے۔ ابھی تک شہزادہ  
میں رقت جان باقی تھی۔ آپ نے فرمایا۔

یا بنی اما انت فقد بیٹے! تو تو دنیا کے غم و اہم سے  
استرح من ہم نجات پا کر جنت میں آرام کے  
الدنیا و غمھا و مسرت لیے چلا گیا اور اپنے پسر مرہ  
الی روح و دیحان باپ کو دنیا کے غم و ماندہ کی آگ  
و بقی ابوک معمھا میں جلنے کے لیے تہا چھوڑے  
و غمھا۔ جا رہا ہے۔

عید ای سلم ازوی کتبہ کریں نے خیام سے ایک برقعہ پوش مستور کو بڑی تیزی



سے میدان میں آتے ہوئے دیکھا وہ سیدھی اسی جگہ آئی جہاں فرزند رسول اپنے بیٹے  
کامرگو دیں یہ بیٹے تھے۔ میں اس مخدرہ کامرغ ایک جملہ سن سکا۔

واغریباہ! وامہجۃ ہائے پیرے سادریٹھے۔ ہائے  
قلباہ لیلتنی کنت میرے دل کا سکون بیٹھے۔ کاش  
قبل هذا الیوم عمیا آج میری آنکھیں تجھے خاک و خون  
لیتنی و سدت میں غلطان دیکھنے کو نہ ہوتیں۔  
اثری۔ کاش میں پیسے سرچکی ہوتی۔

میں نے دیکھا وہ مخدرہ اگر اس شہزادے کے لاشہ پر گر گئی۔ امام حسینؑ نے  
بیٹے کامرغاک پر رکھا۔ اس مخدرہ کے ہاتھ سے پکڑا اور واپس خیام میں لے آئے۔  
پھر واپس آکر بیٹے کو اٹھایا اور خیام کے اندر لے گئے۔

پچود ہویں مجلس

## ہم شکل نبیؐ کی شہادت کے متعلقات

شہادت علیؑ کے سلسلہ میں محقق مورخین نے جو مختلف نکات پیش کیے  
ہیں میں قارئین کی بہولت کی خاطر انہیں اس مجلس میں جمع کر رہا ہوں۔

۱۔ فرزند رسولؐ نے جب شبیر رسولؐ کا الوداعی سلام سنا تو سینہ تمام کر بیٹھ  
گئے۔ آنکھوں کے سامنے میسے دنیا تاریک ہو گئی۔ پھر آہستہ آہستہ اٹھے۔ بجائے  
رسولؐ کندھے پر ڈالی۔ زہر سرور انبیاء پہنچی۔ نبی کریمؐ کا عمامہ سر پر رکھا۔ فدا الفقا  
ہاتھ میں لی۔ فوج یزید کو ایک طرف ہٹایا۔

فدا الجناح سے اترے بیٹھے کے قریب آئے۔ اپنا رخسار بیٹے کے رخسار  
پر رکھا۔ شاید اس کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح بالعموم آخری سانس لینے والے کی  
زندگی وصیت کا پتہ کرنے کی خاطر منہ کے سامنے آئینہ کیا جاتا ہے تاکہ اگر سانس  
کا غبار آئینہ پر آجائے تو زندگی کا یقین ہو جاتا ہے۔ اور اگر آئینہ پر غبار نہ  
آئے تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ جہان فانی سے کوچ کر گیا ہے۔ اس طرح امام حسینؑ  
نے اپنا رخسارہ جو جمال حق کا آئینہ تھا اپنے بیٹے کے رخسارہ پر رکھ کر معلوم کیا اور



جب پتر چلا کہ بیٹا نانا کے پاس پہنچ گیا ہے تو بے ساختہ فریاد کی۔

علی الدنیا بعد ۷ اکبر ترے بعد دنیا میں خاک

العضا۔ ہے۔

محقق مورخین کے مطابق ثانیہ نہر لاشہ اکبر پر امام حسینؑ سے پہلے تشریف لائیں۔ جب امام حسینؑ بیٹے کے لاشہ پر آئے تو ایک مسترد کو پیسے سے دیکھا جس نے شبیر رسولؐ کا سر گود میں لے رکھا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنف ذہراؑ کو معلوم تھا کہ زخموں سے چھوڑ دینا پسند کیا ہے۔ مجبور فرزند رسولؐ کے سامنے انصار کے لاشوں کا انبار لگا ہے۔ اکبر کا لاشہ دیکھ کر ممکن ہے زہراؑ کا لال برداشت نہ کر سکے۔ اس لیے بی بی نے اپنے کو پیسے پہنچایا تاکہ جب مجھے بیٹے کے قریب دیکھے تو اسے اکبر کی موت کا غم بھول جائے۔

۳۔ جب آپ جناب زینب خاتون کو لاشہ اکبر لانے سے قبل خیام تک پہنچانے آئے تو کس سیکڑے نے عرض کیا۔

یا ابتاہ این اخبی۔ اباجان میرا بھائی کہاں ہے

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس کس خنزروی کو علم نہ تھا۔ بلکہ علم تھا کیونکہ بوقت رسد اگلی یہ کس بھی اوداع کرنے والوں سے تھی اس کس بچی کا مقصد اپنے مظلوم بابا کو تسلی دینا تھا۔ اور بی بی یہ بتانا چاہتی تھی کہ وہ

میرادہ بھائی جسے آپ بڑے سے بڑے غم کے وقت دیکھ کر ہر غم بھول جاتے تھے۔ وہ کہاں ہے اسے اب بھی ایک مرتبہ دیکھ میں تاکہ آپ کا غم بکا ہو جائے۔ امام حسینؑ نے جواب دیا۔ بیٹی تجھے کیا بتاؤں۔ ظالموں نے اسے شدید کر دیا ہے۔

۴۔ علامہ جعفر تستری نے خصائص حسینہ میں لکھا ہے کہ شہزادہ علی اکبر کے میدان کی طرف جانے سے لے کر واپس لاشہ آنے تک تین مقامات ایسے آئے جن میں سموت بنی ہاشم اور قرنی ہاشم کو فرزند رسولؐ کی دوجوئی کننا پڑی اور امام حسینؑ کو بیٹھنے کے بعد بہادر دے کر اٹھایا گیا۔

پہلا مقام وہ تھا جب شہزادہ نے تنہا پ سے اجانت ماگھی امداد بعض رعایات کے مطابق جناب ام ایلی نے شہزادہ کے گلے میں کفن کی طرح قمیص ڈال کر عمامہ کی تحت الٹک بنائی اور امام حسینؑ نے بیٹے کا یہ لباس دیکھا تو دل پر ہاتھ رکھ کر زمین پر بیٹھ گئے۔

پھر بیٹے کی طرف انتہائی مایوس نگاہ سے دیکھا اور فرمایا۔ بابیٹے تجھے اللہ کے حوالہ کیا۔

دوسرا مقام وہ تھا جب شہزادہ پہلے حملہ کے بعد واپس آیا اور پانی کا مطالبہ کیا امام حسینؑ نے بیٹے کو قریب بلایا۔ گلے لگایا زہرہ خود امداد لباس انکاروں کی طرح دھک رہے تھے۔ امام حسینؑ نے پیشانی کا بوسہ لے کر فرمایا بیٹے یہ امتحان ہے۔ اگر مزید ہوتا تو جہاں سے ممکن ہوتا پانی پلاتا۔ لیکن آج ہم نانا کی امت کے مہمان ہیں۔ یہ کہتے ہوئے امام حسینؑ لڑکھڑائے اور بیٹھ گئے۔

تیسرا مقام جناب سیکڑہ فراتی میں کہ جب میرے بابا نے میرے بھائی کا آخری سلام سنا تو آپ کی آنکھیں اس طرح صغیر ہو گئیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا میرے بابا کے جسم میں روح نہیں ہے۔ کافی وقت کے بعد بیٹھے اور پہلا جملہ جو کہا۔ میرے اللہ تیرا شکر ہے۔ میں تو امتحان گزاروں گا لیکن شبیر رسولؐ کے قاتلوں کو اپنا انجام دکھا دیتا۔



جب امام حسینؑ فوج یزید کو ہٹا کر بیٹے کے قریب آئے۔ تو علیؑ علی بیٹے پکارتے ہوئے آئے۔ سزا بنی جھولی میں رکھا، خزاوہ نے آخری مرتبہ آنکھ کھولی امام حسینؑ نے فرمایا بیٹے تجھے قتل ہے کہ میں بھی تیرے پیچھے آ رہا ہوں۔ لیکن اس کے باوجود بھی ضعیف باپ ہونے کی وجہ سے میری خواہش ہے تو کوئی وصیت کہہ خزاوہ نے اہستہ سے مرثیہ کی۔

اباجان! میری ماں کا رشتہ اموی۔ مزان سے ہے اہل حمزہ سے آج اس کا رشتہ کٹ جائے گا۔ میں اپنی ماں کی وصیت کرتا ہوں۔

۶۔ فوارح حسینہ میں علامہ حسین بحرانی نے لکھا ہے کہ جب شبیر رسول فرزند حسین میدان میں آیا اور مبارز طلبی کی تو کوئی شخص لڑنے پر آمادہ نہ ہوا۔ عمر ابن سعد نے طارق ابن کثیر کو بلایا اور کہا کہ جتنا چاہے انعام ابن زیاد سے لینا جا اور اس جوان گسرے کے آ۔

طارق نے کہا: سبحان اللہ۔ تو خود رومی کی حکومت لے رہا ہے اور مجھے چند جکوں کے عوض ہم شکل بنی کو قتل کرنے بھیج رہا ہے۔ اگر موصل کی گورنری کی ضمانت دے تو جاتا ہوں۔

ابن سعد نے حکومت موصل کی ضمانت لکھ دی۔ طارق مقابلہ میں آیا۔ بڑا سنگین وار کیا۔ خزاوہ نے جوابی حملہ کر کے اسے واصل جہنم کیا۔

ابن سعد نے تمام فوج میں منادی کرائی۔ کیا اب کوئی مرد نہیں رہا۔

ابن سعد کی اس صدا کے جواب میں بکر ابن غانم سامنے آیا۔

بکر کو دیکھ کر امام حسینؑ کے چہرے کا رنگ یک لخت زرد پڑ گیا۔ جناب

ام یلیٰ اور ثانیہ زہر آنے جب آپ کا چہرہ دیکھا تو عرض کیا۔

کیا ہم شکل رسولؐ کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے۔

ام یلیٰ ہمارا بیٹا بہت بڑا بہادر ہے۔ لیکن اب جو شخص مقابلہ میں آ رہا ہے۔ یہ بڑا ہتھ چھٹ۔ سنگدل اور سفاک ہے۔ میں نے اپنے نانا سے سنا تھا کہ۔ ماں اگر بیٹے کے حق میں دعا مانگے تو اللہ کبھی رد نہیں کرتا۔ میری خواہش ہے کہ تو دعا مانگ اس کے ہاتھوں اکبر شہید نہ ہو۔

جناب ام یلیٰ خیمہ کے اندر گئیں۔ سر سے چادر اتاری اور یوں دعا مانگی۔

یا راد یوسف علی یعقوب اے جدائی کے بعد یوسف کو

من بعد الفراق و یعقوب کے پاس لا کر اسے

جاعلہ فی الدھر خوشی دینے والے اللہ اے

مسرو را یا راد واسمعیل اسماعیل کو باجرہ کے پاس لانے

الی ہاجر الہی بعطش اے رب کریم۔ اے اللہ

ابی عبد اللہ۔ الہی تجھے لال زہراؑ کی پیاس کا

بعزۃ ابی عبد اللہ واسطہ۔ اے اللہ! تجھے عزت

امین بر دایتی فرزند رسولؐ کا واسطہ مجھ پر

میرے پارہ جگر کے واپس آنے

کا احسان فرما۔

۷۔ محقق مورخین کے مطابق بیرون مدینہ کا ایک شخص کہتا ہے کہ میں کسی کام سے

مدینہ گیا۔ مدینہ کی گلیوں میں گھوم رہا تھا۔ جب محلہ بنی ہاشم میں آیا تو ایک گھر کے اندر

سے گریہ و بکا کی آواز آئی۔ جس کے بین دل کے پار ہو رہے تھے۔ مجھے یہ تو یقین



ہو گیا کہ یہ عورت ہے اور پر سر وہ عورت ہے میں آگے قدم نہ بڑھا سکا میرے پاؤں بے ساختہ رک گئے۔ اسی اثنا میں ایک بچی باہر آئی۔ میں نے اس سے سوال کیا۔

یہ کس کا گھر ہے؟

اس بچی نے جواب دیا۔ یہ قتیلِ جبرت فرزندِ رسولِ مہمان امتِ حسینؑ ابنِ فاطمہ کا گھر ہے۔

میں نے پوچھا۔ رونے والی کون ہے؟

بچی نے جواب دیا۔ یہ ابوسفیانؑ کی نواسی، معاویہؓ کی بھانجی۔ فاطمہ زہراؑ کی بہو امام حسینؑ کی زوجہ اہم شکلِ نبیؐ کی ماں ام یسٰیٰ ہے۔ جو دن کو دھوپ میں بیٹھ کر اور رات کو کھلے آسمان تلے شب و روز اپنے جوان بیٹے اور مظلوم شوہر کی بے گناہ شہادت پر بین کرتی رہتی ہے۔

## پندرھویں مجلس

# مقدمات شہادت ہم شکلِ نبیؐ

مناسب ہو گا اگر دو اعلیٰین۔ ذاکرین۔ مقررین۔ اور خطباء کے لیے چند ایک باتیں عرض کر دیں جو ہم شکلِ نبیؐ کی شہادتِ خوانی میں بطور تہیہ بیان کی جاسکتی ہیں۔

روایات میں ہے کہ جب جناب یعقوب سے جناب یوسفؑ کو پھڑ گئے تو جناب یعقوب اتنا رونے لگا کہ آنکھیں سفید ہو گئیں۔ کمر جھک گئی اور جسم پھٹ گیا شبِ روز آپ اس طرح نوحِ خوانی کرتے تھے:-

حبیبی یوسف الذی  
کنت اہثرہ علی  
جميع اولادی  
فاختلس منی۔

میرا لال یوسف! جسے میں اپنی  
تمام اولاد سے زیادہ چاہتا  
تھا۔ مجھ سے جدا کر لیا گیا  
ہے۔

حبیبی یوسف الذی  
کنت ارجوہ من بین  
تمام اولاد میں سے تنہا میری



پاس اپنے دعویٰ کا ایک ثبوت بھی ہے۔

آپ نے پرچا۔ وہ کونسا؟

اس نے عرض کیا۔ قبل اسے نہر کیا جانے اگر اس کے جگر میں دو سوراخ ہوئے تو ناقہ میری ہے۔ اگر سوراخ نہ ہوئے تو ناقہ اس کی ہوگی اور میں ناقہ کی قیمت ادا کر دوں گا۔

چنانچہ اس ناقہ کو نہر کیا گیا۔ جب جگر کو دیکھا گیا تو اس میں دو سوراخ تھے۔

آنحضور نے اس سے پرچا۔ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ اس کے جگر میں دو سوراخ ہیں۔

اس نے عرض کیا۔ قبل میں نے سن رکھا تھا کہ اگر والدین کے سامنے ان کے بچہ کو ذبح کیا جائے تو والدین کے جگر میں سوراخ ہو جاتا ہے اور میں نے اس ناقہ کے دو بچے اس کے سامنے نہر کیے تھے اس لیے مجھے یقین تھا کہ اس کے جگر میں دو سوراخ ہوں گے۔

عزادارو! اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ امام حسینؑ جس کا ایک اٹھارہ سالہ نوجوان ہم شکل نبیؐ فرزند اس کی آنکھوں کے سامنے پیاسا ذبح کیا گیا اور دوسرا اس کی گود میں سدہ شہید تیرے ذبح کیا گیا۔

اس واقعہ کی تائید ایک عالم کے بیان سے ہوتی ہے فرماتے ہیں ایک رات عالم خواب میں میں نے فرزند رسولؐ کو تیروں بہتھروں، نیزوں اور تلواروں کے زخموں سے چور دیکھا۔ ہر زخم سے خون بہہ رہا تھا۔

اس عالم نے عرض کیا۔ قبل ایہ زخم کیسے ہیں؟

مظلوم نہر آنے جواب دیا۔ کیا تو سلاخ کا دم عاشور بھول گیا ہے۔

عالم فرماتے ہیں۔ میں پریشانی کے عالم میں بے دار ہو گیا۔ تمام دن میرا گریہ اور بکاریں گزر گئیں۔ دوسری رات پھر میں نے غریب نہر کو دیکھا ان کا جسم صبح تھا۔

میں نے عرض کیا قبل آج تو آپ تندرست ہیں۔

مظلوم امامؑ نے فرمایا۔ ہاں کبھی کبھی مرحم مل جاتا ہے تو تمام زخم بھر جاتے ہیں لیکن دو زخم آج تک نہیں بھرے۔

میں نے عرض کیا۔ قبل کبھی کبھی مرحم کیسے ملتا ہے؟

فرمایا۔ جب میرے خائرا کر میرے لیے گمبہ کرتے ہیں یا عزادار میری یاد میں مجلس کرتے ہیں تو ان کے آنسوؤں سے میرے زخم بھر جاتے ہیں۔

میں نے عرض کیا۔ قبل آپ نے فرمایا ہے کہ دو زخم نہیں بھرے وہ کون سے زخم ہیں نظر تو نہیں آرہے؟

شہید امامؑ نے فرمایا۔ ہاں! وہ زخم تیروں تلواروں، پتھروں یا نیزوں سے نہیں ہیں۔ تجھے نظر بھی نہیں آئیں گے۔

میں نے عرض کیا قبل پھر وہ کون سے زخم ہیں؟

آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں زخم میرے جگر میں ناسور ہیں۔ ایک اس وقت ہوا تھا جب میرا ہم شکل نبیؐ بیٹا گھوڑے سے زمین پر آیا تھا۔ اور اس نے دعائی سلام کر کے کہا تھا۔ علیک منی السلام یا ابتا اور دوسرا ناسور جگر اس وقت ہوا تھا جب قریبی باغم بھائی بازوؤں کے بغیر زمین پر آیا تھا اور مجھے بلایا تھا۔



شہزادہ علی اکبر کی زیارت کا ایک محلہ بھی اس مقدس عالم کے خواب کا  
نرید ہے۔

لا تسكن عليك من  
ابيك زفرة  
آج تک آپ کے مظلوم باپ  
کے آنسو تیرے غم میں رے  
نہیں۔

غزادہ ادا مقام نکر ہے کہ امام حسینؑ مرد بھی تھے۔ صابر بھی تھے۔ امام بھی تھے  
معصوم بھی تھے۔ جب ان کا یہ حال ہے تو ذرا اس ماں کا تصور کیجئے جو نہ معصوم  
تھی اور نہ امام۔ جس نے ہم شکل نبیؐ فرزند کو گود میں لے کر دودھ دیا تھا۔ جس  
نے پوری پوری رات جاگ کر پالایا تھا۔ اس کا کیا حال ہوگا۔ جب کہ باپ کی  
نسبت ماں کی شفقت کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے ماں تو بیٹے کی محبوبی سے معمولی  
صنائے گریہ تک برداشت نہیں کر سکتی۔

شیخ مفید نے ارشاد میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک سر تیز زمانہ عمر میں دو عورتیں  
نزاع لے کر آئیں۔ دونوں کا ایک بچہ پر دعوٰی تھا ہر ایک یہی کہتی تھی کہ بچہ میرا  
ہے۔ جب عمر سے فیصلہ نہ ہو سکا تو حضرت علیؑ کو درخواست کی۔

حضرت علیؑ نے پہلے تو دونوں عورتوں کو وعظ و نصیحت فرمائی لیکن دونوں  
پر کوئی اثر نہ ہوا پھر آپؑ نے قبر سے فرمایا۔ جا ایک آری لے آ۔ جس عورت کا  
بیٹا تھا۔ اس نے عرض کیا۔

حضور آپ آری کو کیا کرتے ہیں؟  
آپ نے فرمایا۔ تمہارے پاس کوئی گواہ ہے اور نہ ہمارے پاس کوئی  
ثبوت ہے کہ بچہ تم دونوں میں سے کس کا ہے۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ

بچہ کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک تجھے دے دیا جائے اور ایک دوسری  
عورت کو۔

اس نے عرض کیا۔ قبلہ اگر انصاف اسی طرح پورا ہوتا ہے تو پھر میں  
اپنے دعوٰی سے دست بردار ہوتی ہوں۔ آپ بچے کو تقسیم نہ کریں اسی کو دیدیں۔  
آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ بچہ میرا ہے۔ اگر وہ حقیقی ماں ہوتی تو یہی  
جذبات اس کے ہوتے جو تیرے ہیں۔

پھر اس دوسری عورت نے بھی اقرار کر لیا کہ راقعاً بچہ اسی کا تھا۔  
غزادہ ادا ماں نے صرف ایسنا کہ آری سے میرا بچہ دولت کیا جائے گا  
تشپ گئی اور برداشت نہ کر سکی۔ ذرا مادر علی اکبر کا اندازہ کیجئے جس نے اپنی  
آنکھوں سے اٹھارہ سالہ جواں سال بیٹے کے سینہ میں نیزہ کی آنی۔ اور جسم کے  
دوسرے حصوں پر تلواروں اور نیزوں کے زخم دیکھے۔

جناب بسا اشد ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جنگ صفین میں حضرت علیؑ  
نے محمد حنیفہ کو بلایا۔ اور فرمایا۔ بیٹے! شکر معادیہ کے میرے پر حملہ کرو۔ جناب محمد  
نے میرے پر حملہ کیا۔ میرے کو شکست دے کر زخموں سے چور پیاس پیاس کرتا  
ہوا واپس آیا۔ حضرت علیؑ نے اٹھ کر پیشانی کا بوسہ لیا۔ پانی پلایا۔ زہر پر پانی  
چھڑکا۔ پھر فرمایا۔ بیٹے! اب میمنہ پر حملہ کرو۔ محمد واپس گیا۔ میمنہ کو شکست دے کر  
الطش الطش کرتے ہوئے واپس آیا۔ حضرت علیؑ نے اٹھ کر خود پانی دیا۔ زہر  
پر بھی چھڑکا۔ محمد کی زہر کے ایک سوراخ سے خون رس رہا تھا۔ حضرت علیؑ نے  
فرمایا۔ بیٹے! اب تلب لشکر پر حملہ کرو۔ محمد نے تلب پر حملہ کیا۔ تلب لشکر کا پر اتوڑ  
کر واپس آیا۔ زخموں اور پیاس سے نڈھال تھے حضرت علیؑ نے آگے بڑھ کر گئے لگایا۔



پانی چلایا۔ زہر پر چڑھا اور بیٹھ جانے کا حکم دیا۔

کیوں عزادارو!

دل چاہتا ہے آج حضرت علیؑ سے پوچھ لیں مولا! آپ کے پاس تو پانی تھا۔ آپ نے محمدؐ کو پانی دیا۔ زہر کی گرمی کو پانی چھڑکا کر کم کیا۔ لیکن فدا میدان کر بلا میں اپنے حسینؑ کو دیکھیے، ہم شکل نبی صرف ایک مرتبہ واپس آیا اور عرض کی۔

یا انباہ العیش۔ ابا جان پیاس اور غریب رہا اپنے جہان بیٹے کو پانی کا ایک گھونٹ نہ دے سکے۔

امام جعفر صادقؑ ایک بہن تھیں جن کا اسم گرامی جناب حکیمہ تھا۔ ان کے دو فرزند تھے۔ محمد اور ابراہیم۔ محمد کو منصوبہ زندگی میں مثال کر شہید کر دیا۔ ابراہیم ماں کا ہمارا پیار رہا۔ ایک مرتبہ ابراہیم سنت پیار ہوا۔ جب جناب حکیمہ نے دیکھا کہ کوئی علاج اثر نہیں کر رہا تو پریشان حال ہو کر اپنے بھائی کے پاس انصر بہاتے ہوئے آئی اور صرف اتنا کہہ سکی۔

یا اخی یاسیدی ابی ابی۔ میرے سردار بھیا میرا بیٹا بیٹا اس سے زیادہ کچھ نہ بتا سکی۔

امام صادقؑ نے فرمایا۔ اپنے گھر واپس جاؤ غسل کر کے وضو کر لو۔ درگاہت نماز حاجت پڑھو پھر سر سے چادر اتار کر بالوں کو پریشان کر کے اللہ سے دعا کرو اللہ بیٹے کے حق میں ماں کی دعا قبول کرتا ہے۔

عزادارو! دعا تو جناب ام لیلیٰ نے مانگی تھی۔ اسی طرح مانگی تھی۔ لیکن کاش امتحان بہت عظیم امتحان تھا۔

امام صادقؑ سے سوال کیا گیا تھا۔

آتا! مخلوق خدا میں سے انسان کے لیے اللہ نے شیریں تر کیا چیز پیدا

کی ہے؟

آپ نے فرمایا۔ الولد الشاب جوان بیٹا۔

پھر اس نے عرض کیا۔ مخلوق خدا میں سے انسان کے لیے اللہ نے تلخ ترین کون سی شے پیدا کی ہے؟

آپ نے فرمایا۔ موت الولد الشاب جوان بیٹے کی موت۔



سولہویں مجلس

## شہادت علی اصغر

عمر - چھ ماہ -

ماں - باب بنت امرداقیس  
بہن - سکینہ -

وقت شہادت - امام حسینؑ سے پہلے - اور دیگر شہدائے کربلا کے بعد  
مورخین کے مابین اس کم سن شہزادہ کی کیفیت شہادت میں کافی اختلاف ہے  
ہم ذیل میں محقق مورخین کی مرویات پر اکتفا کرتے ہیں -

بنی ہاشم سے جناب عباس ہی غالباً آخری وہ شہید ہیں جو میدان میں  
خود چل کر گئے تھے - شہادت جناب عباس کے بعد فوج یزید کے حصے بڑھ  
گئے - اور انہوں نے ہر طرف سے گھیرائی کرنا شروع کر دیا - اس وقت امام حسین  
نے یوں استغاثہ کیا -

یا قوم! امان من مجیر  
اے لوگو! کوئی ایسا نہیں  
ہے جو میں پناہ دے دے  
بجیرنا -

اُمان من مغیث یغیثنا  
تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں  
جسے ہماری مظلومیت پر ترس  
آئے اور ہماری فریادرسی  
کرے - کیا کوئی ایسا نہیں جو  
ہمارے حق کا مطالبہ کر کے ہماری  
فیتھ کرنا -  
اُمان من خائف فینذب  
خاطر لڑے - کیا کوئی بھی  
اللہ سے ڈرنے والا نہیں  
عنا -  
اُمان من احد فیا تینا  
جو ہمارا دناغ کرے - کیا تم  
میں سے کوئی صاحب دل  
بشریۃ من الماء -  
نہیں جو ایک گھڑ پانی ہی  
دے دے -

ابو مخنف کے مطابق امام حسینؑ جب تمہارے گئے تو آپ کو خیام میں بلایا  
گیا - جب آپ تشریف لائے تو جناب ام کلثوم زینب نے عرض کیا - بیٹا! اس شیر خوار  
کی حالت دیکھئے آج تیسرا دن ہے اسے پینے تک کچھ نہیں ملا -

آپ نے سن سے بچ کر دامن عبا میں چھپایا - فوج یزید کے سامنے آئے  
اور فرمایا -

دیکھو - تم نے میرے انصار میرے بھائیوں اور میرے بیٹوں کو پیاسا شہید  
کر دیا ہے - اب یہ شیر خوار کسی جرم کے بغیر پیاس سے جان بب ہے اسے  
جاؤ اور پانی پلاؤ - اگر تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا تو اس کم سن کی کسی پر ترس  
کھاؤ - آج پیاس کو تیسرا دن ہے اس کی ماں کا دودھ تک خشک ہو گیا ہے -



آپ کی یہ آواز سکر فوج یزید میں انتشار پیدا ہو گیا۔ عمر سعد نے حرطہ بن کابل اسدی سے کہا۔

اتقلع کلام الحسینؑ کیا دیکھ رہا ہے اب مغرب نہ مرا کی بات کو ختم ہونا چاہیے۔

اس ظالم نے سہ شہید نہر آلود تیر کمان میں رکھا اور امام حسینؑ کے ہاتھوں پر اس بچے کا نشانہ لے کر تیر چلایا۔ جس سے یہ کمن شیر خوار۔ من الودید الی الودید او امن الاذن الحی الاذن - ذبح ہو گیا۔ امام حسینؑ نے بتے خون کے نیچے اپنا ہاتھ رکھا جب ہاتھ پر ہو گیا تو اسے مرنے آسمان اچھاں کو فرمایا۔

اللہم اشہد علی اے اللہ ان لوگوں کا گواہ  
ہو لاء القوم فانہم رہنا جنہوں نے اس بات  
نذروا ان لیترکوا کی قسم کھا رکھی ہے کہ تیرے نبیؐ  
احدا من ذریۃ کی ذریت سے ایک شیر خوار  
نبیک - کو بھی نہ چھوڑیں گے۔

پھر آپ نے اپنا ہاتھ نذرانہ کے گمے کے نیچے رکھا خون ہاتھ پر لیا اور فرمایا۔

الہی تری ما حل بنا اے اللہ جو کچھ دنیا میں ہم پر  
فی العاجل بیت رضی ہے تو جی طرح دیکھو

اللہم احکم بیننا رہا ہے اے اللہ ہمارے اداں  
و بین قوم دعونا قوم کے مابین تیری فیصلہ فرما جنہوں  
لینصرونا فقتلونا ہمیں بلایا پھر ہمیں قتل کیا۔

آپ انہی مناہات میں معروف تھے کہ حسین ابن میر نے مناہات کی خاطر بہتے ہوئے لبوں کا نشانہ لے کر تیر مارا جو دونوں ہونٹوں کو زخمی کر گیا۔ لبوں سے خون بہنے لگا۔

آپ نے عرض کیا۔

اللہم انی اشکو الیک اے اللہ! جو سلوک مجھ  
سے ہو رہا ہے میں اس کا تجھ

سے شکوہ کرتا ہوں۔

پھر آپ نے کمن کو سینہ سے لگایا۔ اور اسے کے واپس خیام میں آئے۔  
خیمہ کے اندر دم رکھتے ہوئے اس خیال سے پریشان ہو گئے کہ کہیں شیر خوار کی  
ماں نہر مارتے۔ آپ کے زخمی ہونٹوں پر پیاسی زبان سے یہ کلمات جاری تھے۔

انا للہ وانا الیہ ہم اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ  
راجعون رضاء ہی کی طرف پٹھیں گے۔ اللہ کی  
بقضائہ و تسلیما تقاضا پر راضی ہیں اور اس  
لامرہ - کے امر کے سامنے سر تسلیم

خم ہے۔

سات مرتبہ آپ دنیہ سے پیچھے بٹے خیال رہی تھا کہ ماں کو نہ دکھاؤں باہر ہی  
رکھ دوں۔ پھر خیال آتا کہ ماں ہے اسے بھی آخری ملاقات کرانا چاہیے۔ آخر  
ساتویں مرتبہ انا للہ پڑھتے ہوئے اندر آئے۔

کمن سیکھنے نے استقبال کیا۔ دیکھا شیر خوار بھائی بابا کے سینہ سے چٹا ہوا  
ہے۔ خیزادی نے عرض کیا۔



یا ابے لعلک بابا جان! اصغر کی خاموشی

سقیئت اخى الماء۔ بتا قی ہے کہ آپ اسے پانی

پلا کے لائے ہیں۔

آپ نے کوئی جلاب نہ دیا اور فرمایا: کیسے تیری پھوپھی کہاں ہے؟  
اتنے میں تانیہ نہر اقرب آئیں آپ نے فرمایا۔

خذیه یا اختاہ۔ لوہن اصغر نہال لو۔

شہادت عبد اللہ رضیع :-

صدائق الوردیہ کے مطابق

سین۔ زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ۔

ماں۔ ام اسحاق بنت طلحہ ابن عبید اللہ۔

بہن۔ فاطمہ۔

جناب ام اسحاق امام حسنؑ کی زوجہ تھیں امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امام  
حسینؑ سے نکاح کیا۔

قلبر عاشور جب انصار اور بنی ہاشم میں سے تمام شہید ہو چکے تھے اس  
شہزادہ کی ولادت ہوئی۔ امام حسینؑ تنہا درخیمہ پر بیٹھے تھے۔ جناب فضلہ اس  
شہزادہ کو لے کر آپ کی خدمت میں آئیں۔ آپ نے لیا۔ دائیں کان میں اخان  
اور بائیں میں اقامت کہی۔ گئے پر لعاب دہی لگایا۔ بوسہ لیا اور عبید اللہ نام  
رکھا۔ جناب فضلہ کو واپس کرنا چاہ رہے تھے کہ عبید اللہ ابی عقیل غنوی نے  
تیرا مارا جو شہزادہ کے سینہ پر لگا۔ باپ کی جھولی ہی میں دو دو کڑے ہو کر تقیم ہو گیا

آپ نے اس شہزادہ کا خون بھی سوکے آسمان اچھالا۔

شیخ مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ آپ درخیمہ پر بیٹھے تھے نو نو لو آپ  
کی گود میں تھا آپ بوسہ سے رہے تھے کہ تیرا یا جس سے شہزادہ آپ کی  
جھولی میں تقیم ہو گیا۔

چند اشارات :-

علامہ دربندی نے اسرار الشہادہ میں لکھا ہے کہ شہزادہ علی اصغر نے اپنے  
بدرامد سے درائشہ قماط توڑنا حاصل کیا تھا۔

(قماط اس کپڑے کو کہتے ہیں جو عرضاً زیادہ سے چھ انچ اور طولاً ۶  
فٹ ہوتا ہے نو نو لو دیکھ کر کو مائیں اس کپڑے سے باندھ کر سلاقی ہیں۔  
ماؤں کے بقول اس بندھنے کی بدولت بچہ ڈرتا نہیں ہے۔ بچہ کے مطابق  
جب جناب فاطمہ بنت اسد نے حضرت علیؑ کو قماط سے باندھا تو حضرت علیؑ  
نے دونوں ہاتھوں سے اسے توڑ دیا۔ بی بی نے دو کپڑے اکٹھے کر کے باندھے  
حضرت علیؑ نے انہیں بھی توڑ دیا۔ جب بی بی نے سات تہ بنائے باندھنا  
پا ہا تو حضرت علیؑ نے عرض کیا۔

ماں میرے ہاتھ باندھ کر دو میں اپنے اللہ سے دعا مانگت ہوں۔ سرانگی میں قماط کو  
بندھنا کہتے ہیں۔ مترجم)

شہزادہ گہوارہ میں سو رہا تھا جب غروب نہر کے استغاثہ کی آواز سنی  
تو قماط کو توڑ دیا۔ اپنے آپ کو گہوارے سے نیچے گرا دیا۔ اور بار بار بلند  
گریہ کرنے لگا۔ شاید یہ کہیں کا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ۔ بابا اگر نانا کی



امت مدد نہیں کرتی تو میری نھی جان آپ پر خدا ہونے کو تیار ہے۔ لیکن مجبور ہوں چل کر انہیں سکنا۔ علامہ رضا استر آبادی نے اپنی تالیف میں روایت کی ہے کہ جب شہزادہ نے قحط توڑ کر اپنے کو گہوارے سے خاک کر بلا پر گرایا تو تمام سلاویاں جھج ہو گئیں۔ نوحہ و بکا کی صدا بلند ہوئی۔ کئی مرتبہ شہزادہ کو گہوارہ میں لٹایا گیا لیکن گل رباب نے گہوارہ میں رہنا قبول نہ کیا۔ اور ہر استغاثہ پر اپنے کو گہوارہ سے نیچے گرایا۔ مدائے آہ و بکا سنا کر امام حسینؑ خیم میں تشریف لائے۔ سب گریہ پوچھا تو ثانیہ زہراؑ نے تمام واقعہ بیان کر دیا۔

علامہ در بندی نے لکھا ہے کہ مذکورہ روایت کے علاوہ ہندیہ کشف بھی شہزادے کا نکتہ واقعہ مجھے معلوم ہوا ہے۔

سرکار کہنی نے سخت لکھانی میں روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ شاعر اشقیات کیت امام صادقؑ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیت کوئی مرتبہ سناؤ۔ کیت نے شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت کا مرتبہ سنایا۔ پس پردہ مستورات کے رونے کی صدا بھی بلند ہو گئی۔ امام صادقؑ دعا میں مار کر رونے لگے کہ اتنے میں ایک کینز اندر سے ایک کس بچہ کو اٹھا کر لائی اور امام صادقؑ کی گود میں سلا دیا۔ اس بچے کو گود میں دیکھتے ہی امام صادقؑ کی صورت گریہ بند ہو گئی۔ یہ واقعہ کسی غیر محقق عالم نے انہیں بلکہ سرکار کہنی کے روضۃ الکافی میں درج کیا جو لوگ شیعوں کی مخالفت میں اخلاق مردود تک پہنچا کر جانے میں ان کے لیے طعنے لگ رہے ہیں۔ اور جو مسلمان یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا کسی امام نے بھی شبیہ بنائی تھی۔ ان کے لیے بھی درس عبرت ہے۔ مترجم ۱

یہی نے سنن میں اور یوسف اسماعیل نعمانی نے اندام محمدیہ میں لکھا ہے کہ

ہر سال دس محرم کے دن نبی کریمؐ تمام صحابہ کی مستورات کو مع بچوں کے بلاتے تھے جو کسب بچوں والی ہوتی تھیں۔ انہیں فرماتے کہ آج شام تک اپنے بچے کو دودھ نہ پلائیں۔ گویا سرور انبیاء واقعہ کر بلا سے پہلے۔ جناب رباب کے شیر خوار کی یاد میں تمام صحابہ کی مستورات کو شریک فرماتے تھے اور انہیں واقعہ کر بلا بطور پیش گوئی یاد دلاتے تھے۔

مترجم ۱۔



## تشریفیں مجلس

## شہد از اولاد حضرت علیؑ

امام حسینؑ کے ساتھ کربلا میں آنے والوں میں عبید اللہ ابن حضرت علیؑ بھی تھے اس کی کینت ابو بکر اور مالک بن عسک بن مسعود ابن خالد تھی۔  
دیے شیخ مفید کے مطابق عبید اللہ ابن علیؑ اور محمد ابن علیؑ دونوں ایک ماں سے تھے۔ اور ابو بکر محمد کی کینت تھی۔ یہ دونوں بھائی یوم عاشور شہید ہوئے محمد ابن علیؑ میدان میں آئے اور رجز خوانی کر کے فوج یزید پر حملہ کیا۔ زجر ابن بدر بنی نے چھپ کر داریا۔ اور انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔

## عبید اللہ ابن علیؑ :-

محمد کے بعد عبید اللہ ابن علیؑ میدان میں آئے اور فوج مقداریں یزیدیوں کو داصل جہنم کرنے کے بعد جام شہادت نوش فرمایا۔

## عون ابن علیؑ :-

محمد کے بعد عون ابن علیؑ میدان میں آئے۔ یہ جناب اسما بنت عمیس سے تھے

عبد اللہ ابن جعفر طیار کے مادری بھائی تھے۔ روضۃ الاجاب اور بحر اللہائی کے مطابق عون ابن علیؑ انتہائی حسین۔ یق اور بہادر تھے۔ امام حسینؑ سے اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا۔

عون! دیکھ سبے ہو۔ دشمن تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ تنہا ان کا مقابلہ کیسے کرو گے؟

جناب عونؑ نے عرض کیا ہے آپ پر اپنی جان قربان کرنا ہو وہ کثرت و قلت کی پروا نہیں کرتا۔

امام حسینؑ رو دیئے اور فرمایا۔ بسم اللہ۔

جناب عونؑ نے مبارز طلبی کی۔ لیکن مقابلہ میں کوئی نہ آیا۔ آپ نے حملہ کر دیا دو ہزار تیر اندازوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آپ نے چونکھی لڑ کر تیر اندازوں کو دوائیں بائیں سے پیچے بٹنے پر مجبور کر دیا۔ کافی جنگ کے بعد امام حسینؑ کے پاس آیا۔ اس کا سر، چہرہ، اور سینہ زخموں سے چور تھا۔ امام حسینؑ نے گئے لگایا۔ اور فرمایا۔

عون ذرا سستا لڑتک گئے ہو گے۔

جناب عونؑ نے عرض کیا۔ میں تھکاؤ کی وجہ سے آپ کے پاس نہیں آیا۔ بلکہ صرف آپ کو آخری سلام اور آپ کے آخری دیدار کی خاطر آیا ہوں۔ اب میرا مقصد پورا ہو گیا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے اپنے جانے والے ساتھیوں سے جلدی جاؤں۔

امام حسینؑ نے بہتے آنسوؤں سے اجازت دی اور فرمایا۔ کہ یہ گھوڑا تھک چکے کے علاوہ زخموں سے چور ہو چکا ہے گھوڑا بدل لو جناب عونؑ کو دوسرے گھوڑے پر سوار کیا گیا



جناب عون نے دوسرا حملہ کیا۔ صلح ابن سہار سانسے کیا۔ اس ظالم نے حضرت علیؑ کے ایام حکومت میں شراب پی تھی حضرت علیؑ نے اس پر مدجاری کہنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور حضرت علیؑ کے حکم سے جناب عون نے اسے کوڑے لگائے تھے۔ اس کے دل میں جناب عون کے خلاف کینہ پوشیدہ تھا۔ اس نے اپنا کینہ نکالنے کی خاطر جناب عون پر حملہ بھی کیا اور گالی بھی بکی۔ جناب عون نے اس کا وار رد کرنے کے نیزم سے وار کیا۔ اور اسے دامن جہنم کیا۔ اس کے بعد اس کا بھائی بدر بن سہار سانسے آیا۔ اسے بھی جناب عون نے اپنے بھائی سے ملا دیا۔ اسی دوران خالد بن طلحہ جو چچا بیٹھا تھا۔ اس نے جناب عون پر وار کیا۔ یہ وار لا علمی میں اتنا اچانک کیا گیا کہ جناب عون اس کی زد سے نہ بچ سکے۔ گھوڑے سے زمین پر پڑ گئے۔ بولے آئے۔ بسم اللہ وبالله فی سبیل اللہ علی ملۃ رسول اللہ جب امام حسینؑ نے جناب عون کو گھوڑے سے زمین پر آتے دیکھا تو کہہ دیا۔ بسم اللہ۔ بسم اللہ۔

## اٹھارویں مجلس

# اولاد جناب ام البنین

عمدة الطالب کے مطابق حضرت علیؑ نے اپنے بھائی عقیل سے فرمایا آپ انساب عرب سے زیادہ شناسا ہیں مجھے ایک ایسی نجیب الطرفین عورت کی نشاندہی کر دیں جس سے میں شادی کروں۔ اور خداوند عالم اس سے مجھے ایک ایسا بہادر فرزند عطا کرے جو کہ بلا میں میرے حسینؑ کا مددگار ثابت ہو۔ جناب عقیل نے جواب دیا میری معلومات کے مطابق ناطہ بنت حزام اس وقت واحد و مستور ہے جو آپ کے شرائط پر پوری اترتی ہے۔ حضرت علیؑ کے حکم سے جناب عقیل نے حزام سے خواستگاری کی جناب حزام نے خوشی قبول کر لی۔ جناب ناطہ اپنے وقت کی عالمہ تھیں۔ کنز المصاب میں ہے کہ جناب عباس کو دراثہ علم باپ اور ماں سے ملا تھا۔

ناخ التواریخ کے مطابق جناب ناطہ کو اسٹھنے چار بیٹوں سے نوازا۔ یہ چاروں بھائی اکبر کے نام سے معروف تھے۔ کیونکہ اولاد حضرت علیؑ میں جناب حسنین



اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر تمام بھائیوں سے بھی چاروں بڑے تھے میدان کربلا میں ان کی عمریں اس طرح تھیں۔

جناب عباس - ۲۲/۲۴ برس

جناب عبداللہ ابن علی - ۲۵ برس

جناب جعفر ابن علی - ۲۳ برس

جناب عثمان ابن علی - ۲۱ برس

یہ چاروں بھائی عالم عرب کے معروف بہادری تھے۔ چاروں میدان کربلا میں زہرا کے لاکھ قربان ہوئے تھے جناب عباس نے اپنی موجودگی میں اپنے تینوں بھائیوں کو قربان کیا تھا۔

جب جناب عباس نے بنی اظم کو بکشت شہید ہوتے دیکھا تو اپنے تینوں بھائیوں سے فرمایا۔

یا بنی اظمی تقد مواحق اریکم  
قد نصحتکم للہ و  
لرسولہ فانہ لا اولادیکم  
تقد موا بنقسی انتم  
فحماول عن سیدکم  
حق تموتوا دونہ۔

اے ماں جانے! آگے بڑھو  
تا کہ میں تمہیں دیکھوں کہ تم  
لوگوں نے اللہ اور رسول  
کے لیے نصیحت کا حق ادا کر  
دیا ہے تمہاری کوئی اولاد  
نہیں ہے۔ میری جان تم پر  
قربان ہو۔ آگے بڑھو اور اپنے  
آقا کا دفاع کرتے ہوئے قربان  
ہو جاؤ۔

جب عبداللہ ابن علی آگے بڑھے رہ جز خوانی کی بے شمار یزیدیوں کو فی انار کیا ہانی ابن ثبیت حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ ان کے بعد جناب جعفر سامنے آئے ان کے ہاتھوں بھی یزیدیوں کی دافہ مقدار ہلاک ہوئی۔ بالآخر یہ بھی ہانی ابن ثبیت حضرمی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق خولی ابن یزید اصمعی نے جناب جعفر کو لبوں پر تیر مار کر شہید کیا تھا۔

ان کے بعد جناب عثمان ابن علی میدان میں آئے ابو الفرج کے بقول جناب عثمان نے اپنی عمر سے بڑھ کر جنگ کی بزدل فوج یزید تیر اندازی کرتے ہوئے بھی سامنے نہیں آتی تھی۔

ابن قتیبہ دنیوری کے مطابق یزید اصمعی نے آپ کی پیشانی کا نشانہ لیا جس کے بعد آپ سنبھل نہ سکے گھوڑے سے زمین پر آئے۔ نبی دارم سے ایک ظالم نے آگے بڑھ کر اس شہزادے کا سر قلم کر لیا۔ ان کے بعد جناب عباس پہنچے رہے۔ جو شیخ مفید اور ابن طاووس کے مطابق بنی اظم میں سے آخری شہید ہیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد جناب ام البنین روزانہ جنت البقیع میں تشریف لے جاتی تھیں اور صبح سے شام تک اپنے بیٹوں پر اس طرح دروناک انداز میں بین کرتی تھیں کہ لوگ جناب ام البنین کی مرثیہ خوانی سننے کی خاطر مدینہ سے باہر آ جاتے تھے حتیٰ کہ مروان جیسا سفاک بھی اگر مرثیہ خوانی سنتا تھا بطور نمونہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

لا تدعونی ویک ام البنین  
تذکرینی بلیوٹ العربین  
مجھے ام البنین کہہ کر نہ پکارا کرو۔ اس سے مجھے میرے ولادی عزین



کے شیر بیٹے یاد آجاتے ہیں۔

كانت بنون ادعى بهم واليوم اصحت ولامن بنين  
ایک وقت تعجب میرے بیٹے تھے اور میں ام البنین کہلاتی تھی  
لیکن آج تو میرا ایک بیٹا بھی نہیں رہا۔

تنازع الخوصان اشلائهم فكلهم امسى صوبعا طعين  
بھوکے مردار خواروں نے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے  
آج ہر ایک سینہ پر نیزہ کا زخم ہے خاک کر بلا میں مل گیا ہے۔  
يا ليت شعري اكما اخبروا بان عباسا قطع اليمين  
ہائے نسوس! کیا یہ سچ بتایا گیا ہے کہ میرے عباس کے دونوں بازو  
کاٹ ڈالے گئے تھے۔  
ایک اور شہرہ کے چند اشعار یہ ہیں۔

ابنت ان ابني اصيب براسه مقطوع ميد  
مجھے بتایا گیا کہ میرے بیٹے کے سر پر اس وقت مارا گیا تھا جب  
اس کے ہاتھ کٹ چکے تھے۔

ويل على شبلي اذ مال براسه ضرب العمد  
انسوس ہے میرے شیر بیٹے کے اس وقت پر جب اس کے سر کو گرز  
کے دار نے جھکا دیا۔

لو كان سيفك في يدك لماد في منك احد  
عباس بیٹے۔ اگر تلوار تیرے ہاتھ میں رہتی تو کوئی تیرے قریب  
نہ آتا۔

امان نامہ:-

جناب عباس کے ماموں زاد بھائی ابوالفضل ابن حزام نے ابن  
زیاد سے کہا کہ اگر میری پھوپھی ام البنین کی اولاد کے لیے امان لکھ دیتے تو  
اچھا ہوتا۔ ابن زیاد پیسے سے اسی لکڑی میں تھا کہ کسی طرف سے جناب عباس اور  
اس کے بھائیوں کو فرزند رسول سے جدا کر لیا جائے کیونکہ ان کی موجودگی میں  
فوج یزید کی ہمت کمزور تھی اور ابن زیاد اس حقیقت سے واقف تھا۔ اس نے  
اس سفارش کو غنیمت سمجھا اور شمر کو امان نامہ لکھ کر دے دیا۔  
شمر امان لیکر بلا آیا۔

فوج فاسد رسول کے قریب کھڑے ہو کر کہا۔

ابن ہزاعی۔ میرے بھائی کہاں ہیں؟

جناب عباس انسان کے بھائیوں میں سے کسی نے بھی اس کی بات کا کوئی  
جواب نہ دیا۔

جناب سید الشہداء نے فرمایا۔

عباس! اس وقت شمر تمہیں ابن زیاد یا یزید کا غنائیہ بن کر نہیں بلکہ  
ماموں بن کر بلا رہا ہے اللہ سلام جس کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔ اس کی تعظیم  
کا اتفاق ہے کہ شمر خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہے وہ اپنے کو تمہارا ماموں کہہ  
رہا ہے اس لیے اسے جواب دو ادباً کر لو۔

جناب عباس نے فرمایا۔

بتاؤ کیا بات ہے۔



شمر نے کہا۔

تم میرے عزیز ہو۔ میں تمہارا امان نامہ لے کے آیا ہوں۔ فرزند رسولؐ کے ساتھ مل کر اپنی جان نہ گنواؤ۔  
یزید کی اطاعت کر لو۔

جناب عباس نے اپنے تینوں بھائیوں کی طرف سے جواب دیا۔  
اے دشمنانِ خدا و رسولؐ۔ اللہ آپ کے ہاتھ شل کرے۔  
کیا آپ کو اپنی قربت کا اتنا احساس ہے اور قربت رسولؐ کا ذرہ بھی پاس نہیں۔ کیا تو ہمیں بھی مشورہ دیتے آیا ہے کہ ہم اپنے آقا بھائی فرزند رسولؐ اور تختِ دلِ زہرا کو چھوڑ کر نبی اکرمؐ اور خلاقِ عالم کی زبان سے ملعونوں کی اولاد کی اطاعت کر لیں؟ ہم ایسی امان پر لست بھیجتے ہیں۔

یہ جواب سنا کر شمر بڑے غصہ کے ساتھ واپس پلٹ آیا۔  
علامہ دربنندی نے اسرارِ الشہادہ میں روایت کی ہے کہ زبیر ابنِ تین جناب عبد اللہ ابنِ جعفر ابنِ عقیل کے پاس آیا اور کہا بھیا۔ ذرا علم مجھے دینا۔

جناب عبد اللہ نے کہا۔  
کیا مجھ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے۔  
جناب زبیر نے کہا۔ ایسی بات نہیں ہے مجھے کچھ دیر کے لیے ضرورت ہے۔

جناب عبد اللہ نے علمِ جناب زبیر کے حوالہ کیا۔

جناب زبیرؓ ملے کر جناب عباس کے پاس آئے جناب عباس کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا۔

عباس میں آپ کو ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔  
جناب عباس نے فرمایا۔

آج ان باتوں کا وقت تو نہیں ہے لیکن آپ ہمیں متواتر الاسناد و عادیث سناتے ہیں ضرور سنائیں۔

جناب زبیر نے فرمایا۔

جب آپ کے والد حضرت علیؓ نے آپ کی والدہ سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا تو اپنے بھائی جناب عقیل سے فرمایا تھا کہ مجھے شریفِ حب و نسب کسی ایسی عورت کی نشاندہی کر جس سے میں شادی کروں اور اس سے اللہ مجھے ایک ایسا بہادر فرزند عنایت فرمائے جو کہ بلا میں میرے حسین کا معادل اور ناصر ہو۔

حضرت علیؓ نے تجھے آج کے دن کے لیے اللہ سے مانگا تھا۔ لہذا آپ کی طرف سے نصرتِ حسینؓ میں کسی قسم کی غفلت نہیں ہونا چاہیے۔

جناب عباس سر سے پاؤں تک رز گئے۔ دونوں رکابوں پر زور ڈال کر انگریزائی لی اور فرمایا۔

اے زبیر کیا تو مجھے شجاعت کی تلقین کر رہا ہے۔ بخدا اگر مجھے میرے آقا سے اجازت مل جائے تو میں آپ کو دکھاؤں گا کہ میرے باپ نے مجھے درست مانگا تھا۔

جناب عباس نے اس مدعیک و فاک کی کہ جناب سید الشہداءؑ نے



لاشہ عباس پر کھڑے ہو کر ان نظروں سے جناب عباس کو خراج تحسین پیش کیا۔

جزاك الله عني يا اخي  
بھیا عباس اللہ آپ کو  
ابا الفضل خیرا۔ میری طرف سے جزائے خیر

دے۔

جناب صادق آل محمد فرمایا کرتے تھے۔ بچا عباس ابن علی۔ معاملہ پر گہری نظر رکھنے والے اور مضبوط ایمان کے مالک تھے۔ فرزند رسول کے ساتھ حق جہاد ادا کر دیا۔ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ جناب عباس کا خون نبی منینہ کی گردن پر ہے۔

وقت شہادت جناب عباس کی عمر ۲۲/۲۴ برس تھی۔ آپ کی زوجہ بابہ بنت عبید اللہ ابن عباس تھی۔

آپ کے دو فرزند تھے۔ فضل اور عبید اللہ۔

ابصار العین میں آپ کے دو فرزندوں کے نام فضل اور محمد بتائے گئے ہیں اور محمد کو میدان کربلا کے شہداء میں شمار کیا گیا ہے۔

شیخ صدوق نے ابو حمزہ کے ذریعہ جناب عباس سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے۔

اللہ بچا عباس پر رحم فرمائے۔ امتحان میں دم آخر تک ثابت قدم رہے۔ اپنی جان اپنے بھائی پر قربان کر دی۔ آپ کے دونوں ہاتھ راہ خدا میں کام آگئے۔ اللہ نے دونوں ہاتھوں کے عوض جناب جعفر طیار کی طرح انہیں جنت میں دوپروں سے

نوازا ہے جس کے ذریعہ جہاں چاہتے ہیں پرواز کرتے ہیں قیامت کے دن جناب عباس کا وہ مقام ہوگا جس پر تمام شہداء رشک کریں گے۔

نفس المہموم میں ہے کہ جب میدان میں صرف جناب عباس اور جناب سید الشہداء پنج رہے تو ایک ظالم نے امام حسینؑ کو پیشانی پر تیر مارا جو کافی گہرائی تک چلا گیا۔ امام حسینؑ نے تیر نکالنے کی کافی کوشش کی لیکن تیر نہ نکل سکا۔ بالآخر جناب عباس نے وہ تیر نکالا۔



انیسویں مجلس

## جناب ابو الفضل عباس

عباس کے لفظی معنی دوہوتے ہیں۔

شجاع۔ اور بھوکا شیر۔

بنی ہاشم میں ہر جوان اپنی مثال آپ تھا۔ کوئی مورخ یہ نہیں کہہ سکتا کہ عون و محمد نے کسی مقام پر گھبراہٹ یا پریشانی کا اظہار کیا اور علی اکبر ثوابت قدم رہے جو بھی اپنے قدموں پر چل کر میدان میں جا سکتا تھا اس نے دشمن سے لڑنا منکر کیا۔ تاریخ کر بلا میں آغاز جنگ سے اختتام جنگ تک کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا جسے دشمن نے آسانی سے شہید کر دیا ہو۔ تازہ دم دشمن نے ان سہ روزہ پیاسوں میں کسی سے بھی رو برو ہو کر لڑنے کی ہمت نہیں کی۔ میدان کر بلا کی پوری جنگ بیڑا سے زیادہ دس بارہ افراد ایسے ملیں گے جنہوں نے دو بدو لڑنے کی جرأت کی اور پھر نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ صبح سے عصر عاشور تک یزیدی مسلمانوں نے اولاد رسول کو پستے تیردوں سے زخمی کیا۔ پھر چھپ کر کسی کے بازو قلم کیے۔ کسی کی پیشانی میں تیر مارا۔ کسی کے سینہ

میں نیزہ توڑا جب یہ پیا سے زمین پر آجاتے تھے پھر ان لوگوں میں سر کاٹنے کی ہمت ہوتی تھی۔

لیکن ان تمام شیران بنیہ شجاعت میں سے بھی جناب عباس کا مقام جدا تھا۔ جناب عباس جنگ صفین کے موقع پر زیادہ سے دس بارہ برس کے ہوں گے جب انہوں نے علی ٹینگ شروع کی اور جنگ صفین ہی میں اپنا نام اس مدت تک پیدا کیا کہ کر بلا میں ہر یزیدی مسلمان کی زبان پر عباس کا نام اور دل میں عباس کا خوف تھا۔ جنگ صفین میں بھی جناب عباس امام حسینؑ ہی کے زیر سایہ رہے تھے۔ میدان کر بلا کی جنگ اور معاویائی مسلمانوں سے صفین میں جنگ کے مابین بس صرف یہ فرق تھا کہ

جناب عباس جنگ صفین میں امام حسینؑ کے زیرِ کمان تھے اور میدان کر بلا میں جناب عباس ممبرِ دارِ حسینؑ تھے۔

جب معاویہ نے اپنے بیٹے کی طرح جنگ صفین میں پانی پر ابو الاعور کا پہرہ بٹھا دیا تاکہ فوج علی کو پانی نہ ملے تو حضرت علیؑ نے امام حسینؑ ہی کو فرمایا تھا بیٹے یہ کوفہ والے پیالے سے ہیں اور پانی ختم ہو رہا ہے۔ آپ ہی جا کر دیلئے فرات کمان لوگوں کے لیے معاویائی مسلمانوں سے خالی کریں اور اہل کوفہ کو پانی پلائیں اس وقت جناب عباس امام حسینؑ ہی کے ساتھ تھے اور امام حسینؑ کے ماتحت تھے۔

ابصار العین میں ہے کہ حضرت علیؑ نے جنگ صفین دغیرہ میں جناب عباس کو کھل کر لڑنے کی اجازت نہیں دی تھی جس کی وجہ جناب عباس سے بے پناہ محبت بھی ہو سکتی ہے اور دشمنوں کی نظر بد سے تحفظ بھی ہو سکتا ہے۔



صاحب کبریت احرے نے مکھا ہے کہ جنگ صفین میں ایک دن ایک نوجوان لشکر حضرت علیؑ سے بسا آمد ہوا جس کی چال اور ڈھال سے ہمت اور شجاعت اس مدد تک ٹپک رہی تھی کہ معاویہؓ کی مسلمانوں میں اس کے مقابلہ کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ اس جوان نے کئی مرتبہ مبارزہ طلبی کی لیکن کوئی مقابلہ میں نہ آیا۔ معاویہ نے ابن شعث کو بلایا۔ اس کے متعلق معروف ہے کہ یہ شخص تنہا دس ہزار سے مقابلہ کرتا تھا۔ معاویہ نے کہا اس نوجوان کے مقابلہ میں کوئی نہیں جا رہا تو خود جا۔

ابن شعث نے کہا :-

معاویہ تجھے معلوم ہے کہ میری شجاعت کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے اور لوگوں کے خیال میں تیرا دس ہزار آدمیوں کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ پھر تو مجھے اس نوجوان کے مقابلہ میں بھیج کر میری توہین کیوں کرتا ہے؟

معاویہ نے کہا۔ دوسرا کوئی جاتا نہیں ہے تو اسے ہم پر نہیں بھتا۔ آخر اس کا مقابلہ کون کرے گا؟

ابن شعث نے کہا میرے سات بیٹے ہیں اپنے چھوٹے چھوٹے بیٹے کو بھیج دیتا ہوں وہی اس کا سرے کے ابلے گا۔

معاویہ نے کہا۔ تو شک ہے۔ میرا مقصد اس جوان سے مقابلہ ہے۔

یہ اٹھا اپنے خیمہ میں آیا۔ اپنے بیٹے کو بلا کر اس جوان کے مقابلہ میں بھیجا وہ اس جوان کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

اس نے دوسرے بیٹے کو بھیجا اس کا بھی دم ہی ختم ہوا۔ اس نے تیسرے کو بھیجا وہ بھی مارا گیا۔ چوتھا آیا۔ پھر پانچواں آیا۔ اس کے بعد چھٹا آیا۔ اور آخر میں

ساتواں آیا۔ معاویہؓ کی مسلمان اپنے مقام پر لرز کر رہ گئے حیران تھے کہ یہ ہے کون جو نہ ہمتا ہے نہ دھڑکتا ہے نہ چکر لگاتا ہے بس ایک ہی جگہ جم کر کھڑا ہے اپنے مقابل پر وار کرتا ہے۔ تو بھی اپنی جگہ جم کر اور مقابل کو بازتاب تو بھی ہاتھ کے سوا ہوسے جسم میں حرکت تک نہیں آتی چھ میگزینیں شروع ہو گئیں کوئی کتا علی خود ہے۔ کوئی کتا محمد منیف ہے۔ کسی نے کہا کوئی فرشتہ ہے۔ جتنے منہ تھے اتنی باتیں تھیں۔

بالآخر ابن شعث اپنے ساتھیوں کا انتقام لینے کو اٹھا اور کہنے لگا کہ۔

اے لڑکے! تو نے میرے سات بیٹے قتل کر دیے ہیں اور تو اب ایک زخم بھی نہیں کھایا۔ اب تیری ماں کے رونے کا وقت آگیا ہے تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

یہ دھواڑتا اور چنگھاڑتا ہوا جوش انتقام سے اندھا ہو کر اس جوان کے مقابل ہوا۔ چند مرتبہ واروں کا تکرار ہوا۔

جناب عباس نے سر پر تلوار کا ایک مار کیا جس سے یہ شخص گھوڑے کی زین تک دو برابر حصوں میں تقسیم ہو کر ادھا اس طرف ادھا اس طرف ہو کر گرا۔ اپنوں نے داد حسین دینا ہی تھی۔ دشمنوں کے منہ سے بھی بے ساختہ واہ وا نکلنے لگی۔ معاویہ کی پوری فوج میں رعب اور ہیبت کا یہ عالم ہو گیا کہ ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھا تھمر تھمر کانپنے لگا۔

اتنے میں حضرت علیؑ نے پکار کر فرمایا۔

بیٹے اب پلٹ آؤ۔ مجھے ڈر ہے کہیں نظر بند نہ لگ جائے یہ سنکر جوان



واپس پٹا۔ حضرت علیؑ خود اٹھے اس کے سر سے خود اتار اپیشانی کا بوسہ لیا۔  
اب جو لوگوں نے دیکھا تو یہ دس بارہ سالہ کمسن قمر بنی ہاشم تھا۔ اس دن کے  
بعد سے عرب کے ہر گھر میں شجاعت جناب عباس کے قصے پڑھ جلتے گئے۔  
جناب عباس کی شجاعت کے یہی یہی کافی ہے کہ میدان کربلا میں امام حسینؑ  
کی طرف سے جناب عباس کو آخر دم تک جنگ لڑنے کی اجازت نہیں ملی۔ بلکہ  
صرف پانی لانے کی اجازت ملی تھی اور صرف ایک نیزہ ساتھ لے جانے کی اجازت  
تھی۔ جب جناب عباس دریائے فرات پر آنے تو فرات پر دس ہزار متین  
یزیدیوں نے گھیر لیا۔ آپ نے انہیں دریائے ہٹاکر دریا پر قبضہ کر لیا۔ یزیدی  
مسلمان اٹھ سولہ لاکھ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گئے۔ گھوڑے کو دریا میں ڈالا۔  
یزیدیوں نے پھر حملہ کیا۔ آپ نے دوبارہ دناٹ کیا۔ ایک سولہ لاکھ چھوڑ کر وہ  
پھر ہٹ گئے۔ اسی طرح چھٹے ہوئے اور جناب عباس نے ہر مرتبہ اسی سے سونک  
کو داسل جہنم کیا۔

بالآخر ساتویں بار یہ لوگ واپس نہ آئے۔ جناب عباس نے مشک کو پر کیا کندھے  
پر رکھا۔ باہر آئے۔

عمران مجاہد نے پکار کر کہا۔ تمہیں شرم نہیں آتی ایک پیلے نے لاشوں کا  
انبار لگا دیا ہے اور پانی سے کربا رہا ہے۔ اب ان لوگوں نے تیروں کو آگ  
لگا کر جناب عباس کی طرف پھینکا شروع کیا۔ لیکن جناب عباس نے ان میں  
سے سو ڈیڑھ سو کو داسل جہنم کر دیا۔ تمام لشکر مٹ گیا۔

جناب عباس خیمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عمر سعد نے جب دیکھا کہ پانی خیمہ  
حسین میں پہنچنے والا ہے تو یہ خود اٹھا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا اسے دیکھ کر

تمام یزیدی مسلمان ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔

جناب عباس نے فرمایا۔ اے دشمنان خدا رسول! اب اگر میں مارا بھی  
جاؤں تو مجھے انصاف نہیں ہوگا۔ خدا اپنی لاشیں تو دیکھ لو۔

یہ حقیقت ہے کہ اگر تقدیر میں جناب عباس کی شہادت نہ ہوتی تو قمر بنی ہاشم  
تمام یزیدی مسلمانوں پر بھاری تھے۔

ایک روایت کے مطابق جب آپ کے دونوں ہاتھ کٹ چکے تھے۔ اس وقت  
ایک ظالم کا تیر جب جناب عباس کے سینہ میں آکر لگا۔ جس کے بعد آپ گھوڑے  
پر سنبھل نہ سکے زمین پر آئے۔ اور کہا۔

یا اخاد علیک منی بھیا عباس کا آخری سلام  
السلام۔ قبول فرمائیے۔

جو نبی جناب عباس زمین پر آئے۔ ہر طرف سے یزیدی مسلمان ٹوٹ  
پڑے۔ امام حسینؑ کو آپ کی لاش پر آنے کی خاطر خاصی جنگ کرنا پڑی۔ جناب  
عباس پر کثرت فرج یزید کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ امام حسینؑ کو آپ  
کے لاش تک پہنچنے سے پہلے تترتو یزیدیوں کو داسل جہنم کرنا پڑا۔

امام حسین نے فرمایا۔

ہائے عباس۔ ہائے عباس۔ ہائے راحت دل۔

جناب عباس کے لاش پر امام حسینؑ کو روتا دیکھ کر دشمن بھی اپنے پتھر قابو نہ  
رکھ سکے اور امام حسینؑ کی اس فریاد کو دیکھ کر دشمن بھی رونے لگے۔ امام حسینؑ نے لاش  
عباس پر کھڑے ہو کر فرمایا۔

جزاء اللہ من اخیلا اللہ تجھے اپنے بھائی کی طرف



لقد جاهدت في الله  
حق جهاده -  
سے جنائے خیر دے تو نے  
حق جہاد ادا کر دیا ہے  
جب جناب زینب نے دیکھا کہ علم بھک گیا ہے اور گھوڑے کی زین خالی  
ہو چکی ہے تو بی بی نے پہلا بین جو کیا وہ یہ تھا -  
ہائے پردہ - ہائے بھیا - ہائے عباس - ہائے مدوگاردوں کی انتہا - ہائے چادر  
کا زوال -  
امام حسین نے فرمایا - ان بہن تو نے سچ کہا ہے عباس کے بعد ہائے پردہ  
ہائے چادر کا زوال -

امام حسین نے لاشہ جناب عباس پر کھڑے ہو کر یہ مرثیہ پڑھا -  
اخى يا نور عيسى  
يا شقيقى خلى قد  
كنت كالركن  
الوثيق -  
يا ابن ابى نصح  
احالك حتى سقاء  
الله كاسًا من  
رحيق -  
يا قدامنير اكنتمولى  
على كل النواثب في  
المضيق -  
اے میرے بھائی میری  
آنکھوں کے نور میرے مہربان  
تو میرے لیے ایک مضبوط  
سہارا تھا -  
اے بابل جائے تو اپنے بھائی  
کا اس وقت تک معاذن رہا  
جب تک اللہ نے تجھے جام  
شہادت سے نواز نہیں دیا -  
اے اہلباب ما تائب تدرہر  
مخت اور تنگ وقت میں  
میرا مددگار تھا -

فبعدك لا تطيب  
لنا حيوة سنجمع  
في العداة على  
الحقيق -  
الا الله شكواي و  
جری وما القاه  
مناظما  
تیرے بعد ہماری زندگی میں  
کیا رہ گیا ہے - کل انشاء اللہ  
حوضِ گوشہ پر ہم اکٹھے ہوں  
گے -  
میرا شکوہ اور صبر اللہ کے  
سامنے ہے اور اپنی پیاس  
اور شکل و قت کا شکوہ بھی  
اللہ کے سامنے کرتا ہوں -

نعتب میں ہے کہ ایک فاضل عالم عرب نے جناب عباس کے حق میں  
ایک مصرعہ لکھا -  
يوم ابو الفضل استجار  
به الهدى -  
یہ مصرعہ لکھنے کے بعد اس نے دوسرے اشعار صرف اس خیال سے نہ لکھے کہ کہیں  
جناب عباس کے حق میں غلو نہ ہو - اور امام حسینؑ ناراض نہ ہوں - جب وہ سویا تو عالم  
خواب میں جناب سید الشہداء کو دیکھا -  
آپ نے فرمایا - تو نے بڑا اچھا مصرعہ لکھا ہے - واقعاً یوم عاشور میں نے جناب  
عباس کا ہمارا لیا تھا - اس کے ساتھ دوسرا مصرعہ یوں لکھ دے -  
والشمس من كد  
الهجاج لثامها  
یہ وہ وقت تھا جب سورج  
کا چہرہ کثرتِ قبلے دھندلا  
چکا تھا -



## شہادت جناب عباس

جناب عباس عالم فاضل، فقیہ پر سزگار، عابد و زاہد اور مخلص متقی تھے بلکہ آپ کی نسل میں بھی علم رہا اور آپ کی اولاد، عظمت، رفعت، شرافت، نجات، علم، علم، رحم کرم، زہد سخاوت، شجاعت اور خطابت کے عظیم تر مقامات عالیہ پر فائز رہی۔ ابو یوسفی معروف عالم بھی جناب عباس ہی کی اولاد سے تھے۔ جو آج بھی عہد سے پندرہ میل و در زیر مزار بھی عوام و خواص کا مرجع عظیم بنے ہوئے ہیں۔

عبادت میں جناب عباس کا یہ عالم تھا کہ کبھی ہی میں پیشانی پر نشان سجدہ نمایاں نظر آتا تھا۔ جناب عباس کی عظمت کا یہ عالم تھا کہ شب عاشور جب تمام انصار سید الشہداء و معروف عبادت رہے تو جناب عباس کی عبادت زہرا زادیوں کے خیم کا پہرہ تھا۔ اور اسی پہرہ میں تمام بی بیوں ساری رات ان سے رہیں یہ وہ رات تھی جس میں دشمن جناب عباس کے خوف سے بے دامن پریشان تھے۔

لیکن گیارہ محرم کی شب زہرا زادیوں پریشان تھیں اور دشمن مطمئن تھا۔ اس وقت کی تصویر کشی کسی شاعر نے یوں کی ہے۔

اليوم فامت اعين  
بك لمرتنم و تسهدت  
أخري فعر منامها۔  
آج وہ لوگ چین سے سو  
رہے ہیں جو عباس کے خوف  
سے بے دار رہتے تھے اور وہ  
آنکھیں بے دار ہیں جو پہرہ  
عباس میں چین کی نیند کرتی تھیں

جناب عباس کے احترام امام حسینؑ کا یہ عالم تھا کہ جناب سید الشہداء کی موجودگی میں اس وقت تک بیٹھتے نہیں تھے جب تک امام حسینؑ بیٹھنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ جب بھی مخاطب کرتے تھے: یا سیدی، یا ابا عبد اللہ کہہ کر مخاطب ہوتے تھے۔

پوری زندگی میں جناب عباس نے صرف ایک مرتبہ گھوڑے سے بے دست و پا نہ ہو کر اترتے ہوئے بھیجا کہا۔

القلب جناب عباس۔

قرنی ہاشم۔ شہاب طیار۔ باب الحاج۔ صاحب الزیارت۔

میدان کر بلا میں ایک وقت ایسا بھی آیا جب جناب سید الشہداء نے جناب عباس کو اپنی مدد کے لیے بلایا۔ یہ وہ وقت تھا عمرو بن خالد، سعد غلام عمرو، جمع ابن عبد اللہ اور جواد ابن عارث نے جناب سید الشہداء پر بیک وقت حملہ کر دیا تو جناب سید الشہداء نے جناب عباس کو انصرنی یا انھی کہہ کر کارا جناب عباس نے اگر تمام کو تہ تیغ کر دیا۔



مفتی التوازیخ کے مطابق جناب سید الشہداء کا تمام لشکر شہید ہو گیا۔  
اور تمام بنی ہاشم کے جوان شہید ہو گئے تو جناب عباس علم لے کر جناب سید الشہداء  
کی خدمت میں آئے اور عرض کی۔

قیداب مجھے بھی اجازت عنایت فرمائیں ۔  
غریب نہرانے رو کر خراب عباس کی طرف دیکھا اور فرمایا ۔ عباس تجھے  
معلوم ہے کہ تیری فوج کا علمبردار ہے ۔

جناب عباس نے عرض کیا۔ قنداب وہ فوج کہاں ہے جس کا علمبردار تھا۔  
اب تو ایک آپ میں ایک علم ہے اور ایک میں ہوں۔

مظلوم نہر آنے فرمایا مجھے معلوم ہے تجھے دیکھ کر میرے پیاسے بچوں کو  
پیاں بھول جاتی ہے اور تمام مستورات تجھے دیکھ کر ہنسنے لگتی ہیں

اتنے میں جناب سیکھنا تو نیک خٹک خٹکے کر آئیں اور فری کیا  
یا اعمیٰ یا عباس انت حی و میرے عباس چچا! آپ دیکھ  
نحن عطشان۔ رہے ہیں آپ بھی زندہ ہیں

اور ہم بھی پیاسے ہیں۔  
جناب سید الشہداء نے فرمایا۔ عباس اگر جانا ہی ہے تو پھر ایسا کرو آخری  
کوشش کے بطور ان پیاسے بچوں کے لیے پانی لانے کی کوشش کرو۔ لیکن ہے ان  
کی تشنگی کا علاج ہو جائے۔

جناب سید الشہداء کا یہ حکم اور کس سیکندہ کی عرض سمجھ جناب عباس نے خشک  
ٹھیکرہ لیا اسے کندھے پر لٹکایا۔ جب میدان میں جانے لگا تو جناب سید الشہداء  
نے فرمایا یہ عباس ایک مرتبہ عمر سعد اور یرزندی مسلمانوں کے سامنے اتمام حجت بھی کر دے۔

جناب عباس میدان کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔ اور غر سہ کو پکار کر فرمایا۔

یا عمر و بن سعد هذا الحسن  
ابن بنت رسول الله يقول

اسے عمر ابن سعد فرزند نہ ہوا  
حسین فرما رہا ہے کہ تم لوگوں

لکم انکم قتلتم اصحابی نے میرے تمام صحابہ میرے

واخوتی و بنی عمی و بقیّت      بھائیوں - میرے چچا زادوں

فرہدامع صفارالاولادوم  
کوشید کردیاست. اس

عطاش، قد احرق الظمأ

قلوبہم فاسقمہم شیعہ میں

اور اس سے ان کے جگر

الماء لان افعال والفعال  
تنبه الى الماء

فدو صلوا الی الہدک  
لکھنؤ، طبع اول، ۱۹۰۷ء

وهو مع ذلك يقول لكم  
هوذا أنا أقاموكم من بين الأموات

دعویٰ اخراج الی طرف  
بچے جان بپایں - بایں ہمہ

الروم او الهند و اخلي ده سياره يه اين لہ

لکم الحجاز والعراق      بجے چھوڑ دو میں روم یا

والشرط لكم اني عندا

فی القيامة لا اخاصکم ہوں اور غراں و حجاز کو بہار

عند اللہ حق یفعل

اللہ بکم مایرید۔ تمہارے ساتھ یہ بھی وعدہ کرتا



اپنا مقدمہ دائر نہیں کر دوں

گا اللہ جو چاہے تمہارے

ساتھ سلوک کرے۔

جناب عباس کا یہ پیغام سن کر کچھ لوگ خاموش ہو گئے۔ کچھ بیٹھ کر رونے لگے اور کچھ ایک دوسرے سے تبصرہ کرنے لگے۔ شمار اور شبث ابی ربیع دونوں آگے بڑھے اور کہا۔

یا ابن ابی ثراب قل  
لا خیک لوکان کل وجه  
الارض ماء وهو تحت  
ایدینا ما اسقینا کمر  
منہ قطرة الا ان  
تدخلوا فی بیعة  
یزید۔  
اے ابوتراب کے فرزند  
اپنے بھائی سے جا کر کہہ دو  
کہ اگر تمام روئے ارض پانی  
ہو جائے اور وہ پانی ہمارے  
تصرف میں ہو تو ہم اس دقت  
سک تمہیں اس پانی سے ایک  
قطرہ تک نہ دیں گے جب تک  
تم لوگ بیعت یزید نہیں کر  
لیتے۔

شمر کی یہ بات سن کر جناب عباس مسکرا دیے اور واپس جناب سید الشہداء  
کے پاس آکر انہیں اپنا پیغام اور شمر کا جواب سنایا۔ امام حسینؑ ایک طرف جناب  
عباس کی بات سن رہے تھے اور دوسرے طرف خیام سے بچوں کی العطش العطش کی آواز  
سن رہے تھے۔ اور آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو بھی گزر رہے تھے۔ جناب  
عباس نے ایک ہاتھ سے علم بلند کیا اور دوسرا ہاتھ سونے آسمان بلند کر کے

عسری کیا۔

الغی و سیدی ارید  
ان اعتد بعدتی و املأ  
مولاء الاطفال قربة  
من الماء۔  
میرے مولا میرے اللہ!  
اب میں اپنا وعدہ نبھانا چاہتا  
ہوں اور ان پیاسے بچوں  
کی خاطر پانی کا ایک مشکیزہ  
بھر کر لانے کی کوشش کرتا  
ہوں۔

یہ کہہ کر جناب عباس امام حسینؑ کی اجازت سے صرف ایک نیزہ لے کر  
دیرانے فرات کی طرف روانہ ہوئے۔

عمران سعد نے دیرانے فرات پر دس ہزار کاپڑہ بٹھا رکھا تھا۔ انہیں حکم  
تھا کہ انھیں اور اقرباے حسینؑ میں سے کوئی بھی پانی کا ایک قطرہ تک خیام آل  
محمدؑ میں نہ جائے۔ جب ان لوگوں نے جناب عباس کو دیرا کی طرف آتے دیکھا تو  
انہوں نے ہر طرف سے جناب عباس کو گھیر لیا۔  
جناب عباس نے ان لوگوں سے کہا۔

یا قوم انتم کفرة ام  
مسلمون هل یجوز  
فی مذہبکم او فی دینکم  
ان تمنعوا الحسین  
وعیالہ شرب الماء  
والکلاب والخنازیر  
اے لوگو! یہ تو بتاؤ کہ تم  
کافر ہو یا مسلمان کیا تمہارے  
مذہب یا تمہارے دین میں یہ  
جائز ہے کہ تم حسینؑ اور اس  
کے بچوں کو پانی سے روک  
رکھو۔ جب کہ اس پانی سے



یشربون منه والحسین  
مع اطفاله واهل بیتہ  
یموتون عطشا اما  
تذکرون عطش  
القیامۃ۔  
کتے اور خضریر تک پی رہے  
ہیں۔ دوسری طرف حسین اور  
اس کے بچے پیاس سے  
جان برب ہیں۔ کیا تمہیں  
قیامت کی پیاس کا خیال  
نہیں ہے۔

جناب عباس کی یہ آواز سن کر کچھ تبدیل ہو گئے اور کچھ قیامت سے  
بے نیاز ہو کر لڑتے رہے ان میں سے پانچ سو تیر انداز تیر اندازی کرتے  
رہے۔ جناب عباس نے ان پر حملہ کیا۔ یہ تو تمہارے کار علامہ طبری کی کا بیان اس سلسلہ  
میں علامہ مجلسی نے بہار میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ  
جناب عباس نے ان یزیدی مسلمانوں کا گھیرا توڑا اور دریا میں داخل  
ہو گئے۔ معکیزہ پانی سے بھرا کندھے پر لٹکایا اور خیم کار رخ کیا۔ یزیدی مسلمانوں  
نے آپ کا راستہ روک لیا۔ چاروں طرف سے گھیرا ڈال دیا۔ ہر طرف سے اتنی  
تیر اندازی ہوئی کہ جناب عباس کا جسم تیروں سے غار پشت کی طرح ہو گیا۔  
زید بن مردتانے ایک ٹیپے کی ادٹ میں اپنے کو چھپایا اس کی مدد کو حکیم  
ابن طفیل بھی موجود تھا۔ جو نہی جناب عباس ان سے لڑتے ہوئے ان دونوں  
کے قریب سے گزرے تو زید بن مردتانے پک کر آپ کے دائیں کندھے پر  
دار کیا جس سے آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ آپ نے تلوار بائیں ہاتھ میں  
لی۔ اور معکیزہ کو بھی بائیں کندھے پر لٹکایا۔  
اور یہ برج پڑھا۔

واللہ ان قطعتم ایمنی  
افی احامی ابدان  
دینی وعن امام صادق  
الیقین سبط النبی  
الطاہر الامین۔  
اگر تم نے میرا دایاں ہاتھ  
کاٹ دیا تو کیا ہوا۔ بخدا میں  
اپنے دین کا دفاع کرتا رہوں گا  
اپنے صادق الیقین امام۔ اور  
طاہر و امین فرزند رسول کی  
نفرت کرتا رہوں گا۔

حکیم ابن طفیل اس جگہ کو چھوڑ کر جناب عباس کی راہ میں دوسرے ٹیپے کی  
ادٹ میں آکر چھپا۔ اور پھر موتہا کر آپ کے بائیں ہاتھ پر تلوار سے وار کیا۔  
جب دونوں ہاتھ کٹ گئے تو جناب عباس نے دوسرے ہاتھ کٹنے کا ذکر  
یوں کیا۔

قد قطعوا ببغیہم  
یساری فاصلہم  
یارب حر النار۔  
ان ظالموں نے اپنے ظلم سے  
میرا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا  
ہے۔ اے اللہ انہیں آتش  
جہنم کے سپرد فرما۔

آپ نے تلوار کو منہ میں لیا اور اپنے سینہ کو معکیزہ کی ڈھال بنالیا۔ اتنے  
میں ایک تیر معکیزہ میں لگا جس سے تمام پانی بہہ گیا۔ پھر دوسرا تیر آیا جو آپ  
کے سینہ میں لگا۔ آپ ابھی تیر سے نہ سینٹے تھے کہ ایک ظالم نے آپ کے سر پر گرز  
سے دار کیا۔ آپ گھوٹے پر نہ سنبھل سکے اور با آواز ہنڈ پکارے۔

ادریختی یا اخی  
بھیا۔ اب اپنے عباس کی  
مدد کرو۔



جناب سید الشہداء تشریف لائے۔ دیکھا تو جناب عباس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں۔ سر پھٹا ہوا ہے۔ سینہ پھلنی ہو چکا ہے۔ کچھ دیر تو آپ لاشہ کے قریب کھڑے رہے۔ پھر بیٹھے پٹھے، ہمنے سر کو گود میں رکھا، خنایں شہر آشوب کے مطابق امام حسینؑ نے یر مرثیہ پڑھا۔

تعد یتیم یا شرف قوم  
بیغیکم و خالفتہم دین  
النبی محمد -

اسے بدترین قوم تم نے اپنی  
سرکشی کی بدولت دین کی حدود  
توڑ ڈالی ہیں۔ اور دین نبی  
محمدؐ کی مخالفت کی ہے۔

اما کان خیر الرسل  
اوصانکم بنا امانحن  
من فضل النبی مسدد -

کیا خیر الانبیاءؑ نے تمہیں ہمارے  
بارے وصیت نہیں کی تھی؟  
کیا ہم نبی الانبیاءؑ کی ذریت  
نہیں ہیں۔

اما کانت الزہراء امی  
دوکتکم اما انا من خیر  
ابدیۃ احمد -

کیا زہراؑ میری ماں نہیں  
ہے؟ تم میں سے کسی کی ماں  
تو زہراؑ نہیں ہے۔ کیا میں  
نبی احمدؑ سے نہیں ہوں۔

لعتنتم و اخزیتم  
بما قد جنیتم  
فسوف تلاقوا حرار  
توقد -

جو کچھ تم نے کیا ہے اس کے  
عوض تم پر لعنت اور رسوائی  
برسے گی اور منقریب جہنم کی  
بھڑکتی مٹی اگ تہارا

استقبال کرے گی۔

ناسخ کے مطابق امام حسینؑ نے جناب عباس کے لاشہ پر یر مرثیہ پڑھا تھا۔

احق الناس ان  
یبکی علیہ فتی  
ابکی الحسین بکربلاء -

تمام لوگوں میں سے وہ مظلوم  
رونے کا زیادہ مستحق ہے  
جس نے کربلا میں حسینؑ کو بھی  
رلا ڈالا۔

اخوه وابن والده علی  
ابوالفضل المضر ج  
بالدماء -

جو حسینؑ کا بھائی تھا اور  
حسینؑ کے باپ علیؑ کا بیٹا تھا  
یہ ابوالفضلؑ ہے جو اپنے خون  
میں غلط ہے۔

ومن و امساء لایشنیہ  
بشی و جادلہ علی  
عطش بماء -

وہ ابوالفضلؑ جس نے غمگاری  
حسینؑ کی حسینؑ نے اس کی  
کوئی تعریف بیان نہیں کی  
ابوالفضلؑ نے خود پیاسا رہ

حسینؑ کی خاطر پانی لائے  
میں جان قربان کر دی۔

بحار۔ مقام اور ناسخ دفیہ میں قائم ابن اصغ جاشی سے مروی ہے کہ جب  
سر کو ذم لائے گئے تو میں نے ایک شاہ سوار کو دیکھا جو بڑا حسینؑ تھا اور اس  
کے گھوڑے کی گردن کے ساتھ ایک سر لٹک رہا تھا جیسے ہی گھوڑا گردن کو



بچے کرتا تھا۔ وہ سرزمین پر جا لگتا تھا۔ میں نے جب پر چھا کر یہ سرکس کا ہے اور شہسوار کون ہے تو مجھے بتایا گیا کہ شہسوار حمر ہے اور گھوڑے کی گردن میں پٹکنے والا سر عباس ابن علی کا ہے۔

کچھ دن بعد مجھے حمرہ نظر آیا میں نے دیکھا تو اس کا چہرہ کوئلہ کی مانند سیاہ اور عطا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پر چھا جس دن تو سر لارہا تھا اس دن تو تیرا چہرہ بڑا سفید اور خوبصورت تھا آج کیسے کیا ہوا ہے؟

وہ رو دیا اور کہنے لگا کہ ملا سے پٹنے کے بعد کوئی رات ایسی نہیں جس رات مجھے آگ میں نہ جلایا جائے پتہ نہیں چلتا دو آدمی کہاں سے آتے ہیں ایک ایک بازو سے اور دوسرا دوسرے بازو سے پکڑ لیتا ہے کھینچتے ہوئے لے جاتے ہیں۔ یہ بھی پتہ نہیں چل رہا کہ وہ جگہ کون سی ہے۔ آگ کا ایک بانگواں دھک رہا ہوتا ہے ماسی میں جا کر پھینک دیتے ہیں۔ صبح تک اسی آگ میں ملتا رہتا ہوں صبح کو وہاں سے نکال کر گھر چھوڑ جاتے ہیں۔

اسرار الشہادہ میں علامہ دربنڈی نے لکھا ہے کہ جب جناب سید الشہداء جناب عباس کا لاشہ اٹھانے گئے تو جناب عباس نے پر چھا میرے آقا کہاں سے جائیں گے۔

آپ نے فرمایا۔ خیام میں دیگجی بنی باغم کے پاس۔  
جناب عباس نے عرض کیا۔ آپ کو اپنے نانا کی نبوت اور باں زہرا کی چاد کو ملے مجھے خیام میں نہ لے جائیں۔

امام حسین نے پر چھا۔ کس پیسے۔  
جناب عباس نے عرض کیا۔ آپ کو معلوم ہے مجھے پانی کے پیسے کم آپ نے

دیا تھا لیکن مشکیزہ آپ کی کمن بیٹی سکینہ نے پیش کیا تھا اور مجھے جلد سے جلد پانی لانے کو کہا تھا اگر میں وہاں گیا اور سکینہ نے مجھ سے پانی کا پوچھ لیا تو میں اپنی زندگی کا آخری سانس بھی شرم کے مارے شکل سے پوری کروں گا۔  
دوسری بات یہ بھی ہے کہ آپ بھی شدت تشنگی اور بھوک سے نڈھال ہیں۔ زخموں سے چور ہیں میں نہیں چاہتا کہ مجھے اٹھا کر اٹیٹ تکلیف برداشت کریں۔ میں جہاں پڑا ہوں مجھے رہنے دیں اگر مقدر ہوا تو کہیں دفن کر ہی دیا جاؤں گا۔

امام حسین نے فرمایا۔

جزیت عن اخیک  
خیر احیث نصرتی  
حیا و میتا۔  
جاس اند تبحہ میری طرف سے  
جزلے خیر دے تونے زندگی  
اور موت دونوں حالتوں میں  
میری مدد کی ہے۔

چنانچہ آپ جناب عباس کو وہیں چھوڑ کر دامن جلد سے آنسو مان کرتے ہوئے واپس خیام میں آئے جناب سکینہ ملین اور عرض کیا۔

یا ابتاہ هل لك علم  
بعمی العباس اراہ  
ابطأ وقد وعدف  
بالماء لیس له عادة  
ان یخلف و عده  
فهل شرب ماء  
بابا جان! کیا آپ کو میرے  
پچا عباس کا بھی کوئی علم ہے  
کافی دیر لگا دی ہے۔ مجھ سے  
پانی کا وعدہ کر کے گئے تھے۔  
ملا کہ ان کی عادت وعدہ خلافی  
تو نہیں ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں



او بل غلیلہ و نسی  
ماورائے ارمیجاہد  
الاعداء۔  
کہ انہوں نے خود پانی پنی  
لیا ہو اور ہمیں بھول گئے  
ہوں؟ یا ابھی تک وہ معروف  
جگ ہیں۔

بچی کی یہ بات سن کر غریب نہرا اپنے رکے ہوئے آلسوؤں پر قابو نہ رکھ سکے۔ اور دھاڑیں مار کر رونے لگے اور فرمایا: سیکھ بیٹی آپ کے چچا آپ کے لیے پانی لانے کی خاطر شہید ہو گئے ہیں۔ پانی نہیں لاسکے۔

یہ بھی روایات میں ہے کہ جب جناب سید الشہداء جناب عباس کا سر گود میں لے کر خاک و خون صاف کیا تو جناب عباس رو دیے مظلوم نہرا نے پوچھا: بھیا کیا بات ہے اس وقت کیوں رو رہے ہو جناب عباس نے عرض کیا:

میرے آقا اگر میں نہ روؤں تو اور کون روئے گا۔ مجھے اپنی خوش قسمتی اور آپ کی غربت رلا رہی ہے۔ اس وقت میرا سر تو آپ نے اپنی گود میں لے لیا ہے۔ اور میرے چہرے سے خون بھی صاف کر لیا ہے لیکن کچھ دیر پہلے آپ گھوڑے سے اتریں گے تو آپ کا سر کون گود میں لے گا اور آپ کے چہرے سے خون کون صاف کرے گا۔

## ایک سو بیس مجلس

## متعلقات شہادت جناب عباس

کراچی۔ نے مدینہ الجواہر میں لکھا ہے کہ امام حسن سے مروی ہے کہ چار مقامات پر انسان رونے کو روک نہیں سکتا۔

- ۱۔ باپ کی موت پر بیٹی۔
- ۲۔ بیٹے کی موت پر باپ۔
- ۳۔ بھائی کی موت پر بھائی۔
- ۴۔ بیوی کی موت پر شوہر۔

باپ کی موت بے سایہ کر دیتی ہے۔ بیٹے کی موت سے جگر میں ناسور بر جاتا ہے۔ بھائی کی موت سے کمر ٹوٹ جاتی ہے اور بیوی کی موت ایک گھنٹہ کا غم ہوتی ہے۔

بعض دانش مندوں کا قول ہے۔ جن کا بھائی نہیں اس کی کمر نہیں۔  
بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جناب لقمان ایک طویل سفر سے واپس آئے بیرون شہر انہیں ایک نوجوان ملا۔ اس سے انہوں نے گھر کے حالات پوچھے۔



جناب لقمان نے فرمایا۔ میرے باپ کا کیا حال ہے؟  
اس نے بتایا وہ فوت ہو گئے جناب لقمان نے کہا۔ تو گویا اب میں اپنے  
تمام امور کا خود ہی مالک ہوں۔

پھر پوچھا۔ میری بیوی کا کیا حال ہے؟  
اس نے کہا وہ بھی فوت ہو گئی ہے۔ جناب لقمان نے کہا۔ ٹھیک ہے بسترہ  
بدل گیا ہے۔

پھر پوچھا۔ میری بہن کا کیا حال ہے؟  
اس نے کہا۔ وہ بھی فوت ہو گئی ہے۔ جناب لقمان نے کہا۔ میری ناموس  
محفوظ ہو گئی ہے۔

پھر پوچھا۔ میرے بھائی کا کیا حال ہے؟  
اس نے کہا۔ وہ بھی فوت ہو گئے ہیں۔ جناب لقمان نے ایک آہ بھر کر  
کہا۔

گویا کر ٹوٹ گئی ہے۔

ابن خلکان نے دنیاۃ الایمان میں لکھا ہے کہ سید رضی ۳۵۹ھ میں پیدا  
ہوئے تھے۔ اور جب ۳۷۵ھ کو ہفتہ کے دن صبح کے وقت ۱۶ محرم کو بغداد میں  
فوت ہوئے تو جناب مرتضیٰ صرف اس لیے کہ وہ جناب رضی کا غسل دکن۔ دفن و  
جنازہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کاظمین حرم امام موسیٰ کاظم میں چلے گئے۔

کون نہیں جانتا کہ جب کوئی زخمی ہندی سے پستی کی طرف گرے تو وہ  
اپنے ہاتھوں کا سہارا لیتا ہے تاکہ جسم مزید چوڑوں سے محفوظ رہے۔ لیکن کیا  
حال ہو گا جناب عباس کا جب زمین سے زمین پر آئے تو ہاتھ پیسے سے

ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ کس چیز کا سہارا لیا ہو گا اور کیسے زمین پر آئے ہوں  
گے۔

کوئی بھی شہسوار جب گھوڑے سے اترنے لگے تو ایک ہاتھ زمین کے  
اگے حصّہ اور دوسرا زمین کے پچھلے حصّہ پر رکھ کر اترتا ہے لیکن مقام نکر  
ہے کہ مقامے سیکندہ دونوں ہاتھوں سے محروم ہونے کے بعد کیسے گھوڑے سے  
اترے ہوں گے۔

گھوڑے سے گرنے والا جب زمین پر آتا ہے تو ہاتھوں کا سہارا  
لیتا ہے تاکہ چہرہ پر کوئی زخم نہ آئے لیکن جب جناب عباس زمین پر آئے  
تو چہرہ کو محفوظ رکھنے کی خاطر ہمارا موجود نہ تھا۔ صرف یہی تصور کر لیجئے کہ  
جناب عباس کے جسم کا کوئی حصّہ تیروں سے خالی نہ تھا اور جب بے ہلکا  
ہو کر زمین پر آئے تو ایسے گتے کہ دائیں طرف والے تیر بائیں جانب سے  
اور بائیں طرف والے دائیں جانب سے نکل گئے۔

اسرار الشہادہ میں ہے کہ جب قیامت کے دن حساب و کتاب کا معاملہ  
اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا۔ سرور کو نین فرمائیں گے بیٹی میری امت کی شفاعت کیلئے  
تیرے پاس بھی کچھ ہے تو بی بی عرض کریں گی بابا جان آپ کی امت کی شفاعت  
کے لیے تو صرف میرے عباس کے دوباز رہی کافی ہوں گے۔

علامہ دہبندی نے لکھا ہے کہ ایک مومن جو نواح کربلا میں رہتا تھا۔ روزانہ  
امام حسینؑ کی زیارت کو آتا تھا اور صرف شب جمعہ جناب عباس کی زیارت کرتا  
تھا۔

ایک رات عالم غلاب میں جناب سیدہ نے اسے فرمایا۔



اے بندہ خدا تو میرے بیٹے کی زیارت کیوں نہیں کرتا؟  
اس نے عرض کیا۔

بی بی میں تو روزانہ آپ کے بیٹے کی زیارت کو جاتا ہوں؟  
بی بی نے فرمایا۔

تو فرزند رسول حسین کی زیارت کو جاتا ہے میرے بیٹے عباس کی زیارت  
تو صرف شب جمعہ کرتا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جناب عباس کا اسم گرامی اپنی عظمت میں آمنہ کے  
اسم کے گرامی سے جالا ہے۔

بلکہ رطب اور دبیر میں تو ان سے بھی فزوں تر معلوم ہوتا ہے کیوں کہ  
جھوٹی قسم کھانے والے بعض اوقات اللہ کے نام کی قسم تو کھاتے ہیں لیکن جناب  
عباس کے نام کی جھوٹی قسم نہیں کھاتے۔

سرکار علامہ محمد باقر برجدی نے لکھا ہے کہ۔  
جو شخص یا عبد اللہ یا ابوالفضل الباس دھیک کا درد کے طلب حاجت  
کے اس کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

میں نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ ایک شخص نوحی کر بلا میں رہتا  
تھا۔ اس کا جول سال بیٹیاں ہو گیا۔ کافی علاج معالجہ کیا۔ مگر وہ شفا یاب  
نہ ہوا تو وہ اسے حرم جناب ابوالفضل میں لایا اور وہیں باندھ کر واپس گھر  
چلا گیا۔

جب گھر جا کر سو رات نصف سے زیادہ گزری تو دروازہ پر رونق اباب  
ہوا اس نے پوچھا کون ہے۔ تو جواب ملا آپ کا بیٹا ہوں۔ جب اس نے

دروازہ کھولا دیکھا تو تندرست بیٹا سامنے کھڑا تھا۔ جب اس نے پوچھا  
تو بیٹے نے بتایا کہ۔

جناب عباس نے تین مرتبہ میرے لیے شفا طلب کی اور ہر مرتبہ نبی اکرم  
کی طرف سے ایک فرشتہ آکر انہیں کہتا رہا کہ آپ اس مریض کے لیے شفا نہ مانگیں  
اس کی زندگی ختم ہو چکی ہے۔ چوتھی مرتبہ جناب عباس اٹھے آنحضرت کی خدمت میں  
گئے۔ اور عرض کی۔

آقا کیا اللہ نے میرا نام باب الحوائج نہیں رکھا۔

آپ نے فرمایا ہاں بیٹے!

اللہ نے تیرا یہی لقب رکھا ہے۔

آپ نے عرض کیا۔ کیا لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہے کہ میں باب  
الحوائج ہوں؟۔

آپ نے فرمایا۔

بیٹا سب جانتے ہیں۔

آپ نے عرض کیا۔

پھر یا تو میرے نام سے باب الحوائج ختم کر دیا جائے یا میں جس کے لیے  
جو مانگوں وہ دیا جائے۔

آپ رو دیے اور فرمایا۔ بیٹے تو باب الحوائج رہے گا۔ اللہ نے اسے  
اسے شفا دے دی ہے۔

عدۃ الشہور میں ہے کہ اکیس ماہ رمضان کی شب جناب امیر نے دوسری  
وصیتوں کے علاوہ بطور خاص ایک وصیت فرمائی تھی۔



عباس بیٹے خیال رکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ تو خود پانی پی لے اور میرا حسین  
 کہ بلا میں پیاسا رہے۔  
 اگر جناب عباس کے حرم میں ہونے والے معجزات کو جمع کیا جائے  
 تو کئی جلدیں مرتب ہوں گی۔

## شہادت اولاد امام حسن

مقاتل کے مولفین میں اختلاف ہے کہ پہلے قاسم ابن حسن شہید ہوئے ہیں  
 یا احمد ابن حسن شہید ہوئے ہیں۔ احمد ابن حسن کا سن مولد برس کا تھا انتہائی حسین و  
 جمیل۔ بہادر نیزہ باز اور تلوار کے دھنی تھے۔ اس شہزادہ نے رجز خوانی کر کے  
 یزیدی مسلمانوں پر حملہ کیا۔ اسی شہسواروں کو تیر تیغ کیا۔ واپس آئے تو شہزادہ کی  
 آنکھیں شدت پیاس سے ابلتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔  
 عرض کیا۔

چچا جان! اگر ایک گھونٹ پانی مل جاتا تو میرا جلتا ہوا سینہ فدا  
 سا ٹھنڈا ہو جاتا۔ اور دشمنان خدا اور رسول کے خلاف میری قوت میں اضافہ  
 ہو جاتا۔

آپ نے جواب دیا۔

بیٹے بس تھوڑا سا انتظار کرو۔ آپ کبھی مجد آپ کے انتظار میں ہیں۔  
 ان کے ہاتھ سے عرض کوثر پینا پھر کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی۔

بائیسویں مجلس

شہادت اولاد امام حسن



پھر دوسرا حملہ کیا۔ اس حملہ میں پچاس یزیدیوں کو قتل کیا اور تیسرے حملہ میں ساٹھ یزیدی داخل جہنم کر کے شہید ہوئے۔  
عبداللہ ابن حسنؑ:

یہ خنزادہ قاسم کھادری پدری بھائی تھے شیخ مفید کے مطابق اس شہزادہ نے حیرت ناک جنگ کر کے یزیدی فوج کو تتر بتر کر دیا۔ عبداللہ ابن عقبہ غزوئی نے چھپ کر وار کیا جس سے شہزادہ گھوڑے پر نہ سنبھل سکے  
اولاد امام حسنؑ:

ناسخ کے مطابق آپ کے بیس فرزند تھے۔ زید۔ حسن۔ حسین اثرم۔ علی اکبر۔ علی اصغر۔ جعفر۔ عبداللہ اکبر۔ عبداللہ اصغر۔ قاسم۔ عبدالرحمن۔ احمد اسماعیل۔ یعقوب۔ عقیل۔ محمد اکبر۔ محمد اصغر۔ حمزہ۔ ابوبکر۔ عمرو۔ طلحہ۔ امام حسینؑ کے ساتھ کر بلا میں صرف سات آئے تھے۔ جن ثنی۔ عبداللہ اکبر عبداللہ اصغر۔ قاسم۔ عمرو۔ عبداللہ اصغر۔ احمد۔ ان میں سے پانچ میدان کر بلا میں شہید ہوئے۔ اور دو بچ گئے تھے۔ یہ دونوں گرفتار شدگان میں تھے جن ثنی شدید زخمی تھے۔ اور عمرو کفن تھے۔

جانب حسن ثنی بائیں بریں کے تھے۔ اسمار ابن خارجہ کے بھانجے تھے۔ جب جنگ میں شدید زخمی ہو کر میدان میں لاشوں کے درمیان زندگی کے آخری سانس لے رہے تھے تو اسمار ابن خارجہ نے انہیں اٹھایا اور چھپا دیا۔ اختتام جنگ کے بعد عمر سعد کو بتایا اور یہ بھی کہا کہ میں انہیں قتل نہیں ہونے دوں گا

چنانچہ عمر سعد نے اسے علاج کی اجازت دے دی۔ ابن قتیبہ کے مطابق ایک سال اسمار ابن خارجہ نے اپنے پاس رکھا۔

عمرو ابن حسنؑ کے سلسلہ ابن قتیبہ نے لکھا ہے کہ جب قیدیوں کا قافلہ یزید کے پاس گیا۔ تو یزید نے عمرو سے پوچھا کیا میرے بیٹے کے ساتھ کشتی لڑو گے؟ اس شہزادہ نے کہا۔ کشتی لڑنے میں کیا ہوتا ہے۔ ایسا کر ایک خنجر مجھے دے دے اور ایک خنجر اپنے بیٹے کو دے دے پھر اگر اس نے مجھے قتل کر دیا تو میں اپنے نانا کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ اور اگر میں نے اسے قتل کر دیا تو یہ اپنے دادا ابوسفیان کے پاس پہنچ جائے گا۔

شہادت شہزادہ قاسمؑ:

جب میں اپنی نظر تالیف کے سلسلہ میں کتب بینی کر رہا تھا۔ تو ان کتب میں میں نے مقتل طبرستانی بھی دیکھی چونکہ میں طبرستانی کے علم فضل۔ زہد ورع عبادت ریاضت۔ تفقہ اور تدین سے متاثر تھا اس لیے جو کچھ میں نے ان کی منتخب میں دیکھا ہے وہی پہلے آپ کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں یہ بھی خیال رہے کہ سرکار طبرستانی روضہ خوان نہیں تھا کہ مذکورہ اوصاف کے علامہ اپنے وقت کے مایہ ناز مدرسین اور مصنفین سے بھی تھا۔ مقتل میں منتخب فقرہ میں خیر۔ شرح نافع اور شترکات وغیرہ ان کی آج تک مایہ ناز تصنیفات معروف ہیں۔

علامہ ازیں سرکار علامہ ہاشم بحرانی نے مدینۃ المعاجز میں یعینہ ہی واقعہ لکھا ہے جب اولاد امام حسنؑ کی باری آئی تو شہزادہ قاسم حاضر ہوا اور عرض کی یا عمر الازجاء



للبراز - دی جائے۔

آپ نے فرمایا۔ بیٹے۔ تو میرے بھائی کی اولاد میں سے سب سے زیادہ ان کے شاہ ہے۔ کچھ دیکھ کچھ تسلی ہوتی ہے میں چاہتا ہوں تو زندہ رہ جائے۔

شہزادہ یہ سکر انتہائی افسردہ اور غم جو ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی اثنا میں شدت غم سے شہزادے نے اپنا سر گھٹنوں پر رکھا اور پریشان بیٹھ گیا۔ کہ اچانک شہزادے کو کوئی خیال آیا۔ کہ دم آخر میرے بابا نے میرے بازو پر ایک تعویذ باندھا تھا اور فرمایا تھا۔ بیٹے جب ہر طرف سے مصائب گھیر لیں تو اس تعویذ کو کھول لینا شہزادے نے جلدی سے تعویذ کھولا۔ دیکھا تو اس میں لکھا تھا۔

تاسم بیٹے میں کچھ وصیت کر رہا ہوں کہ جب چچا کو میدان کربلا میں دشمنوں میں گھرا ہوا دیکھنا تو جنگ سے پیچھے نہ رہنا اور دشمنان خدا و رسول کے مقابلہ میں جلا وطنی کا بھل نہ کرنا۔ اگر چچا کی طرف سے ایک مرتبہ اجازت نہ ملے تو بار بار اجازت مانگنا اور دائمی شہادت حاصل کر لینا۔

شہزادہ فرط حسرت سے جھوم کر اٹھا۔ چچا کے پاس آیا اور وہ وصیت آپ کے پیش کر دی۔ جب امام حسینؑ نے وہ خط دیکھا تو بے ساختہ گریہ کیا۔ کہ سرد کھینچی اور فرمایا۔

ہاں بیٹے تیرے پاس بھی اپنے بابا کی وصیت ہے اور مجھے بھی اپنے بھائی کی وصیت ہے تیرے لیے ضروری ہے کہ اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرے اور میرے لیے بھی ضروری ہے کہ اپنے بھائی کی وصیت

کو پورا کروں۔

پھر آپ نے شہزاد کا ہاتھ پکڑا۔ خیمہ میں لائے جناب عون اور جناب عباس کو بلایا۔ جناب ام فروہ کو بلا کر پوچھا کیا تاسم کے نئے کپڑے نہیں ہیں؟ بی بی نے عرض کیا۔ نہیں قبلہ۔ پھر آپ نے جناب زینب خاتون سے فرمایا۔ مجھے صندوق تبرکات لا کر دو۔

بی بی وہ صندوق لائیں آپ نے سلسلے رکھے۔ ات کھولا۔ اس سے امام حسنؑ کی تبا اور عمامہ نکالے۔ تبا پہنائی۔ عمامہ سر پر رکھا۔ پھر جناب فاطمہ کبریٰ کو بلایا اس شہزادی کے ہاتھ سے پکڑا۔ اسی خیمہ میں دونوں کا عقد کیا۔ پھر بی بی کا ہاتھ پکڑ کر شہزادہ تاسم کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔

لو بیٹا اب میں نے اپنے بھائی کی وصیت پر عمل کر دیا۔

شہزادہ نے جناب فاطمہ کا ہاتھ لیا۔ امام حسینؑ جناب عباس اور جناب تیمون باہر چلے گئے۔ جناب تاسم نے شہزادی کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے پھر ایک ہاتھ جناب زینب کے ہاتھ میں اور دوسرا ہاتھ اپنی ماں کے ہاتھ پر رکھ کر عرض کیا۔

پھوپھی جان! اماں جان! میرے چچا نے اپنے بھائی کی وصیت پوری کر دی ہے اب مجھے اپنے بابا کی وصیت پوری کرنا ہے میری اس امانت کو اھیاطے سنجال لو قیامت میں ملاقات ہوگی۔ خدا حافظ اس وقت شہزادی نے عرض کیا۔

تاسم آپ کو معلوم ہے کہ جنگ کے عین شباب میں آپ سے میری شادی ہوئی ہے۔ جو تاریخ عالم کا انوکھا واقعہ ہے۔ آپ تشریف لے جا رہے ہیں۔ جب ہم یہاں



سے جائیں گے تو آپ کی لاش سے المومنین کے کسی کی خاطر میرے پاس بھی کوئی علامت ہونا چاہیے۔

شہزادہ نے اپنی پھوپھی اور ماں کی موجودگی میں اپنی قمیص کا دامن لے کر اسے چاک کیا اور فرمایا۔ اگر میرا لاشہ بچ گیا تو مجھے اس چاک دامن سے پہچان لینا۔ اور اگر سالم نہ بچا تو پھر میں تمام شہداء سے ممتاز ہوں گا۔ میرا پہچانا اس لیے آسان ہو گا کہ ہر رونے والے کو لاشہ ملے گا لیکن قاسم کا لاشہ تلاش کرنے سے بھی نمل سکے گا۔

پھر شہزادہ مظلوم کو بلا کے پاس آیا اور عرض کی چچا اب اجازت۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں بیٹے ایسے نہیں۔ پہلے تو میں نے تجھے لباس عروسی پہنایا تھا۔ اب تجھے لباس موت پہنانا ہے۔

امام حسینؑ نے شہزادے کی قمیص کے دونوں طرف چاک کفن کی مانند چاک کیے ایک کھلے کر دیے۔ عمامہ کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑا سر پر باندھا دوسرا ٹکڑا چہرے پر ڈال دیا تاکہ شدت دھوپ سے محفوظ رہے۔ تنویر کمر سے خود باندھی۔ پھر گھوڑے پر سوار کیا۔ اور فرمایا۔ بسم اللہ۔ میرے بیٹے۔ شہزادہ عمر ابن سعد کے پاس آیا اور فرمایا۔

کیا تجھے خوف خدا نہیں ہے۔ اولاد رسولؐ پیاس سے جان بلب

ہے اور تو نے پانی روک رکھا ہے۔

عمر ابن سعد نے کہا۔

اولاد رسولؐ ہمیں بھی عزیز ضرور ہے لیکن بیعت یزید اولاد رسولؐ سے

زیادہ ضروری ہے۔

شہزادے نے مبارزہ طلبی کی ارساق شہبازی مقابلہ میں آیا واصل جہنم ہوا اس کے چار بیٹے آئے وہ بھی اپنے انجام کو پہنچے۔ بشیر ابن سعد شامی نے چھپ کر وار کیا۔ شہزادہ زین پر نہ سنبھل سکا۔ پھر ہر طرف سے نیزوں اور تلواروں سے وار ہونے لگے۔ لاشہ ٹکڑے ہو گیا۔

علامہ مجلسی نے بھاریں کھا ہے کہ شہزادہ قاسم پندرہ برس سے کم سن تھا۔ حمید بن مسلم کہتا ہے کہ۔

بچہ میں وہ وقت نہیں بھولتا جب قاسم ابن حسن اپنی کمسنی کے باوجود فوج یزید کے کسی بہادر کو اپنے قریب ہونے کی اجازت نہیں دے رہا تھا اور شہیر نے چھپ کر نیزے کا وار کیا۔ پھر عمر ازدی نے سر پر تلوار سے وار کیا مجھے آج بھی شہزادہ کا سر دو حصوں میں تقسیم نظر آ رہا ہے۔ صرف یہی ایک جملہ زبان سے نکل سکا یا ۱۱ ماہ ادرکتی۔

وہ منظر آج تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب ہر طرف سے گھوڑے دوڑا دیئے گئے۔

گھوڑوں نے شہزادے کے سر سینه اور پسلیوں کو اپنے سموں سے ریگزار کر بلا پر یکسر دیا۔

جب فرزند رسولؐ اپنے اس نوشہہ کا لاشہ لینے کو آئے تو انہیں کئی مقامات سے بکھرے اعضا کو اکٹھا کرنا پڑا۔ میں بھی پیچھے چلا گیا کہ دیکھوں اسے کہاں رکھتے ہیں۔

آپ اس خیمہ میں آئے جہاں علی اکبر اور دیگر بنی ہاشم کے لاشے رکھے تھے

آپ نے قاسم کی لاش کے ٹکڑوں کو جوڑ کر علی اکبر کے پہلو میں رکھا



دو وزن لاشوں کے درمیان بیٹھ گئے۔ اور عرض کیا۔ اللہم! شہد

علی ہولاء القوم۔

پھر مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یا جد اہ! انظر هذا شیعتک  
ابنی۔ و هذا قاسم ابن الحسن۔  
بھار کے مطابق شہزادہ کا سن تیر و برس کا تھا۔

کربلا و سفر شام و واپسی مدینہ۔ خروج مختار اس سے بعد  
کے واقعات جلد دوم کا انتظار کریں جو انشاء اللہ جلد  
آپ کے خدمت میں ہو گے۔

# معالی السبطین فی احوال الحسن والحسینؑ

جلد دوم

ناشر

نظامی پریس بکڈپو  
و کٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ